نئی تعلیم کا آئینہ

جس میں

ٹرینڈ اساتذہ سے مکالمہ۔ جدید طریقہ تعلیم کا قدیم طرز سے مقابلہ۔ مختلف مضامین کا مطالعہ اور ان کی تعلیم کا دلچسپ طریقہ بیان کرکے نئے طرز تعلیم کے نقائص کا شرح تذکرہ کیا گیا ہے اور تعلیمی زندگی کا ہر شعبہ دکھا کر طلبا اور اساتذہ کی موجودہ زندگی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز ملکی خدمت کا فلسفہ اور تعلیمی فرائض سے بطرز احسن سبکدوش ہونے کا قاعدہ تحریر کیا گیا ہے

مصنفہ

منشی رام پرشاد بی اے (علیگ)

ہیڈ ماسٹر پنشنر گورنمنٹ ہائی اسکول بستی۔ سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول ہمیرپور و گونڈہ و ڈائمنڈ جوبلی ہائی اسکول فرخ۔ سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول اٹاوہ و مدرسہ پارسیان متھرا سنٹرل انڈیا۔ ڈپٹی انسپکٹر مدارس متھرا فرخ آباد اٹاوہ و جالون سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس فتح پور اٹاوہ و آگرہ۔ مصنف ابتدائی تعلیم کی رام کہانی ہندو تیوہاروں کی اہمیت، وہ جان ار جو نظر نہیں آتے، سچا دیش بھگت، ٹیچنگ دی ٹیچر وغیرہ وغیرہ

باہتمام محمد مقتدی خان شروانی

مطبوعہ شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ۱۹۳۹ء

تعداد طبع ۱۰۰۰ جلد
ضخامت ۵۲۰ صفحات

قیمت دو روپیہ آٹھ آنے
تقطیع ۱۸×۲۲/۸

ملنے کا پتہ: ۱۶ سروجنی دیبی لین۔ مقبول گنج کٹرہ، لکھنؤ

از جانب چیرمین صاحب ایجوکیشن کمیٹی بستی

جناب من

میں نے مدرسین کو آپ کی کتابوں کی خریداری کے واسطے خاص ان
کے اور طلباء کے نفع کے لحاظ سے ہدایت کی ہی۔ اس کے واسطے مدرسین
کی کانفرنس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا۔ مدرسین کی قابلیت اور مدارس
کی حالت میں ترقی کرنا میرا فرض اعظم ہی اور آپ کی کتابیں (ابتدائی تعلیم
کی رام کہانی اور نئی تعلیم کا آئینہ) اس بارہ اسقدر مددگار اور مفید
ہیں کہ جو شخص ان کو دیکھے گا مدرسین کو یہی ہدایت کریگا جو میں نے
کی ہی آپنے ان کتابوں کو تصنیف فرما کر واقعی دیسی تعلیم کی اصل
اور سچی خدمت کی ہے اور اگر ہم ان سے پورے طور پر فائدہ نہ
اُٹھاویں تو ضرور احسان مندی اور عقل مندی کے خلاف ہے۔

میں التجا کرتا ہوں کہ آپ دوسری کتاب نئی تعلیم کا آئینہ)
شائع فرماویں کیونکہ اس کا مضمون نہایت دلچسپ اور مفید ہی۔
اور مجھ کو امید ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اس کو بہت زیادہ تعداد
میں خرید فرماویں گے۔ ۵ مارچ ۱۹۳۳ء

پیش لفظ

ہمارے نظام تعلیم میں استادوں کی بہت بڑی اکثریت سرکاری اور ذاتی افکار و مشاغل و معمول کی بندشوں میں اس قدر گرفتار رہتی ہے کہ اس کو کبھی خود اپنے تجربات اور مشاہدات پر غور کرنے کا' ان کا تجزیہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ وہ جو کچھ دیکھتے اور کرتے ہیں اس سے کچھ نہیں سیکھ پاتے اور ان میں سے بیشتر کی ذہنی ترقی اسکول کی چار دیواری میں داخل ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ معلمی ہی ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ذہنی اور اخلاقی نشو و نما کو مسلسل جاری رکھنا لازم ہے۔ جس استاد کا ذہنی ارتقا بند ہو گیا سمجھ لیجئے کہ اس کی ذہنی موت ہو چکی خواہ بظاہر اس کا زندوں میں شمار ہو۔ چونکہ مجھے استادوں کی اس عام حالت جمود کا شدت کے ساتھ احساس ہے اس لئے مجھے جناب رام پرشاد صاحب کی اس کتاب "نئی تعلیم کا آئینہ" کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی موصوف یو۔پی کے صیغہ تعلیم کے ایک تجربہ کار نیک نام اور پنشن یافتہ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ مجھے ان کی خدمت میں ذاتی طور پر نیاز حاصل ہے اور اس بات کا اندازہ ہے کہ انہیں تعلیمی مسائل سے کافی واقفیت اور گہری دلچسپی ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب کو جسے میں نے جستہ جستہ پڑھا ہے اپنے گذشتہ تین تیس سال

کے مشاہدات کا تجزیہ کیا ہے اور اپنے ہوش مند تجربے کے طفیل بہت سی
ایسی مفید اور گر کی باتیں بتائی ہیں جن سے نئے اور پرانے ٹریننگ پائے
ہوئے اور بغیر ٹریننگ کے اساتذہ سب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چونکہ
خود انہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ ان تمام کڑیوں کو جھیلا ہے اس
لئے وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں محض نظری یا ہوائی باتیں نہیں بلکہ عملی طور
پر مفید اور قابل قدر ہے۔ اور ایک بڑی خوبی میری رائے میں اس کتاب
کی یہ ہے کہ ان کا انداز بیان شگفتہ اور دلچسپ ہے۔ اکثر استاد تعلیم دینے
کے خشک شغل میں اپنی گرہ کی شگفتگی اور خوش مزاجی بھی کھو بیٹھتے ہیں اور ان
پر یبوست طاری ہو جاتی ہے جو ان کے لئے تو ایک محرومی ہوتی ہے اور ان
کے شاگردوں کے لئے ایک عذاب۔ اس کتاب کے فاضل مصنف اس
خطرے سے محفوظ رہے ہیں اور ان کے انداز بیان سے، ان کے عنوانوں کے
انتخاب سے، ان کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنے سال کی تعلیمی محنت
نے ان کی فطری خوش مذاقی کے سوتوں کو خشک نہیں کیا ہے۔ مجھے یقین ہے
کہ یہ کتاب بحیثیت مجموعی نہ صرف تمام استادوں کے لئے مفید ثابت
ہوگی بلکہ وہ دلچسپی کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں گے۔

خواجہ غلام السیدین

(ڈائرکٹر تعلیمات۔ جموں و کشمیر)
سابق پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ممبر ڈاکٹر ذاکر حسین کمیٹی انڈیا

فہرست مضامین نئی تعلیم کا آئینہ

آئینہ کی تصاویر و نقشہ جات

اول غلط نامہ ملاحظہ فرماکر مضمون کتاب درست کیجیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
نوٹ	آخر	ہیں ۔	ہیں گے
۲۰	۳	معرف	معمولی
〃	۹	موسل	ہوسٹل
۲۶	۷	نثلاً	نسلاً
۳۵	۷	دوہر	دُہر
〃	۱۳	نشست	نشست و
۴۴	۲	پڑتال	پرتال
〃	۱۵	جانتے	جاننے
۵۴	۱۶	کرتا	کرنا
۷۷	۱۳	پیٹنے	بٹنے
۸۵	〃	اوز	او
۸۹	۷	لگانا	لگانا بیجا
۹۶	۱۸	خواب	خراب
۱۰۰	۹	پڑرو	بڑو
۱۰۵	۱۵	ڈیہات	(۴) دیہات
۱۲۵	۱۰و۱۱	گت	گیت
۱۲۶	۱	سے	پر
〃	۸	میں	پر
۱۵۶	۱۳	ے	ہیں
۱۶۱	۱۸	ج	ح
۱۶۲	۵	ج۔ج۔ج د	ج د۔ح د
۱۶۵	۱۸	اسّی	اسی
۱۸۹	۳	سالہال	الہا سال
۱۹۴	نقشہ	(عادات اور گو	نٹ کو خط سے ملانا
		چاہیے)	
۲۱۴	۸	ٹکسٹلا	ٹکسلا
۲۲۰	۱۸	(۴)	(۵)
۲۲۱	۲	(۵)	(۶)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۱	۱۰	(۶)	(۷)
۲۲۲	۱	(۷)	(۸)
۲۵۰	۱۵	ہے	جاتا ہے
۲۶۳	۱۰	دیکھ	دیکھ کر
۲۶۴	۱۶	لیتا	لیتا
۲۷۲	۹	سننے	سنے
۲۷۵	۱۶	آہ	ہ آہ
۲۸۶	۱۰	صبح	صبح
〃	۱۶	بر	ہر
۲۹۷	۵	طرزو تحریر	طرز تحریر
۲۹۹	۸	متعلق ہو	متعلق نہو
۳۰۱	۷	سوال	جواب
۳۰۷	۱۹	طرح	کسی طرح
۳۱۹	۴	—	(۶)
۳۲۷	۱۲	سپیت	سنیت
۳۳۳	۱۸	ممیل	میل
۳۳۷	۵	مقام	فاصلہ
۳۴۰	۱۷	سے	کے اوپر
〃	〃	—	۔طرح ملانے
۳۴۱	نقشہ		رف ظ عمود، ج ملا دیجئے)
〃	〃		ظ م کھ
〃	سطر آخر کے اوپر	ج گ	خ ا
۳۶۰	۱۴	یورپ	پورب
۴۱۲	۹	کے	سے
۴۱۶	۶	عیب	عجیب
۴۳۵	آخر	ڑھتے	پڑھتے
۴۵۹	۱۹	جھوٹے	جوٹے
۴۶۴	۵		

ان کے علاوہ چھوٹی غلطیاں خود درست فرمالیں گے۔

تمہید و شکریہ

میری کتاب ابتدائی تعلیم کی رام کہانی کی گورنمنٹ اور پبلک نے جس قدر قدر فرمائی ہے وہ میرے واسطے بیشک قابل فخر ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ میں جہاں اردو کا تھوڑا بھی رواج ہے تعلیمی پبلک اس کے نام سے واقف ہو گئی۔ صاحب ڈائرکٹر بہادر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے دیسی مدارس و ٹریننگ کلاسز میں بغرض استعمال مدرسان اور کتب خانجات مدارس دیسی کے واسطے تین بار منظور فرمایا۔ انسپکٹر صاحب نارمل اسکولز و ٹریننگ کلاسز ممالک متحدہ نے تمام صوبہ کے چیرمین صاحبان ڈسٹرکٹ بورڈ و ہیڈ ماسٹر صاحبان نارمل اسکولز کے نام سرکلر بھیج کر پرزور سفارش فرمائی انسپکٹر صاحبان مدارس کمشنری آگرہ و گورکھپور و میرٹھ نے علحدہ علحدہ سرکلر جاری کر کے چیرمین صاحبان سے پرزور سفارش کی بکتب ٹیکسٹ بک کمیٹی ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے تمام مکاتب اسلامیہ کے مدرس صاحبان کے واسطے بغرض استعمال منظور فرمایا۔ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی

نے ایک ہزار ایک سو ستائیس خرید فرما کر پنجاب کے ہر ضلع میں تقسیم کیا ڈائرکٹر صاحبان بہادر سر رشتۂ تعلیم بمبئی ۔ ممالک متحدہ ۔ متوسط و برار نے کتب خانجات کے واسطے منظور فرمایا ۔ صاحبان ڈائرکٹر بہادر عدن وصوبۂ مغربی و شمالی سرحدی و بلوچستان نے بلحاظ ضرورت کافی تعداد خرید فرما کر عزت افزائی کی بلکہ افغانستان کے حکام بالا نے بھی بغرض استعمال اہل افغانستان اس کی نسو جلد خرید فرمائیں ۔ دیسی ریاستوں نے بھی اس پر نظر عنایت سے توجہ فرمائی ۔ حیدرآباد دکن میں نارمل اسکولز وغیرہ کے واسطے صاحب ڈائرکٹر بہادر سر رشتۂ تعلیم نے منظور فرمایا ۔ ریاست ہائے بھوپال پونچ ۔ گوالیار ۔ الور ۔ جودھپور وغیرہ میں اس کی کافی جلدیں خرید کی گئیں ۔ مشن اسکولز کے حکام نے جن میں کئی لیڈیاں شامل ہیں جا بجا اپنے مدارس کے واسطے خرید فرمایا ۔ کئی انگریزی ہائی اسکولوں کی لائبریری کے واسطے ہیڈ ماسٹر صاحبان نے خرید کیا ۔ معزز اخبارات نے بار بار ریویو دئے اور ہندی ایڈیشن کے واسطے متواتر درخواستیں آتی رہیں بلکہ بعض حکام نے مرہٹی ترجمہ کے واسطے بھی تحریک کی اور اکثر احباب نے یہ رائے دی کہ باقی تمام تعلیمی نقائص کو حیطۂ تحریر میں لایا جائے ۔

لیکن ڈپٹی انسپکٹر مدارس نہایت مشغول شخص ہے اس لئے مجھ کو دس بارہ سال تک وقت نے فرصت نہ دی کہ کتاب کا ہندی ایڈیشن

شائع کرسکتا - دوسری کتاب کی تصنیف کے واسطے قلم اٹھانا بالکل ناممکن تھا مگر خوش قسمتی سے ۱۹۱۷ء میں صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم نے براہ خاوندی مجھ کو گورنمنٹ ہائی اسکول میں تبدیل فرماکر انگریزی تعلیم کے مشاہدہ کا موقع عطا فرمایا - اس وقت خیال ہوا کہ اس عنایت کا شکریہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ اپنے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر دیسی تعلیم کے باقی نقائص پیش کئے جائیں - چنانچہ یہ تحریر پیش خدمت ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ابتدائی تعلیم کی رام کہانی کے طور پر یہ کتاب بھی ہر طبقہ کے مدارس کے واسطے مفید ہے گو بظاہر اس میں ٹرینڈ اصحاب کو مخاطب کیا گیا ہے مجھ کو یقین ہے کہ انگریزی مدارس کے واسطے بھی یہ کتاب قابل مطالعہ اور مفید ثابت ہوگی - میں نے اس کی عبارت حتی الامکان سلیس رکھی ہے اور مکالمہ کے طرز پر بحث کر کے نئے اور پرانے طرز تعلیم کا ہر پہلو علیحدہ دکھانے کی کوشش کی ہے آخر میں کتاب کا لب لباب بلحاظ دلچسپی و آسانی زیادہ تاکہ عام نقائص سمجھنے میں دقت باقی نہ رہے اس کے بعد ذہانت کی دلچسپی کے عنوان کے ساتھ تیس نہایت دلچسپ سوالات تحریر کئے ہیں جن کو دیکھ کر ناظرین بہت خوش ہوں گے -

اس کتاب میں جغرافیہ اور تاریخ کے مضمون پر طویل بحث کی گئی ہے -

امید ہے کہ باوجود طوالت ناظرین اس کو بہت دلچسپ اور مفید پائیں گے۔
دیسی مدارس میں جغرافیہ کا مضمون بہت روکھا پھیکا سمجھا جاتا ہے اور
بمشکل تمام پانچ فی صدی مدرس جغرافیہ اور تاریخ کے باہمی تعلق کو سمجھنے
کی کوشش کرتے ہیں۔ چوں کہ تاریخی اصول نہ سمجھنے کے باعث ہی
گورنمنٹ کی جانب باغیانہ خیالات پیدا ہو کر ہندوستان کی وفاداری
پر بدنما دھبہ لگتا ہے اس لئے امید ہے کہ نوجوان مدرس اس کو خاص
دلچسپی سے بغور پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

اس کتاب کی تصنیف میں بھی مجھ کو اپنے دماغ اور حافظہ پر بہت زیادہ
بار ڈالنا پڑا ہے۔ صرف چند مقامات پر بلحاظ وقعتِ تحریر جابجا اقتباسات
و حوالہ جات دئے گئے ہیں اور گو لطائف و ظرائف کی بھرمار سے احتراز کیا
گیا ہے لیکن یہ کوشش کی گئی ہے کہ دلچسپی ہاتھ سے نہ جائے۔ اس کے باوجود
میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ تحریر ابھی مکمل نہیں ہے اس لئے اگر ناظرین کتاب
کے نقائص سے مطلع فرمائیں تو میں نہایت شکریہ کے ساتھ اصلاح کے
واسطے تیار رہوں گا۔ فقط

رام پرشاد۔ بی اے (علیگ)

انٹروڈکشن

مہربان اتالیق قدرت[1]

قدرت کا طریقۂ تعلیم - بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے اسی وقت قدرت اپنی تعلیم شروع کر دیتی ہے اور یہ جب تک زندہ رہتا ہے برابر تعلیم پاتا ہے۔ دیکھئے پیدا ہوتے ہی یہ خود بخود ماں کا دودھ پینے لگتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس کی تلاش میں ادھر اُدھر سر ہلانے لگتا ہے۔ ابتدا میں زیادہ تعلیم کی قوت نہ ہونے کے باعث زیادہ تر سوتا رہتا ہے لیکن جس قدر قوت بڑھتی ہے نیند کم ہوتی جاتی ہے۔ اب آنکھوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے اور وہ روشنی محسوس کرنے لگتا ہے۔ پھر کان سے آواز سنائی دیتی ہے۔ قوتِ لامسہ کی تعلیم تو پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے اور اگر نہایت چھوٹے

---

[1] مصنف نے خود اپنے خاندان میں قریب تیس بچوں کا تیس یا پینتیس سال مشاہدہ کرنے کے بعد یہ مضامین لکھے ہیں کسی کتاب سے اخذ نہیں۔

بچہ کے پاؤں کو گدگدایا جائے تو وہ بھی اس کو ہٹانے کی کوشش کرتا ہی لیکن
یہ تعلیم نہایت ابتدائی ہی۔ رفتہ رفتہ قدرت اس کو کئی بار نیند سے جگا کر دودھ
پچھلی تعلیم کی مشق کراتی ہی اور وہ روز بروز زیادہ جاگنے لگتا ہی گو رات
دن میں آٹھ گھنٹہ سے کم کبھی نہیں سوتا۔ پھر ذائقہ اور شامہ کی تعلیم شروع
ہوتی ہی اور قدرت باقی حواسوں کا سبق بھی پڑھاتی ہی۔ بچہ رنگ اور روشنی
میں آہستہ آہستہ فرق کرنے لگتا ہے اور مختلف رنگ دیکھ کر صورت پہچاننے
کی تمیز حاصل کرتا ہی اس کے بعد ماں کو جو ہر دم سینے سے لگائے رہتی
ہے پہچانتا اور عرصہ تک اس سے مانوس رہتا ہے جب بیٹھنے کی قوت
آجاتی ہے تو دوسرے بچوں کی سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے اس وقت
تمام حواس تعلیم پاتے اور ترقی کرتے ہیں۔ مختلف چیزوں صورتوں اور
رنگوں کو دیکھ کر چھونے اور پہچاننے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور بچہ
اُن کو پکڑ کر مُنہ میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے اس کو چبانے
کی قابلیت ہوتی ہی اور دانت نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہی۔ اگر چیزیں
فاصلہ پر ہیں تو بچہ ان کو پکڑ کر قریب لانا چاہتا ہے اور جب وہ ہاتھ نہیں
آتیں تو ان تک خود پہنچنے کی کوشش کرتا ہی جس سے قویٰ میں تحریک ہوتی
ہے اور چلنے پھرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چیزوں کو دیکھ کر قوت باصرہ
کا تجربہ حاصل ہوتا ہی اور جب وہ چارپائی یا کرسی سے کھلونا نیچے ڈالتا ہی

تو نہایت تعجب اور غور سے دیکھتا ہے کہ یہ کیوں کر خود بخود اتنی دور چلا گیا
اس طرح کھلونا بار بار ڈال کر اور جھک کر گئی یا اس کے گرنے کا مشاہدہ
اور فاصلہ کا اندازہ کرتا ہے - چوں کہ ابتدا میں بچّہ ہر چیز کو پکڑ کر منہ میں رکھتا
ہے اس لئے رفتہ رفتہ قوت ذائقہ کا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے - مگر باقی حواس یعنی
سامعہ اور خاص کر شامّہ کو تجربہ میں کچھ عرصہ لگتا ہے - چیزوں کو اٹھانے گرانے
اور ہلانے جھلانے پر کچھ آواز پیدا ہوتی ہے جس کا ابتدا میں بچّہ پر زیادہ
اثر نہیں ہوتا لیکن ماں کی گود میں لوری دینے کی آواز سے یا پاس کی
عورتوں اور بھائی بہن کے بولنے چالنے سے کانوں کی تربیت شروع ہوتی
ہے اور بچہ کچھ عرصہ بعد سمجھنے لگتا ہے کہ یہ آواز مجھ کو ہلانے کی غرض سے ہے اور یہ خفگی
یا محبت کے اظہار کے واسطے - آواز سن کر بچہ کو خود بھی بولنے کی تحریک
ہوتی ہے اور قوت پیدا ہونے پر اگر سلاتے وقت ماں لوری نہ دے تو
بعض ذہین بچّے خود اس کا اشارہ کر دیتے ہیں یعنی اپنے جسم کو تھپتھپاتے
ہیں اور لوری کے گیت کے ابتدائی الفاظ بول کر یاد دلاتے ہیں -
لیکن اگر ان کو باتیں کرنے کا موقع نہ ملے تو بولنے کی قابلیت ہرگز
پیدا نہیں ہو سکتی - شہنشاہ اکبر نے چند بچّوں کو اس طرح پرورش
کیا کہ ان کے سامنے کوئی شخص بات چیت کرنے نہیں پاتا تھا چنانچہ
سب بچّے بہرے اور گونگے رہ گئے - چوں کہ سونگھنے کی قوت مقابلتاً

کم ضروری ہے اس لئے اس کی تعلیم میں قدرت جلدی نہیں کرتی لیکن یہ امر نہایت دلچسپ ہے کہ اکثر جانوروں کی زندگی کا انحصار اسی قوت پر ہے اور وہ سونگھ کر ہی خوراک پہچانتے ہیں۔ اس لئے قدرت نے چہرہ پر صرف ناک کو آگے بڑھا کر نمایاں کر دیا ہے۔ بلکہ قوّت شامّہ کی تعلیم ابتدا ہی سے شروع کر دی ہے۔ اس طرح چیزوں کو چھونے چکھنے اور پہچاننے کا شوق پیدا ہو کر بچّہ کو چلنے پھرنے کی قابلیت ہو جاتی ہے۔

مصنوعی تعلیم اور زندگی کی کشمکش - یہاں سے مصنوعی تعلیم شروع ہوتی ہے اور جب چیزوں کو چھونے اور بگاڑنے سے روک تھام کی جاتی ہے تو بچّہ کی آزادی میں فرق آتا ہے جس سے غصّہ اور ضد کی بنیاد پڑتی ہے اور زندگی کی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ بچّہ دن میں چالیس پچاس بار بات بات پر ناراض ہو کر روتا ہے۔ کبھی بھائیوں سے لڑ کر ماں تک شکایت لے جاتا ہے اور کبھی ماں سے ہی لڑ کر اس سے چمٹ جاتا ہے۔ لیکن روتے وقت اگر اس سے کوئی بات کہی جائے تو ذرا دیر کے واسطے خاموش ہو کر بغور سن لیتا ہے اور پھر رونا شروع کر دیتا ہے یا اگر کوئی چیز دکھائی جائے تو رونا بھول کر اس کو دیکھنے لگتا ہے لیکن اگر اس وقت اس کے آنسو پونچھے جائیں تو فوراً رونے کی یاد آجاتی ہے اور وہ دوبارہ مچل جاتا ہے۔ ابتدا میں اس کا رنج دور کرنے کا ذریعہ ماں کی چھاتی ہے جس کو منہ میں لیتے ہی وہ سب ناراضی بھول کر پیٹ کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

لیکن سمجھ کا احاطہ وسیع ہونے پر اس کی مسرت کے دوسرے وسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً کھلونے وغیرہ۔ مگر یہ دلچسپ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ چھ مہینہ کا بچہ بھی بار بار نئے کھلونے چاہتا ہے اور پرانے کھلونوں کو اٹھا کر دیکھتا ہے بلکہ منہ میں رکھ کر آزماتا ہے اور فوراً پھینک دیتا ہے لیکن اگر نیا کھلونا مل گیا اور قوت باصرہ اور اس کے ساتھ قوت ذائقہ نے تصدیق کر دی تو پھر اس سے دیر تک کھیلتا رہتا ہے۔ اس طرح دلچسپی اور امتیاز کی بنیاد پیدا ہوتی ہے اور لائق استاد کو اس کی آیندہ زندگی میں اسی پر تعلیمی دیوار کھڑی کرنی پڑتی ہے۔ تین چار سال کی عمر میں بچہ کی مسرت کا ایک نیا ذریعہ یعنی "خوراک کی تلاش" پیدا ہو جاتا ہے وہ صبح سے شام تک کھانے کے شوق میں پھرتا ہے جو اس کی تندرستی کے واسطے نہایت مضر ہے لیکن قدرت تندرستی کے قیام میں مدد دیتی ہے اور چوبیس گھنٹہ میں کئی بار سلا کر خوراک ہضم کر دیتی ہے۔ اس عمر میں قدرت اپنی تعلیم سے بچہ کی واقفیت بہت زیادہ بڑھا دیتی ہے اور وہ برے بھلے میں تمیز کرنے لگتا ہے اور ہر کام خود کرنا چاہتا ہے اگر ماں منہ دھلاتی ہے تو کہتا ہے کہ آپ ہی دھوؤں گا یا اگر کپڑے اتارنے یا پہننے کی ضرورت ہوئی تو پھر وہی "آپ ہی" کہنے لگا۔ اگر ماں یا بھائی کوئی کام کرتے ہیں تو ان کو یاد رکھتا ہے اور عرصہ بعد یادداشت سے

اس کی نقل اور اعادت کرتا ہے۔ ذہین بچہ اس عمر میں اکثر خود بخود کچھ نہ کچھ بکا کرتا ہے گالی سے ناراض اور تعریف سے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی ہلکے سے طمانچہ مار دیتا ہے تو جب تک یہ خود بھی اس کو نہ مارے چین نہیں لیتا۔ اگر کوئی ہم عمر اس کو مارتا ہے تو اوّل تو یہ بہت زور سے روتا ہے اور پھر یکایک خاموش ہو کر خود مارنے کو دوڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کا کیا اثر ہوا۔ اگر دوسرا بچہ بھی پٹ کر رونے لگا تو یہ خاموش ہو کر اس کو دیکھتا رہا اور اگر نہیں رویا تو دوبارہ مارتا ہے۔ اگر یہ خود کبھی اتفاقیہ گر پڑا یا کسی اور طرح چوٹ لگ گئی تو جس کروٹ لیٹا یا بیٹھا کھڑا ہے بعینہ اسی حالت میں روتا اور ماں کو پکارتا رہتا ہے ماں گود میں لے کر بہلاتی ہے اور قدرت خود مسیحائی کرتی ہے یعنی اگر بڈھے یا جوان آدمی کا زخم ایک مہینہ میں اچھا ہو تو بچہ کا اسی دوا سے ایک ہفتہ میں درست ہو جاتا ہے۔

اسی طرح لڑتے بھڑتے کچھ عرصہ بعد وہ آپس کے بچوں میں فرق کرنے لگتا ہے اور کچھ کچھ پہچاننے لگتا ہے کہ اس کا فلاں دوست ہے اور فلاں دشمن۔ لیکن یہ دوستی اور دشمنی صرف چند منٹ قائم رہتی ہے۔ اس کے بعد ضد رسیدہ بزرگوں کی طرح اس کے لئے دوست اور دشمن یکساں ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ جو والدین یا سرپرست چھوٹے بچوں

پر سختی کرتے ہیں اور دباؤ ڈالتے ہیں یا بہت لاڈ پیار کے باعث ہردم گود میں لئے رہتے ہیں اور خود کھیلنے نہیں دیتے وہ ان کو قدرت کی تعلیم سے محروم کرکے عمر بھر کے واسطے کمزور اور نکمّا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی صاحب نے ایک بار دیکھا کہ انڈے کے اندر بچّہ باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن انڈے کو نہیں توڑ سکتا ان کو بہت رحم آیا اور انڈے کو فوراً توڑ دیا جس سے بچہ باہر تو نکل آیا لیکن اس میں چلنے پھرنے یا اڑنے کی قوت پیدا نہ ہونے پائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیکسی کی حالت میں کچھ عرصہ بعد لقمۂ اجل ہو گیا۔ اس لئے اس زمانہ میں والدین کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے اور بچہ کو کھیلنے کودنے اور چلنے پھرنے کا کافی موقع دینا چاہیے۔

مصنوعی تعلیم کا دوسرا درجہ - اس وقت قدرت کی تعلیم میں اضافہ کرنے اور بچّہ کو جلد سوسائٹی کے لائق بنانے کے واسطے مصنوعی تعلیم کا دوسرا درجہ شروع ہوتا ہے اور وہ استاد کے سپرد کیا جاتا ہے۔ یہی موقع ہے جہاں سے آپ کی جوابدہی شروع ہوتی ہے۔

شفیق استاد کی گود

بچّہ کا مشاہدہ - لائق استاد کی گود میں جب بچہ پہنچتا ہے تو وہ سب سے پیشتر اس کو مانوس کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بچّوں میں جھجک بہت زیادہ ہوتی ہے

اور اجنبی شخص کے سامنے فوراً اثر دکھاتی ہی لیکن شفیق استاد بچہ کو بہلا کر
چمکار کر رنگین تصویر یا کوئی اور چیز دکھا کر خوش کر دیتا ہی چونکہ مدرسہ
میں اس کے ہم عمر بہت سے بچے ہوتے ہیں اس لئے وہ ان سے جلد
مانوس ہو کر آزادی سے ہنسنے بولنے اور کھیلنے لگتا ہی۔ قابل استاد لڑکے
کی بات چیت اور کھیل سے ذہانت کا اندازہ کر لیتا ہے اور پھر قدرت کی
تعلیم میں جو اس وقت بھی برابر جاری ہی اس طرح امداد دیتا ہی کہ اس کے
قویٰ کو جلد جلد ترقی ہوتی ہے اور تکان مطلق محسوس نہیں ہوتی۔
لایق استاد جانتا ہے کہ جس طرح مرض کا علاج قدرت خود کرتی ہی اور
دوا محض امداد کے واسطے ہی اسی طرح بچّہ کی تعلیم بھی قدرت کی طرف سے
ہوتی ہی۔ استاد کا کام محض مدد دینا ہی اور جس طرح کانٹا چبھ جانے پر اگر دوا
نہ لگائی جائے پھر بھی چند روز میں کھرنڈ جم کر زخم اچھا ہو جاتا ہی اسی طرح
اگر بچّہ کو چھوٹی چھوٹی باتیں نہ بتائی جائیں تو قدرت خود مشاہدہ کرا کر
ان کی تعلیم دے دیتی ہی لیکن قدرت کی تعلیم خاموشی سے ہوتی ہی۔ بچّہ کو
کھیل ہی میں سب تجربہ ہو جاتا ہی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ تعلیم پا رہا
ہے۔ بالکل اسی طرح استاد کی تعلیم بھی خاموشی سے ہونی چاہیے بچّہ جس قدر
بڑا ہوتا جاتا ہی کھیل کود میں کمی اور متانت میں زیادتی ہوتی ہے اور
قدرت کی تعلیم اور لایق استاد کی امداد کا طریقہ بھی بدلتا جاتا ہے یہاں تک

کہ آخر میں غور و خوض اور مطالعہ کے بغیر انسان آگے نہیں بڑھ سکتا۔

مشاہدہ کے نتائج۔ یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ جب بچہ اُستاد کی گود میں آتا ہی تو عام طور پر (۱) اس میں جھجک زیادہ ہوتی ہی اور غیر شخص کے سامنے اس کا برقی اثر پیدا ہو جاتا ہی (۲) اس کی قوت باصرہ بہت قوی ہوتی ہی (۳) یہ غصہ اور ناراضی کو زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ (۴) اس کی قوّت حافظہ زوردار ہوتی ہی اور طبیعت کا رجحان عام طور پر اس جانب ہوتا ہی کہ اُستاد اسے بار بار دھرانے کا موقع دے (۵) اس کی قوت مدرکہ بہت کمزور ہوتی ہی اور اگر آپ کوئی بات زیادہ دیر تک سمجھاتے رہیں تو وہ اگلا پچھلا بھول کر احمقوں کی طرح منہ تکنے لگتا ہے (۶) جب یہ ایک کام سے اکتا جاتا ہی تو اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتا بلکہ کوئی نیا کام کرنا چاہتا ہے (۷) یہ محنت سے نہیں تھکتا بشرطیکہ اُن ہی قویٰ سے کام کرنا پڑے جن میں کچھ طاقت آگئی ہی مثلاً ٹانگ۔ ہاتھ، زبان آنکھ وغیرہ (۸) یہ ہر بات میں دوسروں کی تقلید یعنی ہو بہو نقل کرنا چاہتا ہے خاص کر اُن کی جو عمر میں بڑے ہیں۔

کمزور اور قوی قویٰ۔ بچہ کا مشاہدہ کرنے پر اُستاد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے بعض قویٰ کمزور اور بعض زوردار ہیں لیکن وہ کسی کے صحیح استعمال سے واقف نہیں۔ اگر آپ بچہ کو بالکل اسی کی مرضی پر چھوڑ دیں

دیکھنا دوم تعلیم کے وقت اُستاد کے ہاتھ میں قینچی ہونا ۔ پہلی حالت کا علاج لڑکے خود کر لیتے ہیں یعنی پڑھنے کی کتاب کو چند روز میں پھاڑ ڈالا اور والدین کو مجبوراً نئی کتاب منگانی پڑی ۔ لیکن دوسری حالت ان کے قابو سے باہر ہے گو بعض شریر لڑکے استاد کی قینچی بھی چھپا دیتے ہیں مگر عام طور پر نہیں اس لئے اس کا علاج استاد کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ۔

(۳) تیسرا ذریعہ چھوٹے چھوٹے جانور مثلاً چوہے ۔ چڑیاں ۔ بلی وغیرہ ہیں ان کو کام کرتے یعنی دوڑتے بھاگتے کھاتے پیتے دیکھ کر بچے بہت خوش ہوتے ہیں یا اگر ان کے حالات سُنائے جائیں تو بڑے شوق سے سنتے ہیں بشرطیکہ سُنانے کا طریقہ درست ہو ۔ گلہری کو دونوں ہاتھ سے کھاتے دیکھنا ذہین بچوں کے واسطے خاص طور پر دلچسپ ہے ۔

(۴) چوتھا ذریعہ ساتھیوں میں مل کر کام کرنا ہے اگر ساتھ والے بچوں کے ہمراہ اس کو کسی کام میں لگا دیا جائے تو یہ بڑی دلچسپی سے کام کرتا ہے ۔ مثلاً مہارنی بہارہ وغیرہ

(۵) پانچواں ذریعہ دوسروں کی تقلید کرنا ہے ۔ اگر اس کے ساتھی بچے کچھ لکھتے ہوں تو وہ بھی اسی طرح دلچسپی سے لکھنا چاہتا ہے ۔ یہ اپنے استادوں کی حرکات و سکنات کی نقل کرنے کو ہر دم تیار رہتا ہے ۔

(۶) چھٹا ذریعہ آزادی ہے جس کام میں استاد زیادہ دخل نہیں دیتا اُس کو

یہ بہت خوشی اور دلچسپی سے کرتا ہے مثلاً تختی دھونا لکیریں کھینچنا وغیرہ

(۷) ساتواں ذریعہ چھوٹے چھوٹے جانور یا چیزوں کی بابت آپس میں بات چیت کرنا ہے۔ ان کے متعلق کوئی نئی بات کہنے یا سننے میں بچّہ کو بہت دلچسپی ہوتی ہے۔

(۸) آٹھواں ذریعہ مختلف صورتوں کا یکجا ہونا ہے مثلاً باغ میں مختلف رنگوں کے ہرے لال پیلے پھول، مختلف صورت کے درخت یا مختلف قسم کے پرند دیکھ کر اور مختلف آوازیں سن کر بچّہ بہت خوش ہوتا ہے۔ رنگوں میں سب سے زیادہ دلچسپ سبز رنگ ہے اور توجہ دلانے والا گہرا سرخ رنگ۔

(۹) نواں ذریعہ مشق ہے اگر بچّہ کوئی دلچسپ کام کرتا ہو تو اس کو بار بار کرنے میں دلچسپی ہوتی ہے۔

(۱۰) دسواں ذریعہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس کی سمجھ سے باہر ہے۔

(۱۱) گیارھواں ذریعہ تک بازی ہے خواہ وہ بے معنی کیوں نہ ہو کسی چھوٹے جانور یا پرند کے متعلق تک بندی سے بچّے بہت خوش ہوتے ہیں مثلاً کبوتر

غٹر غوں غٹر غوں بولتے ہیں دودھ بتاشے گھولتے ہیں

(۱۲) بارھواں ذریعہ تحقیقات ہے اگر بچہ کے ہاتھ میں کھلونا دیا جائے تو وہ بہت شوق سے تحقیقات کرتا ہے کہ یہ کہاں سے آیا؟ کون لایا؟ اس کے اندر کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

(۱۳) تیرھواں ذریعہ تبدیلی ہے کسی کام کو چند بار کرنے یا دیکھنے یا سننے سے بچّہ کا دل اکتا جاتا ہے اور وہ دوسرا کام کرنا چاہتا ہے۔

(۱۴) چودھواں ذریعہ نئی چیزیں ہیں اگر کوئی نیا جانور یا درخت یا پرند بچّہ کو دکھایا جائے تو اُس کو دیکھنے یا سمجھنے کے واسطے بہت دلچسپی سے عقل لڑاتا ہے بشرطیکہ جانور بہت خوفناک یا بڑا نہ ہو۔

(۱۵) پندرھواں ذریعہ ضرورت کے وقت عقلی امداد ہے اگر کوئی بات غور کرنے پر بھی سمجھ میں نہ آئے تو اُس کے بتا دینے پر بچّہ کو بہت دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ بچہ شوق سے سنتا ہے صحت کا اطمینان کرتا ہے اور سمجھ میں آ جانے پر بہت خوش ہوتا ہے۔ اگر روتے ہوئے بچہ کے سامنے کوئی بات اُس کے متعلق کہی جائے تو رونا بند کر کے اس کو بغور سنتا ہے اور بات ختم ہونے پر پھر رونے لگتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ لیکن اگر کوئی بہت دلچسپ بات کہی جائے یا سلسلہ وار باتیں کی جائیں یا عمدہ تصویر یا کھلونا دکھایا جائے تو رونا بھول جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب دو یا زیادہ

جو اس ایک ساتھ کام کرتے ہیں اُس وقت دلچسپی پیدا ہوتی ہے مگر اس کا
ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ بچوں اور بالغوں کی دلچسپی میں بہت فرق ہے علاوہ
اس کے بچہ کی دلچسپی صرف تھوڑی دیر قائم رہتی ہے جہاں خیال بدلا
اور وہ دوسری جانب گئی۔

قدرت کی تربیت شفیق اُستاد کو مشاہدہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ قدرت تعلیم کے ساتھ تربیت بھی کرتی ہے اور بچہ کا تجربہ وسیع ہوتا
جاتا ہے مثلاً چاقو لگ جانے پر خون نکل آتا ہے اور زخم میں تکلیف
ہوتی ہے یہ تجربہ ہوتے ہی بچہ کوشش کرتا ہے کہ چاقو نہ لگے اسی طرح
جس جس بات سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے اُس سے بچتا ہے اور جس
کام سے آرام پہنچتا ہے اس کو دھرانے کی کوشش کرتا ہے۔ شفیق اُستاد
اس کو ان تکالیف سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے اور اگر بچہ اُس پر
عمل نہیں کرتا تو ناراضی ظاہر کرتا ہے لیکن اس خفگی کے کئی درجہ ہیں
اوّل صرف آنکھ سے غصّہ دکھا کر۔ دوم زبان سے پھٹکار کر۔ سوم ہاتھ
سے مار کر۔ تینوں درجے تربیت میں امداد دیتے ہیں۔ لیکن شفیق اُستاد
حتی الامکان صرف پہلے درجہ یعنی آنکھ ہی سے کام لیتا ہے اور وہ بھی
بہت کم کیونکہ اس کا جس قدر کم استعمال کیا جاتا ہے اُسی قدر زیادہ اثر
قائم رہتا ہے۔

تربیت اخلاق کا اصلی ذریعہ۔ بچہ کی تربیت سمجھانے اور بہ تربیت ضرورت کبھی کبھی ناراض ہونے سے بھی ہوتی ہے تجربہ بڑھتا ہے اور اخلاق درست ہوتا ہے لیکن اخلاق کی تعلیم کا اصل ذریعہ بچہ کا خود مشاہدہ ہے کیوں کہ بچوں میں تقلید کا مادہ بہت زبردست ہے اس لئے اگر وہ کتاب پڑھاتے وقت استاد کو جھوٹ کی برائی کرتے سنتے ہیں لیکن کسی دوسرے موقعہ پر جھوٹ بولتے دیکھتے ہیں تو یہ تربیت حاصل کرتے ہیں کہ غیر لوگوں سے ہمیشہ جھوٹ کی برائی کرنی چاہیئے مگر خود جھوٹ بولنے میں کوئی ہرج نہیں۔

تعلیم و تربیت۔ تعلیم کے ساتھ مختلف قوی کی تربیت برابر ہوتی ہے جس طرح کھانا کھانے سے پیٹ بھرتا ہے اور اس کے ساتھ جسم میں طاقت بھی آتی ہے اسی طرح کسی معاملہ پر غور کرنے سے اس سے واقفیت ہوتی ہے اور قوائے عقلیہ بھی ترقی پاتے ہیں اس کا مفصل ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس لئے لائق استاد کسی امر کو بتاتے یا سوال کرتے وقت اس بات پر زیادہ زور نہیں دیتا کہ لڑکے کا جواب صحیح ہے یا غلط بلکہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ وہ غور سے جواب دیتا ہے۔

دلچسپی کی لذت۔ قوائے عقلیہ کے واسطے غور و خوض غذا کا کام دیتا ہے۔ اگر غذا میں لذت نہ ہو تو کھانے کی تکلیف کوئی گوارا نہ کرے گا

اسی طرح اگر غور و خوض میں دلچسپی نہ ہو تو کون غور کرے گا اس لئے تعلیمی خوراک میں شفیق استاد لایق باورچی کی طرح دلچسپی کی لذت پیدا کرتا ہے استاد کی لیاقت اسی میں ہے کہ بچے تعلیم پر فریفتہ ہو جائیں اور اسی کو اپنا کھیل۔ تفریح۔ آرام و آسائش اور ہر قسم کی خوشی اور سرور کا ذریعہ سمجھیں۔ بس یہی دلچسپی اصول تعلیم کی بنیاد ہے اور یہی بچہ کی ابتدائی زندگی کی روئداد۔ اسی پر طریقۂ تعلیم کا انحصار ہے اور اسی پر استاد کی قابلیت کا دارومدار۔

پرانا طرز تعلیم اور اس کے روشن و تاریک پہلو

پہلے زمانہ میں استاد کا رتبہ اور فرائض۔ پہلے زمانہ میں استاد یا گرو کا درجہ بہت اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ مگر اس کے فرائض بھی بہت اہم تھے جس طرح مغربی ملکوں میں پروفیسر کا رتبہ اس شخص کو دیا جاتا ہے جو کسی علم یا فن میں نہایت اعلیٰ قابلیت حاصل کر کے اسی مشغلہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے اسی طرح گرو کا رتبہ صرف ان اشخاص کو دیا جاتا جو اعلیٰ درجہ کے پرہیز گار زبردست فاضل بلکہ ہر طرح انسان کی اعلیٰ زندگی کا نمونہ تھے۔ ایسے استادوں کی عزت قریب قریب بادشاہ کی برابر ہوتی تھی بلکہ بادشاہ بھی اُن کا بہت ادب کیا[1] کرتے تھے۔ لیکن ان کا طرز

---

[1] نوٹ صفحۂ آیندہ پر ملاحظہ ہو۔

معاشرت نہایت سادہ تھا۔

پرانا طرزِ تعلیم ۔ ہندوستان میں پرانے زمانہ میں تعلیم زیادہ تر زبانی ہوتی تھی اور مذہب کے ساتھ ہی تمام علوم و فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ بچہ چھ یا سات سال کا ہوتے ہی استاد کے سپرد کر دیا جاتا تھا اور اس کی پرورش ماں باپ کے بجائے خود گروجی اور ان کی بیوی کرتے تھے۔ بچہ جو زبانی تعلیم و تربیت پاتا اس کو استاد کے طرزِ زندگی سے مشاہدہ کرتا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا اس طرح قدرت کی تعلیم میں استاد اپنے اقوال و افعال سے امداد دیتا تھا۔ یہ تعلیم و تربیت بیس یا پچیس سال کی عمر تک جاری رہتی اور اس عرصہ میں بچہ پورا تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ ہو کر گرہستی کی زندگی بسر کرنے کی قابلیت حاصل کر لیتا تھا۔ زمانۂ تعلیم میں اس کو ہر قسم کی سختی برداشت کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ سونے کے واسطے چارپائی کے بجائے معمولی چٹائی۔ کھانے کے واسطے پھل میوہ جات اور معمولی ترکاریاں، پہننے کے واسطے نہایت معمولی موٹا کپڑا اور رہنے کے واسطے مکان کا ایک گوشہ تھا۔ دماغی ورزش کے علاوہ جسمانی

---

[1] (نوٹ صفحہ گزشتہ) موجودہ زمانہ میں ہمارے ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم نے عملی طور پر اس کا نمونہ پیش فرمایا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں جب آپ دہلی تشریف لائے تو علماء کا ایک ڈیپوٹیشن (وفد) حاضر ہوا۔ ہمارے بادشاہ نے اس کا خود استقبال کیا اور اس قدر ادب کیا کہ ملاقات و گفتگو کے وقت برابر کھڑے رہے اور علماء کے بار بار کہنے پر بھی کرسی پر نہ بیٹھے۔

ورزش بھی اس کا خاص فرض تھا اور یہ ورزش زیادہ تر استاد اور اس کی بیوی بچوں کی خدمت تھی۔ صبح ہی چار بجے اُٹھ کر عبادت الٰہی کرنا پھر استاد کے واسطے پانی بھر کر لانا، گھر کے کام کے متعلق جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کرنا اور امداد دینا اس کا فرض تھا اس سے بچہ کی دماغی جسمانی اور اخلاقی قویٰ ترقی پاتے تھے اور وہ گرہستی کے فرائض سے واقف ہو کر ہر قسم کی سختی کا عادی اور بخوبی ٹرینڈ ہو جاتا تھا عملی تعلیم کے باعث اس کو علم پر پورا عبور ہو جاتا، اور وہ آئندہ کسی کی امداد کا محتاج نہ ہوتا تھا اور اپنے فرائض منصبی کو اُسی خوبی سے ادا کر سکتا تھا جس طرح اس کے بزرگ خود انجام دیتے تھے۔ علاوہ بریں مثل مشہور ہے کہ "قدر عافیت ہر کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید" یعنی جو مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اُسی کو آرام کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے لڑکپن کی سخت زندگی کے باعث گرہستی کے آرام و آسایش میں ایک خاص لطف پیدا ہوتا تھا جو دوسری طرح ممکن نہ تھا۔

اسکول کالج اور ہوسٹل پُرانے زمانہ میں گُرو جی کے چھوٹے شاگردوں کی تعلیم و تربیت ہوشیار شاگردوں کے ذمّہ تھی اور اس کی نگرانی وہ خود بھی کرتے تھے چنانچہ منتہی شاگردوں کو چھوٹے بچوں کی پرورش اور تعلیم کا طریقہ آجاتا تھا اور گرہستی بننے پر وہ اپنے بچوں

کی بھی ایسی ہی عمدہ غور و پرداخت کر سکتے تھے جس طرح نہایت تجربہ کار اور پرانا کار آزمودہ بزرگ کرتا ہے۔ جو لوگ معلمی کا پیشہ اختیار کرتے تھے ان کی تعلیم بھی اس ذریعہ سے نہایت عمدہ ہو جاتی تھی اور گرو جی کا معمولی مکان نہ صرف ٹریننگ کالج اور پریکٹسنگ اسکول کا کام دیتا تھا بلکہ لڑکوں کا ہوسٹل بھی تھا اور استاد مع اپنی بیوی کے ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ مدرسے ہر موضع اور شہر میں جابجا پھیلے ہوئے تھے جن کے باعث اعلیٰ تعلیم سب کو یکساں آسان تھی۔

پرانی تعلیم کی جھلک۔ تعلیم کا یہ خاموش طریقہ نہایت مفید تھا جس کی خوبی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہمارے اسکولوں میں ہوسٹل سسٹم یعنی بورڈنگ ہاوس میں سپرنٹنڈنٹ کی زیر نگرانی زندگی بسر کرنے کا طریقہ پرانی تعلیم ہی کی جھلک ہے اور چونکہ پہلے کی طرح اب بھی ہر قوم کا پیشہ علیحدہ ہے اور جو کام باپ کرتا ہے وہی بیٹا بھی کرتا ہے اس لئے اسکول کے باہر بھی یہ خاموش تعلیم کسی نہ کسی صورت میں جابجا جاری ہے۔ مثلاً صراف کے یہاں دیکھئے اس کا آٹھ دس برس کا بچہ ہاتھ میں تختی لئے بیٹھا ہے باپ نے تختی پر ایک فرضی حساب لکھ دیا ہے اور وہ اس کو بک کیپنگ کے طرز سے حل کر رہا ہے جب آخر میں باپ جانچ کر درست کر دیتا ہے اور دوسرا حساب حل کرنے کو دیتا ہے جب بچہ اس حساب سے بخوبی واقف

ہو جاتا ہے تو باپ کچھ عرصہ تک دوکان کے چھوٹے چھوٹے حساب حل کراتا ہے اس کے ساتھ ہی بچہ کو بذریعہ مشاہدہ معلوم ہوتا رہتا ہے کہ گاہکوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہیے روپیہ پیسہ اور زیور کی اس طرح حفاظت کرنی چاہیے اور سب سے بڑھ کر دوکان پر قیدی بن کر بیٹھنا چاہیے جب لڑکا پٹی پر سوالات ٹھیک حل کرنے لگتا ہے تو اس کو علٰحدہ کا غذ پر بہی کھاتہ سکھایا جاتا ہے اور جب اس کی قابلیت کا پورا اطمینان ہو جاتا ہے اس وقت دوکان کے اصلی بہی کھاتے کو ہاتھ لگانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس پر بھی وہ باپ کی زیر نگرانی کام کرتا ہے اور جب تک پیشے کے کل اصول سے واقف نہیں ہوتا آزاد نہیں ہو سکتا۔ جب باپ کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ وہ پکا صراف ہو گیا اور دھوکہ میں آسانی سے نہیں آسکتا اس وقت خواہ اپنی دکان سپرد کر دیتا ہے یا دوسری دکان کھلواتا ہے یہی حالت ہر پیشہ ور کی ہے۔

پرانی تعلیم کا عمدہ اثر۔ پہلے زمانہ میں گروجی کی تعلیم سے بچہ پر زیادہ بار نہیں پڑتا تھا اور اس کے اعضاء کمزور نہیں ہونے پاتے تھے حفظ کرنے کا طریقہ ایسا نفیس تھا کہ دماغ پر کسی قسم کا زور نہیں پڑتا تھا یعنی جس عبارت کو حفظ کرنا مطلوب ہوتا اس کو روزانہ ایک بار پاٹھ کے طور پر پڑھ لیا اور وہ کچھ عرصہ میں خود بخود یاد ہو گئی افسوس ہے کہ عوام اب اس مفید طریقہ کی

پروا نہیں کرتے اور بچّوں کو رٹائی کی فضول تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن گروجی کے طریقۂ تعلیم سے بچّہ کے جسمانی اور عقلی قویٰ بآسانی مضبوط ہوجاتے تھے اور وہ بہت عرصہ تک تندرست رہتا تھا بلکہ بڑھاپے میں بھی اُسی ہمّت اور مستقل مزاجی سے کام کرتا تھا جس طرح جوانی میں۔ اسی تعلیم کے باعث پرانے زمانے میں لوگوں کے خیالات پاکیزہ اور اطوار پسندیدہ ہوتے تھے اور اولاد تندرست پیدا ہوتی اور عرصہ تک زندہ رہتی تھی۔ غرض کہ صرف گروجی یا اُستاد کی شفقت سے تمام ملک خوشحال اور فارغ البال رہتا تھا۔

گروجی کی تعلیم کا تاریک پہلو۔ لیکن چوں کہ اس زمانہ میں لکھنے کا عام رواج نہ تھا اس لئے گروجی کی تعلیم زبانی دی جاتی تھی جس سے حافظہ پر بار پڑتا تھا۔ اس دقّت کو رفع کرنے کے دو طریقے تھے یعنی اوّل علوم وفنون کی تعلیم نہایت مختصر الفاظ میں تھی یہاں تک کہ اختصار کے باعث مطلب سمجھنا مشکل ہوجاتا تھا۔ دوم مضامین نظم یعنی اشلوکوں میں ہوتے تھے تاکہ حفظ کرنے میں آسانی ہو لیکن مطلب بتاتے اور سمجھاتے وقت گروجی کو اشلوکوں کا ایک ایک جزو بار بار کہنا اور مطلب سمجھانا پڑتا تھا۔ یعنی اشلوک کے چند ابتدائی الفاظ زبان سے کہہ دئے اور مطلب بتا دیا پھر اسی اشلوک کو دوبارہ کہا اور دو چار لفظ آگے بڑھ گئے اور مطلب بتایا پھر سہ بارہ اشلوک کہہ کر ذرا اور آگے بڑھ گئے اور اسی طرح پر

مطلب کہتے اور سمجھاتے گئے۔ آج کل کے سنسکرت داں پنڈت اسی طرح مطلب سمجھاتے ہیں اور یہ یقیناً پرانی تعلیم کی یادگار ہے۔ اس طرح تعلیم دینے میں وقت بہت صرف ہوتا تھا اور اختصار کے باعث طالب علم کو استاد کی مدد کے بغیر قدم بڑھانا محال تھا۔ علاوہ اس کے اگر دو شلوک میں کہیں یکساں الفاظ آ گئے تو غلطی ہو جاتی تھی جس کو استاد کی عدم موجودگی میں رفع کرنا بہت مشکل تھا۔ کتب مذہبی اس زمانہ میں ہزارہا سال تک صرف زبانی طور پر نسلاً بعد نسلٍ یاد رکھی گئیں اس کے واسطے (۱) صحیح پڑھنے اور بولنے کا عمدہ علم (کلپ) ایجاد کیا گیا اور قواعد اس قدر احتیاط سے بنائے گئے کہ اگر پڑھنے میں کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً پتہ لگ جاتا (۲) مزید احتیاط اور صحت کے لحاظ سے جو شخص مذہبی کتاب پڑھتے وقت غلطی کرتا وہ گنہگار سمجھا جاتا تھا (۳) اس کے علاوہ زبان کی پاکیزگی قائم رکھنے کی غرض سے کتب مذہبی پڑھنے کی ہر ایک کو اجازت نہ تھی بلکہ اگر کوئی شودر ان کو پڑھتا یا سن بھی لیتا تو سزا کا مستوجب تھا۔ اس سخت احتیاط کا خراب اثر یہ ہوا کہ (۱) عوام تعلیم سے مستفید نہیں ہو سکے اور ملک میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد بڑھنے نہ پائی (۲) لوگوں کا دور دراز مقامات پر جانا اور وہاں سے خیر و عافیت کی اطلاع دینا سہل کام نہ تھا بلکہ نامہ و پیام محض زبانی ہوتے تھے

اور (۳) ملکی یا مذہبی انتظام میں کامیابی زیادہ تر پیامبر کی ایمان داری اور قابلیت پر منحصر تھی (۴) تعلیم یا مناظرہ کے وقت قواعد پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ اس کے باعث آدمی اکثر اصل مضمون کو چھوڑ کر لفظی بحث میں پڑ جاتے تھے (۵) اختصار کے باعث بعض اوقات معنی یا لفظ کے بجائے لفظ ہی استعمال ہوتا تھا جس کا اثر اب تک دیہاتی مدارس میں قائم ہے نتیجہ یہ ہوا کہ (۶) یہ زبان روزانہ کام میں لانے کے قابل نہیں رہی اور بالآخر متروک الاستعمال ہو گئی۔

لکھنے کی ایجاد اور علوم درسفینہ حافظ پر زیادہ بار پڑنے پر لکھنے کی ایجاد ہوئی اور جدید سنسکرت کتب میں خطوط لکھنے اور بھیجنے کا ذکر ہے۔ لکھنے کی ایجاد نے طرز تعلیم میں نئی روح پھونک دی اور شاگرد اور استاد کا وقت بچنے لگا یعنی جو بات بچہ بھول جاتا اس کو یاد رکھنے کے واسطے لکھنا بہت مدد دیتا تھا چنانچہ حافظہ کی محنت بہت کم ہو گئی اور

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند[۱]

جب لکھنا اس قدر مفید ثابت ہوا تو علوم و فنون کی صدہا کتابیں بن گئیں اور جو علوم "درسینہ" تھے وہ "درسفینہ" ہو گئے۔ لکھنا تعلیم کا ایک

---

[۱] یعنی جہاں میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے وہاں آدمی چرند اور پرند سب جمع ہو جاتے ہیں۔

ضروری جزو سمجھا گیا اور کتابوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ مگر عمدہ اور صحیح لکھنے والے خال خال ملتے تھے اور ایک کتاب کے لکھنے میں مہینوں بلکہ بعض اوقات برسوں لگ جاتے تھے۔ علاوہ اس کے کتاب کی صحت اور صفائی کی نگرانی اُستاد سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا تھا اس لئے یہ کام بھی استاد کے سپرد ہوا اور اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

مولوی صاحب کی تعلیم اور اُن کی قدر و منزلت اب رفتہ رفتہ وہ وقت آگیا جب ہندوستان میں مسلمان آچکے تھے اور ہندو لڑکے زبان فارسی کی تعلیم کی غرض سے اُن کے سپرد ہوتے تھے چوں کہ مسلمانوں میں گھر پر بچّوں کو تعلیم دینے کا رواج تھا اس لئے ہندو لڑکے بھی مولوی صاحب کے گھر پر نہیں جاتے تھے لیکن ان کی جس قدر قدر و منزلت تھی سب پر روشن ہے معزز لڑکے مولوی صاحب کا حقّہ بھرنا باعث فخر سمجھتے تھے اُن کی جھوٹی رکابیاں دھوتے اور جوتیاں سیدھی کرتے تھے۔ رئیسوں کے یہاں مولوی صاحب ملازم تھے اور گو ان کی تنخواہ دوسرے ملازموں سے زیادہ نہیں تھی لیکن قدر و منزلت میں زمین و آسمان کا فرق تھا شادی کے وقت تیوہار کے دن اور جمعرات کے روز ان کے خاص حقوق مقرر تھے۔ بچّوں کے والدین ان کے ساتھ مثل عزیزوں اور

دوستوں کے برتاؤ کرتے تھے۔ مولوی صاحب کے پاس محلہ کے دوسرے لڑکے بھی بغرض تعلیم آجاتے تھے جس سے رئیس کا گھر اسکول بن جاتا مولوی صاحب غریب اور ذہین لڑکوں کو جو اونچے درجوں کی کتابیں پڑھتے تھے اپنی زیر نگرانی چھوٹے لڑکوں کو سبق پڑھانے پر مامور کر دیتے تھے اس سے مولوی صاحب کی محنت بچتی اور غریب لڑکوں کو تعلیم دینے کا طریقہ آجاتا تھا اس طرح یہ مکتب کالج، اسکول، ٹریننگ کالج اور پریکٹسنگ اسکول کا تنہا کام دیتا تھا جس کے کارکن، مالک اور رہنما خود مولوی صاحب تھے۔

مولوی صاحب کا تعلیمی کورس۔ مولوی صاحب جانتے تھے کہ بچوں کی قوت حافظہ بہت تیز ہوتی ہے اور حفظ کرنے میں نظم سے بہت زیادہ آسانی پیدا ہوتی ہے ان کو یقیناً یہ بھی معلوم تھا کہ مثالوں کو بار بار حفظ کرنے اور دل میں دہراتے رہنے سے کتاب کے قاعدوں کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ابجد کی تکمیل کے بعد بچوں کو فارسی کی کتاب کریما پڑھائی جاتی تھی جس میں صرف ونحو کی ہر قسم کی مثالوں کا ذخیرہ موجود ہے اور اخلاقی نصائح کا مجموعہ بھی نظم میں نہایت مختصر طور پر دے دیا گیا ہے۔ کسی زبان کی تعلیم میں سب سے پہلے اسم بتانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کریما کے ساتھ امیر خسرو کی کتاب خالق باری کی تعلیم ہوتی تھی یہ کتاب اس زمانہ

کی لکھی ہوئی ہے جب اُردو زیادہ صاف نہ تھی اور بھاشا کے الفاظ و فقرات تھوڑی تبدیلی کے بعد بگڑی ہوئی صورت میں بہت استعمال ہوتے تھے کریما اور خالق باری دو فاضل بزرگوں کی تصنیف ہیں جن کے پڑھنے سے اس زمانہ میں دنیاوی اور روحانی بہبودی کا یقین تھا اور زباں دانی کی عمدہ بنیاد پڑجاتی تھی ایسی نظم کو بار بار پڑھنے اور یاد کرنے میں جس کا مطلب لڑکوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا تُک بندی کا بڑا لطف تھا۔ علاوہ ازیں خالق باری کے بعض اسم کریما میں بھی موجود تھے اور بچوں کو ان اسموں کے بنے ہوئے فقرے ملتے تھے گو وہ اُن کو اس وقت سمجھتے نہ تھے لیکن آیندہ تعلیمی عمارت کی نہایت عمدہ بنیاد پڑجاتی تھی شروع میں چونکہ قوتِ مدرکہ تیز نہیں ہوتی اور دماغ پر زور پڑنے سے بچہ بہت جلد تھک جاتا ہے اس لئے سمجھانے سے قطعی پرہیز کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد آمد نامہ (صفوۃ المصادر) محمود نامہ اور مامقیماں کی تعلیم شروع ہوتی تھی۔ آمد نامہ قواعد کی کتاب ہے اور گو وہ نظم نہیں لیکن صیغوں کی گردان کے باعث نظم کا کام دیتی ہے کیوں کہ گردان میں بھی ایک قسم کی تُک بندی موجود ہے اس طرح اسم کی تعلیم خالق باری سے اور فعل کی آمد نامہ سے ہوتی تھی اور استعمال کی واقفیت کے لئے سینکڑوں مثالیں اور چھوٹے چھوٹے فقرے کریما، محمود نامہ



تھے اس کے بعد فقرے بنانا سکھایا جاتا اور سمجھانے
کا کام شروع ہوتا تھا اس کی تعلیم کتاب دستور الصبیان سے ہوتی تھی
جس میں خطوط کے چھوٹے چھوٹے نمونے موجود تھے ان کو سمجھنے کی لیاقت
ہو جانے پر شیخ سعدی کی دو کتابیں یعنی گلستاں اور بوستاں جو نہ صرف
زبان کے لحاظ سے بلکہ دنیاوی اور روحانی ترقی کے خیال سے بھی
نظم اور نثر میں اعلیٰ درجہ کی آسان مفید اور نہایت دلچسپ بلکہ لاثانی کتابیں
ہیں شروع کرائی جاتی تھیں اُن کی تعلیم ختم ہونے پر زیادہ مشکل کتابوں
کی تعلیم ہوتی اور اُس کے ساتھ ہی شکست لکھے ہوئے خطوط پڑھوائے
جاتے تھے - پڑھنے کے ساتھ لکھنے کی تعلیم بھی ہوتی اور مولوی صاحب
شروع ہی میں تختی پر خوش خطی اور زبان کی اصلاح دیتے تھے اور پھر
وصلی یعنی کاغذ کے موٹے چکنے پٹھے پر خطوط لکھوا کر درست کرتے
رہتے تھے یہ وصلی تختی اور کاغذ کے درمیان کا درجہ ہے اس کے
بعد معمولی کاغذ پر لکھنا سکھایا جاتا اور حساب میں روپیہ، آنہ، پائی
اور من، سیر، چھٹانک کی رقم کا لکھنا اور استعمال کرنا بتایا جاتا تھا

مولوی صاحب کا ٹائم ٹیبل اور تعلیمی قواعد - اس اسکول میں جمعرات
کو پچھلے چھ دن کا پڑھا ہوا سبق ہر ہفتہ دہرایا جاتا تھا تاکہ پچھلی تعلیم
پختہ ہو جائے. جمعہ کو اس غرض سے تعطیل ہوتی تھی کہ مولوی صاحب

خود جمعہ کی نماز میں شریک ہوں اور اپنا وقت یادِ الٰہی میں صرف کریں اور لڑکے چھ دن کی محنت کے بعد ستالیں اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بچے رنگین تصویروں سے خوش ہوتے ہیں لیکن چوں کہ مسلمانوں میں تصویر کا استعمال مذہبًا ناجائز ہے اس لئے بہت غور کے بعد خوبصورت مینا کاری بیل بوٹوں کی عیدی کا طریقہ ایجاد کیا گیا جو ہر تیوہار پر بچوں کو دی جاتی اور جس میں تیوہار کے متعلق مبارک باد کی مختصر نظم ہوتی تھی۔ یہ عیدی بچوں کو رنگین تصویر کا کام دیتی تھی، والدین نظم کی خوبی اور دعائیہ کلمات سے خوش ہوتے تھے۔ مولوی صاحب کو حق ملتا اور عیدی کے اشعار سے بچوں کے علمی ذخیرہ میں بھی تھوڑی سی ترقی ہو جاتی تھی اسکولوں کے سالانہ امتحان کا کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا بلکہ پہلی کتاب کے ختم ہو جانے پر دوسری شروع کی جاتی اور اُس وقت بھی مولوی صاحب کو حق ملتا تھا۔

چٹ سال اور مکتب۔ اب سرکاری پرائمری درجات کی تعلیم بھی کسی قدر اسی طرز پر ہوتی ہے اور چٹ سال کی تعلیم کا بھی قریب قریب یہی طریقہ ہے صرف یہ فرق ہے کہ زبان کے بجائے حساب پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور حافظہ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے چٹ سال کے لڑکے گنتی اور پہاڑے اردو مکتبوں سے زیادہ یاد کر لیتے ہیں گو گھارنی کے وقت شور بہت مچاتے ہیں چوں کہ چٹ سال کے مدرس اکثر برہمن ہوتے

ہیں اس لئے تیوہار کے روز عیدی کے بجائے پنڈت جی خود شریک ہوکر رسمیات ادا کرتے اور "دکشنا" لیتے ہیں۔ اردو مکتبوں میں کسی نہ کسی لڑکے کے گھر سے کھانا تیار ہو کر مولوی صاحب کے لئے آجاتا ہے، اور چیٹ سال میں پنڈت جی کے لئے آٹا دال وغیرہ پہنچ جاتا ہے۔

قدیم وجدید طریقۂ تعلیم کی مطابقت - جدید طریقۂ تعلیم میں غیر زبان کے پڑھاتے وقت حسب ذیل اصول کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے اور پرانے زمانہ کی تعلیم بھی اسی اصول پر ہوتی تھی:-

(اوّل) ابتدا میں بالکل زبانی تعلیم دینا - چنانچہ چیٹ سالوں میں زبانی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا۔

(دوم) حتی المقدور ابتدا ہی سے اس زبان کا استعمال کرنا جس کی تعلیم دینی ہو چنانچہ فارسی تعلیم کے واسطے شروع سے کریما یا مقیماں محمود نامہ وغیرہ لڑکوں کو یاد کرائے جاتے تھے۔

(سوم) چھوٹے درجوں میں تصاویر کا بخوبی استعمال چنانچہ ہر تیوہار پر نئی عیدی تحفتاً دی جاتی تھی - پچھلی عیدیاں لڑکے نہایت حفاظت سے رکھ لیتے تھے اور اگر کوئی لڑکا پرانی عیدی پھاڑ ڈالتا تو مولوی صاحب ناخوش ہوتے تھے۔

(چہارم) پڑھنے کی کتاب پر برابر گفتگو کرنا - چنانچہ لڑکے اپنی اپنی

کتابوں کے اشعار کی باہم بحث کیا کرتے تھے ۔ ایک لڑکا کوئی شعر کہتا دوسرا اس کے جواب میں ایسا شعر سناتا جس کا حرف پہلے شعر کے آخر حرف سے شروع ہوا ہو اس طرح برابر بحث ہوتی رہتی تھی اور آخر میں جو لڑکا شعر نہ کہہ سکتا وہی ہار جاتا تھا۔

(پنجم) پڑھنے کی کتاب کے ذریعہ سے قواعد کی تعلیم دینا۔ چنانچہ صفوۃ المصادر کے بعد قواعد کی علیحدہ تعلیم نہیں ہوتی تھی بلکہ لڑکے زبان کی کتاب ہی میں اس کا مشاہدہ کرتے اور مضمون نویسی کی مشق کرتے تھے ۔

مولوی صاحب کی تعلیم کا تاریک پہلو یہلا درجہ ۔ لیکن پہلے زمانہ میں بچے گروجی کے گھر رہتے تھے جن کی زندگی محض درویشانہ تھی اور اُن کی صحبت میں وہ نہایت پرہیزگار، جفاکش عالم اور درویش منش بن جاتے تھے۔ مگر مولوی صاحب کو اپنا گھر چھوڑ کر خود رئیس کے یہاں دن کا بہت زیادہ حصّہ صرف کرنا پڑتا تھا جہاں سب امیرانہ ٹھاٹھ تھے ۔ کپڑے دیکھئے تو زرق برق ۔ مکانات دیکھئے تو آراستہ و پیراستہ ۔ ملازم باسلیقہ خدمت کے واسطے حاضر ۔ مولوی صاحب کے واسطے گھر سے جو کھانا آتا مرغّن اور لذیذ ۔ تمام علاقہ رئیس کی خوشامد کرتا لیکن خود رئیس مولوی صاحب کی خاطر و تواضع میں مشغول رہتا ۔ اس کے لڑکے مولوی صاحب کی جوتیاں تک سیدھی کرتے ۔ مولوی صاحب کی نشست گاہ کا فرش علی الصباح ملازم

جھاڑتا تھا اور اگر کسی روز خیال نہ رہا تو خود رئیس زادے جھاڑ دینے کو تیار ہو جاتے مولوی صاحب کو وضو کے واسطے پانی کی ضرورت ہوئی تو فوراً ایک لڑکے نے دوڑ کر لوٹا حاضر کیا، دوسرے نے پانی بھر دیا۔ مولوی صاحب نے کھانا کھایا تو لڑکوں نے رکابیاں دھو ڈالیں اور قیلولہ کے وقت پنکھا جھلنے لگے۔ کسی نے ٹانگیں دبائیں کسی نے حقہ تیار کیا والدین اس خدمت سے بے انتہا خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"

اس خاطر و مدارات اور رئیسانہ صحبت نے مولوی صاحب کے دماغ میں تمکنت پیدا کر دی ان کو خیال ہونے لگا کہ "رئیس ہمارا حاجت مند ہے اگر ہم لڑکے کو تعلیم نہ دیں گے تو ریاست تباہ ہو جائے گی" یہ خیال اُس زمانہ میں ایک حد تک صحیح بھی تھا کیوں کہ چھاپہ خانہ نہ ہونے کے باعث مولوی صاحب ہی بچہ کو کتاب لکھ کر دیتے تھے اور خود ہی اس کی تعلیم و تربیت کرتے تھے نشست برخاست کے آداب اور عزت و آبرو سے زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے غرضیکہ مولوی صاحب ہی کے باعث رئیس کا گھر بنتا تھا وہ فن تعلیم میں تجربہ کار تھے معلموں کی تعداد کم تھی[1]۔ اس لئے رئیس کو اُن کی خاطر ضرور منظور تھی۔

---

[1] معلموں کی کمی کے باعث ایک ہی مدرسہ میں بعض اوقات اس قدر تعداد بڑھ جاتی تھی (بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

مولوی صاحب کی قمچی - اب تمکنت کے خیال نے ناراضگی کی صورت اختیار کی اور غبی لڑکوں پر مولوی صاحب کی پھٹکار پڑنی شروع ہوئی جو مجبوراً برداشت کی گئی۔ جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ ہم کو پھٹکار کا حق حاصل ہو گیا تو کہیں سے ڈھونڈھ کر ایک قمچی لائے اور اس کے ذریعہ سے تعلیم دینا شروع کیا[۱]۔ جہاں لڑکا بھولا اور طراق! قمچی رسید کی گئی۔ لڑکا ایک ہاتھ سے اپنا بدن کھجاتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے آنسو پونچھتا ہے مگر مولوی صاحب کے خوف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اُن کا کام مقررہ وقت میں ختم نہیں ہوتا تھا اور وہ چلتے پھرتے آتے جاتے تعلیم دیتے تھے جب دیکھئے مولوی صاحب کے پیچھے دو تین شاگرد اپنا سبق زبانی سناتے جا رہے ہیں بولتے بولتے اگر کہیں غلطی ہو گئی تو مولوی صاحب نے راستہ ہی میں کہا "ہیں" لڑکا خشک ہو گیا اور غلطی درست کر کے پھر زبانی سبق کہنے لگا۔ جو لڑکے کوئی مذہبی کتاب حفظ کرتے اُن کو اسی طرح تعلیم ہوتی تھی۔

[۱] نوٹ۔ اس تحریر سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب نے قمچی کا استعمال ایجاد کیا بلکہ اس زمانہ میں پنڈت جی اور مولوی صاحب دونوں نہایت شوق سے قمچی سے کام لیتے تھے انگریزی میں بھی ایک مثال موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قمچی کا استعمال کم ہونے پر بچہ خراب ہو جاتا ہے یورپ کے شاہی مکتبوں میں ایک لڑکا محض اس لئے رہتا تھا کہ شاہزادہ کی غلطیوں پر سزا پائے اس کو ہوئپنگ بوائے (Whipping boy) کہتے تھے چوں کہ شاہزادہ کا جسم پاک تھا اس لئے استاد اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا لیکن غلطی کی سزا ضرور ملنی چاہیئے اس لئے پٹنے کے واسطے یہ دوسرا لڑکا موجود رہتا تھا جہاں کسی بات پر اُستاد شاہزادے سے ناراض ہوا اور اس لڑکے کی کمبختی آئی۔

سے چلا کر رو نہیں سکتا اور سبق پر غور کر رہا ہے غرضیکہ اس قمچی نے مولوی صاحب کا دوگنا رعب پیدا کر دیا۔ والدین بیچارے اس خوف سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اگر مولوی صاحب ناراض ہو گئے تو دوسری جگہ چلے جاویں گے ان کے واسطے نوکریاں بہت ہیں۔ اب کیا تھا والدین کی خاموشی نے مولوی صاحب کی ہمت بڑھا دی اور انھوں نے بات بات پر بچے کو خوب ٹھوکنا شروع کیا۔ جب والدین نے دیکھا کہ اب لڑکے کی جان کی خیر نہیں تو مولوی صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ اس بچہ کا گوشت اور پوست آپ کا ہے اور ہڈیاں ہماری" اس کا مطلب یہ تھا کہ مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ پیٹتے پیٹتے بچہ کی کھال اُدھیڑ دیں بلکہ لہو لہان کر دیں لیکن جان سے نہ ماریں۔

تاریکی کا دوسرا درجہ مگر لڑکا اپنے والدین کا ہم خیال کیوں ہونے لگا وہ مکتب میں پڑھنے کے واسطے آیا تھا مار کھانے کے واسطے نہیں لیکن یہاں خلاف امید اس کی مرمت شروع ہو گئی۔ مولوی صاحب کا اب تک صرف خوف تھا لیکن قمچی کی وجہ سے نفرت بھی پیدا ہو گئی اور خوف اس درجہ بڑھ گیا کہ ان کے قریب جانا مشکل تھا۔ مولوی صاحب نے ذرا قمچی اٹھائی اور لڑکا مکتب کے گوشہ کی طرف بھاگا باوجود اس کے قمچی اس کی اطاعت شعاری اور خدمت گزاری میں مطلق کمی نہ کر سکی

مولوی صاحب نے قمچی ماری بچہ درد سے بلبلانے اور رونے لگا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد چلم بھرنے کا حکم پاتے ہی وہ آنسو پونچھتا ہوا چلم بھرنے کو دوڑ گیا۔ تاہم خوف و نفرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ :-

(۱) بچہ کا دماغ ٹھیک کام نہیں کرتا تھا اور مولوی صاحب اگر کچھ سمجھاتے تو سمجھ نہیں سکتا تھا۔

(۲) بچہ کو سبق میں دلچسپی مطلق نہیں رہی حالاں کہ کتابیں نہایت دلچسپ اور عمدہ تھیں قمچی نے اُن کا اثر زائل کر دیا۔

(۳) بچہ کے اخلاق پر خراب اثر پیدا ہو گیا جس طرح وہ مولوی صاحب کو مکتب میں پیٹتے دیکھتا اُسی طرح گھر آکر اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو مارتا۔

(۴) بچہ کی تندرستی خراب ہو گئی اور وہ کمزور ہو گیا۔

(۵) بچہ کو علم سے نفرت ہو گئی اور وہ اس کو نہایت تکلیف دہ چیز سمجھنے لگا۔

(۶) وہ مولوی صاحب کا ادب صرف اُن کے سامنے محض اس خوف سے کرتا کہ کہیں مار نہ بیٹھیں لیکن پیچھے گالیاں دیتا تھا۔

ح لطیفہ۔ ایک صاحب اپنے چھوٹے بھائی کی تربیت کے نگراں تھے اُن کا قاعدہ یہ تھا کہ اوّل لڑکے سے قمچی منگواتے اور جب وہ لا کر دیتا تو اس کو پیٹ ڈالتے۔ جب لڑکے کو معلوم ہوا کہ بھائی صاحب پیٹنے کے واسطے قمچی منگایا کرتے ہیں تو اس نے یہ قاعدہ اختیار کیا کہ قمچی ضرور اٹھا کر لے آتا لیکن دور ہی سے اُن کی طرف پھینک کر بھاگ جاتا۔ قریب کبھی نہ آتا۔

(۷) اس طرح بچوں کو گالی ۔ سخت کلامی اور کج خلقی کی تعلیم خود بخود ہوتی رہی اور ابتدا ہی میں ان کی صحت خراب ہونے لگی ۔

تاریکی کا تیسرا درجہ پہلی صورت ۔ مولوی صاحب کو رئیسانہ طرز اختیار کرنے اور اپنا رعب پیدا کرنے کے بعد آرام و آسایش کا خیال آیا اور رئیس کی دیکھا دیکھی ان کی ضروریات میں بھی اضافہ ہونے لگا جس کے واسطے آمدنی کافی نہ تھی اس پر بعض استادوں نے لڑکے کی معرفت رئیس کے گھر سے روپے پیسے منگوانے شروع کئے بلکہ بعض حضرات نے زیور پر بھی ہاتھ مارا ۔ بچہ کم عمر کیا جانتا تھا اس کو یہ فکر تھی کہ کسی طرح مولوی صاحب کی مار سے بچے اس لئے ماں باپ کے بکس سے چپ چاپ روپے پیسے نکال لایا اور مولوی کے نذر کئے مگر تا بہ کے ۔ کچھ عرصہ بعد معاملہ طشت از بام ہوا اور مولوی صاحب برخاست کئے گئے لیکن چلتے چلتے شاگرد کو چوری کی عادت ڈال گئے یہ پہلی اخلاقی صورت تھی ۔

دوسری صورت ۔ دوسری علمی صورت یہ تھی کہ بچے زبان کے مضمون سے بخوبی واقف ہو جاتے تھے لیکن حساب اور جغرافیہ سے نابلد رہتے تھے کالج کے پروفیسروں کی طرح مولوی صاحب صرف ایک مضمون کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن جہاں کہیں دوسرے مضمون مثلاً تاریخ یا جغرافیہ کی ضرورت ہوئی تو اس کو ملا صالح کی طرح دقیانوسی طریقے

[1] نوٹ صفحہ آئندہ پر دیکھئے ۔

سے غلط سلط سمجھا دیتے تھے۔ صرف ایک مضمون کی تعلیم کے باعث لڑکے کو
زیادہ پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن یہاں موزونیت کا ذکر نہ تھا مثلاً کسی
بچے کا دماغ ریاضی کے لئے موزوں تھا لیکن مولوی صاحب اس کو
بھی زبان ہی کی تعلیم دیتے تھے۔

(نوٹ صفحہ گزشتہ) اورنگ زیب اور ملا صالح - ملا صالح شہنشاہ اورنگ زیب
عالمگیر کا استاد تھا اس کا دلچسپ قصہ سفرنامہ برنیر میں تحریر ہے گو اس قصہ کی صحت کی جوابدہی
صرف برنیر پر ہے لیکن چونکہ اس میں پرانے زمانہ کی تعلیم کا عمدہ خاکہ کھینچا گیا ہے اس لئے
ناظرین کی دلچسپی کے واسطے تحریر کیا جاتا ہے۔ عالمگیر کے استادوں میں ایک شخص ملا صالح تھا اور
ایک مدت سے اپنی جاگیر پر جو شاہجہاں نے اسے عطا کی تھی رہتا تھا جب اس نے سنا کہ شہزادوں
کی باہمی لڑائیاں ختم ہو چکیں اور اس کے شاگرد نے اولوالعزمانہ تجویزوں میں پوری کامیابی
حاصل کر لی تو فوراً دہلی اس امید پر پہنچا کہ اب امارت کا درجہ بہت جلد حاصل ہو جائے گا چنانچہ
دربار میں جو لوگ ذی وجاہت تھے سب کو اس نے اپنا جانب دار بنا لیا۔ اکثر لوگوں نے یہاں تک
کہ عالمگیر کی بہن نے بھی بادشاہ کو یاد دلائی کہ آپ کا واجب التعظیم استاد عزت و اکرام کا
مستحق ہے۔ ایک عرصہ تک عالمگیر ٹالتا رہا آخر ایک روز ملا کو خلوت میں حاضر ہونے کا حکم
ہوا جہاں صرف دو چار امرا موجود تھے عالمگیر نے فرمایا "ملا جی براہ مہربانی یہ تو فرمائیے کہ آپ ہم
سے چاہتے کیا ہیں۔ کیا آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ ہم آپ کو دربار کے اول درجہ کے امرا میں شامل کر لیں
لیکن اس سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ آپ کسی نشان عزت کے مستحق ہیں یا نہیں ہم اس
سے انکار نہیں کر سکتے کہ اگر ہماری تعلیم و تربیت شائستہ طور پر کرتے تو آپ ضرور ایسے ہی
مستحق ہوتے۔ فرمائیے تو سہی کہ آپ کی تعلیم سے کونسی واقفیت مجھ کو حاصل ہوئی آپ نے
تو مجھے یہ بتایا تھا کہ تمام فرنگستان (یورپ) ایک چھوٹے سے جزیرے سے زیادہ نہیں ہے
جس میں سب سے بڑا بادشاہ پرتگال تھا پھر ہالینڈ ہوا ان کے بعد شاہ انگلستان اور فرنگستان

(بقیہ صفحہ آئندہ)

تیسری صورت - تیسری جسمانی صورت تھی یعنی مولوی صاحب کو عام طور پر ورزش وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا مکتب میں نہ کسی قسم کے کھیل سکھائے جاتے تھے نہ ورزش - اس زمانہ میں کرکٹ فٹ بال ڈرل وغیرہ رائج نہ تھے - کبڈی وغیرہ کھیل ہوتے تھے مگر شرفا ہیں نہیں

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) کے بادشاہوں مثل فرانس اور اندلس کے بابت آپ یہ بتایا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے یہاں کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی موافق ہیں اور ہندوستان کے بادشاہوں میں صرف ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں ہی ایسے شہنشاہ ہوئے ہیں جن کے آگے تمام دنیا کے بادشاہوں کی شان وشوکت مدھم ہے اور ایران - ازبک کاشغر - تاتار، پیگو، سیام ماچین کے بادشاہ سلاطین ہند کے نام سے کانپتے ہیں - سبحان اللہ آپ کی اس جغرافیہ دانی اور کمال علم تاریخ کا کیا کہنا ہے کیا مجھ جیسے شخص کے استاد کو یہ لازم نہ تھا کہ دنیا کے ہر ایک قوم کے حالات سے مطلع کرتا ؟ مثلاً ان کی قوت جنگی سے ان کے وسائل آمدنی اور طرز جنگ سے ان کے رسم ورواج و مذاہب طرز حکمرانی سے اور ان خاص خاص امور سے جن کو وہ اپنے حق میں زیادہ مفید سمجھتے ہیں بالتفصیل اور جدا جدا آگاہ کرتا اور علم تاریخ ایسا سلسلہ وار پڑھاتا کہ میں ہر ایک سلطنت کے اسباب ترقی وتنزل اور ان حادثات و واقعات اور غلطیوں سے واقف ہو جاتا جن کے باعث ان میں ایسے بڑے بڑے انقلابات ظہور میں آتے رہے ہیں قطع نظر اس سے کہ مجھ کو بنی آدم کی وسیع اور کامل تاریخ سے آگاہ کرتے آپ نے تو ہمارے ان مشہور ومعروف بزرگوں کے نام بھی اچھی طرح نہیں بتائے جو ہماری سلطنت کے بانی تھے اور ان کی سوانح عمری اور خاص طور کی لیاقت سے جس کی باعث وہ بڑی بڑی فتوحات کرنے کے قابل ہوئے اور ان فتوحات سے پہلے جو واقعات ظہور میں آئے ناواقف رکھا اور جو بادشاہ کو اپنی ہمسایہ قوموں کی زبانوں سے واقف ہونا ضروری ہے مگر (بقیہ صفحہ آیندہ)

شریف طلبا، اس امر سے واقف نہیں کئے جاتے تھے کہ بہت سے آدمی کھیل ہی کھیل میں دوسرے جانب کے بہت سے آدمیوں کو شکست دے سکتے ہیں ممکن ہے اس قسم کے دو چار کھیل فوج میں کھیلے جاتے ہوں مگر عام طور پر ان کا رواج نہ تھا اور نہ یہ کھیل تعلیم کا جزو سمجھے جاتے تھے۔

چوتھی صورت - چوتھی مجلسی وادبی صورت تھی جس میں طلبار کی صفائی اور خوش پوشی شامل ہے صفائی کی جانب پچھلے زمانہ میں بہت کم توجہ تھی بلکہ اگر کوئی لڑکا صفائی سے رہتا تو اس کو طعنہ دیا جاتا ہے کہ اس کو تو صرف کپڑے پہننا، بال سنوارنا اور "چھپک مٹک" سے رہنا آتا ہے۔ بھلا یہ کیا پڑھے گا۔ ممکن ہے کہ یہ طعنہ زنی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) آپ نے بجائے ان کے مجھے عربی لکھنا پڑھنا سکھایا! اس زبان کے سیکھنے میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ ضائع ہوا مگر آپ نے بیشک یہ سمجھا کہ آپ مجھ پر ایک ایسی زبان کے سکھانے سے جو دس بارہ برس برابر محنت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ایک دائمی احسان کرتے ہیں آپ نے بجائے یہ سوچنے کے کہ ایک شہزادہ کو زیادہ تر کن کن علوم کے پڑھانے کی ضرورت ہے صرف صرف و نحو اور ایسے فنون کی تعلیم کو جو ایک قاضی کے لئے ضروری ہے مقدم جانا اور ہماری جوانی کے ایام کو بے فائدہ لفظی بحثوں کے پڑھنے پڑھانے میں ضائع کیا۔ بس آپ اپنے گاؤں کو تشریف لے جائیے اور اس کے بعد کوئی نہ جانے کہ آپ کون ہیں اور کیا حال ہے" (دیکھئے ترجمہ سفرنامہ برنیر)

ہندوؤں کے طرز تعلیم کا اثر ہو کیوں کہ بچہ کو گروجی کے مکان پر رہ کر ہر طرح کی لذات جسمانی سے پرہیز کرنا پڑتا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا اور خود گروجی کی زندگی کا طرز عمل بھی بچہ کی تعلیم کے لئے موزوں تھا۔ مگر اب معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ اس لئے رئیسانہ صحبت میں رکھ کر بچہ کو صفائی اور عمدہ خوراک یا پوشاک سے محروم کرنا بہت ظلم تھا کیونکہ اسی باعث لڑکا مختلف آداب سے واقف نہیں ہو سکتا تھا۔

سستے چھوٹے۔ چونکہ پہلے زمانہ میں مکتب میں عموماً تعداد طلبا مختصر ہوتی تھی اس لئے کاغذی کام مثلاً رجسٹروں کا بھرنا اوسط نکالنا وغیرہ کچھ نہ تھا۔ علاوہ اس کے غالباً اوسط نکالنے کا طریقہ بھی مولوی صاحب کو معلوم نہ تھا۔ سستے چھوٹ جاتے تھے چوں کہ میں پرانے طرز تعلیم کے اکثر نقایص اپنی کتاب "ابتدائی تعلیم کی رام کہانی" میں مفصل درج کر چکا ہوں اس لئے یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نئے طریقہ تعلیم کی آمد اور اس کا استقبال

ایجاد کی ماں ضرورت۔ چوں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اس لئے جب پرانے طرز تعلیم سے طبیعت گھبرا اٹھی تو کسی نئے طریقہ کی تلاش ہوئی جو نہ صرف نقایص مذکورۂ بالا سے بری ہو بلکہ دلچسپ اور آسان بھی ہو،

اور طلبار کے دماغی، اخلاقی اور جسمانی ترقی کا باعث ہو اس کے واسطے پرانے فلسفہ داں اور علمار کے طرز تعلیم کی جانچ پڑتال کی گئی اور موجودہ زمانہ کے حکمار اور علمار نے اپنا دماغ لڑایا کہیں سقراط کے طرز تعلیم پر عمل کیا گیا کہیں ہربرٹ کے۔ کہیں فربیل کا طریقہ ایجاد ہوا کہیں مانٹیسری کا۔ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ہر ایک نے اس میں آسانی اور دلچسپی پیدا کی اور ہر ایک کی یہ رائے ہوئی کہ مارپیٹ سے تعلیم نہ ہو اور "تربیت جسمانی" تعلیم کا ایک جزو سمجھا جاوے۔ طلبار کے حواس سے کام لیا جاوے۔ جہاں تک ممکن ہو طالب علم اپنی عقل سے پچھلی معلومات کے بھروسے پر نا معلوم کی طرف چلے اور اشیار محسوسہ کی طرف رجوع کرے مدرسہ میں صرف زبان کی تعلیم نہ ہو بلکہ تھوڑا سا حساب اور اونچے درجوں میں جغرافیہ بھی بتایا جائے۔

جدید طریقہ تعلیم۔ ہمارے نئے تعلیم یافتہ احباب نارمل اسکول یا ٹریننگ کلاس میں جدید طریقۂ تعلیم اور اس کی ماہیت کے بارے میں بہت کچھ پڑھ آئے ہیں لیکن ان دوستوں کی خاطر جن کو نئے طرز کے جاننے کا شوق ہے مگر نارمل اسکول کی تعلیم کا موقع نہیں ملا ہے اس کا مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے[۱]۔

---

[۱] مفصل دیکھئے انڈین ٹیچرز گائڈ۔

تعلیم کی اغراض و اقسام تعلیم کی اصلی غرض بچہ کی ترقی ہے یہ تین قسم کی ہوتی ہے اول دماغی دوم اخلاقی سوم جسمانی - ہر قسم کی تعلیم کے تین مختلف ذریعے ہیں (۱) مشاہدہ (۲) استدلال (۳) حافظہ

عمدہ دماغی تعلیم وہ ہے جس سے طلباء کی عقل بڑھے اور وہ سمجھدار بن کر ہر بات میں معقول رائے قائم کریں -

عمدہ اخلاقی تعلیم وہ ہے جس سے لڑکے ایماندار اور مستقل مزاج نیک چلن اور سچے بن جاویں -

عمدہ جسمانی تعلیم وہ ہے جس سے لڑکے تندرست قوی اور توانا ہو کر کام کے قابل ہو جاویں اور زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں -

استاد کا فرض ہے کہ وہ تینوں قسم کی تعلیم دے -

دماغی تعلیم اور لایق مدرس کی پہچان اوّل دماغی تعلیم لیجئے اس کو بڑی مدد مشاہدہ سے ملتی ہے لایق مدرس کی یہ پہچان ہے کہ وہ لڑکے کی دقتوں کا اندازہ کرکے ہمدردی سے امداد دیتا ہے جب آپ بچے تھے تو آپ کو کس بات سے خوف اور کس سے خوشی ہوتی تھی ؟ کس طرح بات کو سمجھتے تھے اور جب استاد سزا دیتا تھا تو آپ پر کیا اثر پڑتا تھا ؟ بالکل وہی حالت آپ کے شاگردوں کی ہے - دماغی تعلیم میں آپ کو بات بات پر سوال کرکے لڑکوں سے جواب نکلوانا چاہئے جب لڑکے اپنی عقل سے کام

لیتے ہیں یا کوئی بات حل کرتے ہیں تو ان کو خوشی محسوس ہوتی ہے اور یہی خوشی
ترقی کی بنیاد ہے۔ خوشی سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ دلچسپی سے
توجہ اور توجہ سے مشاہدہ کی بنیاد پڑتی ہے۔ اب مشاہدہ کو دیکھئے یہ
حواس خمسہ (یعنی آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان اور باقی جسم) کے ذریعے سے
ہوتا ہے۔ دماغی تعلیم میں استاد کو ہمیشہ حواس خمسہ سے کام لینا چاہئے
دلچسپی اس وقت پیدا ہوگی جب کم سے کم دو حواس ایک ساتھ کام کریں
اور دو سے جس قدر زیادہ حواس سے یکبارگی کام لیا جائے گا اسی
قدر زیادہ دلچسپی معلوم ہوگی۔ پڑھنے میں طلباء آنکھوں سے الفاظ کو
دیکھتے ہیں اور کانوں سے ان کی آواز سنتے ہیں۔ جغرافیہ اور تاریخ
میں نقشہ اور تصاویر کو دیکھتے اور استاد کی بات سنتے ہیں اسی طرح ہر سبق میں
یہاں تک کہ حفظ یاد کرنے میں بھی طلباء کو دو حواس سے کام لینا چاہئے۔

اخلاقی تعلیم۔ ابتدا میں عمدہ کام کرنے سے بچہ میں محبت اور احسان
مندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے یہی اخلاقی ترقی کی بنیاد ہے! اخلاقی
تعلیم درحقیقت دماغی تعلیم کا حصہ ہے یعنی اگر دماغی تعلیم درست ہے
تو طلباء کی اخلاقی حالت بھی درست ہو جاتی ہے اس کے علاوہ اخلاقی
تعلیم کے دو ذریعے ہیں۔

(۱) مدرس کی ذاتی مثال اور انتظام (۲) باقاعدہ جسمانی ورزش

اور کھیل وغیرہ۔ ان دونوں کا مفصل ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

تعلیم یا باغبانی۔ تعلیم درحقیقت باغبانی ہے جس میں پودوں کے بجائے بچوں کی نشو و نما ہوتی ہے۔ تعلیم کا منشاء بچوں کی عقل کی ترقی، محبت پیدا کرنا۔ واقفیت بڑھانا اور تجربہ وسیع کرنا ہے تاکہ یہ جان سکیں کہ بڑے ہو کر دنیا کا کام کس طرح کرنا چاہئے۔ لائق مدرس کو ہمیشہ یہ سوچنا چاہیئے کہ تعلیم ختم کرکے لڑکے کس کام کے قابل ہوں گے تعلیم پا کر تھوڑی باتیں جاننا اور ان کو کام میں لانا اس سے بہت بہتر ہے کہ سب کچھ جان لیا لیکن کام میں کسی کو نہ لاسکے علاوہ اس کے جس طرح بہت سا پانی دینے سے پودے خراب ہو جاتے ہیں اسی طرح دماغ بھی بہت سی باتیں بھر جانے سے بے کار ہو جاتا ہے دماغ افسر ہے حافظہ اس کا ہیڈ کلارک۔ دماغ انتظام و فیصلہ کرتا ہے اور حافظہ مسل بنا کر وقت پر یاد دلاتا ہے اس لئے دماغ کی قدر افسر کے طور پر کرنی چاہیئے اور حافظہ سے بطور ہیڈ کلارک کے کام لینا چاہیئے۔

دس زریں اصول۔ اس طرح تعلیم کے دس اصول بنائے گئے

(۱) حواس کے ذریعہ سے کام لو اور بچوں کو ہاتھ۔ کان۔ آنکھ وغیرہ سے مشاہدہ کی عادت ڈالو۔

(۲) قوت مشاہدہ استدلال اور حافظہ سے کام کرو۔

(۳) حتی الامکان بذریعہ سوالات جواب نکلواؤ خود بہت کم بتاؤ۔
سقراط بتاتا کچھ نہ تھا لیکن سب کچھ سکھا دیتا تھا۔

(۴) لڑکوں کو خود سیکھنے کا موقع دو کام میں لگے رہنے سے زیادہ دلچسپی کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور تعلیم کا اصل الاصول یہی ہے کہ طلبا کو خود کام کرنے کا شوق پیدا ہو۔

(۵) معلوم سے نامعلوم کی طرف چلو اول خیالات پیدا کرو اس کے بعد اشارات بتاؤ۔

(۶) اشیار محسوسہ سے غیر محسوسہ کی طرف چلو یعنی پہلے چیز دکھاؤ پھر اس کو سمجھاؤ۔

(۷) پہلے مثال دو پھر قاعدہ نکلواؤ۔ عام قاعدہ بتا دینے اور مثالیں نہ بتانے سے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

(۸) سبق کو دلچسپ بناؤ۔ دلچسپی تعلیم کی جان ہے حافظہ کا ہیڈ کلارک مار پیٹ یا زبردستی تعلیم کی مسل تیار نہیں کر سکتا۔

دلچسپی کی ترقی مشاہدہ سے ہوتی ہے اور مشاہدہ تعلیم کی ابتدار ہے مشاہدہ پانچ حواس سے ہوتا ہے مگر ہمیشہ کم از کم دو حواس سے کام لینا چاہئے اور زیادہ تر آنکھ اور کان سے کام لینا بہتر ہے اس کے بعد لامسہ سے پھر ذائقہ اور شامہ سے، جس کام میں دو سے زیادہ حواس ایک ساتھ

کام کریں اس میں بہت دلچسپی پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر اوپر کیا گیا۔

(۹) خود تعلیم حاصل کرنے کی ہمت دلاؤ۔ جو بات لڑکا خود سوچ کر نکالتا ہے اس سے بڑھ کر عمدہ کوئی تعلیم نہیں ہے۔ طالب علم کا استاد خود دل کے اندر موجود ہے۔

(۱۰) قدرت کی فرماں برداری کرو۔ اگر قدرت کی اطاعت کی جائے تو انسان کی ترقی بلکہ پرورش میں بہت مدد ملتی ہے کیوں کہ قدرت نے انسان میں علم، نیکی اور سچائی کا بیج بو دیا ہے اور تعلیم کا صرف یہ منشا ہے کہ یہ عمدہ طور پر بارآور ہوں۔ اس صورت میں قدرت خود ہی ترقی کے آسان ذریعے بتا دیتی ہے یاد رکھے کہ جن قویٰ کو سخت محنت پڑنے پر بھی زیادہ تکلیف نہ ہو اُن ہی کی نشوونما کی ضرورت ہے جب کسی کام میں شبہ ہو تو بھی قدرت کی تعمیل کرنی چاہیے اور نہ ہو تو بھی۔[۱]

ہوشیار استاد کی شناخت۔ لایق مدرس کی پہچان اوپر بتا دی گئی

---

[۱] جس طرح پانی دینے سے کھیت میں سینکڑوں قسم کے پودے پیدا ہو جاتے ہیں اور ان میں بعض بالکل خراب اور ناکارہ ہوتے ہیں اور بعض بہت عمدہ اور مفید اسی طرح بچہ کے بڑے ہونے پر اس میں ہر قسم کی نیکی اور بدی کی نشوونما ہوتی ہے استاد کی تعلیم ان کو سینچتی ہے لیکن تربیت نرائی کا کام دے کر بدی کی جڑ اکھاڑتی ہے استاد کا کام لایق باغباں کی طرح یہ ہے کہ وہ بچہ کی خراب عادات و اطوار کی نرائی کرے اور اس کو نیک اور لایق بنائے۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ قابل مدرس وہ ہے جو اپنے لڑکپن کا خیال کر
ہو کہ اس کو کیا کیا دقتیں ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی لڑکے کی
دماغی قابلیت کا صحیح اندازہ کر سکتا ہو۔ دوئم سبق میں دلچسپی پیدا کر سکتا ہو
تیسرے نقشہ گوئی جانتا ہو چوتھے ستھرا لباس اور شریفانہ وضع رکھتا ہو
پانچویں پڑھانے میں بہت نہ چلاتا ہو۔ چھٹے تختۂ سیاہ پر چڑیا کی چونچ
اور پنجہ کی تصویر کھینچ سکتا ہو۔ اس کے علاوہ مدرس کی قابلیت کی
ایک پہچان یہ ہے کہ وہ بچّوں کی لیاقت کے مطابق سوالات قائم
کرکے ان سے جواب نکلوا سکتا ہو اور دوسری یہ کہ تختۂ سیاہ کا
ٹھیک استعمال کر سکتا ہو۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ اچھا اب پھر وہی قصہ سنئے۔ جب اس طرح تعلیم
دینا ایک فن قرار پایا تو ہندوستان میں اس جدید طرز کا نہایت سرگرمی
سے استقبال کیا گیا۔ جا بجا ٹریننگ کلاس اور نارمل اسکول کھل گئے
استاد مقرر کئے گئے ضلع میں ٹرینڈ امیدواروں کو پرانے پنڈتوں پر ترجیح
دی جانے لگی افسران معائن جس قدر لڑکوں کی قابلیت جانچتے تھے اسی قدر
مدرس کا طریقۂ تعلیم دیکھتے اور سال میں کئی ماہ تک جابجا ضلع کے مدرّسوں
کی کانفرنس کرتے اور پرانے مدرّسوں کو طرزِ تعلیم بتاتے تھے ہر ضلع میں
پانچ پانچ چھ چھ ٹریننگ کلاس کھل گئے جن میں ڈپٹی صاحب کی زیرِ نگرانی

جدید طرز تعلیم باقاعدہ بتایا جانے لگا اور کامیاب امیدواروں کو سندیں عطا ہونے لگیں اور انھیں غیر سندی مدرسان پر فوقیت دی جانے لگی۔ جدید تعلیم کی نگرانی کے لئے ابتدا میں انسپکٹر صاحب بہادر نارمل اسکولز و ٹریننگ کلاسیز مقرر ہوئے جو سال میں کم از کم ایک بار خود تشریف لا کر ضلع کے طرز تعلیم کے نقص دور کرتے تھے غرض کہ جس تپاک سے طرز جدید کا استقبال کیا گیا وہ سب پر روشن ہے لیکن یہاں سے اس طرز کی بھی تاریک صورت شروع ہو گئی۔

جدید طرز کی تاریک صورت یعنی جب نارمل اسکول یا ٹریننگ کلاس سے واپس ہو کر نوجوان مدرس نہایت کوشش اور جانفشانی سے کوڑیاں گولیاں یا کنکریاں لے کر اور اُن کی تھیلیاں بنا کر مدت تک بچوں سے سر مارتا ہے اور لڑکے نہیں سمجھتے تو بالآخر یہ سوچ کر چھوڑ دیتا ہے کہ "اس میں جان کھپانے سے کیا فائدہ لڑکے سمجھتے نہیں اور ہم مرے جاتے ہیں" نتیجہ یہ ہے کہ نارمل اسکول سے نکلتے وقت تو اس کو بیشک قوائے عقلیہ متخیلہ اور حافظہ وغیرہ کا خیال رہتا ہی لیکن ناگوار تجربہ کے بعد پھر اُن کا نام بھی نہیں لیتا اس طرح ابتدا میں جس قدر شور اشوری تھی آخر میں اسی قدر بے نمکی ہو جاتی ہے اور معائنہ کے وقت اگر کوئی افسر دریافت کرے کہ آپ

نارمل اسکول کے قاعدہ کے بموجب پڑھاتے بھی ہیں یا نہیں تو
پنڈت جی جواب دیتے ہیں کہ "حضور اگر ہم اس قاعدہ سے تعلیم دیں
تو محنت کرتے کرتے دو ہی دن میں مر جائیں"۔ چنانچہ یہی اس کتاب
کا آغاز داستان ہے۔

استعمال کا قصور - اس لئے یہاں ان امور کو تلاش کرنا ضروری
ہے جن کے باعث جدید طریقۂ تعلیم سے نفرت ہو جاتی ہے اور استاد
کو مجبوراً پرانا طرز اختیار کرنا پڑتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ خرابی کی اصلی وجہ
خود استاد کی بے قاعدگی ہے اور طریقۂ تعلیم کا اس قدر قصور نہیں جس قدر
اس کے غلط استعمال کا، اس لئے استاد کے طرز تعلیم میں جو نقص معلوم
ہوتے ہیں ان کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

رام پرشاد بی اے (علیگ)

نئی تعلیم کا آئینہ

تعلیم یافتہ مہربانو!

ہم مرنے نہ دیں گے - ابتدائی تعلیم کی رام کہانی کے صفحات ۷۳ و ۷۴ پر آپ نے حسب ذیل نوٹ ملاحظہ فرمایا ہوگا -

"بعض مدرس کہتے ہیں کہ حضور میں تو نیا نارمل پاس ہوں اس لئے میری ترقی کا حق سب سے زیادہ ہے لیکن اگر اُن سے دریافت کیا جائے کہ تم نارمل اسکول کے قاعدہ سے پڑھاتے ہو یا نہیں تو جواب دیتے ہیں کہ حضور اگر ہم اس قاعدہ سے تعلیم دیں تو محنت کرتے کرتے دو دن میں مرجائیں"

یہاں ہم کو آپ سے اسی کے متعلق کچھ کہنا ہے کیوں کہ ہم کب چاہتے ہیں کہ آپ دو دن میں مرجائیں - اگر ٹرینڈ مدرس سارٹیفکٹ حاصل کرکے اس طرح مرجائیں تو تعلیم کا دیوالہ نکل جائے - آپ کو عرصہ تک وظیفہ دیا گیا ہے نارمل اسکول اور ٹریننگ کلاس کے اُستادوں کی تنخواہ میں ہزاروں روپیہ ماہوار صرف ہوتا ہے

لاکھوں روپیہ کے خرچ سے عمارتیں بنوائی جاتی ہیں بورڈنگ ہوس کا علیحدہ خرچ ہے حکام سال بھر میں کئی مرتبہ معائنہ کو آتے ہیں اور گورنمنٹ کو کئی طرح زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ پھر ہم آپ کو دو دن میں کیسے مرجانے دیں گے ہم تو یہ کوشش کریں گے کہ جس طرح آپ خود لایق ہیں اسی طرح تیس یا چالیس سال تک خوب محنت کرکے ہزاروں لڑکوں کو قابل بنائیں اور ملک کو تعلیم یافتہ کر دکھائیں ہاں اس کے بعد آپ کو اختیار ہے کہ کام سے فارغ ہو کر مرجائیں لیکن ابھی ہرگز نہیں۔ بقول تیس ؎

کہیں جینے کے تو جھگڑوں سے چھٹیں مر بھی جائیں گے جو فرصت ہوگی

عجیب نسخہ۔ اس پر ٹرینڈ مدرس جواب دیتے ہیں کہ حضور نیا طریقہ تعلیم ہی ایسا ہے کہ آدمی نہ مرتا ہو تو ضرور مرجائے اس میں محنت اتنی ہے کہ مدرس زندہ درگور ہو جاتا ہے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی غرض سے ہم یہ نسخہ پیش کرتے ہیں یقین ہے کہ اس کے استعمال سے آپ تیس چالیس سال تک نہ صرف عمدہ کام کر سکیں گے بلکہ اس کے بعد بھی بہت عرصہ تک خوش زندگی بسر کرکے ملک کے لئے مفید ثابت ہونگے۔

پنڈت جی کی عقل سلیم

عقل سلیم کی مٹی پلید۔ نے ٹرینڈ مدرس کا سب سے پہلا نقص عقل سلیم کی مٹی پلید کرتا ہے جس کے باعث پرانے طرز کی خرابیاں زیادہ خوفناک صورت اختیار کرلیتی ہیں بڈھے پنڈت جی پرانی لکیر کے فقیر تھے۔ نوجوان مدرس نئی لکیر کے فقیر ہوگئے ہیں اگر پرانے مدرس زبانی یاد کرانے اور رٹانے میں محو ہو کر مطلب سمجھانا بالکل

بھول جاتے تھے تو نئے مدرس لکھائی میں ایسے محو رہتے ہیں کہ یاد کرانا اور مطلب سمجھانا قریب قریب بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پچھلے زمانہ میں سبق کی جان رٹائی تھی لیکن اب لکھائی ہو گئی۔ پرانے طرز میں پنڈت جی کو اس قدر آرام تھا کہ کام ہی خراب ہو جاتا تھا لیکن نئے طرز میں اُن پر اس قدر محنت پڑتی ہے کہ وہ زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں اور طرز تعلیم سے نفرت کرنے لگتے ہیں

حکیم جی کا نسخہ۔ ٹرینڈ مدرس بعض اوقات نارمل اسکول کے مختلف نوٹ اور اشاروں کے اس قدر پابند ہو جاتے ہیں کہ اپنی عقل کو بھی دخل دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ نوٹ اور اشارے قابل قدر نہیں لیکن اگر کوئی حکیم کتاب علاج الغربا کا نسخہ بلا سوچے سمجھے لکھدے اور جب مریض شکایت کرے کہ "واہ حکیم صاحب آپ نے کیسا نسخہ لکھدیا" تو کہنے لگے کہ "بھائی کیا کروں دیکھ لو کتاب میں یہی نسخہ لکھا ہے" تو اُس کو ہرگز لایق نہیں سمجھا جا سکتا اسی طرح جو مدرس کتابی طریقہ تعلیم بلا سوچے سمجھے برتتے ہیں اور پوچھنے پہ کہنے لگتے ہیں کہ "صاحب دیکھئے اس کتاب میں یہی طریقہ لکھا ہے" وہ لایق نہیں سمجھے جا سکتے۔ حکیم کا فرض ہے کہ نسخہ لکھنے سے پہلے اول اُس کے اجزا کی ماہیت سے واقفیت پیدا کرے پھر مریض کے مزاج کو پہچانے مرض کی حالت اور درجہ کا لحاظ کرے اور اجزا پر کافی غور کر کے موسم اور مریض کی تندرستی کے مطابق نسخہ تجویز کرے پھر اُس کے استعمال اور پرہیز وغیرہ کے متعلق مناسب اور کافی ہدایت کرے بالکل اسی طرح آپ کا فرض ہے کہ کتابی طریقہ تعلیم اندھا دھند کام میں لانے کے بجائے لڑکے کی لیاقت اُس کا درجہ

تعلیم سال کا زمانہ تعلیم اور باقی ضروری امور سمجھ لیں۔
واہ۔ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے۔ ہر درجہ کا طریقۂ تعلیم ہر وقت یکساں نہیں ہو سکتا لڑکے کی لیاقت میں روز بروز تبدیلی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ شروع اور آخر سال میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے اس لئے جس طرح علاج کے زمانہ میں لایق حکیم مریض کی متواتر نبض دیکھ کر اور نسخہ تبدیل کر کے مزاج کے موافق بناتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی اپنے طریقہ تعلیم کو لڑکوں کی لیاقت کے بموجب تبدیل کرتے رہیں اور غور کریں کہ آپ جو کچھ بتانا چاہتے ہیں وہ اس قدر مشکل تو نہیں کہ طلبا سمجھ نہ سکیں یا اس قدر سہل تو نہیں کہ لڑکے بے سوچ کر دھیان بھی نہ دیں کہ "واہ یہ کیا بات بتائی ہم تو پہلے ہی جانتے تھے"۔

وقت کی بے قدری۔ عقل سلیم کی دوسری خرابی وقت کی بے قدری ہے سبق پڑھاتے وقت مدرس اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اُن کو وقت کا خیال نہیں رہتا۔ نارمل اسکول میں وقت ختم ہوتے ہی گھنٹہ بجتا تھا اور آپ دوسرا مضمون شروع کر دیتے تھے لیکن حلقہ بندی مدرسہ میں عقل سلیم کے سوا کوئی مددگار نہیں نتیجہ یہ ہے کہ تمہید کو دیکھئے تو اس قدر لمبی چوڑی کہ آدھا گھنٹہ خراب ہو گیا بچے تھک گئے اور سبق شروع بھی نہ ہوا اگر حساب کا سبق ہے تو گولیوں اور کوڑیوں کی اُلٹا پلٹی میں اصل سبق سے زیادہ محنت پڑ گئی اور جدید طرز تعلیم سے نفرت ہو گئی۔

ہوشیار وکیل۔ عدالت میں ہوشیار وکیل جب فریق ثانی کے گواہ کی شہادت غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اول کچھ دیر تک مختلف سوالات کرتے رہتے ہیں اور پھر سہولیت کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ بھائی وقوعہ کتنی دیر تک ہوا تو گواہ سوالات کے اندازہ سے کہدیتا ہے کہ "کوئی آدھ گھنٹہ" حالانکہ واردات دس ہی منٹ میں ختم ہوگئی تھی بالکل اسی طرح ہیڈ ماسٹر صاحب نارمل اسکول کو کسی خاص مضمون کا طریقہ تعلیم سمجھانے اور اُس کے ہر پہلو پر بحث کرنے میں جس قدر دیر لگتی ہے ہمارے ٹرینڈ پنڈت جی سمجھتے ہیں کہ اُسی قدر وقت اُس کی تعلیم میں بھی صرف ہونا چاہئے یہ صحیح نہیں ہے مثلاً تمہید کے طریقہ تعلیم میں گو گھنٹوں لگ جاتے ہیں لیکن مدرسہ میں سبق کی تمہید صرف منٹوں میں ختم ہونی چاہئے۔

بازی گر کا تماشہ۔ اُستاد کا بازی گر کی نقل کرنا عقل سلیم کی تیسری خرابی ہے بازی گر تماشہ دکھاتے وقت مُنہ سے کچھ نہ کچھ بکتا رہتا ہے اس میں لوگوں کا دھیان بٹ جاتا ہے اور اُس کی چالاکی معلوم نہیں ہوتی بلکہ حیرت پیدا ہوجاتی ہے برخلاف اس کے آپ کا کام حیرت رفع کرنا ہے اور ہر بات کو سمجھا کر صحیح نتیجہ نکلوانا۔ بازی گر کے کام میں تعجب کے ساتھ دلچسپی پیدا ہوتی ہے آپ کے کام میں جس قدر حیرت رفع ہوکر واقفیت بڑھتی ہے اُسی قدر دلچسپی پیدا ہونی چاہئے بازی گر دھوکہ دینے کی غرض سے اپنے کام کو طول دیکر بڑی دیر بعد نتیجہ نکالتا ہے لیکن آپ کو اپنا کام مختصر کرنے کی ضرورت ہے۔ یا یوں کہئے کہ بازی گر کی تعریف اس میں ہے کہ وہ بہت دیر تک

اپنا کرتب دکھاتا ہے مگر آپ کی تعریف اس میں ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو لڑکوں کو پڑھا کر سمجھا دیں۔ بازی گر پرانی چیزوں کو جن کو ہم پہلے جانتے تھے نئے طرز سے دکھا کر تعجب پیدا کرتا ہے مگر آپ کو چاہئے کہ نئی چیزیں جن کو طلبا نہیں جانتے معمولی اور سادہ طرز سے ظاہر کرکے تعجب رفع کریں۔ مختصر یہ ہے کہ بازی گر ہوشیار لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتا ہے مگر آپ بیوقوف بچوں کو ہوشیار بنانے کی کوشش کیجئے۔ آپ کی تعلیم اس طرح ہونی چاہئے کہ شطرنج کے کھیل کی طرح لڑکے خود بخود ہر بات کا نتیجہ نکالتے جاویں اور زیادہ وقت صرف نہ ہو۔

نئے پنڈت جی کی بازیگری۔ لیکن نئے پنڈت جی کے بے پروائی سے برابر بولتے رہنے اور کام میں بے صبری کرنے سے بچوں کو صرف تماشہ دیکھنے کا موقعہ رہ جاتا ہے اور عدم توجہ پیدا ہو کر سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کبھی پنڈت جی اکائی دہائی کی تعلیم میں لڑکوں کے بجائے خود دس دس کوڑیاں گننے لگے کبھی سبق اشیاء کی تعلیم میں لڑکوں کی واقفیت معلوم کرنے کے بجائے خود اشیاء کا ذکر کرنے لگے۔ حساب میں بعض اوقات خود جمع یا تفریق کے سوالات تختہ سیاہ یا تختیوں پر لکھدئے جس سے لڑکے تختہ سیاہ کے غلام ہو گئے اور جب تک پنڈت جی نے تختہ پر نہ لکھا نہیں سمجھ سکے۔ اس قسم کی تعلیم حیرت رفع نہیں کرتی بلکہ دقت پیدا کرتی ہے بہتر یہ ہے کہ خود لڑکوں کو بولنے اور دریافت کرنے کی عادت ڈالئے تاکہ اُن کی جھجک رفع ہو اور قوت گویائی ترقی کرے۔ اگر آپ خود کچھ کام کریں تو کوشش کیجئے کہ لڑکے قدم قدم پر مدد دیتے اور سمجھتے رہیں تاکہ اُن کو یہ معلوم ہو کہ تمام

جواب انہیں کا بتایا ہوا ہی۔

ماں اور بچہ۔ سبق کو بخوبی سمجھانا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن ضرورت سے زیادہ سمجھانا اچھا نہیں بچہ جب چلنا سیکھتا ہے تو ماں انگلی پکڑ کر چلاتی ہے لیکن بچہ کے بجائے خود قدم نہیں بڑھاتی یا کھانا کھلاتے وقت اُس کے منہ میں لقمہ دیتی ہے لیکن خود منہ نہیں چلاتی خوراک کو چبا کر ہضم کرنا بچہ کا کام ہے بالکل یہی حالت آپ کی ہونی چاہیے خود اُستاد کے تمام کام کرنے سے لڑکے سبق کو نہیں سمجھتے یا اگر سمجھ گئے تو ادا نہیں کرسکتے

فضول محنت۔ ایک مدرسہ میں مجھکو کسی لڑکے نے یہ فقرہ پڑھکر سنایا "رنجیت سنگھ نے اپنی فوج ستلج کے پار اُتار دی اور چاہا کہ جمنا کو اپنی سرحد بنادیں" اب میری اور اُس کی جو باتیں ہوئیں سنئے۔ (میں) اس فقرے کا کیا مطلب ہے؟ (لڑکا) ڈانڈ (میں) یہ کیا بات ہوئی (لڑکا) ڈانٹر (میں) یہ کیا کہتے ہو؟ (لڑکا) حد۔ غرضیکہ لڑکا سوائے ایک لفظ ڈانٹر یا حد کے کوئی جواب نہ دے سکا اور ناریل پاس پنڈت جی بولے کہ "حضور میرا تو سمجھاتے سمجھاتے سر پھر گیا لیکن یہ کمبخت سمجھتے ہی نہیں" اُس کے جواب میں مجھکو صرف یہ کہنا پڑا کہ آپ لڑکوں کو سمجھاتے ضرور ہیں لیکن سمجھنے نہیں دیتے۔

درجہ کا ذہین لڑکا۔ اس لیے جس طرح ماں انگلی پکڑ کر چلانا سکھاتی ہے یعنی وہ پہلے دو سیکنڈ کے واسطے کھڑا کر کے چھوڑ دیتی ہے لیکن جب بچہ گرنے لگتا ہے تو فوراً سنبھال لیتی ہے اسی طرح آپ کی تعلیم بھی ہونی چاہیے جہاں تک ممکن ہو لڑکے کو اپنے بھروسہ پر خود کام کرنے دیجئے لیکن جب آپ دیکھیں کہ اب یہ بہک چلا ہو

راستہ بھول جائے گا تو فوراً مدد دیجئے اور ہمیشہ یہ نگرانی کیجئے کہ جو بات آپ
بتانا چاہتے ہیں بچہ کی سمجھ اُسی طرف چلے دوسری طرف نہیں گو اپنی محنت بچانے
کے واسطے آپ درجہ کے سب سے ذہین لڑکے سے بھی تعلیم میں امداد لے
سکتے ہیں لیکن نگرانی خود آپ کو کرنی ہوگی۔

میرے یوروپین اُستاد۔ میرے ایک یوروپین اُستاد کا جنہوں نے اب
ملکی معاملات میں بہت زیادہ شہرت حاصل کرلی ہے یہ قاعدہ تھا کہ وہ کالج میں
حسب معمول طرزِ لکچر سے تعلیم دیتے تھے لیکن پڑھاتے وقت ہمیشہ چند لمحہ خاموش
ہوکر یا مختصر سا سوال کرکے اطمینان کرلیتے تھے کہ طلباء مطلب سمجھتے جاتے ہیں بعض
اوقات سمجھاتے وقت اگر کوئی طالب علم کچھ پوچھنا چاہتا تو اُس کو روک دیتے اور
خود سمجھاتے رہتے تھے۔ لیکن آخر میں جب اُس سے دریافت کرتے کہ تم کیا پوچھتے
ہو تو سو میں ننانوے بار طالب علم کو یہی کہتے سنا گیا کہ "آپ نے خود سمجھا دیا"۔
اسی کا نام سرگرمی اور پختگی ہے۔ گو وہ بہ طرز لکچر تعلیم دیتے تھے لیکن اُن کے
سوالات کے باعث سب لڑکے کام میں لگے رہتے اور ہر مشکل کو اُستاد خود سمجھ
لیتے تھے۔ ہمارے ٹرینڈ احباب چست و چالاک اور سرگرم و پختہ الفاظ اکثر کہہ دیا
کرتے ہیں پہلے ان الفاظ کا مطلب سمجھنا چاہیئے بازی گر کے تماشہ سے کام نہیں چل سکتا

چار زبانوں کی ٹانگ۔ عقل سلیم کی چوتھی خرابی انگریزی فارسی کی
ٹانگ توڑنے میں ظاہر ہوتی ہے نئے ٹرینڈ مدرس شہر میں لوگوں کو فارسی انگریزی
کے ملے جلے الفاظ استعمال کرتے دیکھ چکے ہیں اور باوجود ناواقفیت وہ اپنی انگریزی
اور فارسی دانی بھی گانوں والوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں بلکہ تعلیم کے وقت کبھی

کبھی غیر زبان کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں اس طرح نئے پنڈت جی کے دربار میں فارسی عربی انگریزی اور سنسکرت چاروں زبانوں کی ٹانگ ٹوٹتی ہے اور لڑکے سمجھا سمجھا یا بھول جاتے ہیں لیکن امتحان پر جب نتیجہ خراب ہوتا ہے تو پنڈت جی کے ذہن میں وہی معمولی بات آتی ہے کہ "ہم تو محنت کرتے کرتے مرے جاتے ہیں اور کوئی پوچھتا بھی نہیں کیا خراب زمانہ ہے لڑکے کمبخت ایسے نالائق اور کوڑھ مغز ملے ہیں کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں" لیکن آپ اپنی انگریزی دانی دیہاتیوں کو کیوں دکھاتے ہیں کسی پڑھے لکھے کو دکھائیے اس وقت جوہر کھلیں گے۔

چار آنہ بھگتنے پڑے۔ مدرسوں کو اسی وجہ سے بعض اوقات مالی نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے ایک بار ایک مدرسہ میں نارمل پاس ہیڈ ماسٹر اپنی انگریزی کی لیاقت اس طرح دکھاتے تھے کہ سارٹیفکیٹ دینے کی کتاب میں سلسلہ کا نمبر انگریزی میں لکھتے اور باقی سارٹیفکیٹ اردو میں نمبر انتالیس ۳۹ تک تو خیریت رہی لیکن چالیس کے ہندسے میں صفر انگریزی زبان میں اور چار کی دہائی اردو میں اس طرح لکھی (۴0) پندرہ بیس روز بعد جب پھر سارٹیفکیٹ دینے کی ضرورت ہوئی تو اس ہندسہ کو خود ہی پینتالیس ۴۵ پڑھ کر اگلے سارٹیفکیٹ کا نمبر ۴۶ دیدیا اور فیس کے حساب میں انتالیس لغایت ۴۶ سات سارٹیفکیٹ دیا جانا ظاہر کیا لیکن فیس صرف تین ہی سارٹیفکیٹ کی جمع کی چونکہ اس زمانہ میں فیس مدرسوں کی تنخواہ سے وضع ہوتی تھی اس لئے سررشتہ میں سات سارٹیفکیٹ کی فیس کاٹ لی گئی اور پنڈت جی سے جواب طلب ہوا کہ حساب غلط کیوں بھیجا اس پر جب انہوں نے جانچ کی تو غلطی معلوم ہوئی اور وہ دانتوں میں انگلی دبا کر بولے کہ "افسوس کیا غلطی ہوگئی چار آنہ مفت میں بھگتنے پڑے"۔

لیاقت کے اظہار کا ٹھیک طریقہ۔ اس لئے خیال رکھئے کہ آپ کی قابلیت نہ بالو کی ٹانگ توڑنے سے ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ صرف کام سے ظاہر ہوتی ہی مدرسہ کی حالت درست کرکے دکھائیے تو لوگ آپ کی لیاقت کی خود تعریف کریں گے اور سرکار سے بھی انعامات اور ترقیاں ملیں گی یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ جس طرح نیند بلانے سے دور بھاگتی ہی اُسی طرح شہرت اور تعریف بھی تلاش سے نہیں ملتی۔

شاباش۔ عقل سلیم کی پانچویں خرابی ماسٹر صاحب کا لڑکوں کو بے موقع شاباشی دینا ہے۔ شاباشی امید سے اچھا جواب ملنے پر دی جاتی ہی اس طرح نہیں کہ (پنڈت جی بال فریم کی ایک گولی دکھا کر لڑکے سے) یہ کتنی گولیاں ہیں؟ (لڑکا) ایک (پنڈت جی) "شاباش! پھر ایک گولی اور نکال کر) یہ کتنی گولیاں ہوئیں؟ (لڑکا) دو (پنڈت جی) شاباش!! (پھر ایک گولی نکال کر) اب کتنی گولیاں ہوئیں (لڑکا) تین (پنڈت جی) شاباش!!! بتاؤ یہ طریقہ تعلیم کیسا ہے (لڑکا) بالکل واہیات (پنڈت جی) شاباش!!!!

چھٹی خرابی۔ عقل سلیم کی چھٹی خرابی اُستادوں کے باہمی برتاؤ میں ہوتی ہی اس کا ذکر علیحدہ کیا جاتا ہے! ور آئندہ باقی خرابیاں بھی ہر مضمون کے ضمن میں علیحدہ علیحدہ تحریر کی جاویں گی۔

نئے پنڈت جی اور پرانے پنڈت جی

انوکھی شان۔ نئے ٹرینڈ مدرس زیادہ تر پرانے پنڈت جی کو بیوقوف اور اُن کے طرز تعلیم کو دقیانوسی خیال کرتے ہیں کبھی اُن پر ہنستے ہیں اور کبھی نکتہ چینی

کرتے ہیں اگر پُرانے اُستاد کوئی رائے دیتے ہیں تو یہ اُس کی قدر نہیں کرتے اس میں کچھ قصور تو اُن کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کا اور کچھ شہر میں رہنے اور ایسے لوگوں سے ملنے جلنے کا ہے جو اکثر دیہاتیوں سے بیجا نفرت کرتے ہیں جب طالب علم انگریزی میں انٹرنیس یا ہائی اسکول امتحان پاس کر لیتا ہے تو تعجب سے خیال کرتا ہی کہ "میں نے ساری قابلیت تو حاصل کر لی اب ایف اے میں کونسی نئی بات ہے جو مجھے پڑھائی جاوے گی" لیکن دو سال بعد جب ایف اے پاس کرتا ہی تو سوچتا ہی کہ "نہیں تھوڑا سا علم پہلے باقی رہ گیا تھا اور ابھی کچھ علم اور بھی باقی ہی جس کو میں بی۔ اے کلاس میں ضرور ختم کر لوں گا" لیکن بی۔ اے پاس کرنے پر خیال کرتا ہی کہ ابھی علم کا سمندر موجود ہے جو ایم۔ اے میں بھی ہرگز ختم نہیں ہو سکتا اور ایم اے پاس کرنے پر اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی کچھ بھی نہیں جانتا اسی طرح نوجوان شخص اپنے واسطے سب سے زیادہ عقلمند خیال کرتا ہے لیکن جس قدر عمر اور تجربہ بڑھتا ہی اُسی قدر اپنی ناتجربہ کاری اور بے علمی کا ثبوت ملتا ہے بالکل یہی حالت ہمارے نئے ٹرینڈ دوستوں کی ہی وہ خیال کرتے ہیں کہ "پُرانے پنڈت جی جانتے ہی کیا ہیں اُن کو نیا طرز تعلیم بالکل نہیں آتا صرف پندرہ بیس برس پڑھانے کا تجربہ ہی مگر ہم نے جو پریکٹس کرکے نئے قاعدے سے دو سال تک تعلیم دی ہی اُن کے بیس سال کے تجربے سے کہیں زیادہ ہی اس لئے ہماری برابری کیونکر کرسکتے ہیں۔ ہونہہ!

نئے اور پُرانے اُستادوں کا مقابلہ۔ لیکن پُرانا طرز تعلیم خواہ بُرا ہو یا اچھا ضرور ایسا تھا جس کی پابندی سالہا سال سے ہو رہی تھی۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا پُرانے زمانہ میں عالم و فاضل نہ تھے؟ کیا کالی داس۔ والمیک تلسی داس سعدی

فردوسی حافظ شیکسپیر ملٹن ہومر سقراط اقلیدس وغیرہ وغیرہ کو پرانے طرز سے تعلیم نہیں دی گئی تھی؟ کیا اب بھی بہت سی نارمل کی کتابوں کے مصنف پرانے طریقہ کے پڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کی ایسی بے قدری کی جائے۔ میں نے قدرت کی تعلیم کے ضمن میں عرض کر دیا ہے کہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اُس کو برابر تعلیم ہوتی رہتی ہے اس لئے اگر آپ قدرت کی شاگردی بیس یا بائیس سال سے کر رہے ہیں تو پرانے پنڈت جی چالیس یا پچاس سال سے اگر آپ کو طریقہ جدید سے تعلیم کا تجربہ دو سال کا ہے تو اُن کو مدرسہ میں پڑھانے کا پندرہ بیس سال کا اگر آپ نے دس پندرہ لڑکوں کو امتحان دلایا ہے تو انہوں نے تین چار سو لڑکوں کو علاوہ اس کے مدرسہ میں بھی ایسی ضروریات ہوتی ہیں جن کا نارمل اسکول میں ذکر تک نہیں ہے مثلاً (۱) نارمل اسکول عموماً کسی بڑے شہر میں ہوتا ہے جہاں تعلیمی شوق دلانے کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر دیہات میں۔ یہاں والدین بچوں کو آپ کے پاس خود لاتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے دیہاتی مدرسوں کا پہلا فرض یہ ہے کہ تعلیم کا شوق پیدا کریں بچوں کے والدین سے اکثر ملتے رہیں اور تعلیم کی خوبیوں پر گفتگو کریں۔ تجربہ نہ ہونے کے باعث ہمارے ٹرینڈ پنڈت جی کو یہ کام بالکل نیا اور سخت تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے اور اس میں وہ اپنی توہین سمجھتے ہیں لیکن پرانے تجربہ کار استاد اس میں ذلت نہیں سمجھتے بلکہ مدرسہ کی نیکنامی خیال کرتے ہیں (۲) نارمل اسکول میں نئے پنڈت جی دیہات کی زندگی اور کاشتکاری کی ضروریات کو بہت کچھ بھول جاتے ہیں لیکن پرانے پنڈت جی اس میں منجھے ہوئے ہیں (۳) نارمل اسکول میں نئے طرز تعلیم کے واسطے

سامان موجود ہوتا ہے لیکن دیہاتی یا قصباتی مدرسہ میں بہت مختصر سامان پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ (۴) نارمل اسکول میں جو طریقہ بتایا جاتا ہے وہ اوسط درجہ کے ذہین طالب علموں کے لئے ہے لیکن اس مدرسہ میں بعض وقت ایسے بچے مل جاتے ہیں جن کے سامنے کوئی نیا طریقہ کارآمد نہیں ہوتا صرف عقل سلیم مدد دے سکتی ہے (۵) ٹرینڈ مدرس کو قانون قاعدہ کا بہت خیال ہوتا ہے اور ذراسی بات پر غصہ آجاتا ہے جس سے کام بگڑ جاتا ہے لیکن پرانے مدرس تحمل اور برداشت سے کام لیکر کامیاب ہو جاتے ہیں۔

آم۔ نیم۔ اون۔ مجھکو ایک چھوٹے بچے پر جو الف کی کتاب پڑھتا تھا تعلیم دینے میں عجیب دقت ہوئی وہ ہمیشہ لام کو آم میم کو نیم اور نون کو اون بولتا تھا۔ بہ مشکل یہ تین حروف صحیح یاد کرائے گئے لیکن جب تختیاں پڑھنے کی باری آئی تو ایک نئی دقت پیدا ہوئی یعنی پڑھاتے وقت میرے اور بچہ کے درمیان ہر روز دس پندرہ بار اس قسم کی گفتگو ہو جاتی تھی (میں بچہ سے حرف پر انگلی رکھوا کر) کہو بے زبر الف با (بچہ) بے زبر الف۔ بب (میں) نہیں با۔ (بچہ) با (میں) پھر کہو بے زبر الف با (بچہ) بے زبر الف۔ بٹ (میں نرمی سے) نہیں۔ با (بچہ) با۔ (میں اسی نرمی سے) بے زبر الف با (بچہ روکر) اوں اوں بے زبر الف۔ بت (میں نرمی سے) نہیں با (بچہ) اوں اوں اوں اوں با غرضیکہ باوجود نہایت نرمی کے بچہ کچھ کا کچھ کہتا اور خوب روتا۔ فرمائیے یہاں کونسا نیا قاعدہ تھا جو بچے کو اور آپ کو مدد دیتا مگر دو چار دن تجربہ کے بعد مجھکو طریقہ ذیل سے کامیابی ہوگئی (میں بچہ کو چمکار کر اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر) کہو بے زبر الف با۔ (بچہ) بے زبر الف (میں) با (بچہ) با۔ اس طرح دس پندرہ

بار دو دفعہ کتے اور بچہ کو ہمت دلانے پر وہ خود بے زبر الف با کہنے لگا۔ بعدہٗ کُل
تختیاں صبر کے ساتھ یاد کرادی گئیں اور روز بروز دقت کم ہوتی گئی یہ ایک نیا
تجربہ تھا جس میں بچہ کو تعلیم دینے اور ہمت دلانے کے واسطے صرف عقل سلیم کی ضرورت
تھی۔ نارمل اسکول میں ایسے بچہ سے بہت کم کام پڑتا ہے مگر دیہاتی یا قصباتی
مدرسہ میں اُس کے داخلہ سے انکار نہیں کیا جاتا غالباً اس کا تجربہ پرانے پنڈت جی
کو کئی بار ہو چکا ہی مگر نئے کو نہیں۔

پُرانے مدرس کا تجربہ۔ اس کے علاوہ (۶) نارمل اسکول میں ہر سال
انسپکٹر یا اسسٹنٹ انسپکٹر صاحب اور اُن کے ساتھ ڈپٹی یا سب ڈپٹی صاحب
کا معائنہ ہوتا ہے اور خود ہیڈ ماسٹر صاحب نارمل اسکول کا دستِ شفقت رہتا
ہی کچھ عرصہ ہوا انسپکٹر صاحب نارمل اسکول بھی معائنہ فرما کر امداد دیتے تھے مگر دیہاتی
اور قصباتی مدارس میں اس قدر زیادہ امداد کی اُمید نہیں اور آپ کے کام کے
کاغذات دیکھکر اس قدر نتیجہ نہیں نکالا جاتا جس قدر خود طلبا ر کا امتحان لیکر (۷)
نارمل اسکول میں شہر کے بچے دیہاتیوں سے زیادہ فیس دینے والے اچھی حیثیت
والے نشست و برخاست کی تمیز رکھنے والے اور زیادہ صاف ستھرے ہوتے ہیں
لیکن دیہاتی مدرسہ میں غریب کاشتکاروں کے لڑکے ہیں اس لئے نارمل سکول
کا انتظام بالکل مختلف ہوتا ہی۔ (۸) نارمل اسکول میں آپ کی آسانی کے واسطے مضمون
ودقت ختم ہوتے ہی گھنٹہ بجتا ہی لیکن دیہات میں عقل سلیم ہی اس کی رہنما ہے
(۹) نارمل اسکول میں مدرس کے درجات وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں اور ہر درجہ
کے واسطے علیحدہ مدرس مقرر ہے لیکن یہاں ایک مدرس پر کئی درجوں کی پوری

جواب دہی ہوتی ہے۔ اگر لڑکے تعلیم نہیں پاتے تو والدین علیحدہ شکایت کرتے ہیں اور پنڈت جی کا اعمال نامہ علیحدہ خراب ہوتا ہے اگر پنڈت جی دیہاتی مدرسہ کے افسر مدرس مقرر ہو گئے تو تمام مدرسہ کا انتظام کرنا پڑتا ہے حالانکہ نارمل اسکول میں وہ ماتحت کی حیثیت رکھتے تھے اور انتظام مدرسہ کا کام اُن سے نہیں لیا جاتا تھا غرضیکہ ان سب باتوں کا تجربہ پرانے پنڈت جی کو حاصل ہے لیکن نئے کو نہیں اس کے علاوہ دیہاتی اور قصباتی مدارس میں (۱) سرغنہ مدرسی کا کام یا اُس کی ماتحتی (۲) سرکاری اسباب کی دیکھ بھال (۳) مدرسہ کی عمارت کی روزانہ صفائی (۴) عمارت کی برسات میں خاص نگرانی اور (۵) اگر آپ کو حکم دیا گیا تو اُس کی سالانہ اور ششماہی مرمت (۶) اسکول کے رجسٹروں کی خانہ پری (۷) سررشتہ کے حکم کے بموجب مختلف نقشوں کا وقتاً فوقتاً بھرنا (۸) سررشتہ سے منظوری لیکر سامان مدرسہ کی مرمت کرانا (۹) مدرسہ کی ضروریات کے متعلق رپورٹ بھیجنا (۱۰) بچوں کو دلچسپ دیہاتی کھیل کھلانا اور اُن کے لئے کتابیں خرید کر دینا اور اس شکایت کا موقع نہ دینا کہ آپ نے زیادہ دام لے لئے یہ کل باتیں ایسی ہیں جن کا تجربہ آپ کو کچھ عرصہ تک صرف مدرسہ میں کام کرنے سے ہوگا لیکن پرانے مدرس ان سب سے خوب واقف ہیں اور آپ کو مدد دے سکتے ہیں۔ وہ آپ کے ڈپٹی اور سب ڈپٹی صاحب کے مزاج سے واقف ہیں عموماً کج بحثی سے بچتے ہیں اور جانتے ہیں کہ فلاں بات فلاں موقع پر کہنی چاہئے۔ آپ کو یہ سب باتیں اُن سے سیکھنی ہونگی اور یہ ہمیشہ مدِ نظر رکھنا ہوگا کہ بعض اوقات تھوڑی سی غلطی کا نتیجہ زیادہ خراب ہوتا ہے اور موقع پر ذرا چوک جانے سے تمام محنت برباد ہو جاتی ہے۔ مسٹر میکنزی نے

اپنی کتاب انسٹرکشن ان سکنڈری اسکولز میں لکھا ہی کہ مدرس کا اصل تجربہ اُسی وقت شروع ہوتا ہی جب وہ کسی مدرسہ میں پہونچ کر تعلیم کا کام شروع کرتا ہے ٹریننگ میں اس تجربہ کو حاصل کرنے کے واسطے طالب علم محض تیار کیا جاتا ہی۔

مدرسہ کے کام کا آئینہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ بچّوں میں تقلید کا مادہ بہت زبردست ہوتا ہے اگر وہ آپ کو کسی کی ہنسی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو نقل کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور خود آپ ہی سے مذاق کرنے میں نہیں چوکتے یا اگر کتاب میں آپ اُنہیں پڑھاویں کہ جھوٹ بولنا بہت بُری بات ہے لیکن اُن کے سامنے خود جھوٹ بولیں تو لڑکے سمجھتے ہیں کہ زبان سے تو یہی کہنا چاہیے کہ جھوٹ بولنا بہت بُرا ہے مگر اپنا مطلب نکالنے یا افسر سے عیب چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا ہی مناسب ہے اسی طرح اگر آپ افسر مدرس یا کسی دوسرے شخص کی غیبت لڑکوں کے سامنے کریں تو وہ آپ کی غیبت غیروں کے سامنے کریں گے اگر آپ کسی کو لڑکوں کے سامنے گالی دیں تو وہ پیچھے آپ کو گالی دیں گے اس لئے اگر آپ افسر کا ادب نہیں کرتے ہیں تو بچوں سے ہرگز اُمید نہ رکھئے کہ وہ آپ کا ادب کریں گے یا اگر آپ خود روزانہ دیر کر کے مدرسہ میں پہونچتے ہیں یا چار دن کی رخصت لیکر آٹھ دن تک نہیں آتے تو در حقیقت بچوں کو سکھاتے ہیں کہ وہ وقت پر نہ آویں اور دو دن کا بہانہ کر کے چار دن تک غیر حاضر رہیں۔ اگر آپ کے دل میں پریم اور محبت نہیں ہے تو بچے آپ سے ہرگز محبت نہ کریں گے مغرور مدرسوں کے شاگرد مغرور ہو جاتے ہیں اور گستاخ کے گستاخ۔ غرضیکہ مدرّسوں کے کام کا آئینہ خود بچے ہیں اور پنڈت جی کو اُن

کے سامنے بہت سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے ذرا دیر میں بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے اور اگر ایک بار اُن کی بدنامی ہو گئی تو پھر نیک نام ہونا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

مدرس کا بچوں پر اثر۔ اس لئے جس مدرسہ کا مدرس خود بدسلیقہ رہتا ہے یعنی حجامت نہیں بنواتا یا میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے یا اس بات کا عادی ہے کہ جہاں چاہا تھوک دیا جہاں چاہا ناک صاف کر دی وہاں کے لڑکے بھی صفائی کی فکر نہیں کرتے یا اگر مدرس بات بات پر غصہ کرتا ہے یا گالی دینے لگتا ہے یا دوسرے مدرس سے لڑتا رہتا ہے یا کوئی اور بدسلیقگی ظاہر کرتا ہے تو طلبا بھی اس کو سیکھ جاتے ہیں بخلاف اس کے جو مدرس صاف اور ستھرے رہتے ہیں اور محنت و استقلال سے تعلیم دیتے ہیں اُن کے طلبا کو بھی غور کرنے اور سمجھنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور اخلاق درست ہو جاتا ہے جو اُستاد یا افسر وقت کا پابند اور منصف مزاج ہے اُس کے شاگرد اور ماتحت بھی وقت کے پابند اور منصف مزاج بن جاتے ہیں۔ نارمل اسکول میں مدرس کو صفائی کی عمدہ عادت ہو جاتی ہے لیکن جو صاحب ٹریننگ کلاس سے یا سیدھے گھر سے چلے آرہے ہیں اُن کی وضع درستی کے قابل ہے چونکہ پرچہ معائنہ میں ڈپٹی صاحب کو صفائی و اخلاقی حالت کے بارہ میں بھی لکھنا ہوتا ہے اس لئے آپ کو ہر دم صاف ستھرا رہنا چاہیئے اور ہیڈ ماسٹر سے با ادب پیش آنا چاہیئے۔

پتہ کی بات۔ ہم نئے پنڈت جی کو ایک بات پتہ کی بتلاتے ہیں وہ یہ کہ آپ کے کام کی بابت آپ کے خاص افسر کی رائے کا دوسرے افسروں سے دس گنا زیادہ اثر ہوتا ہے اور وہ بیس رخنے ڈال کر نقص نکال سکتے ہیں اس لئے

آپ کو اپنے خاص افسر یعنی بڑے پنڈت جی کو فضول بحث کرکے یا اُن کی ہنسی کرکے ہرگز ناراض نہ کرنا چاہیئے ہنسی اُڑانے سے بعض اوقات ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ اُس کا غصہ اور کینہ سالہا سال تک قائم رہتا ہے نئے مدرس کو اپنے افسر کی اطاعت کا طریقہ خود اپنے شاگردوں سے سیکھنا چاہیئے مثلاً اگر آپ کسی لڑکے کو ماریں تو وہ رونے لگے گا لیکن ذرا ہی دیر بعد اگر آپ قلم پکڑنے کا حکم دیں تو وہ آنسو پونچھتا ہوا دوڑا جائے گا۔ اسی طرح آپ کو اپنے افسر کی حکم کی تعمیل میں اپنا اگلا پچھلا غم اور فکر بھول کر بسر و چشم اطاعت کرنا چاہیئے اور اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ماتحت ہر دم قصور وار ہے۔"

کج بحثی کی پہچان۔ بعض ٹرینڈ لیکن قانونی مدرس جو کج بحثی پر تلے رہتے ہیں اور اپنے افسر کے سامنے خاموش ہو جانا کسر شان سمجھتے ہیں وہ درحقیقت اپنے حق میں کانٹے بوتے ہیں ان میں سے بعض اپنے کو ضرورت سے زیادہ قابل سمجھتے ہیں اور دوسروں کی عزت نہیں کرتے لیکن اگر اُن کو دوستانہ طور پر سمجھایا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ "صاحب میں ذرا بھی گھمنڈ نہیں کرتا ہاں جو سچی بات ہوتی ہے وہ کہدیتا ہوں آپ خود جانتے ہیں کہ علم بے بحث کبھی نہیں آسکتا" مگر بات بات پر اپنے کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھنا غرور کا کافی ثبوت ہے آپ بحث کیجئے لیکن کج بحثی نہیں اس کی نہایت آسان پہچان یہ ہے کہ جو باتیں آپ دوسرے شخص خاصکر اپنے افسر مدرس سے کرتے ہیں اگر وہی باتیں لڑکے آپ سے کرنے لگیں تو آپ خوش ہونگے یا ناخوش اگر ناخوش ہوں گے تو ضرور یہ کج بحثی ہے اور آپ کا افسر بھی آپ سے ضرور ناخوش ہوگا۔

من چلے پرانے پنڈت جی۔ بعض (گو بہت کم) پرانے پنڈت جی بھی عجیب من چلے ہوتے ہیں وہ نئے پنڈت جی کو راہ راست پر لانے کے بجائے بات بات پر ٹریننگ کا طعنہ دیتے ہیں گویا کہ یہ بیچارے ٹرینڈ کیا ہوئے کوئی بڑا جرم کیا نئے پنڈت جی کو "لونڈا" تو بالعموم بتایا ہی جاتا ہے لیکن یاد رکھئے کہ کم عمری کے باعث وہ ذلت کے مستحق ہرگز نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ عمر میں آپ کے بیٹے کے برابر ہوں لیکن اس عمر کا بیٹا بھی دوست کا رتبہ رکھتا ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ محبت کے ساتھ اُن کی مشکل رفع کریں اور شیریں کلامی کے ساتھ غلطیوں سے آگاہ کر کے اپنی طرح لائق اور تجربہ کار بنا دیں۔

اوّل خویش بعدہٗ درویش۔ نائب مدرس کو سب سے پہلے خود اپنی مدد کرنی چاہئے اور دوسرے کی مدد کو اُس وقت تیار ہونا چاہئے جب فرصت ہو۔ ایک مدرسہ میں چھوٹے پنڈت جی اپنے نئے ساتھی کا کام درست کرنے میں اس قدر کوشش کرتے رہے کہ خاص اُن کے درجہ کا بہت ہرج ہوا۔ چنانچہ معائنہ کے وقت ساتھی کا کام عمدہ لکھا گیا اور خود اُن کا خراب جو مدرس اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کا کام کرنے لگتے ہیں وہ درحقیقت سب کے ساتھ بدی کرتے ہیں اپنے لڑکوں کو تعلیم سے محروم رکھتے ہیں اپنے ساتھی مدرس کو کاہل بنا دیتے ہیں ہیڈ مدرس کو غیر منتظم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مدرسہ کی حالت خراب کر کے ترقی اور انعام سے محروم ہو جاتے ہیں۔

تو تو میں میں۔ بخلاف اس کے بعض نائب مدرس باہم لڑ پڑتے ہیں اس سے لڑکوں میں بھی فریق بندی ہو جاتی ہے۔ اور کوئی لڑکا ایک نائب کی جانب اور کوئی دوسرے کی طرف ہو جاتا ہے اس تو تو میں میں کے باعث مدرسہ کا انتظام خراب

ہوجاتا ہے اور ترقی رُک جاتی ہی۔ اس کی کئی وجہ ہیں اوّل ہیڈ مدرس کا رعب ماتحتوں پر نہیں ہوتا اور وہ بڑے پنڈت جی کی پرواہ نہیں کرتے دوم بعض اوقات دو جھگڑالو یا لالچی مدرس ایک مدرسہ میں جمع ہوجاتے ہیں۔ سوم نائب مدرس اُس مدرسہ میں نہیں رہنا چاہتا اور سررشتہ اُس کا تبادلہ منظور نہیں کرتا اس پر وہ سوچتا ہے کہ سیدھی طرح تو تبادلہ ہوتا نہیں ہے اس لئے لڑنا چاہیے تو ضرور تبادلہ ہوجائے گا چہارم بعض اوقات ایک ہی درجہ کے مضامین دو مدرّسوں کے سپرد ہوتے ہیں اور دونوں کسی شاگرد کی تقریب پر اپنی آمدنی کے لئے لڑنے لگتے ہیں مناسب یہ ہی کہ ایسے نائبوں کی ہیڈ مدرس خود نگرانی کریں اور حتی المقدور سنجیدگی اور محبت سے انتظام کریں ایک نائب کی دوسرے سے غیبت ہرگز نہ کریں بلکہ دونوں کے دل میں یہ خیال پیدا کردیں کہ وہ دونوں کے خیرخواہ ہیں بعض اوقات اسی لین دین کے باعث ہیڈ مدرس اور نائب مدرس میں بھی جھگڑا پیدا ہوجاتا ہی مگر اس کا انتظام صرف ڈپٹی انسپکٹر صاحب کرسکتے ہیں۔

یہ نقص انگریزی مدارس میں بھی اکثر پایا جاتا ہے جہاں لڑکے کی شادی وغیرہ کے بجائے پرائیویٹ ٹیوشن (نج کی تعلیم) جھگڑے کا باعث ہوتی ہی۔

مدرسہ کی تیاری

زبانی جمع خرچ۔ عقل سلیم کی خرابی کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ نئے مدرس بعض اوقات زبانی جمع خرچ سے کام لینا چاہتے ہیں چونکہ ہم کو زیادہ تر یہی تعلیمی مرض ہی بتانا ہی اس لئے زبانی جمع خرچ کا ذکر سُنئے۔

اگر معائنہ کے وقت کم لڑکے حاضر ہوں تو علاوہ اُن کل وجوہ کے جن کا ذکر ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں کیا گیا ٹرینڈ پنڈت جی اس طرح بھی زبانی جمع خرچ کرتے ہیں۔

(۱) جناب کل فلاں موضع میں میلہ تھا مدرسہ میں تعلیم پاکر لڑکے وہاں چلے گئے تھے چونکہ مدرسہ سے قبل از وقت چھٹی نہیں مل سکتی اس لئے میلہ دیر سے گئے اور پھر دیر میں واپس آئے۔ آپ جانتے ہیں دیر سے آنا اور اُس پر سفر کا تکان کس طرح مدرسہ آسکتے ہیں علاوہ اس کے میں آج مناسب بھی نہیں سمجھتا کہ اُن کو مدرسہ میں بلا کر تعلیم دوں اوّل تو تھکے ہوئے لڑکے پڑھتے ہی کیا اور اگر میں زبردستی تعلیم دیتا تو اُن کے دماغ پر خراب اثر ہوتا اس لئے آج میں نے اُن کی غیر حاضری ہی مناسب سمجھی۔

(۲) جناب آج یہاں سے ڈھائی کوس فلاں مقام پر میلہ ہے دیہات کے بہت سے لوگ وہاں جارہے ہیں اور لڑکوں کو بھی ساتھ لئے جارہے ہیں بلکہ بہت سے تو لے بھی گئے ہیں میں نے لڑکوں کو روکنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ اگر تفریح کا موقع نہ دیا گیا تو وہ کیا خاک پڑھیں گے۔

(۳) جناب اس موضع میں ایک چٹ سال بیٹھ گئی ہے کچھ لڑکے آج ہی اُس جگہ جا بیٹھے ہیں ویسے تو روزمرہ یہاں ہی آتے تھے مگر آج آپ کی تشریف آوری کی گڑبڑ میں وہ اُدھر چلے گئے دیہات کے جاہل لوگ باقاعدہ تعلیم کی خوبی سمجھتے ہی نہیں اور چٹ سال کو پسند کرتے ہیں میں اُن کو آہستہ آہستہ راہ پر لا رہا ہوں[1]۔

---

[1] اگر خود پنڈت جی کی تعلیم بے سلسلہ پائی گئی تو اُس صورت میں بھی انہی الفاظ میں زبانی جمع خرچ کیا جاتا ہے۔

(۴) شری مان فلاں لڑکا جو غیر حاضر ہے اپنے گھر کا بڑا لاڈلا ہے ماں باپ کو اُس سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے پڑھنے میں دل نہیں لگاتا اور بلانے سے بھی نہیں آتا اور گو قاعدہ کی رو سے مدرس مجبور نہیں کہ کسی لڑکے کو بلانے کے واسطے بھیجے لیکن پچھلا مدرس یہ رسم ڈال گیا ہے۔ میں اُس کو بالکل توڑنا چاہتا ہوں مگر دقت یہ ہے کہ اُس لڑکے کی وجہ سے فلاں فلاں آٹھ دس لڑکے اور آتے ہیں اور یہ بھی اُسی کے باعث غیر حاضر ہو جاتے ہیں ایک کا نام کاٹنے سے سب کو خارج کرنا پڑے گا میں ان سب کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔

(۵) حضور فلاں گاؤں اور اُس کے آس پاس کے دس لڑکے فلاں لڑکے کے ساتھ آجاتے تھے مگر اُس کو آج ہی بخار آگیا ہے۔ کوئی ہرج نہیں ہے۔ کل سے پھر سب آنے لگیں گے۔

حضور بچہ ہے۔ اگر معائنہ کے وقت اتفاقیہ پنڈت جی موجود نہ ہوئے اور تھوڑی دیر بعد آگئے تو جمع خرچ کا یہ معمولی طریقہ ہے کہ حضور لڑکوں کو بلانے گیا تھا اور اگر کسی لڑکے کی ناک بہتی ہے یا تعلیمی حالت خراب ہے تو کہدیتے ہیں کہ "حضور بچہ ہے" حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کے مدرسہ میں پڑھنے کے واسطے بچے ہی آویں گے بڈھے نہیں۔ بچوں کی ناک بہنا۔ کرتے کا گلا کھلا ہونا یا کپڑے کا میلا اور گندہ ہونا بد تہذیبی کی علامت ہیں یہ ضروری بات نہیں ہے کہ آپ یا آپ کے شاگرد غریب ہیں تو صفائی سے نہ رہیں۔ قدرت نے صفائی کے واسطے پانی ہر جگہ مہیا کر دیا ہے لیکن خرابی تو یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا بال کاڑھ کر یا کپڑے صاف پہنکر مدرسہ میں آتا ہے تو خود پنڈت جی اُس کو بات بات پر طعنہ دیتے ہیں کہ

"یہ تو لالہ بن کر آیا ہے یہ کیا پڑھے گا"

بچے اور زیور۔ معائنہ کے وقت حاضر طلباء میں بعض اوقات دو چار لڑکے تھوڑا بہت زیور پہنے ہوئے ملتے ہیں خواہ اُن کے گلے کے بٹن کھلے ہوں کپڑے میلے ہوں اور ناک بھی بہتی ہو اور زیور کی رگڑ سے کلائیاں سیاہ پڑ گئی ہوں طلباء زیور پہنکر مدرسہ میں ہرگز نہ آنے چاہئیں کیونکہ ہر سال ملک میں زیور ہی کے باعث صدہا بچے قتل ہو جاتے ہیں بعض اوقات صرف چار چھ آنے کا زیور پہنے پر بھی اُن کی جان جاتی رہی ہے مگر پنڈت جی مدرسہ میں زیور پہن کر آنے کی وجہ یہ بتا دیتے ہیں کہ "حضور جب ماں باپ نہ مانیں تو میں کیا کروں" لیکن اگر آپ ان کو کچھ عرصہ تک بچوں کے قتل کی واردات سناتے اور سمجھاتے رہیں تو وہ ضرور آپ کی بات مان جائیں گے۔ زیور پہنانے کا شوق صرف ناواقفیت کے باعث ہی ورنہ ماں باپ اپنے بچوں کے بدخواہ نہیں ہوتے۔

بستے یا کچکول۔ اگر ڈپٹی صاحب کو معائنہ کے وقت لڑکوں کے بستے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ان میں عجیب و غریب چیزیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً پڑھنے کی کتابوں کے علاوہ دس یا پندرہ قلم۔ ایک یا دو گھوتے۔ تھوڑی سی کھریا۔ مور کے تین چار پر۔ سانپ کی کینچلی کے دو تین ٹکڑے۔ تھان کی چار پانچ تصویریں اور ان سب سے بڑھکر کئی غیر ضروری کتابیں مثلاً زبان کی کتاب کی کنجیاں شرح یا سوال و جواب وغیرہ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں پر پنڈت جی کو بہت سا کمیشن مل گیا ہی اس لئے لڑکوں کو خرید دیں۔ لیکن والدین کو اس طرح زیر بار کرنا اور بچہ کے بستہ کو کچکول بنا دینا درحقیقت تعلیم پھیلانے کے بجائے روکنا ہے کیونکہ غریب والدین

پر فضول خرچ ڈالنے سے بچہ کی تعلیم میں دقت پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی نفرت آپ دیکھتے ہیں کہ شہر کے مدرسوں میں آٹھ دس آنہ ماہوار فیس لی جاتی ہے مگر دیہاتی مدرسہ میں صرف دو یا چار پیسے۔ بلکہ بعض اضلاع کے دیہاتی مدرسوں میں کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ یہ محض اس غرض سے ہے کہ تعلیم گراں نہ گزرے پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ غیر ضروری چیزیں خرید وا کر دقت پیدا کریں بعض اوقات ایک ہی درجہ میں لڑکوں کے پاس مختلف تعلیمی کتابیں ملتی ہیں ایک کے پاس اسمٰعیل ریڈر ہے تو دوسرے کے پاس انڈین پریس کی کتاب اور تیسرے کے پاس گلاب سنگھ پریس ریڈر درجہ الف کے لڑکوں کے پاس کوئی نہ کوئی پرائمر ضرور ملتی ہے حالانکہ کوئی کتاب مقرر نہیں ہے۔

پوائنٹر کی مٹی پلید۔ پوائنٹر سے پنڈت جی دو کام لیتے ہیں اوّل جغرافیہ کی تعلیم دوم تختی کا۔ تعلیم کا کام تو محض برائے نام ہوتا ہے کیونکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ لڑکے مشہور شہر اور دریا وغیرہ نقشہ پر انگلی سے بتاتے ہیں بلکہ اگر اُن کو پوائنٹر دیا بھی جاوے تو اُس کو فوراً بائیں ہاتھ میں لیکر داہنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتے ہیں یا اگر پوائنٹر ہی سے بتانے پر مجبور کیا جاوے تو قلم کی طرح پکڑ کر شہر وغیرہ دکھاتے ہیں۔ ہاں تختی کا کام اس سے خوب لیا جاتا ہے اور یہ معائنہ کے وقت ٹوٹا ہوا ملتا ہے۔ اور اگر ٹوٹنے کی وجہ دریافت کی جاوے تو پنڈت جی جواب دیتے ہیں کہ

"حضور یہ گاؤں کے لڑکے کیا جانیں کہ پوائنٹر کیا چیز ہے نالائقوں نے بار بار اُٹھانے رکھنے میں توڑ ڈالا اب میں ان کو ٹھیک استعمال کا طریقہ بتا رہا ہوں اور جب تک سر رشتہ سے نیا پوائنٹر آوے اسی سے کام لے رہا ہوں۔"

کئی قسم کی قمچیاں۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ پرانے زمانہ میں مولوی صاحب ڈھونڈھکر قمچی لاتے تھے۔ مگر ہمارے جوشیلے نئے پنڈت جی اپنی خداداد ذہانت سے کئی قسم کی قمچیاں خود ایجاد کر لیتے ہیں ان میں سے پوائنٹر کا ذکر کیا جا چکا دوسری قمچی خود لڑکے کی سلیٹ ہے جو حساب میں غلطی کرنے پر جڑ دی جاتی ہے۔ املا میں اس کی تختی قمچی کا کام دیتی ہے جو ہلکے سے لڑکے کی پیٹھ یا بازو پر رسید ہوتی ہے۔ خوشخطی اور ڈرائنگ کی غلطی پر اسکیل (پیمانہ) قمچی کا بہت عمدہ کام دیتا ہے ایک جوشیلے ٹرینڈ مدرس صاحب چلنے پھرنے سے معذور تھے اس لئے غصہ کی حالت میں لڑکے کو دور سے تختی پھینک کر مار دیتے تھے۔ مگر شکر ہے کہ ایسی حرکت نئے مدرسوں سے شاذ و نادر سرزد ہوتی ہے۔

لیکن ان سب سے زیادہ خوفناک قمچی پنڈت جی خود ایجاد کر لیتے ہیں وہ یہ کہ خود پیٹنے کی تکلیف نہیں گوارا کرتے بلکہ ایک لڑکے کو اسی درجہ کے کسی دوسرے لڑکے سے پٹواتے ہیں یا کان پکڑ واتے ہیں اس کا نتیجہ بعض وقت بہت خراب ہوتا ہے یعنی اپنی برابر کے لڑکے سے پٹنے پر اس کو نہایت رنج ہوتا ہے اور وہ مارنے والے لڑکے کا دشمن ہو جاتا ہے اور پنڈت جی سے بھی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے علاوہ اس کے مدرسہ کے لڑکوں کو اس طرح باہم لڑنے جھگڑنے اور مار پیٹ کرنے کی جرأت ہوتی ہے اور وہ بدتمیز ہو جاتے ہیں۔

نئے فرش ٹاٹ اور جوتیاں۔ پنڈت جی فرش ٹاٹ کو دو طرح استعمال کرتے ہیں۔ اوّل اگر نئے ٹاٹ مدرسہ میں آ گئے تو پرانے ٹاٹ کو اٹھا کر کونے میں ڈال دیا اور نئے پر اپنی کرسی اور میز لگا کر دیسی جوتے پہنے ہوئے بیٹھ گئے۔ نئے پنڈت جی خود

جوتے اُتارنا کسرِ شان سمجھتے ہیں خواہ فرش میلا ہو جائے۔ لیکن لڑکوں کو حکم ہے کہ وہ جوتے اُتار کر فرش پر بیٹھیں۔ چونکہ انگریزی جوتے کھولنے اور اُتارنے میں وقت ہوتی ہے اس لئے انگریزی داں حکام فرش پر جوتے پہنے رہتے ہیں۔ بخلاف اس کے دیسی جوتے بہت آسانی سے پہنے اور اُتارے جاسکتے ہیں اس لئے اِن کو پہنکر فرش پر پھرنے کی ضرورت نہیں خاصکر جب لڑکے فرش پر بیٹھے ہوں۔

ٹاٹ کی مرمت۔ دوم پُرانے فرش ٹاٹ کی اگر ایک پٹی بھی کسی طرح پھٹ گئی تو نئے پنڈت جی نے فوراً سررشتہ کو اطلاع دی کہ "مدرسہ میں فرش کی کمی ہے نیا فرش بھیجا جاوے"۔ اور پھٹے فرش کو مرمت کرانے کی بجائے نیچے درجہ کے لڑکوں کو دیدیا یا گوشہ میں پڑا رہنے دیا۔ مگر خیال کرنا چاہیئے کہ سرکاری سامان احتیاط اور کفایت سے کام میں لانے پر ہی مدرس کی لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر دو ایک پٹیاں خراب ہوگئی ہیں تو اُن کو نکلوا کر تین فرش کے دو بن سکتے ہیں اور اگر ایک ہی فرش ہو تو اُس کا چھوٹا فرش بن سکتا ہے۔ سرکاری روپیہ جو مدرسہ میں صرف ہوتا ہے وہ درحقیقت کسی نہ کسی طرح دیہات والوں ہی سے وصول کیا جاتا ہے اس لئے اس کو فضول خرچ کرنا والدین کو زیر بار کرنا ہے۔ آپ کو سرکاری کام میں نہایت کفایت کرنی چاہیئے کیونکہ اسی میں آپ کی بہتری ہے اگر دو پُرانے ٹاٹ کی خراب پٹیاں نکلوا کر ایک ٹاٹ بنوانا ہو تو اس کی منظوری پیشتر سررشتہ سے حاصل کرنی چاہیے۔

تصویر کی دلچسپی۔ یہی کفایت شعاری تصاویر، نقشہ جات اور بال فریم وغیرہ کے استعمال میں بھی اختیار کرنے کی ضرورت ہے مدرسہ میں تصاویر ہر دم کھلی رکھنے سے گرد جم جاتی ہے اور متواتر پیش نظر رہنے سے طلبا کی دلچسپی جاتی رہتی ہے یہی حالت

نقشہ جات کی ہے۔ چونکہ آپ کے یہاں نارمل اسکول کی طرح فراش متقر نہیں ہے اس لئے ان چیزوں کو نہایت احتیاط سے استعمال کرنا خود آپ کا فرض ہے۔

مدرسہ میں سب سے زیادہ بدقسمت چیز۔ مدرسہ میں سب سے زیادہ بدقسمت چیز گھڑی ہے۔ نارمل اسکول میں یہ وقت پر کوکی جاتی ہے اور اسی کے بموجب گھنٹہ بجتا ہے۔ اگر یہ بند ہوگئی تو شہر میں گھڑی ساز موجود ہے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی جیب گھڑی سے کام باقاعدہ ہوتا رہتا ہے۔ بخلاف اس کے دیہاتی یا قصباتی مدرسہ میں گھنٹہ نہیں بجتا اور گھڑی کو درست رکھنے اور کوکنے والے صرف پنڈت جی صاحب ہیں جو وہ سمجھتے ہیں کہ اس کی درستی جس قدر وہ خود کر سکتے ہیں گھڑی ساز سے بھی ممکن نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اُن کے دو چار بار کوکنے ہی پر اُس کے انجر پنجر ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ مگر چونکہ پنڈت جی کو اپنی قابلیت کا بہت اطمینان ہے اس لئے گھڑی کے بند ہوتے ہی اُس کے پُرزوں کی دیکھ بھال شروع ہوتی ہے جب یہ اس پر بھی نہیں چلتی تو گھڑی ساز کی تلاش کی جاتی ہے مگر خیریت سے گھڑی ساز قصبہ میں نہیں ہے۔ اس لئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوتی ہے جو اس کی درستی میں رائے دے سکے۔ اگر بدقسمتی سے کوئی من چلا نیم حکیم مل گیا تو بس گھڑی کا بھی کام تمام ہو گیا اور اگر نہیں ملا تو پنڈت جی نے سررشتہ کو درخواست بھیجدی کہ "جناب عالی مدرسہ کی گھڑی مرمّت طلب ہے اس کے واسطے ایک روپیہ منظور فرمایا جاوے اور مدرسہ کا "قفل" بھی خراب ہو گیا ہے اس کے بجائے نیا عمدہ "قفل بھجوا دیا جاوے"۔ اس طرح گھڑی اور "قفل" وغیرہ کی درخواستیں ہردم آتی رہتی ہیں۔

بھی چارج میں ملے ہیں۔ معائنہ کے وقت اسباب کی جانچ کرنے پر مجھکو

بعض مدرسوں میں لوٹے اور تالے تبدیل شدہ ملے یعنی نئے اور بھاری سرکاری لوٹے کی بجائے چھوٹی سی گھنٹی اور قیمتی تالے کی بجائے معمولی تالا۔ جب پنڈت جی سے دریافت کیا گیا تو جواب ملا کہ "حضور مجھکو فلاں مدرس سے یہی چارج میں ملے ہیں"۔ اس طرح مدرس ایک دوسرے پر اصلی چیزیں غائب کر دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ حرکت نہ صرف ذلیل بلکہ سخت خوفناک ہے اور سرکاری مال بدلنے پر مقدمہ قائم ہو سکتا ہے۔

اشنان کی تیاری۔ بعض مدرسہ جات میں تختہ سیاہ کی بڑی دُرگت ہوتی ہے یعنی وہ نہانے کے لئے چوکی کا کام دیتا ہے بلکہ ڈپٹی یا سب ڈپٹی صاحب کے روبرو بھی اشنان کے واسطے پیش کر دیا جاتا ہے اس کا مفصل ذکر آئندہ کیا جاوے گا۔

یہ بلی یہ کتا۔ نئے پنڈت جی بعض اوقات پرانی سرکاری کتابوں کی کافی قدر نہیں کرتے۔ لایق اُستاد کا فرض ہے کہ وہ مدرسہ میں کتب خانہ کی بنیاد ڈالے لیکن معائنہ کے وقت پرانی استعمال شدہ کتابیں اکثر صندوق کے اندر پڑی ملتی ہیں حالانکہ یہ عام مطالعہ کے لئے نہایت مفید اور موزوں ہیں۔ نئے اور پرانے پنڈت جی یہ تو اکثر کہتے ہیں کہ "حضور پہلی کتابیں بہت ہی اچھی تھیں اُن سے لیاقت خوب بڑھتی تھی آج کل کی کتابوں میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ "یہ بلی یہ کتا"۔ نہ پہلی "حساب کتاب" کے سے عمدہ حساب ہیں نہ پہلی سی بھوگول ہے"۔ لیکن باوجود اس قدر تعریف کے پنڈت جی یا اُن کے شاگرد پرانی کتابوں کو اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ مناسب یہ ہے کہ ان کی علیحدہ علیحدہ جلد بندھوا کر اور ہر جلد پر علیحدہ نمبر ڈال کر باحتیاط کام میں لایا جائے۔

بعض مدرس نئی کتابوں کی یکجا جلد بندھوا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "حضور بہت سی جلدوں میں اگر ایک کتاب بھی کھو گئی تو مجھکو دام بھگتنے پڑیں گے" لیکن ہر کتاب کی علٰحدہ علٰحدہ جلد بندھوانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی شخص کئی کتابیں پڑھ سکیں اگر آپ ہر جلد پر سلسلہ کا علٰحدہ نمبر ڈالدیں تو کسی کتاب کے کھونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

باغیچہ اور اُس کا انتظام۔ نئے پنڈت جی اکثر باغیچہ لگانے کی پرواہ نہیں کرتے سررشتہ سے ان کو بیج مہیّا کئے جاتے ہیں مگر ان کا بنڈل زیادہ تر سرکاری صندوق ہی میں پڑا ملتا ہے۔ اور اگر دریافت کیا جاوے کہ آپ ان کو کیوں نہیں بوتے تو کہتے ہیں کہ "حضور میں نے بیج بو دیئے تھے لیکن یہ اُگے ہی نہیں میں کیا کروں مدرسہ کی زمین ہی خراب ہے"۔ کبھی جواب دیتے ہیں کہ "حضور پیڑوں میں پانی دینے کے واسطے سررشتہ سے کوئی منظوری تو ملتی نہیں باغیچہ کس طرح تیار ہو" کبھی فرماتے ہیں کہ "حضور کیاری بنانے اور زمین کو درست کرنے کے واسطے مزدور چاہیئے اس کا خرچ کہاں سے آوے؟" کوئی من چلے ٹرینڈ پنڈت جی یہ کہکر بات ختم کردیتے ہیں کہ "حضور میں نے بیج بو دئے تھے اور بڑا عمدہ باغیچہ تیار ہو گیا تھا لیکن میں دیوالی کی تعطیل میں گھر چلا گیا جب لوٹکر آیا تو دیکھا کہ بھینس بکریاں سب پیڑوں کو کھا گئیں!" یہ سب بہانے مدرس کی عدم دلچسپی کا ثبوت ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مدرسہ کے لڑکے جب آپ کے پینے اور اشنان کرنے کے واسطے پانی لاتے ہیں تو باغیچہ میں پانی دینے میں کیا زیادہ محنت ہے[1] آپ کے لڑکے عموماً دیا تی ہیں

---

[1] لیکن بچّوں سے خاصکر چھوٹے بچوں سے کام لینے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور اُن کے یہاں کھیتی باڑی ہی کا کام ہوتا ہے اس لئے اگر آپ اُن ہی کو باغیچہ کا انتظام سپرد کر دیں تو وہ بہت دلچسپی سے انجام دیں گے بلکہ حفاظت کا خود انتظام کر لیں گے۔ اس طرح ان کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا ہو گی اور پودوں کو بڑھتے ہوئے مشاہدہ کرنے کا موقع حاصل ہو گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہیڈ مدرس اور نائب مدرس کی کیاریاں علیحدہ علیحدہ ہوں تاکہ ہر شخص کی کارگزاری کا بہ آسانی اندازہ ہو سکے۔ سررشتہ کے بیجوں کے علاوہ نئے عمدہ بیج لا کر باغیچہ کو سرسبز کرنا چاہئے۔

لڑکوں کا داخلہ طلبا کے داخلہ اور خارجہ میں پنڈت جی اکثر غلطی کرتے ہیں مثلاً اوّل اگر دوسرے مدرسہ کا سارٹیفکٹ غلط ہے تو لڑکے کو داخل کر لیتے ہیں لیکن سارٹیفکٹ درست کرانے کی کوشش نہیں کرتے اور معائنہ کے وقت کہنے لگتے ہیں کہ "حضور اگر لڑکا غلط سرٹیفکیٹ لے آوے تو میرا کیا بس ہے۔ اس کے لئے تو سارٹیفکٹ دینے والے مدرس سے جواب طلب ہونا چاہئے مجھ سے نہیں"۔ دوم نئے رجسٹر داخلہ پر پچھلے رجسٹر کے بموجب طلبا کے پرانے نمبر کا سلسلہ قائم نہیں رکھتے بلکہ از سر نو

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) کیونکہ ذرا سی بے پروائی سے حادثہ ہو جاتا ہے۔ ایک مدرسہ میں سات آٹھ برس کے دو بچے کنوئیں پر پانی پینے پہنچ گئے وہاں روکنے والا کوئی نہ تھا اس لئے یا اوپر سے جھانکنے لگے اتفاقاً ایک کنوئیں میں گر گیا دوسرا بچہ یہ دیکھکر ڈر گیا اور چپ چاپ مدرسہ میں آ بیٹھا۔ شام کو جب تلاش ہوئی تو اُس نے بہ مشکل بتایا کہ وہ کنوئیں میں گر گیا ہے۔ پنڈت جی نہایت سیدھے سادے اور نیک برہمن تھے۔ ان کے سیدھے پن اور برہمن ہونے کے باعث دیہات والوں نے عدالت میں دعویٰ نہیں کیا لیکن وہ آس پاس کے مواضعات میں اُس روز سے "کلنکی" کہلانے لگے۔ اسی طرح دوسرے مدرسہ میں ایک بار پنڈت جی نے ایک لڑکے سے اپنے گھر کی چھت پر ٹاٹ منگوایا اور خود پوجا کرنے بیٹھ گئے۔ ٹاٹ بھاری تھا اور چھت پر جانے کا نزدیک راستہ چھجے پر ہو کر تھا چونکہ پنڈت جی نے یہ حکم دیا تھا کہ "جلدی سے ٹاٹ کو بچھا دے" اس لئے لڑکا جلد جلد چھجے پر ہو کر جانے لگا۔ اتفاقاً پاؤں پھسلتے ہی ٹاٹ سمیت نیچے آ پڑا اور اس قدر سخت چوٹ لگی کہ دوسرے دن مر گیا۔ والدین نے حکام کو رپورٹ کی اور پنڈت جی کو سررشتہ کی سزا بھگتنی پڑی۔

یک دو تین وغیرہ نمبر ڈالکر لڑکوں کو داخل کر لیتے ہیں۔ مناسب یہ ہی کہ اگر پہلا رجسٹر
بنمبر ۲۹۶ پر ختم ہوا تو نئے رجسٹر کو نمبر ۲۹۷ سے شروع کرنا چاہیئے ایسی غلطی کے باعث
عض اوقات رجسٹر داخلہ میں ایک ہی نمبر پر دو لڑکے ہو جاتے ہیں کوئی مدرس موجودہ
طلباء کا نیا نمبر سلسلہ قائم کر کے نئے رجسٹر داخلہ میں دوبارہ نام لکھ لیتے ہیں یا رجسٹر
حاضری میں ہر لڑکے کے نام پر نیا یا پرانا لکھتے رہتے ہیں۔ یہ فضول محنت ہے۔ رجسٹر
داخلہ کبھی خارج نہیں ہوتا اور اس کا نمبر سلسلہ بتاتا ہے کہ مدرسہ میں ابتداء سے
اس وقت تک اس قدر لڑکے تعلیم پا چکے ہیں۔ سوم۔ لڑکوں کو اکثر پہلی تاریخ
ہی کو داخل کرتے ہیں اس کے بعد نہیں اور وجہ دریافت کرنے پر کہتے ہیں کہ "حضور
رجسٹر حاضری میں صفحہ بھر گیا ہی جگہ نہیں ہے"۔ لیکن اگر یہ صفحہ بھر گیا ہے تو اگلے صفحہ
پر نام لکھنے کو کون منع کرتا ہے؟ اس لئے اگلے صفحہ پر نام لکھکر اس کے نیچے حاضری
کی میزان لگا دیجئے۔ بعض مدرس مہینہ کے وسط میں لڑکوں کو اس خوف سے داخل
نہیں کرتے کہ اوسط حاضری نکالنے میں بہت دقت ہوگی مگر یہ خیال بھی صحیح نہیں۔
اوسط کے واسطے مہینہ کی روزانہ حاضری کی میزان کو ایام مدرسہ کی میزان سے
تقسیم کر دینا چاہیئے۔ اس لئے اگر کوئی لڑکا درمیان ماہ میں داخل ہو تو کیا دقت ہے۔
اگر داخل نہ ہوتا تو بھی آپ کو میزان لگانی پڑتی۔ چہارم۔ بعض اضلاع میں خاص
خاص تیوہار مثلاً ڈنڈا چوتھ وغیرہ پر پنڈت جی بہت سے لڑکوں کو داخل کر لیتے
ہیں کیونکہ اس سے "چٹے چٹائی" کا حق وصول کرنے کا موقع مل جاتا ہی اس صورت
میں ایمانداری کا تقاضا یہ ہی کہ ان لڑکوں کا نام بلا وجہ ایک دو مہینہ ہی میں
نہ کاٹ دیا جاوے ورنہ بدنامی کے علاوہ مدرسہ کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ بعض

مدرس ایسے موقع پر ایک نئی چال چلتے ہیں یعنی لڑکے کا نام رجسٹر میں تو درج نہیں کرتے لیکن دس پندرہ روز پہلے مدرسہ میں آنے کی اجازت دے دیتے ہیں اگر اس زمانہ میں ڈپٹی صاحب آ گئے تو کوئی معمولی عذر پیش کر دیا مثلاً حضور رجسٹر حاضری میں جگہ نہیں ہے یا "یہ لڑکا ابھی دوبارہ داخلہ کی فیس نہیں لایا ہے" یا "اس کا سارٹیفکٹ ابھی فلاں مدرسہ سے نہیں آیا ہے" لیکن اگر ڈپٹی صاحب نہیں آئے تو پھر کیا ہے ڈنڈا چوتھ کے وقت پنڈت جی کا حق اور اس کے بعد مدرسہ کی فیس دی گئی تو داخل کر لیا ورنہ نکال باہر کیا چونکہ لڑکے کا نام مدرسہ میں درج نہیں ہے اس لئے حکام اس کو پکڑ نہیں سکتے[1] پنجم۔ کبھی مریض لڑکے کو داخل کر لیتے ہیں۔ یہ نامناسب ہے بیمار بچہ سے دماغی محنت لینا اس کی جان کو خطرہ میں ڈالنا ہے اس کے علاوہ کوڑھ۔ خارش۔ چیچک۔ آنکھوں کی بیماری وغیرہ سے پاس بیٹھنے والے لڑکے بھی بیمار ہو جاتے ہیں اس لئے ایسے مریض کو مدرسہ میں نہ آنے دینا چاہئے۔

ششم۔ مارچ کے مہینے میں پنڈت جی مدرسہ کی تعداد طلبا بڑھانے کی خاص کوشش کرتے ہیں اور آس پاس کے دیہات میں دوڑ کر لڑکے جمع کرتے اور رجسٹر میں نام درج کرتے رہتے ہیں لیکن یکم اپریل سے طلبار کا خارجہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سالانہ کاغذات نقشہ جات میں پنڈت جی کو اپنی کاغذی کارگزاری دکھانے کی ضرورت ہے اور خوف رہتا ہے کہ کہیں باز پرس نہ ہو لیکن اکتیس ۳۱ مارچ کے بعد کون پوچھتا ہے اگر ڈپٹی صاحب نے بوقت معائنہ کمی تعداد کی وجہ پوچھی تو فصل کا زمانہ اس کے

---

[1] بعض مدرس آخر تاریخوں میں آنے والے لڑکوں سے فیس بھی وصول کر لیتے ہیں لیکن داخل خزانہ نہیں کرتے اور اگلے مہینہ میں فیس لیکر نام درج رجسٹر کرتے ہیں ۱۲

واسطے کافی وجہ ہے اس قسم کی فرضی کارگزاری نہ صرف ایمانداری سے بعید ہے بلکہ پنڈت جی کی انتظامی قابلیت پر بدنما دھبہ لگاتی ہی اور مدرسہ کی ترقی کو روک دیتی ہی

ساتؔ اُٹھے چھپن۔ پنڈت جی طلبا کی تاریخ پیدائش محض فرضی لکھدیتے ہیں اور رجسٹر داخلہ میں عموماً تاریخ وماہ پیدائش اور تاریخ وماہ داخلہ یکساں ملتے ہیں بعض اوقات لڑکے کا سرپرست بکرمی سمت کی تتھ اور سال بتا دیتا ہے۔ لیکن پنڈت جی اس سے انگریزی تاریخ کا اندازہ نہیں کرسکتے اس لئے اُن کی امداد کے واسطے یہاں تاریخ نکالنے کا آسان قاعدہ تحریر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ایسا قاعدہ بتانا ممکن نہیں جس سے ہمیشہ بالکل ٹھیک تاریخ معلوم ہوسکے کیونکہ بکرمی سمت میں ہر تیسرے سال لوند کا مہینہ ہوتا ہے اور چاند کے بموجب تاریخیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ بکرمی سمت عیسوی سن سے تقریباً چھپن سال آٹھ ماہ اور سات دن آگے رہتا ہی اس لئے لڑکے کی بکرمی تاریخ پیدائش سے یہ زمانہ نکال دینے پر عیسوی سن کا وقت معلوم ہوسکتا ہی اور عیسوی تاریخ میں بڑھا دینے پر بکرمی سمت کا۔ مثلاً اگر سرپرست کہتا ہی کہ "پنڈت جی سے چھورا اٹھتر کے سال کے اُترتے اساڑھ کی آٹھیں کو بھیو او[1] تو غور کیجے کہ اساڑھ چونکہ سال کا چوتھا مہینہ ہے اور سُدی پاکھ کی اشٹمی تک تئیس دن گزر گئے اس لئے سمت <u>۱۹۷۸</u> کے تین مہینے اور تئیس دن گزرنے پر یہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اس میں سے چھپن[۵۶] سال آٹھ مہینے اور سات دن گھٹا دینے سے

سمت بکرمی	۱۹۷۸	- ۳	- ۲۳
	۵۶	- ۸	- ۷
مہینہ انگریزی	۱۹۲۱	- ۷	- ۱۶

[1] یعنی یہ لڑکا اساڑھ سُدی اشٹمی سمت ۱۹۷۸ کو پیدا ہوا تھا۔

لڑکے کی تاریخ پیدائش ۱۶-۷-۱۹۲۱ (یعنی ۱۶ ر جولائی ۱۹۲۱ء) کے قریب ہونی چاہئے۔[1]
اس کے واسطے آپ گُر کے طور پر ایک دلچسپ فقرہ یعنی "سات اٹھے چھپن" یاد رکھئے اس
کا مطلب یہ ہے کہ سات روز آٹھ ماہ اور چھپن سال بکرمی سمت سے گھٹا دینے پر انگریزی
سن نکل آتا ہے اور انگریزی سن بڑھا دینے سے بکرمی سمت بن جاتا ہے۔ اگر آپ سات
دن اور آٹھ مہینہ کے بجائے پندرہ دن نو مہینہ اور چھپن برس گھٹا دیں تو تاریخ قریب
قریب زیادہ صحیح نکل سکتی ہے۔

ہندی تتھ کی انگریزی تاریخ معلوم کرنے کا طریقہ۔ ایک مصنف نے تتھ معلوم کرنے کا
نہایت آسان طریقہ دریافت کیا ہے یعنی انگریزی مہینوں کے ہر سال کے واسطے ہندسے
مقرر کر دئے ہیں۔ مقررہ ہندسے کو انگریزی تاریخ میں جمع کر دینے پر جو جواب نکلتا ہے
وہی تتھ ہے۔ اگر جواب پندرہ ہو تو پورنماشی سمجھنی چاہئے اور تیس ہو تو اماوش۔ اس کا گُر
یہ ہے "دو چار تین چار پانچ چھ سات آٹھ دس دس بارہ بارہ" آپ اس گُر کو یاد رکھئے
اور نقشہ ذیل کو بخوبی سمجھ لیجئے۔ اس نقشہ میں ابتدائی ہندسے اسی گُر کے ہیں اور ہر ہندسہ
ایک خاص مہینہ کے واسطے سلسلہ وار مقرر ہے۔ اُنیس سال تک ہر مہینہ کے مقررہ ہندسہ
میں ہر سال گیارہ بڑھا دئے جاتے ہیں اور چونکہ ہندی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اس لئے
تیس کے بعد پھر ایک سے گنتی شروع کی جاتی ہے۔ بیسویں سال گُر کے وہی ہندسے دوبارہ
کام میں لائے جاتے ہیں۔ اس حساب کی ابتدا ۱۹۲۰ء سے کی گئی ہے اور میں نے نقشہ میں

---

[1] بکرمی سمت کا نیا سال شمالی ہند میں چیت کے سُدی پاکھ سے شروع ہوتا ہے اور اگلے چیت کے بدی
پاکھ میں ختم ہوتا ہے اس لئے آپ کو اختیار ہے کہ اساڑھ سُدی اشٹمی کو تیئس دن کے بجائے صرف آٹھ دن مان
لیں۔ سات اٹھے چھپن کے حساب سے صرف انگریزی تاریخ کا اندازہ ہو جاتا ہے اور زیادہ غلطی نہیں ہونے پاتی۔

صرف تین کالم سنہ کے زیرِ عنوان دئے ہیں آپ چوتھا کالم جو سنہ ۱۹۶۱ء سے شروع ہوگا اگلے ۱۹ سال تک خود لکھ سکتے ہیں اس کے بعد پانچواں کالم سنہ ۱۹۷۹ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۹۹۷ء پر ختم ہوگا۔ حساب کو آسانی سے سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دسمبر کے ہندسہ کے بعد اگلا ہندسہ جنوری کا ہوتا ہی یعنی اگر دسمبر کا ہندسہ ۵ ہے تو اگلی جنوری کا ۶ ہوگا وعلیٰ ہذا

اگر آپ بدی یا سدی تتھ کو مہینہ کے ہندسہ سے گھٹا دیں تو انگریزی تاریخ معلوم ہو سکتی ہی مثلاً اگر سدی کی اشٹمی کو دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء کی تاریخ معلوم کرنی ہی تو اشٹمی کے ہندسہ ۸ سے دسمبر کا ہندسہ یعنی ۵ گھٹانے پر ۳ باقی رہتا ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ اُس روز دسمبر کی تیسری تاریخ ہی۔ اگر مہینہ کا ہندسہ تتھ کے عدد سے بڑا ہو تو تتھ میں ۳۰ بڑھا کر مہینہ کے عدد سے تفریق کیجئے اس نقشہ سے تتھ معلوم کرنے پر شاذ و نادر ایک دن کا فرق ہو جاتا ہے[1]

---

[1] تین سنئے اکیس ۔ ہجری سنہ کے اندازہ کے واسطے تین سنئے اکیس کا گر کچھ مدد دے سکتا ہی کیونکہ یہ عیسوی سنہ سے (چھ سو) اکیس سال سات مہینہ اور تقریباً تین دن بعد یعنی ۳ (یا ۱۶) جولائی سنہ ۶۲۲ء کو شروع ہوا تھا۔ اس لئے عیسوی سنہ سے یہ مدت کم کیجئے اور چونکہ ہجری سنہ ماہ کبیسہ نہ ہونے کے باعث ہر سال دس دن (یا ہر صدی میں تین سال) چھوٹا ہو جاتا ہی اس لئے حاصل تفریق کی صدیوں کے تین گنے سال اور اکائی اور دہائی کے دس گنے دن اس میں شامل کرنے سے ہجری تاریخ و مہینہ کا تقریباً اندازہ ہو سکتا ہی مثلاً ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء کو ہجری سنہ وغیرہ دریافت کرنا ہے۔ اس لئے

	سال	مہینہ	دن
تاریخ عیسوی سے	۱۹۳۵	۱۱	۳۰
گھٹائے	۶۲۱	۷	۳
باقی رہے	۱۳۱۴	۴	۲۷

اس میں تیرہ صدی کا تگنا یعنی ۳۹ سال اور ۱۴ کا دس گنا یعنی ۱۴۰ دن (چار ماہ دس دن) جمع کئے تو

	سال	مہینہ	دن
	۳۹	۴	۱۰
جواب ہوا	۱۳۵۳	۹	۷

یہ ۱۳۵۳ برس ہیں سنہ نہیں اور چونکہ نو مہینہ زیادہ ہیں اس لئے سنہ ۱۳۵۴ ہجری ہوا۔ نواں مہینہ رمضان ہے اس لئے ۷ رمضان سنہ ۱۳۵۴ ہجری اندازاً تاریخ ہوئی جو اصلی تاریخ ۳ رمضان کے بہت قریب ہے۔ یہاں بکرمی حساب کے خلاف سال کی تعداد نکلتی ہے اس لئے جواب میں مہینہ یا دن بھی ہو تو سنہ

ہندی تتھ کا نقشہ

سنہ ۱۹۰۳ء لغایت سنہ ۱۹۵۹ء وغیرہ			مختلف مہینوں کے ہندسے											
			جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
سنہ ۱۹۰۳	سنہ ۱۹۲۲	سنہ ۱۹۴۱	۲	۴	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۱۰	۱۰	۱۲	۱۲
سنہ ۱۹۰۴	سنہ ۱۹۲۳	سنہ ۱۹۴۲	۱۳	۱۵	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۱	۲۱	۲۳	۲۳
سنہ ۱۹۰۵	سنہ ۱۹۲۴	سنہ ۱۹۴۳	۲۴	۲۶	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲	۲	۴	۴
سنہ ۱۹۰۶	سنہ ۱۹۲۵	سنہ ۱۹۴۴	۵	۷	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۳	۱۳	۱۵	۱۵
سنہ ۱۹۰۷	سنہ ۱۹۲۶	سنہ ۱۹۴۵	۱۶	۱۸	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۴	۲۴	۲۶	۲۶
سنہ ۱۹۰۸	سنہ ۱۹۲۷	سنہ ۱۹۴۶	۲۷	۲۹	۲۸	۲۹	۳۰	۱	۲	۳	۵	۵	۷	۷
سنہ ۱۹۰۹	سنہ ۱۹۲۸	سنہ ۱۹۴۷	۸	۱۰	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۶	۱۶	۱۸	۱۸
سنہ ۱۹۱۰	سنہ ۱۹۲۹	سنہ ۱۹۴۸	۱۹	۲۱	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۷	۲۷	۲۹	۲۹
سنہ ۱۹۱۱	سنہ ۱۹۳۰	سنہ ۱۹۴۹	۳۰	۲	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۸	۸	۱۰	۱۰
سنہ ۱۹۱۲	سنہ ۱۹۳۱	سنہ ۱۹۵۰	۱۱	۱۳	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۹	۱۹	۲۱	۲۱
سنہ ۱۹۱۳	سنہ ۱۹۳۲	سنہ ۱۹۵۱	۲۲	۲۴	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۳۰	۳۰	۲	۲
سنہ ۱۹۱۴	سنہ ۱۹۳۳	سنہ ۱۹۵۲	۳	۵	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۱	۱۱	۱۳	۱۳
سنہ ۱۹۱۵	سنہ ۱۹۳۴	سنہ ۱۹۵۳	۱۴	۱۶	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۲	۲۲	۲۴	۲۴
سنہ ۱۹۱۶	سنہ ۱۹۳۵	سنہ ۱۹۵۴	۲۵	۲۷	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۱	۳	۳	۵	۵
سنہ ۱۹۱۷	سنہ ۱۹۳۶	سنہ ۱۹۵۵	۶	۸	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۴	۱۴	۱۶	۱۶
سنہ ۱۹۱۸	سنہ ۱۹۳۷	سنہ ۱۹۵۶	۱۷	۱۹	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۵	۲۵	۲۷	۲۷
سنہ ۱۹۱۹	سنہ ۱۹۳۸	سنہ ۱۹۵۷	۲۸	۳۰	۲۹	۳۰	۱	۲	۳	۴	۶	۶	۸	۸
سنہ ۱۹۲۰	سنہ ۱۹۳۹	سنہ ۱۹۵۸	۹	۱۱	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۷	۱۷	۱۹	۱۹
سنہ ۱۹۲۱	سنہ ۱۹۴۰	سنہ ۱۹۵۹	۲۰	۲۲	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۸	۲۸	۳۰	۳۰

یادداشت و ہدایات

(۱) مہینہ کا ہندسہ اور تاریخ جمع کر دینے پر تتھ معلوم ہو جاتی ہے مثلاً ۲ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء کی تتھ معلوم کرنے کے واسطے ۲ تاریخ اور مہینہ کا ہندسہ یعنی ۵ جمع کرنے پڑتے ہیں اس لئے اُس روز سپتمی ہونی چاہیئے۔ (۲) چونکہ تتھ گھٹ بڑھ جاتی ہیں اس لئے اس حساب میں ایک دن کا فرق ممکن ہے۔ (۳) اگر جواب میں پندرہ آوے تو پورنماشی ہوگی ۱۶ سے پڑوا ۱۷ سے دوج (بدی) ۱۸ سے تیج سمجھنا چاہیئے وعلیٰ ہذا۔ پندرہ سے کم جواب سُدی پاکھ بتاتا ہے اور زیادہ بدی پاکھ۔ (۴) سنہ ۱۹۵۹ء کے بعد سنہ ۱۹۶۰ء کو سنہ کے چوتھے کالم کے شروع میں لکھ کر یہی نقشہ دوبارہ کام میں لایا جا سکتا ہے چوتھا کالم سنہ ۱۹۷۸ پر ختم ہوگا اور پانچواں سنہ ۱۹۷۹ سے شروع ہوگا۔

لڑکوں کا خارجہ بوجہ بدچلنی ۔ نئے پنڈت جی کبھی کبھی لڑکے کا نام "بوجہ بدچلنی" خارج کر دیتے ہیں اور جب بدچلنی کا حال پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حضور یہ فیس نہیں لایا یا غیر حاضر رہا یا ننسال چلا گیا۔ اس صورت میں خارجہ کی اصلی وجہ لکھنی چاہئے "بدچلنی" نہیں لیکن ڈپٹی صاحب کو بعض اوقات خارجہ کی اصل وجہ کچھ اور ہی ثابت ہوتی ہے مثلاً پنڈت جی کی کسی بات پر لڑکے کے باپ سے لڑائی ہو گئی یا انہوں نے لڑکے کو مارا اور وہ اس کے بعد مدرسہ نہیں آیا یا اُن کا سیدھا (آٹا دال وغیرہ) نہیں پہنچا یا ڈنڈا چوتھ کا حق نہیں ملا وغیرہ وغیرہ لیکن ذاتی وجہ سے خواہ وہ قاعدہ کے خلاف ہو یا مطابق لڑکے کی نیک چلنی پر دھبہ لگانا ہے۔ بدچلن لڑکا مدرسہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور پنڈت جی پر فضول جوابدہی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا تو پیچھا چھٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حاضری کا وقت ۔ رجسٹر حاضری میں بھی مدرس کئی غلطیاں کرتے ہیں اوّل بعض مدرس طلباء کی حاضری ٹھیک وقت پر نہیں بھرتے یا اگر بھرتے ہیں تو لڑکوں کے نام نہیں بولتے بلکہ چپ چاپ حاضری لکھ لیتے ہیں یا اگر نام بولتے بھی ہیں تو جواب میں صرف ایک لڑکا سب کے بجائے "حاضر حاضر" کہتا رہتا ہے اور حاضری غلط ہو جاتی ہے۔ اگر مدرسہ میں دو چار فرضی لڑکوں کے نام لکھے ہیں تو بے وقت حاضری لینے میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ اگر اتفاقیہ کوئی افسر آ گیا تو حاضری نہ لینے کے باعث اُس کو فرضی لڑکوں کا پتہ نہیں لگتا صرف پنڈت جی کی بے پروائی ظاہر ہوتی ہے لیکن ایسے مدرسوں کا اصل حال آگے پیچھے ضرور معلوم ہو جاتا ہے اور اُن کو سخت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

بعض مدرس حاضری کی میزان روزانہ مقررہ وقت پر نہیں لکھتے اور غیر حاضر لڑکوں

کی حاضری کا خانہ شام تک خالی رکھتے ہیں یہ حالت انگریزی مدرسوں میں بھی دیکھی گئی ہے نئے ٹرینڈ پنڈت جی نارمل اسکول یا ٹریننگ کالج کے طرز پر بوقت حاضری لڑکوں کے نام نہیں پوچھتے بلکہ نمبر شمار کہتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ایک کے بجائے دوسرا لڑکا حاضری بول اُٹھتا ہے اور دریافت کرنے پر کہنے لگتا ہے کہ "پنڈت جی موسے آپنو نمبر مائت نان نے" (مجھے اپنا نمبر معلوم نہیں ہے) اس طرح مدرسہ کی حاضری بے وجہ غلط ہو جاتی ہے۔

میزان کا اوسط اور اوسط کی میزان (دوم) خانہ اوسط میں اکثر مدرس میزان کا اوسط نہیں لکھتے۔ صرف درجہ وار اوسط نکال کر خیال کرتے ہیں کہ اوسط کی میزان اور میزان کا اوسط ایک ہی ہوں گے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ درجہ وار اوسط حاضری علیحدہ علیحدہ نکالنے پر کسر کا خیال نہیں کیا جاتا یعنی نصف سے کم کسر چھوڑ دی جاتی ہے اور نصف سے زیادہ کسر کے بجائے پورا ایک ہندسہ لے لیا جاتا ہے اب اگر درجہ چہارم تک ہر درجہ میں کسر کا ایک بٹے تین چھوڑ دیا گیا تو چھ درجوں کی میزان کے اوسط میں دو بڑھ جاتے ہیں اس لئے میزان کا اوسط باحتیاط لکھنا چاہیے۔

فیس کی رسید۔ (سوم) فیس کی رسید سررشتہ یا تحصیل یا ڈاکخانہ سے حسب قاعدہ حاصل کرکے رجسٹر حاضری میں چپکانی چاہیے مگر بعض مدرس اپنے ذاتی نام سے منی آرڈر بھیج دیتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ اُن کے تبادلہ یا رخصت پر فیس کی رسید اُن کی تلاش میں جا بجا ڈاکخانوں میں ماری پھرتی ہے اور حساب غیر مکمل پڑا رہتا ہے۔

پُرانے لڑکے۔ (چہارم) درجہ الف اور ب میں لڑکوں کے رُکے رہنے کے باعث مدرسہ کی ترقی رُک جاتی ہے۔ چونکہ ان درجوں میں طلبا کے سبق مختلف ہوتے ہیں اس لئے معائنہ کے وقت ان کی تعلیم پر خاص لحاظ کیا جاتا ہے لیکن لڑکوں کی

تعلیمی حالت کا بہت کچھ اندازہ رجسٹر حاضری سے بھی ہو سکتا ہے اُس میں درجہ الف
کے طلباء کے نام رجسٹر داخلہ کے بموجب سلسلہ وار لکھے ہوتے ہیں اس لئے ظاہر ہے
کہ جو نام شروع میں لکھے ہیں وہ پرانے لڑکوں کے ہیں لیکن یہ دقت ہے کہ رجسٹر
داخلہ کو دیکھے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا کہ فلاں لڑکا کتنے عرصہ سے پڑھتا ہے اور تاریخ کی
تلاش میں وقت بہت صرف ہوتا ہے اس لئے اگر ڈپٹی صاحب کو اُسی روز دوسرا
مدرسہ بھی دیکھنا ہوا تو زیادہ غور کا موقع نہیں ملتا۔ اس ضرورت کو رفع کرنے اور
جانچ میں آسانی کی غرض سے بعض اوقات ڈپٹی صاحب سب لڑکوں کے درجہ
میں آنے کی تاریخ رجسٹر حاضری میں ہمیشہ درج کر دینے کا حکم دیتے ہیں اور پنڈت جی
کی سہولت کے لحاظ سے ہدایت کر دیتے ہیں کہ اگر کئی لڑکوں نے ایک ہی تاریخ میں
ترقی پائی ہو اور رجسٹر حاضری میں اُن کے نام ایک ہی سلسلہ میں درج ہیں تو حاشیہ
پر درجہ وار بریکٹ لگا کر درجہ میں آنے کی تاریخ ہر درجہ کے مقابل صرف ایک جگہ درج
کر دی جائے۔ ہر لڑکے کے نام کے سامنے تاریخ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن بعض اوقات
پنڈت جی کا مطلب کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ڈپٹی صاحب کو لڑکوں
کے عرصہ تک پڑے رہنے کا حال معلوم نہ ہو اس لئے اپنی کارگزاری دکھانے کے
لئے یہ حکم پاتے ہی دوسرا نہایت خاموش طریقہ اختیار کرتے ہیں یعنی (۱) خواہ لڑکے
کا نام خارج کر کے اگلے مہینے میں دوبارہ داخل کر لیتے ہیں اور ماں باپ سے کسی
نہ کسی طرح فیس دوبارہ داخلہ بھی وصول کر لیتے ہیں اور اگر وصول نہ ہوئی تو اپنے
پاس سے بھگت دیتے ہیں اس سے درجہ میں آنے کی تاریخ بدل جاتی ہے اور وہ لڑکا
پرانا نہیں رہتا۔ (۲) یا درجہ الف میں ایک مدت تک نام داخل کیے بغیر لڑکے

کو پڑھاتے رہتے ہیں اور جب اس کی لیاقت درست ہو جاتی ہے اس وقت درج کرتے ہیں لیکن ڈپٹی صاحب کو معائنہ کے وقت اس کا پتہ ضرور لگجاتا ہے اور پنڈت جی سے جواب نہیں بن پڑتا۔ مدرسوں کو اس طرح چال کرنے اور آئندہ کے واسطے بے اعتباری پیدا کر کے ترقی یا انعام سے محروم رہنے سے بہتر یہ ہے کہ محنت کر کے عمدہ کارگزاری دکھاویں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک بار شبہ پیدا ہو جانے پر آئندہ سچی بات کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ گو اس میں شک نہیں کہ بعض لڑکے خود نام خارج کرا کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ داخل ہو جاتے ہیں اور آپ کو مجبوراً نام درج کرنا پڑتا ہے اور آپ ڈپٹی صاحب سے بہ وقت معائنہ کہتے ہیں کہ حضور تحقیقات کر لیجئے لیکن کیا آپ امید کر سکتے ہیں کہ ڈپٹی صاحب اپنا سب کام چھوڑ کر ہر لڑکے کی تحقیقات کے لئے گانوں گانوں گھومتے پھریں گے۔ وہ سرکاری کام ہی کے باعث نہایت عدیم الفرصت ہیں اس لئے ان کو شبہ کا موقع نہ دیجئے اور اطمینان رکھئے کہ سچ بات کسی طرح چھپ نہیں سکتی۔

آپ ہی بتلائیے۔ اس پر پنڈت جی کہتے ہیں کہ "آپ ہی بتائیے کہ کس طرح شبہ کا موقع پیدا نہ ہو" اس لئے یہاں ایک طریقہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ ہر لڑکے کا وہی نمبر اصلی سمجھیے جس پر وہ پہلی مرتبہ درجہ میں آیا ہے۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا نمبر ۱۰۱ پر ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء کو درجہ الف میں داخل ہوا اور کچھ روز بعد خارج ہو کر یکم مارچ ۱۹۲۹ء کو اسی درجہ میں نمبر ۲۲۲ پر دوبارہ داخل کیا گیا اس کے بعد اس نے پھر نام خارج کرایا اور ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء کو نمبر ۳۰۰ پر اسی درجہ میں تیسری بار داخل کیا گیا تو رجسٹر حاضری میں اس کا نمبر $\frac{300}{101}$ لکھئے اور درجہ میں آنے کی تاریخ خواہ صرف ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء (۱۳-۱-۲۸) یا $\frac{15-12-1929}{13-1-1928}$ درج کیجئے۔

لیکن جب وہ درجہ چڑھا دیا جاوے تو اُس کے درجہ میں آنے کی تاریخ بدل جائے گی اور نمبر داخلہ صرف ۳۰۰ لکھا جائے گا۔ ہاں اگر اُس درجہ سے بھی خارج ہو کر پھر دوبارہ داخل ہو تو اُس کا موجودہ نمبر اور نیچے بٹے کا نشان دیکر جس طرح پہلے لکھا تھا پُرانا نمبر (۳۰۰) لکھا ہوگا اور تاریخ ترقی وہی لکھی جائے گی جب وہ پہلے درجہ چڑھا تھا۔ اس طرح آپ کے خارجہ اور دوبارہ داخلہ کی کارروائی پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لڑکوں کو ایک یا دو سال تیار کر کے درجہ ۲ الف یا ب میں داخل کرنے کے بجائے شروع ہی میں داخل کریں لیجئے افسر طلباء کی تعداد کی زیادتی اور آپ کی جانفشانی اور کارگزاری کا ضرور خیال کریں گے۔ آپ خود غور کیجئے کہ کارگزاری اس بات سے زیادہ ثابت ہو سکتی ہے کہ آپ تنہا باقاعدہ تیس لڑکوں کو تعلیم دیں یا اس سے کہ دس لڑکوں کو چوری سے تعلیم دیں اور مدرسہ میں صرف بیس لڑکوں کو پڑھانا ظاہر کریں۔ محنت دونوں حالت میں یکساں ہے لیکن ایک سے کارگزاری اور دوسری سے چالاکی ظاہر ہوتی ہے۔

درجہ الف کی تعلیم کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ افسر اور نائب مدرس تھوڑے تھوڑے لڑکے باہم تقسیم کر لیں۔ اس طرح سب ماسٹروں کے پاس کام برابر ہو جاوے گا اور نہ صرف ہر مدرس کو خاص دلچسپی پیدا ہو گی بلکہ تمام درجہ کی لیاقت بہت جلد درست ہو جائے گی۔

اگر آپ نقشہ ماہوار کی خانہ کیفیت میں دو لفظ اس بارہ میں بھی تحریر کر دیا کریں کہ درجہ الف میں چھ ماہ سے زیادہ کے لڑکے اس قدر ہیں اور اُن میں اس قدر کو ترقی دی گئی تو آپ کا کام بہت زیادہ صاف ہو جائے گا۔

فیس سے معاف۔ (پنجم) رجسٹر حاضری میں طلباء کی فیس کی معافی بھی درج

ہوتی ہے مگر معافی فیس کے حقدار صرف غریب اور ذہین لڑکے ہونے چاہئیں میں نے
دیکھا ہے کہ امیر والدین بھی بعض اوقات اپنے لڑکوں کی فیس معاف کرا لیتے ہیں بلکہ
اس بارہ میں بہت دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ کسی طرح لڑکا معاف ہو جائے۔ ایک
مدرسہ میں پنڈت جی نے قصبہ کے ایک رئیس کی خاطر اُن کے لڑکے کی فیس معاف
کر دی فیس کیا تھی؟ صرف ایک پیسہ ماہوار! اس کے کچھ عرصہ بعد جوائنٹ مجسٹریٹ
صاحب نے مدرسہ کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا لڑکا ہے اِس پر انہوں نے
رئیس صاحب کو مدرسہ میں بلا کر بہت شرم دلائی اور فہرست معافی داران سے
لڑکے کا نام خارج کرا دیا۔ رئیس صاحب کو اُس وقت صرف یہی کہتے بنا کہ حضور مجھکو
کچھ خبر نہیں ہے ماسٹر صاحب نے خود ہی معاف کر دیا ہوگا۔ اِس پر پنڈت جی کو پیچھا
چھڑانا مشکل ہو گیا۔

سارٹیفکٹ کے خانے۔ سارٹیفکٹ کی کتاب کی خانہ پُری رجسٹر داخلہ کے
بموجب ہونی چاہیئے تاکہ دوسرے مدرسہ میں بوقت داخلہ آسانی ہو۔ لڑکے کی تاریخ
پیدائش ولدیت قومیت اور سکونت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ زبان کا خانہ بعض
اوقات سارٹیفکٹ میں نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے بجائے دوسرا خانہ موجود ہے یعنی
"دیگر کیفیت اگر ضروری ہو" اس خانہ میں آپ لڑکے کی زبان اور معافی فیس کا حال
اور رجسٹر داخلہ کی باقی ضروری کیفیت لکھ دیا کیجئے۔ بعض ٹرینڈ مدرس کہدیتے ہیں کہ
"حضور جو خانے موجود ہیں اُن کو میں نے بھر دیا باقی خانہ ہی نہیں میں کیا کروں"
یہ غلطی ہے اور اس سے فضول خط و کتابت بڑھ جاتی ہے۔

اسباب اور فہرست اسباب۔ پنڈت جی مدرسہ کی نئی فہرست اسباب تیار کرنے پر

چکر میں پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "حضور پرانی فہرست میں اسباب کی تعداد کا خانہ
تھا مگر اس میں یہ خانہ کہیں نہیں ہے۔ میرے یہاں دس رجسٹر حاضری رکھے ہیں چھ
ٹاٹ دو رجسٹر داخلہ ایک نیا ایک پرانا تین تختہ سیاہ اور تین پوسٹر ہیں۔ میں تعداد
لکھے بغیر رجسٹر کیسے بھر سکتا ہوں۔ نہ معلوم رجسٹر غلط چھپوا کر کیوں بھیج دیا ہے جس میں
تعداد کا خانہ ہی نہیں ہے، اور دیکھئے اس میں لکھا ہے کہ سامان[١] کی غرض کیا ہے
اور حوالہ[٢] کاغذات سابقہ کیا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا سر ہے نہ پیر پھر سامان[٣] کی
علیحدگی اور قیمت[٤] اور دستخط[٥] افسر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ معلوم سررشتہ سے ایسے
اوٹ پٹانگ کاغذات کیوں آمرتے ہیں۔ نوکری بھی بری چیز ہے۔ ہم نے تو تین
سال کا نارمل میں عہد نامہ لکھ دیا ہے ورنہ استعفا دیدیتے۔" مگر میں کہتا ہوں کہ
اس رجسٹر پر اس قدر ناراضی کی کیا ضرورت ہے پہلے ہر خانہ کا مطلب سمجھ لیجئے اس
میں نمبر سلسلہ موجود ہی اس لئے آپ کے یہاں جس قدر چیزیں یعنی رجسٹر تختہ سیاہ۔ ٹاٹ
پوسٹر وغیرہ ہیں سب کو علیحدہ علیحدہ سلسلہ وار ایک ایک نمبر پر تحریر کیجئے۔ مثلاً اگر
رجسٹر حاضری دس ہیں تو دس بار سلسلہ وار نمبر ڈال کر علیحدہ علیحدہ لکھ دیجئے یعنی ہر رجسٹر کا
نمبر علیحدہ دیجئے اور جو نمبر فہرست اسباب میں دیا ہے وہی نمبر اس رجسٹر پر بھی لکھ دیجئے
حوالہ کاغذات کے متعلق آپ خود سمجھ لیجئے کہ یہ رجسٹر آپ کی درخواست کے بموجب
ملا ہوگا یا سررشتہ سے کسی حکم کے ساتھ آیا ہوگا اسی درخواست اور حکم کا نمبر اور تاریخ
اس خانہ میں درج کیجئے اگر پرانے کاغذات کا پتہ نہ لگے تو اس خانہ میں "نامعلوم" تحریر
کر دیجئے۔ پھر جس غرض سے اسباب لیا ہے اس کو آپ خود جانتے ہیں مثلاً رجسٹر حاضری
طلباء کی حاضری کی غرض سے ہے۔ فرش ٹاٹ طلباء کے استعمال کے لئے۔ تختہ

سیاہ اور بورڈ ٹیچر تعلیم کے لئے ہیں (نہانے دھونے اور لڑکوں کو پیٹنے کے لئے نہیں) استعمالی کتب مدرس کے استعمال کے لئے ہیں (صندوق کے اندر بند رکھنے کے لئے نہیں) وہی غرض آپ رجسٹر اسباب میں لکھدیجئے تاکہ افسروں کو معلوم ہو کہ آپ اسباب کی اصلی غرض سے واقف ہیں۔ ہر نام کے مقابل آپ کے تصدیقی دستخط کی اس لئے ضرورت ہے کہ وہ چیز آپ نے سرکاری مدرسہ میں استعمال کے واسطے پائی ہے تمام اسباب ایک ہی وقت میں خارج یا نیلام نہیں ہوتا اس لئے ہر چیز کے نیلام کرنے اور قیمت وصول ہونے کی تاریخ اور تعداد روپیہ وغیرہ مناسب خانہ میں درج کرکے جس افسر نے نیلام کیا اُس کے تصدیقی دستخط کرا لیجئے تاکہ آیندہ آپ سے بازپرس نہ ہو۔

ورق اُلٹ دیا۔ معائنہ کے وقت ایک اور عجیب بات نوٹ کی گئی ہے کہ پرانے مدرسوں کی دیکھا دیکھی نئے پنڈت جی بھی ڈپٹی صاحب کے رجسٹروں کی دیکھ بھال پر نگاہ لڑاتے رہتے ہیں اور اگر ڈپٹی صاحب کو ورق اُلٹنے میں ایک سیکنڈ دیر ہوئی تو اپنے خیال میں افسر کو خوش کرنے کی غرض سے اور افسر کے خیال میں اپنی تہذیب اور قابلیت کی کمی دکھانے کو خود ہی امداد کے واسطے جھپٹ پڑتے ہیں حالانکہ رجسٹر ڈپٹی صاحب کے سامنے رکھا ہے اور وہ مدرس سے کسی قسم کی امداد نہیں چاہتے اس طرح جھپٹ کر ورق اُلٹنے کا شوق اُن مدرسوں کو خاصکر ہوتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ ڈپٹی صاحب ہم سے خوش ہیں مگر خیال رکھئے کہ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں اکثر افسروں کا خیال خراب کردیتی ہیں۔

معائنہ کا پرچہ۔ پنڈت جی کو معائنہ کا پرچہ چپکانے میں بہت دقت ہوتی ہے

گو وہ اُس کو محسوس نہ کرتے ہوں وہ اِس کی معمولی طور پر چارتہ کرکے اور اوپر کے ورق
پر گوند لگا کر کٹی کتاب میں چپکا دیتے ہیں اس لئے کتاب کو دوبارہ کھولتے وقت وہ اکثر
پھٹ جاتا ہی اور اس سے بچنے کے لئے پنڈت جی حتی المقدور پرچہ معائنہ دیکھنے سے بچتے
رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ڈپٹی یا سب ڈپٹی صاحب نے جو نقائص تحریر کئے
ہیں وہ اگلے معائنہ پر بجنسہ ملتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ پرچہ معائنہ کو اس طرح تہ
کئے بغیر ہی چپکا یا کریں۔ یہ پرچہ عموماً دو ورق کا ہوتا ہے جہاں ان دونوں ورق کی
شکن ملتی ہے وہاں گوند لگا کر اس طرح چپکا دیجئے کہ ڈپٹی صاحب کی تحریر بند نہ ہو گو کاغذ
کی چھپی ہوئی عبارت کا کچھ حصّہ مجبوراً بند کرنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر کٹی کتاب چھوٹی
ہی تو چپکانے کے بعد پرچہ کے نکلے ہوئے حصّہ کو تہ کر دیجئے بہتر تو یہ ہے کہ پرچہ معائنہ کے
مندرجہ نقائص علیحدہ نقل کرکے بوقت تعلیم ہمیشہ اپنی نگاہ کے سامنے میز پر رکھئے۔ اس طریقہ
سے تمام خرابیاں بہت آسانی سے رفع ہو جائیں گی۔

معائنہ بُک میں رائے زنی ۔ مدرسوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ مدرسہ کے تمام
رجسٹر یکساں ضروری ہیں۔ بعض رجسٹر مثلاً رجسٹر حاضری وغیرہ زیادہ استعمال ہوتے ہیں
اور بعض مثلاً معائنہ بُک وغیرہ کم۔ اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ رجسٹر حاضری نہایت
ضروری چیز ہے اور معائنہ بک نہیں۔ لیکن معائنہ بک حکام کے استعمال کے واسطے ہے
پنڈت جی کی تحریر کے واسطے نہیں ایک نئے ٹرینڈ مدرّس جوانی کے جوش میں افسروں
کے معائنہ پر اپنی رائے معائنہ بُک میں تحریر فرماتے تھے اس قسم کی رائے زنی داخل
گستاخی ہی اور مدرس کو اس پر بہت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

عرضیوں کی بھرمار ۔ نئے ٹرینڈ پنڈت جی لمبی چوڑی تحریر کے بہت شوقین

ہوتے ہیں اور مطالعہ کے وقت لمبے لمبے نوٹ کی لکھائی ہیں، تعلیم کے وقت تختہ سیاہ
کی تحریر میں اور فرصت کے وقت عرضیوں کی بھرمار میں برابر مشغول رہتے ہیں لیکن
جو مدرس لمبی چوڑی عرضیاں لکھکر افسروں کو بار بار پریشان کیا کرتے ہیں وہ لائق
نہیں سمجھے جاتے۔ آپ خود سوچئے کہ اگر کوئی طالب علم آپ سے ہر دم شکایت یا بست درخوا
کرتا رہے تو آپ دق ہوں گے یا نہیں۔ بالکل یہی حالت اپنے افسروں کی سمجھئے اگر آپ
پر ایک مدرسہ کی جوابدہی ہے تو اُن پر سینکڑوں کی اس لئے اُن کو فرصت کہاں ہے کہ ہر دم
آپ ہی کی لمبی چوڑی عرضیاں پڑھتے اور جواب لکھتے رہیں۔ جو کام آپ خود کرسکتے ہیں
اس کے واسطے دوسروں سے بار بار مدد مانگنا اپنی نا قابلیت ظاہر کرتا ہے۔ فضول
گوئی۔ فضول تحریر طلباء کو فضول مارپیٹ بلکہ فضول تعلیم بھی بُری چیزیں ہیں اس لئے صرف
اُس وقت عرضی لکھئے جب آپ بالکل مجبور ہوں۔

ایک نئی شکایت ۔ امدادی مدرسوں میں نئے پنڈت جی کو ایک نئی شکایت
پیدا ہو جاتی ہے انہوں نے کہیں سُن لیا ہے کہ قاعدہ کی بموجب جس قدر امداد سرکار
سے ملتی ہے اُسی قدر گانوں والوں سے بھی ملنی چاہیئے اس لئے ڈپٹی صاحب کے معائنہ
پر وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ گانوں والے اُن کو امداد نہیں دیتے بلکہ بعض اوقات سررشتہ کو
اسی شکایت کی عرضیاں بھیجدیتے ہیں۔ دو چار مدرس ایسے بھی ملے جو تحصیلدار صاحب
کی عدالت میں نالش کے واسطے جا پہنچے۔ ایسے مدرسوں کو سوچنا چاہیئے کہ اُن کو دیہات والوں
سے آٹا دال نمک وغیرہ روزانہ ملتا ہے لڑکے کے داخلہ کے وقت پٹی پجائی کا حق ملتا ہے۔
بھادوں کے مہینہ میں ڈنڈا چوتھ پر اور شادی وغیرہ میں کچھ نقد روپیہ اور بعض اوقات کپڑے
بھی ملجاتے ہیں یہ سب چیزیں امداد میں شامل نہیں تو کیا ہیں؟ آپ خود ان کو بازار سے

خریدتے تو قیمت ضرور دینی پڑتی پھر اگر گانوں والوں نے نقد تنخواہ کے بجائے یہ چیزیں دیدیں تو کیا گناہ کیا اور آپ کیوں ان کو امداد میں شامل نہیں کرتے؟ آپ خود جانتے ہیں کہ دیہات میں پیسہ کے بجائے زیادہ تر چیزوں ہی کے ذریعہ سے خریداری ہوتی ہے اس لئے اگر آپ کو شادی پٹی بجائی اور ڈنڈا چوتھ کے موقع پر سیدھے وغیرہ کی شکل میں سال بھر کے اندر سَو روپیہ کا مال مل گیا تو یقیناً دیہات والوں نے آٹھ روپیہ ماہوار سے زیادہ امداد دی اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی دیں تو یہ اُن کی مہربانی ہے اس لئے آپ کو اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے نہ کہ شکائت۔

عدالت کا چکر۔ شروع ملازمت میں نئے پنڈت جی کو قاعدہ قانون کا بہت خیال رہتا ہے اس لئے اگر کوئی گانوں والا بوقت تعلیم مدرسہ میں آجاتا ہے تو اُس کو جھڑک دیتے ہیں کہ "سرکاری عمارت کے اندر سے فوراً چلے جاؤ تم کو یہاں آکر ہمارے کام میں ہرج کرنے کا کیا اختیار ہے"۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب اُن کا مزاج سہولت پر آجاتا ہے اور گانوں میں آنا جانا شروع ہوتا ہے تو اپنی آمدنی بڑھانے کی سوجھتی ہے قانون داں ہونے کے باعث وہ آمدنی کی ایسی صورتیں نکالتے ہیں کہ اُن پر اعتراض نہ ہو سکے اس لئے دستاویز لکھنے اور گواہی دینے کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس سے ایک دوسری خرابی پیدا ہوتی ہے یعنی جب دستاویز کی نالشیں ہوتی ہیں تو پنڈت جی عدالت میں شہادت کے لئے بار بار طلب کئے جاتے ہیں جس سے تعلیم کا ہرج ہوتا ہے اور افسر ناراض ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر پنڈت جی نے بوقت شہادت عدالت میں کچھ کا کچھ کہدیا تو خود چکر میں پڑجاتے ہیں۔ بعض مدرس دستاویز لکھنے کے بجائے خود لین دین شروع کر دیتے ہیں اس کا بھی یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

بیشک تعلیم کا شوق پیدا کرنا آپ کا فرض ہے لیکن یہ شوق پھٹکارنے سے کبھی
پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے قصبہ کے لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے لیکن
اُن کے باہمی مقدمات سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ آپ کے لئے سب برابر ہیں
کسی ایک کی طرف ہو کر دوسرے کے خلاف گواہی دنیا خود دشمن پیدا کرنا اور آفت
میں پڑنا ہے۔ دیہات والوں سے خود لین دین کرنے پر لڑائی کی بنیاد پیدا ہو جاتی ہے
پنڈت پڑو بھلو لے کھوب پڑھاتے۔ آپ کو گانوں والوں سے عموماً اور بچوں
کے والدین سے خصوصاً بہت محبّت سے پیش آنا چاہئے کیونکہ اگر ایک لڑکے کے
باپ نے آپ کی خوش اخلاقی کی تعریف کی تو باقی لڑکوں کے والدین بھی ہاں
میں ہاں ملا کر کہنے لگتے ہیں کہ "ہم تو سانچی کہتیں پنڈت پڑو بھلو لے کھوب پڑھاتے"[1]
اگر والدین خوش ہو گئے اور آپ نے لڑکے کو کسی وقت سزا دی تو بھی وہ ناراض
نہ ہوں گے۔ کسی شخص کا قول ہے کہ مدرّس کو دو قسم کے والدین بہت تکلیف دیتے
ہیں اوّل امیر دوم اکڑباز مگر یہ لوگ جس وقت آپ کی نیک نیّتی کی جانچ کر لیتے ہیں
تو غلام بن جاتے ہیں۔ چونکہ نئے مدرس کا مزاج پہچاننے میں اُن کو دیر لگتی ہے اس
لئے جہاں تک ممکن ہو والدین سے بہ محبت پیش آئیے مثلاً (۱) اگر مدرسہ بند ہونیوالا
ہے اور کسی لڑکے کو اُس کا باپ بلانے آیا تو اُس کی ضرورت کا لحاظ کر کے لڑکے کو
جانے کی اجازت دیدیجئے والد احسانمند ہو جائے گا۔ (۲) لڑکے کو سزا فوراً نہ دیجئے بلکہ
اگر دوسرے دن سزا دیں تو بہتر ہے اُس وقت تک آپ کا غصہ کم ہو جائے گا اور
لڑکے کو بھی اپنا قصور یاد رہے گا۔ اس لئے سزا کم اور اثر زیادہ ہوگا۔ یہ نہایت ضروری

---

[1] ہم تو سچ کہتے ہیں کہ پنڈت بڑا نیک ہے خوب پڑھاتا ہے۔

ہے۔ (۳) بچہ کو جھڑکارنا اور دھمکانا اچھا نہیں لڑکے اس کی فوراً نقل کرنے لگتے ہیں
بعض اوقات پنڈت جی شبہ میں پڑجاتے ہیں کہ لڑکے کی فلاں حرکت پر کیا
انتظام کرنا چاہئے اُس وقت اپنے دل میں خود سوال کیجئے کہ اگر میں نے فلاں
انتظام کیا تو اس کے والدین کیا خیال کریں گے۔ اگر لڑکے کو سزا دینے کی وجہ
معقول نہ ہو تو چھوڑ دیجئے مدرسہ سے نکالنے کی سزا اُس وقت دیجئے جب آپ کو اطمینان
ہو کہ اس سے لڑکے کو تنبیہ ہوگی اور آیندہ کبھی ایسا قصور نہ کرے گا ورنہ ہرگز نہیں
چونکہ مدرس خود دیہات میں بدشوقی کی شکایت کیا کرتے ہیں اس لئے لڑکے کو
مدرسہ سے نکالنا کبھی مفید نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا بلکہ افسر مدرس کی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔

عیب دار لڑکا۔ اگر کوئی لڑکا بہت تنگ کرے تو سمجھئے کہ یہ حالت اُس کی
جسمانی کمزوری یا عیب کے باعث ہے[1] کمزور آدمی کو غصّہ بہت آتا ہے اس صورت
میں لڑکے کے باپ سے ملکر مناسب رائے قائم کرنا چاہئے۔

مغرور اور معزز والدین۔ مغرور اور معزز والدین کے ساتھ برتاؤ میں بہت
لیاقت کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ مدرس کو بہت چھوٹا آدمی خیال کرتے ہیں اور خود
کو بہت معزز سمجھتے ہیں۔ ایسے اشخاص پر ناراضی کا اظہار کرنا ٹھیک نہیں اُن کے
لڑکوں سے بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ بعض مدرس کہدیتے ہیں کہ
"میں پرواہ نہیں کرتا کہ تم فلاں رئیس کے لڑکے ہو" ایسے الفاظ کے بجائے تحمل اور
محبت سے کام لیجئے منصفانہ برتاؤ کیجئے اور خوف نہ کھائیے لیکن اپنے کام کو سمجھ بوجھکر
کیجئے۔ آپ کا ہنس مکھ چہرہ سب کام ٹھیک کردے گا کیونکہ اکثر بازشخص بھی محبت کی

---

[1] دیکھئے لنڈین ٹیچرز گائڈ۔

قدر کرتا ہے۔ والدین مدرس کے کام کا زیادہ تر اس بات سے اندازہ کرتے ہیں کہ اُس نے لڑکے کی بہتری کے لئے کیا کیا۔ مدرس کا سخت برتاؤ بہت سی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ والدین اور اُستاد میں یکجیائی نہ ہونے سے لڑکوں کو بہت نقصان ہوتا ہے لیکن والدین کو اس کا حال معلوم نہیں ہوتا اس لئے اگر یہ بات اُن کو سمجھا دی جائے تو وہ دوست بنجاتے ہیں لڑکوں کے والدین سے دوستی رکھنے میں مدرس ہی کی بھلائی ہے۔

خیال رکھئے کہ ایسے والدین بہ کثرت ہیں جو خود نقصان اُٹھا کر لڑکوں کو مدرسہ بھیجتے ہیں کسی کو کھیت کے واسطے مزدور نوکر رکھنا پڑتا ہے کوئی بازار (ہاٹ) کے روز دوکان پر بیٹھنے کے لئے لڑکے کے بجائے دوسرا مددگار تلاش کرتا ہے کسی کو اپنے گھر کے کام میں سخت دقت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ والدین کے نقصان کا بدل عمدہ تعلیم و تربیت سے کریں تاکہ اُن کو لڑکے کی علیحدگی گراں نہ ہو اور وہ مدرسہ چھوڑنے پر اپنا کام بخوبی کر سکے۔

حضور اس وقت تو معاف کر ہی دیجئے۔ غریب والدین کی امداد اور قابل لڑکوں کو ہمت دلانے کے واسطے سرکار نے اونچے درجوں میں چند وظیفے بھی مقرر کر دیئے ہیں جو لائق لڑکوں کو دئے جاتے ہیں لیکن بعض ظالم مدرس لڑکوں سے دستخط کرا کے وظیفہ کا روپیہ خود چھین لیتے ہیں۔ والدین محض اس خوف سے کہ لڑکے کو دوسرے مدرسہ میں بھیجنے پر ان کا بہت خرچ ہوگا یہ ظلم برداشت کرتے ہیں۔ لیکن مدرسہ چھوڑنے پر مدرس کی بدنامی سے باز نہیں آتے۔ مدرس خود یہ خیال کرکے کہ اس بات کی خبر حکام تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر پہنچی بھی تو کوئی ثبوت نہ ملے گا مطلق پرواہ نہیں کرتے لیکن حکام موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب اس چالاکی کا اطمینان ہو جاتا ہے

تو مدرس کا خواہ تنزل کر دیتے ہیں یا ایسی دور جگہ تبادلہ کر دیتے ہیں جہاں آمدنی کی صورت نہیں رہتی اُس وقت پنڈت جی خوشامد کرتے پھرتے ہیں کہ کسی طرح تبادلہ نہ ہو کوئی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبروں کے پاس دوڑا جاتا ہے کوئی ڈپٹی اور سب ڈپٹی صاحبان کی خوشامد کرتا ہے کہ "سرکار میرا تبادلہ اس وقت تو کسی طرح رُکوا ہی دیجئے نہیں تو میری بات جاتی رہے گی اور بڑی ذلت ہوگی اس کے بعد حضور کو اختیار ہے چاہے سَو کوس بھیجدیں مگر اس وقت تو قصور معاف کر ہی دیجئے"۔

رشوت خوار اور ایماندار مدرس۔ اسی طرح بعض مدرس لڑکوں سے ہر مہینہ دُگنی چوگنی فیس وصول کر لیتے ہیں اور مقررہ فیس خزانہ میں جمع کر کے باقی خود ہضم کرنا چاہتے ہیں اس کا بھی یہی نتیجہ ہوتا ہے اور اگر مدرس کی چالاکی کا کافی ثبوت مل گیا تو اُس پر مقدمہ قائم ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بعض مدرسوں کی تنخواہ میں ترقی ہو جانے پر اُن کے لالچ میں بھی ترقی ہو گئی ہے یعنی اگر پہلے وہ والدین سے دو آنہ ملنے کی اُمید کرتے تھے تو اب ایک روپیہ چاہتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ "اب تنخواہ بڑھ جانے پر ہماری عزت بھی بڑھ گئی اب ہم اہلکار ہیں اور ایسے ذلیل نہیں کہ دو آنہ قبول کر لیں" لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک روپیہ مانگنا بھی اسی قدر قابل اعتراض اور ذلیل کام ہے جس قدر دو آنہ مانگنا۔ دونوں رشوت ہیں جس کی قانونی سزا جیل خانہ ہے اس لئے آپ کو چاہئے کہ ان امور سے پرہیز کریں اور والدین پر تعلیم کا بار نہ ڈالیں۔ ایماندار مدرس کو ضرور ترقی ملتی ہے اور اُس کی بہت عزت ہوتی ہے۔

مدرسہ میں ڈنڈے بازی۔ لڑکوں کو ذلیل کرنا یا اُن کو بیوقوف بنانا بہت

مضرت۔ چونکہ نیا طریقہ تعلیم محبت پر مبنی ہے اس لئے مدرس کے ہر کام سے محبت ٹپکنی چاہیے
اس سے طلبا خود تعریف کرنے لگیں گے لیکن ہنسی اڑانے سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ڈنڈے
بازی سے ناراضی بڑھ جاتی ہے بعض مدرس مڈل درجہ کے لڑکوں کو بھی مار پیٹ کرتے ہیں
یہ نہایت فضول اور نامناسب ہے۔ فضول اس لئے کہ اونچے درجہ کے طلباء اپنا نفع
اور نقصان خود سمجھتے ہیں اور نامناسب اس وجہ سے کہ پٹنے سے اُن کو سخت نفرت بلکہ
کینہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اُستاد کو ذلیل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کی
تعلیم محبت سے بھری ہونی چاہیے۔ خیال رکھئے کہ تعلیم کی اصلی غرض یہی ہے کہ بچوں میں محبت
کا مادہ پیدا ہو یہاں آپ کی آسانی کے واسطے اس کے چند طریقے درج کئے جاتے ہیں۔

محبت کا پہلا طریقہ۔ محبت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کو اُس درجہ میں رکھئے
جس میں وہ سب سے زیادہ خوش رہے اگر کمزور لڑکے کو درجہ چڑھا دیا یا لیاقت
سے زیادہ اونچے درجہ میں داخل کر لیا تو وہ ذرا دیر کے واسطے ضرور خوش ہو جاتا ہے
لیکن درجہ کی تعلیم کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اگر آپ نے سختی کی تو وہ اپنے واسطے بے قصور سمجھ کر
دل میں ناراض ہوتا ہے اور اگر امتحان سالانہ میں فیل ہو گیا تو اُس کو نہ پچھلی خوشی کا
خیال ہوتا ہے نہ احسانمندی کا بلکہ رنجیدگی اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اگر
آپ نے لائق لڑکے کو درجہ نہ چڑھایا یا اُس کی لیاقت سے کم درجہ میں داخل کیا تو ضرور
ناانصافی کی نیچے درجہ میں تضیع اوقات اور عدم دلچسپی کے باعث اُسے ضرور تکلیف
ہوگی جو قاطع محبت ہے اس لئے لڑکے کو اُس درجہ میں رکھنا چاہیے جس میں وہ خوش
رہے اور مدرس کی چند روزہ غیر حاضری سے اُس کو زیادہ نقصان نہ ہو۔

فیل لڑکا۔ بچہ کی قوائے عقلیہ کی ترقی روکنے والا ناکامی سے زیادہ کوئی

طریقہ نہیں زیادہ عمر کے لڑکے پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور وہ خود کو بہ چشموں میں نہایت ذلیل سمجھتا ہے بلکہ بعض لڑکوں نے اسی باعث خودکشی کر لی۔ فیل ہونے پر لائق لڑکے کو اپنی محنت اور قابلیت کا اطمینان نہیں رہتا اور خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم اگلے سال بھی ترقی ملے یا نہ ملے وہ پاس ہونا محض تقدیری بات سمجھنے لگتا ہے اور اس کا خراب اثر مدرسہ پر بھی پڑتا ہے یعنی اوّل مدرس کی بدنامی ہوتی ہے کہ یہ لکھاتے پڑھاتے نہیں ہیں دوم والدین کو شکایت کا موقع ملتا ہے کہ مدرس نے بڑے مشکل سوالات دیکر لڑکے کو فیل کر دیا۔ سوم حکام کی نگاہ میں مدرس کی کارگزاری اچھی نہیں ثابت ہوتی۔ چہارم طلباء میں کاہلی کی مثال پیدا ہوتی ہے۔ پنجم بدنامی کے باعث مدرسہ کی ترقی میں رکاوٹ پڑجاتی ہے۔

ہیڈ مدرسوں کے اختیارات۔ گورنمنٹ نے ہیڈ مدرسوں کو اختیار دیدیا ہے کہ وہ درجہ دوم تک طلباء کو جب مناسب سمجھیں ترقی دیدیں اس سے (۱) مدرس کی نگاہ علیحدہ علیحدہ ہر لڑکے پر رہتی ہے اور ہر ایک کی ترقی کا خیال رہتا ہے (۲) امتحان کے نتیجوں پر کارگزاری سمجھنے کا خیال جاتا رہتا ہے اور پنڈت جی ڈپٹی صاحب کی بیجا خوشامد وغیرہ سے بچے رہتے ہیں (۳) نتیجہ خراب ہونے پر ڈپٹی صاحب کے سامنے ندامت سے نجات ہوتی ہے۔ دیہات والوں کی نگاہ میں اُن کی عزت بڑھجاتی ہے کیونکہ اب اُن کو خود اختیار مل گیا جس کو چاہیں پاس کریں اور جس کو چاہیں فیل (۵) ہیڈ مدرس کو اپنی جوابدہی کا اندازہ ہوجاتا ہے! ورنہ انہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ "حضور میرے منھ بھی ہے"۔

محبت کا دوسرا طریقہ۔ محبت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کاہل اور کمزور لڑکوں

ہیں کافی فرق کیا جائے اکثر مدرس ان میں فرق نہیں کرتے۔ کاہل لڑکا بیشک تنبیہ کا مستحق ہے لیکن کمزور لڑکے کو بات بات پر پھٹکارنا کہ "ابے تو بڑا ہی نالائق ہے" بہت بیجا ہے۔ اُس کی نالائقی کے جوابدہ خود پنڈت جی ہیں کیونکہ اگر وہ واقعی کمزور ہے تو اس کو درجہ کیوں چڑھایا۔ اگر اس کے باپ یا بھائی نے خوشامد کی تو اس سے بھی پنڈت جی ہی کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے لائق مدرس طلباء کو لیاقت کے بموجب ترقی دیتے ہیں۔ خوشامد یا کسی اور سبب سے نہیں۔ اگر کسی لڑکے کے ماں باپ خوشامد کریں کہ آپ نوکری چھوڑ کر چلے جائیے تو کیا پنڈت جی اُن کا کہنا مان جائیں گے اسی طرح اگر ڈپٹی صاحب نے آپ کی سفارش پر لڑکے کو درجہ چڑھا دیا ہے تو بھی آپ جوابدہ ہوگئے۔ بعض مدرس کہتے ہیں کہ حضور میں یہاں ابھی بدل کر آیا ہوں مجھکو کچھ حال معلوم نہیں یہ عذر صحیح ہے۔ اس صورت میں آپ کو لڑکے کی کمزوری رفع کرنی چاہئے اور اگر وہ درجہ میں چلنے کے قابل نہ ہو تو بوقت معائنہ ڈپٹی صاحب کے نوٹس میں لانا چاہئے قصوروار مُدرس سے خود باز پرس ہو جائے گی۔ لیکن کمزور لڑکا پھٹکار پاکر پنڈت جی سے ہرگز محبت نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر جان بوجھ کر کام سے جی چُراتا ہو تو بیشک تنبیہ کا مستحق ہے۔

خوف یا عزت کا غلط خیال۔ بعض لڑکے محض خوف یا اپنی عزت کے غلط خیال سے کاہلی کرنے لگتے ہیں مثلاً درجہ میں اُستاد کے سوال کرنے پر اس قدر آہستہ جواب دیتے ہیں کہ صاف سنائی نہیں دیتا۔ اُن کو خوف رہتا ہے کہ ان کا جواب غلط ہوا تو ماسٹر صاحب ماریں گے۔ ایسے لڑکوں کا جواب خود اُن ہی سے بار بار دُہرانا چاہئے اُس پر وہ صاف بولنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ڈرل کے وقت بعض لڑکے "رائٹ ٹرن" کے حکم پر دیر میں گھومتے ہیں یا "نہور" یا "بیٹھک" کے وقت دیر میں جھکتے یا بیٹھتے ہیں اِن کو

تمام درجہ کے سامنے کئی بار وہی حکم دیکر کام لیا جائے تو ٹھیک کام کرنے لگتے ہیں۔

محبّت کا تیسرا طریقہ۔ محبّت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا اتفاقیہ فیل ہو جائے تو اُس کو خوش کلامی سے ہمّت دلائے یا اگر وہ واقعی ہوشیار ہو تو ڈپٹی صاحب سے منظوری لیکر دُگنی ترقی دیجئے۔ لیکن اس رعایت کے مستحق بہ مشکل دو چار لڑکے تمام ضلع میں مل سکیں گے۔ کمزور لڑکوں سے دُگنی ترقی کے واسطے محنت لینا نہایت ظلم ہے کیونکہ جس کام کو وہ سال بھر میں بہ مشکل کر سکتے ہیں اُس کو چھ مہینہ میں پورا کرنے پر دماغ بہت جلد کمزور ہو جاتا ہے۔ نہ تعلیم میں لطف آتا ہے نہ اُستاد سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

محبت کا چوتھا طریقہ۔ محبت کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ داخلہ کے وقت بچہ جس خوشی کے ساتھ مدرسہ میں آیا ہے اُس میں ذرا بھی کمی نہ ہونے پائے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لڑکا دو چار دن تک بڑے شوق سے مدرسہ میں آیا۔ پھر جب پنڈت جی کی ڈانٹ پھٹکار اور مار پیٹ شروع ہوئی تو ڈرنے لگا اور جب تعلیم میں بھی کوئی دلچسپی نہیں پائی تو مدرسہ آنا بند کر دیا۔ اس پر پنڈت جی نے گرفتاری کے لئے دو لڑکے بھیج دئے جو پولیس کے سپاہیوں کی طرح اُس کو پکڑ لائے۔ مدرسہ پہنچ کر لڑکے پر وہی ہیبت طاری ہو جاتی ہے جو عدالت میں مجرم پر۔ اگر پنڈت جی نے ایک طمانچہ مار دیا تو مدرسہ جیل خانے سے بدتر ہو گیا۔ لڑکے کے دیر میں آنے پر بھی بعض وقت یہی کارروائی کی جاتی ہے۔ میں نے کبھی کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک لڑکے کو تین چار طالب علم گھر سے گھسیٹتے ہوئے لیجاتے ہیں اور وہ ذبح ہونے والے جانور کی طرح راستہ میں چیختا اور مچلتا ہے ایسے لڑکے کو اب کیا محبت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ سختی اور عدم دلچسپی کے باعث لڑکے میں رٹائی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مار کے خوف سے بلا سمجھے بوجھے سبق حفظ کر لیتا ہے۔

اور پنڈت جی پکا پکایا سبق سامنے رکھدیتے ہیں اور سوالات کے جواب خود بتادیتے ہیں لڑکے سے نہیں نکلواتے اس سے مشاہدے میں ترقی نہیں ہونے پاتی اور لڑکے کا کام صرف یہ رہجاتا ہے کہ پنڈت جی کے جواب کو یاد رکھے۔

نتیجہ یہ ہے کہ جب اُس کو سوچنے کا کام دیا جاتا ہے تو وہ جلد گھبرا جاتا ہے لیکن محبت سے پیش آنے پر وہی لڑکا خود شوق سے جواب سوچنے اور بتانے لگتا ہے اور تعلیم کو ایک قسم کا کھیل سمجھتا ہے۔ اگر اونچے درجہ میں بھی اُس کے ساتھ یہی محبت کا برتاؤ کیا جائے تو اُس کی دلچسپی قائم رہتی ہے اور محبت بڑھتی ہے بچہ کو تعلیم سے نکان نہ پیدا ہونے دینا چاہئے کیونکہ اسی سے وہ احمق کی طرح منھ اُٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔

محبت کا پانچواں طریقہ۔ محبت کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ لڑکا کسی نہ کسی کام میں ہمیشہ لگا رہے۔ یاد رکھئے کہ بچہ قدرتی طور پر ہر دم مشغول رہتا ہے۔ اگر آپ کام میں نہ لگائیں گے تو شرارت میں خود مشغول ہو جائے گا اور آپ سے محبت پیدا نہ ہوگی۔

محبت کا چھٹا طریقہ محبت پیدا کرنے کا چھٹا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی تعلیم کے وقت لڑکے کی توجہ کسی دوسری طرف نہ مائل ہو عدم توجہ کی پہلی وجہ جسمانی تکلیف ہے مثلاً (۱) اگر لڑکے کو بخار آرہا ہے اور آپ نے پڑھانا شروع کر دیا تو اُس کے دماغ کو بہت تکلیف ہوگی اور وہ تعلیم پر توجہ نہ دے سکے گا۔ یا (۲) اگر آپ نے مارا ہے یا (۳) اُس کے کوئی زخم ہے یا (۴) کسی جگہ درد ہے تو اُس کا دھیان تکلیف کی جانب ہوگا تعلیم پر نہیں۔ اسی طرح اگر (۵) کمرے میں گرمی یا (۶) سردی بہت زیادہ ہے یا (۷) ہوا نہیں آتی ہے یا (۸) آپ نے تختہ سیاہ اس طرح رکھدیا ہے کہ ہر دم گردن پھیر کر اُس کی طرف دیکھنا پڑتا ہے یا (۹) تختہ سیاہ کی تحریر صاف نہیں ہے اور بغیر غور کئے دور سے نظر نہیں آتی تو

اُس کو ضرور تکلیف ہوگی اور توجہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اگر مولوی صاحب لڑکے کو "مُرغا" بنا کر دیر تک کھڑا رکھتے ہیں یا (۱۰) تختہ سیاہ کو دائیں یا بائیں رکھکر بوقت تعلیم خود اُس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں جس سے لڑکے کو بہت دیر تک جھک کر یا گردن موڑ کر دیکھنا پڑتا ہے تو اُس کی توجہ ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ عدم توجہ کی دوسری (۲) وجہ مدرس کا بوقت تعلیم ایسے مشکل الفاظ استعمال کرنا ہے جن کو لڑکے نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً عربی فارسی یا انگریزی کے الفاظ کا استعمال جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ تیسری (۳) وجہ پنڈت جی کا ایسی بات بتانا ہے جس کو لڑکے خود جانتے ہیں۔ اس صورت میں وہ سوچتے ہیں کہ "واہ پنڈت جی نے یہ کیا بتایا ہم تو اسے پہلے ہی جانتے تھے"۔ چوتھی (۴) وجہ کسی بات کو ایک مرتبہ سمجھا دینے کے بعد بھی برابر سمجھائے جانا عدم توجہ پیدا کرتا ہے اور لڑکے یہ سوچکر کہ "ہم سمجھ تو گئے پھر نہ معلوم پنڈت جی کیوں بکے جاتے ہیں" اُس پر مطلق کان نہیں دیتے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ذہین لڑکے اکثر کھلاڑی اور بے پرواہ ہوتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کی بتائی ہوئی بات کو جلد سمجھ جاتے ہیں لیکن جب آپ درجہ کو وہی بات دوبارہ سمجھاتے ہیں تو اُن کا دل نہیں لگتا اور چونکہ قدرت اُن کو مشغول رکھتی ہے اس لئے جب اُن کے ساتھی سمجھنے میں مصروف ہیں تو وہ خود کھیل یا شرارت میں مشغول ہو جاتے ہیں عدم توجہ کی پانچویں (۵) وجہ بوقت تعلیم طلباء سے سوال نہ کرنا ہے بہ طرز لکچر پڑھانے اور لڑکوں کی نگرانی نہ کرنے پر وہ کچھ کا کچھ سوچنے لگتے ہیں۔ طرز لکچر میں آپ کی آواز کا حسب ضرورت اونچا نیچا ہونا نہایت ضروری ہے اسی پر توجہ کا انحصار ہے۔

ہم سے نہ پوچھیں گے۔ پنڈت جی بعض اوقات یہ خیال نہیں رکھتے کہ ہم درجہ میں

کس لڑکے سے سوال کر رہے ہیں۔ جس لڑکے کو جواب معلوم ہوتا ہے وہ فوراً بول اُٹھتا ہے اور پنڈت جی اُس کو نہیں روکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کمزور لڑکوں کی کمزوری معلوم نہیں ہونے پاتی اور درجہ کے باقی لڑکوں کو جواب کا موقع نہیں ملتا اور وہ یہ سوچکر سبق پر توجہ نہیں کرتے کہ "پنڈت جی تو ہم سے پوچھتے ہی نہیں پھر ہم کیوں مغزپچی کریں"۔ یہ عدم توجہ کی چھٹی وجہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جس لڑکے سے سوال کیا جاوے وہی جواب دے دوسرا نہیں۔

نمبروار سوالات۔ بعض مدرس سلسلہ وار سوال کرتے ہیں یعنی پہلے نمبر (۱) پھر نمبر (۲) سے اور اسی طرح نمبر ۳-۴-۵-۶ وغیرہ سے یکے بعد دیگرے پوچھتے ہیں اور ہر لڑکا جانتا ہے کہ اُس کا نمبر فلاں لڑکے کے بعد آوے گا۔ اس لئے جب تک نمبر نہ آوے وہ پرواہ نہیں کرتا۔ یہ عدم توجہ کی ساتویں وجہ ہے۔

اَب مارا۔ عدم توجہ کی آٹھویں وجہ لڑکوں سے پیار اور اخلاص سے پیش نہ آنا ہے اس صورت میں اگر پنڈت جی سمجھاتے وقت کسی وجہ سے اتفاقیہ ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو لڑکا یہ سمجھکر کہ "اب مارا" فوراً سر پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ اس کی توجہ سبق کی بجائے پنڈت جی کی نقل و حرکات پر رہتی ہے اور وہ ڈرتا رہتا ہے۔

یکساں آواز۔ عدم توجہ کی نویں وجہ یہ ہے کہ پنڈت جی کی آواز بوقت تعلیم ضرورت سے زیادہ دھیمی ہو جاتی ہے اور لڑکے اُن کی بات بآسانی نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے اُن کو کان لگا کر نہایت غور سے سُننا پڑتا ہے جس سے وہ جلد تھک جاتے ہیں بخلاف اس کے اگر پنڈت جی کی آواز بہت تیز ہوئی تو لڑکے گھبرا جاتے ہیں اور سمجھ نہیں سکتے اس لئے بولنے میں اعتدال کا لحاظ رکھنا چاہئے اور آواز اونچی نیچی کرتے رہنا چاہئے

یکساں آواز سے عدم دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور عدم دلچسپی سے عدم توجہ۔

محبت کا ساتواں طریقہ ۔ محبت پیدا کرنے کا ساتواں طریقہ یہ ہے کہ کھلاڑی لڑکے کو کھیل ہی کی طور پر تعلیم دینا چاہیئے۔ اس کی ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

بہت عرصہ ہوا کسی رئیس کے لڑکے کو ایک مولوی صاحب فارسی پڑھاتے تھے لڑکا نہایت ذہین لیکن پتنگ بازی، شطرنج، چوسر وغیرہ کا نہایت شوقین تھا چنانچہ مولوی صاحب نے پہلے دن اُس سے دریافت کیا کہ "تم کو کون سی چیز پسند ہے" لڑکے نے جواب دیا "کبوتر" اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ کل ہم ایک نہایت عمدہ کبوتر لائیں گے بشرطیکہ اس قدر سبق یاد کر کے سُنا دو" لڑکے نے شوق میں سبق یاد کر لیا اور انعام میں کبوتر پایا۔ اسی طرح مولوی صاحب روزانہ کچھ نہ کچھ چیز لا کر دیتے تھے اور تاش شطرنج چوسر وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے کھیل میں شرکت کے باعث مولوی صاحب کو لڑکے کی تربیت کا نہایت عمدہ موقع ہاتھ آگیا اور اُس کے تمام اخلاقی نقائص آہستہ آہستہ دور ہو گئے۔ یہ رئیس زادہ کی تعلیم کی مثال ہے اور گو آپ اس طریقہ کو مدرسہ میں استعمال نہ کر سکیں لیکن کشادہ پیشانی اور محبت سے پیش آ کر اُن کے کھیل میں ضرور شریک ہو سکتے ہیں۔

محبت کا آٹھواں طریقہ ۔ محبت کا آٹھواں اور سب سے ضروری طریقہ یہ ہے کہ مدرس ہر کام میں انصاف کا لحاظ رکھے کیونکہ بیجا رعایت کرتے ہی محبت کافور ہو جاتی ہے۔ اگر قصوروار کو انصافاً سزا دی جائے تو اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جس قدر اُس حالت میں جب یکساں جرم ثابت ہونے پر اُس کو تو سزا دی جاوے اور اُس کے ساتھی کو چھوڑ دیا جائے

آب و ہوا اور ذہانت ۔ مجھکو ذاتی تجربہ ہے کہ بعض مقامات کے لڑکے

قدرتاً ذہین ہوتے ہیں اور بعض کے غبی۔ اس کی وجہ غالباً آب و ہوا کا اثر ہے۔ مقام جافنا (جزیرہ لنکا) کے لوگ زیادہ تر ذہین ملے اور قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی کے بعض باشندے اپنے لاثانی علم و ذہانت میں مشہور ہیں لیکن بعض دیہات کے لڑکے نہایت کند ذہن ہوتے ہیں بغور مشاہدہ کرنے پر آپ کو اپنے ضلع میں بھی ایسے مواضعات ملجائیں گے

یہاں ایک نکتہ نہایت دلچسپ اور قابل غور ہے کہ تیرہ یا چودہ سال کی عمر ہونے پر انسان میں ایک قسم کی کاہلی شروع ہوتی ہے جس کا اثر اٹھائیس یا تیس سال کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد جب عمر بڑھ جاتی ہے اور نیند کم ہونے لگتی ہے تو کچھ عرصہ کے واسطے دوبارہ چستی پیدا ہوتی ہے۔ بعض مدرس اور والدین لڑکوں کی کاہلی کی شکایت کیا کرتے ہیں وہ غالباً اس نکتہ سے واقف نہیں ہیں۔

کمزور بچوں پر ظلم۔ لیکن بعض مدرسوں میں کمزور بچوں پر خاموشی کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے اور بوقت تعلیم اُن کو اُستاد ذلیل کرتے ہیں یا اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب ذہین لڑکے سبق سمجھ جاتے ہیں تو پنڈت جی خیال کرتے ہیں کہ سب لڑکے سمجھ گئے۔ ہم مانتے ہیں کہ کمزور لڑکوں کو سمجھانے میں زیادہ وقت لگتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اُن کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے۔ بشرط ضرورت آپ اُن کو آسان سبق دیدیں اور اس امر کی نگرانی کریں کہ وہ درجہ کے سبق کو بھی سمجھنے کے واسطے کوشش کرتے ہیں اور قطار میں سب سے آگے آپ کے مقابل بیٹھتے ہیں۔

کمزور بچہ کا حافظہ۔ اگر انسان میں حافظہ کی قوت نہ ہوتی تو اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہ تھا بچپن میں یہ قوت بہت زوردار ہوتی ہے۔ آپ نے بھی بچپن میں جو دوہے، چوپائی یا اشعار یاد کئے ہیں وہ اب تک نہ بھولے ہوں گے۔ بچپن میں جن

چیزوں کی صورت سمجھ میں نہیں آتی اُن کو ہم حافظہ کی مدد سے مشاہدہ کرکے سمجھتے ہیں
لیکن جس قدر سمجھ بڑھتی ہی قوتِ حافظہ کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے
کہ کمزور بچّہ کی قوتِ حافظہ سے باحتیاط کام لیا جائے اور یہ موقع دیا جائے کہ وہ ذہین
لڑکوں کے سبق کو سُنکر یاد رکھنے کی کوشش کرے۔ حافظہ کے متعلق آیندہ ذکر کیا جاوےگا

پنڈت جی کی آسانی کا ذریعہ۔ اگر پنڈت جی اپنے کام میں آسانی چاہتے ہیں تو
درجہ کے کسی لائق اور ذہین لڑکے کو مانیٹر اور دوسرے اچھے لڑکے کو نائب مانیٹر مقرر کریں
یہ دونوں لڑکے درجہ میں انتظام رکھیں گے۔ شور و غل نہ ہونے دیں گے۔ لڑکوں کی کاپی
خوشخطی اور املا وغیرہ اُستاد کو دکھائیں گے اور بہت سے معمولی کام جن میں اُستاد کا وقت
فضول صرف ہوجاتا ہے خود کر دیں گے۔

عمدہ انتظام اور کوچبان۔ لیکن انتظام وہی اچھا سمجھا جاتا ہی جس میں لڑکے برابر
کام میں لگے رہیں۔ اس کا انحصار اوّل مدرس کی ذات پر ہے دوم اُس کے چال چلن
پر سوم طریقہ تعلیم پر۔ اگر مدرس کمزور طبیعت کا ہے تو اُس کے لڑکے گستاخ۔ بدشوق اور شریر
ہوجائیں گے۔ منتظم افسر بہت کم حکم جاری کرتا ہے لیکن ہر حکم کی تعمیل کراکر چھوڑتا ہی۔ وہ جانتا
ہی کہ ہر نیا حکم دینے پر جس طرح ماتحتوں پر تعمیل لازم ہوجاتی ہے اسی طرح خود اُس پر بھی جوابدہی
پیدا ہوجاتی ہے اور نگرانی زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ افسر کو خود کام کم کرنا
پڑتا ہی لیکن منتظم افسر وہی ہے جس کے ماتحت بیکار نہ بیٹھے رہیں اور رعب مانتے رہیں منتظم
شخص کا دماغ ہر وقت کام کرتا رہتا ہے گو بظاہر ہاتھ پاؤں بیکار معلوم ہوتے ہیں۔ جس
طرح کوچبان گھوڑے کی باگ کھینچے بیٹھا رہتا ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کام نہیں
کرتا لیکن اُس کی نگاہ ہر وقت گھوڑے پر رہتی ہے اور وہ حتی الامکان صرف باگ سے

کام لینا ہے اور چابک اُسی وقت اُٹھاتا ہے جب مجبور ہو جاتا ہے اسی طرح منتظم مدرس کا اپنے درجہ یا مدرسہ کی باگ قابو میں رکھنی چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت چابک بازی اچھی نہیں ہوتی۔ منتظم مدرس کا انتظام دیکھکر شاگرد بھی منتظم بنجاتے ہیں لیکن جو مدرس خود ہی سب کام کرنا چاہتے ہیں اُن سے کبھی ٹھیک انتظام نہیں ہوتا۔ عمدہ انتظام کے واسطے اول غصہ پر قابو رکھنا چاہیئے۔ دوم محبت سے کام لینا چاہیئے۔ سوم انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔

درجہ میں عمدہ انتظام کی پہچان۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدرس کو کس طرح معلوم ہو کہ اُس کے درجہ کا انتظام عمدہ ہے۔ اس لئے اُس کی چند علامات درج کی جاتی ہیں۔ عمدہ انتظام کی پہلی پہچان یہ ہے کہ درجہ میں مطلق شور نہ ہو۔ نہایت منتظم مدرس اگر درجہ سے باہر چلا بھی جائے تو لڑکے بالکل خاموش رہتے ہیں۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ جس لڑکے سے آپ سوال کریں وہی جواب دے دوسرا نہیں۔ تیسری یہ کہ کوئی لڑکا بیکار نہ بیٹھا ہو بلکہ ہر ایک اپنے کام میں لگا ہو جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ اگر منتظم مدرس کا انتظام اچھا ہے تو طلبا کو بھی انتظام میں خود بخود دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے مار پیٹ کرنے والے مدرس کا انتظام کبھی ٹھیک نہیں ہوتا لیکن اس کے برخلاف جو مدرس اس خوف سے کہ کہیں طلبا بُرا نہ مانیں تنبیہ بھی نہیں کرتے وہ مدرسہ کا انتظام ہرگز نہیں کر سکتے۔ قصوروار کو سزا نہ دینا دوسرے لڑکوں کو قصور کرنے کی جرأت دلانا ہے بعض لڑکے خوشامد کر کے سزا سے بچنا چاہتے ہیں لیکن اگر اُنھیں معاف کر دیا جاتا ہے تو معافی کی اُمید پر دوبارہ قصور سے نہیں چوکتے۔ اسی طرح بعض لڑکے شروع ہی سے شریر ہوتے ہیں ان پر قابو رکھنا چاہیئے۔ بعض جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں اور بعض کاہل ایسے

لڑکوں پر اگر قابو نہ رکھا گیا تو وہ کبھی ایماندار محنتی اور صفائی پسند نہیں ہو سکتے۔

انتظامی لیاقت ۔لیکن انتظام کی خوبی یہ ہے کہ لڑکے خود بخود کام ٹھیک کریں اور آپ کو اصلاح کی زیادہ ضرورت نہ رہے اس کے واسطے خود آپ میں چند خوبیاں ہونی چاہئیں یعنی

(۱) محبت و ہمدردی جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔

(۲) مستقل مزاجی یعنی لڑکوں کو یقین ہو کہ آپ فلاں کام سے ناخوش ہوتے ہیں اور فلاں سے خوش پھر وہ آپ کو ہرگز ناراض نہ کریں گے۔

(۳) ہر بات میں انصاف کا برتاؤ۔ ذکر اوپر کیا گیا۔

(۴) باقاعدگی یعنی حکم کم دیئے جاویں مگر جو حکم دیا جائے اُس کی تعمیل ضرور کرائی جاوے۔ جب حکم کم دیئے جاویں گے تو تعمیل کافی ہوگی۔ بار بار ہدایت کی قدر نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ جس لڑکے کو سزا دی جائے اُس کو معلوم ہو کہ آپ ناراضی سے نہیں بلکہ بہ مجبوری سزا دیتے ہیں اور سزا دینے میں آپ کو کوئی خوشی نہیں ہے۔

(۵) خاموشی ۔نہایت خاموش مدرس بہت اچھا انتظام کر لیتے ہیں کیونکہ خاموشی کے باعث اُن کا رعب قائم رہتا ہے لیکن جو مدرس ہر دم ہائے ہائے کرتے رہتے ہیں اُن کا کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔

(۶) خوش کلامی ۔اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو انتظام نرمی اور خوش کلامی سے ہوتا ہے سختی سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اگر آپ کو خوش قسمتی سے کسی منتظم مدرس کے ساتھ کام کا موقع ملے تو اس کے انتظام کا بغور مشاہدہ کر کے کام کرنا سیکھئے۔ لڑکے اُستاد اور والدین کے درمیان بہ خیر

کی کڑی کا کام دیتے ہیں اس لئے اُن سے میل رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اگر اُستاد انصاف۔ استقلال اور ہمدردی کا لحاظ رکھے اور طلباء سے تہذیب کا برتاؤ کرے اُن کو خود تک رسائی کا موقع دے اور خود اپنی عزت کا خیال رکھے تو لڑکے بہت جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔[1]

غیر منتظم مدرس۔ بعض ٹرینڈ لیکن غیر منتظم مدرس اگر دورانِ سال میں کسی نئے مدرسہ میں پہنچ گئے تو طلباء کا کورس خاصکر زبان کی کتاب شروع سے پڑھانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سابق مدرس نے ٹھیک تعلیم نہیں دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے توجہ نہیں کرتے اور سالانہ امتحان تک کام ختم نہیں ہوتا لیکن جب ڈپٹی صاحب اس کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو پنڈت جی سابق مدرس کی شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں یہ بھی عقل سلیم کی خرابی کا ثبوت ہے کیونکہ خود کام نہ کرنا اور دوسروں پر الزام لگانا اپنی ناقابلیت ثابت کرنا ہے۔ شرافت کی بات تو یہ ہے کہ اگر پچھلے مدرس کا کام خراب ہو تو آپ حتی المقدور خاموشی سے درست کرلیں۔ آپ کی محنت اور نیک نیتی کی داد افسر خود دیں گے۔ لیکن اگر سابق مدرس واقعی بے پرواہ تھا تو اس کا حال افسروں سے چھپ نہیں سکتا۔ آپ کو شکایت کی کیا ضرورت ہے۔

خلاصۂ کلام۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا ہر کام ہمدردی اور محبت سے بھرا ہونا چاہیے طلباء کی تعلیم اور برتاؤ میں لڑکوں کے والدین اور موضع کے آدمیوں سے ملنے جلنے میں اپنے افسروں سے تعلقات رکھنے میں پچھلے مدرس کا ذکر کرنے میں غرضیکہ ہر صورت میں محبت چاہیئے بلکہ آپ کی ناراضی سے بھی خیر خواہی کا اظہار ہونا چاہیئے۔

---

[1] دیکھئے انسٹرکشنز ان سیکنڈری اسکولز

ہر اُستاد کو اُن امور سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے دوسروں کو نقصان یا رنج پہنچتا ہو مثلاً (۱) لڑکوں سے چُپ چاپ پیسے منگوالینا (۲) گاؤں والوں کی حکام سے شکایت کرنا (۲) تمسک وغیرہ لکھکر کسی ایک فریق کا طرفدار بن جانا (۳) غیر ضروری کتابیں خرید کر والدین کو زیر بار کرنا (۴) لوگوں کو بے وجہ جھڑکنا وغیرہ وغیرہ

مدرس کا سب سے پہلا فرض۔ دیہات میں تعلیم کا شوق دلانا مدرس کا سب سے پہلا فرض ہے اس کے واسطے اگر ممکن ہو تو ہیڈ مدرس سال میں ایک یا دو بار جلسہ کرے کسی پڑھے لکھے شخص کو میر مجلس بنائے۔ مدرسہ کی مختصر رپورٹ سُناوے۔ لڑکوں کی کمی تعداد غیر حاضری یا دیر حاضری۔ میلے کپڑے پہن کر آنا وقت پر فیس نہ دینا کتابیں نہ خریدنا اسکول کے قریب شور وغل کوڑا کرکٹ جمع ہونا۔ لڑکوں کو زیور پہنانے کی خرابی وغیرہ وغیرہ ضروری امور پیش کرے اور حاضرین اُن سب کو رفع کرنے کی تدابیر سوچیں اِس جلسہ میں آنے کی دوستانہ طور پر لوگوں کو ترغیب دینی چاہیے گاؤں والوں کو ایسے جلسوں میں شرکت کی عادت نہیں ہوتی اور وہ ہمیشہ ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ممکن ہے شروع میں آپ کو دقت پیدا ہو لیکن کچھ عرصہ استقلال سے کام کرنے پر دستور ہو جائے گا سالانہ جلسہ میں آس پاس کے دیہات کے لوگ بھی جن کو تعلیم میں دلچسپی ہے بُلائے جائیں طلباء کو انعام تقسیم کیا جاوے اگر یہ جلسہ ڈپٹی یا سب ڈپٹی صاحب یا کسی دوسرے حاکم کے معائنہ کے وقت کیا جاوے تو زیادہ اچھا ہے۔ اس سے دیہات والوں کو اسکول سے ہمدردی پیدا ہوگی اور وہ تعلیم کی خوبی اور مدرس کی قابلیت سے واقف ہوں گے اور خراب مدرسہ کو مفید بنانے کی کوشش کریں گے۔[۱]

[۱] ایجوکیشنل گزٹ جنوری ۱۹۱۶ء

مدرسہ جوڑ اور مدرسہ توڑ۔ مجھکو اکثر تجربہ ہوا ہے کہ مدرسہ جوڑ مدرس کے پہنچتے ہی اُس کی محنت۔ محبّت اور خوش اخلاقی کے باعث چاروں طرف سے لڑکے آنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن مدرسہ توڑ کی کاہلی بداخلاقی یا طمع کے باعث نہیں آتے ایک بڑے مدرسہ میں پانچ مدرس تعلیم دیتے تھے بدقسمتی سے ہیڈ مدرس کا انتقال ہو گیا اور ایک مدرسہ توڑ پنڈت جی اُن کے بجائے پہنچ گئے پھر کیا تھا تعداد طلبا کم ہونی شروع ہوئی اور سال ڈیڑھ سال میں پانچ مُدرسوں کے واسطے صرف پندرہ یا سولہ لڑکے رہ گئے۔ قصبہ والوں نے نج کی پاٹھشالہ قائم کر لی لیکن یہ سوچ کر کہ مدرّس پاپ لے[1] ہیڈ مدرس کی شکایت نہ کی۔ بالآخر ڈپٹی صاحب نے پنڈت جی کو ہٹا کر ایک مدرسہ جوڑا فسر مدرس بھیجا جس نے تھوڑے عرصہ میں تعداد طلباء پہلے سے زیادہ کر دی اور نج کی پاٹھشالہ ٹوٹ گئی۔ نئے پنڈت جی نے کئی سال درجہ اوّل کے انعام حاصل کئے اور ترقیاں پائیں۔

ترقی تعداد کا سبز باغ۔ لیکن بعض مدرس صرف چند روز کے واسطے لڑکے جمع کر کے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ کم از کم معمولی مُدرّسوں کی طرح مدرسہ کی حالت سنبھالے رہیں۔ بعض معمولی کارگزار مدرسوں کو بھی لڑکے جمع کرنے کا خاص مادّہ ہوتا ہے۔ وہ چکنی چپڑی باتوں سے بہت سے لڑکے جمع کر لیتے ہیں اس صورت میں اگر جفاکش نائب مل گیا تو مدرسہ کی حالت عمدہ ہو جاتی ہے ورنہ کچھ روز بعد چکنی چپڑی باتوں کا اثر جاتا رہتا ہے اور تعداد طلبا کم ہونے لگتی ہے۔

---

[1] دیکھئے ابتدائی تعلیم کی رام کہانی۔

ترقی کا آسان طریقہ۔ مدرسہ کی باستقلال ترقی کے واسطے پنڈت جی کو چاہئے کہ اپنے قصبہ یا موضع سے دو میل کے اندر جس قدر دیہات ہیں اُن کا نقشہ حسب ذیل تیار کر کے مدرسہ میں آویزاں کریں۔

نقشہ تعداد طلباء جو قریب کے دیہات سے پڑھنے آتے ہیں

[illegible]	نام موضع	تعداد طلباء جو مدرسہ میں پڑھتے ہیں									[illegible]	[illegible]	کیفیت
		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان			
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
	میزان کل												

اس نقشہ میں آس پاس کے تمام مواضعات کے نام لکھنے چاہئیں خواہ وہاں کے لڑکے پڑھنے آتے ہوں یا نہیں۔ خانہ (۱۲) میں جو تعداد لکھی جائے وہ موضع کی شریف قوموں کی پندرہ فی صدی سے زیادہ نہ ہونی چاہئے اور اس میں خانہ (۱۱) کی میزان گھٹا دینے پر وہ تعداد نکل آئے گی جو خانہ (۱۳) میں درج ہونی چاہئے۔ اس نقشہ سے اندازہ ہوتا رہے گا کہ ہر موضع میں کس قدر تعلیم کا شوق ہے اور آپ کو کس قدر کوشش کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کو کسی موضع کی مختلف اقوام کا ٹھیک پتہ نہ لگے تو اپنے اندازہ سے تعداد لکھ دیجئے۔ یہ نقشہ یادداشت اور ہدایت کا کام دے سکتا ہے۔

تعلیم کی پہچان اور بھوت کا پکوان۔ تعلیم وہی ٹھیک ہے جس سے دو مقصد پورے ہوں یعنی (۱) لڑکوں کو اپنے اصلی پیشہ سے ناراضی نہ ہونے پائے (۲) اُن کی ذہانت پر مستقل اثر پیدا ہو جس سے وہ اپنا کام عمدہ طور پر کر سکیں جو تعلیم ان دونوں مقاصد کو پورا نہیں کرتی اُس کو دھوکہ بازی سمجھنا چاہیے۔[1]

غرضیکہ مدرسہ میں استقلال کے ساتھ سلسلہ وار ترقی ہونی چاہیے یعنی اگر تعداد طلباء بڑھے تو آہستہ آہستہ مستقل طور پر اور اگر تعلیم درست ہو تو باقاعدہ ٹھیک طور پر۔ بعض جوشیلے مدرس چند روز ضرورت سے زیادہ کوشش کر کے بہت جلد تھک جاتے ہیں اور شکایت کرنے لگتے ہیں کہ ہم تو محنت کرتے کرتے مر گئے لیکن کسی نے دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھا مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کو اس قدر محنت کر کے بھوت کا پکوان[2] دکھانے کی ضرورت کیا ہے۔ اگر آپ ہر مہینہ پانچ پانچ چھ چھ لڑکوں کو داخل کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ اُن کا نام خارج نہ ہو تو مدرسہ کو مستقل ترقی ہو گی اور طلباء کو بہت فائدہ ہو گا۔

گورنمنٹ کا منشاء اور موجودہ تعلیم کا خراب اثر۔ گورنمنٹ کا یہ منشاء ہے کہ ہر لڑکا قریب گیارہ سال کی عمر میں درجہ (۴) پاس کر کے کم سے کم اتنی لیاقت حاصل کر لے کہ خط لکھ پڑھ سکے آسان کتابیں اخبار دستاویز اور پٹواری کے کاغذات کو سمجھ سکے معمولی طور پر حساب لکھ پڑھ لے نقشہ پہچان لے اور اپنی قومی نظم و نثر کا مطلب سمجھ لے

---

[1] دیکھئے گورنمنٹ رزولیوشن متعلقہ گیٹ کمیٹی۔ [2] یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بھوت پریت وغیرہ ناپاک روح سنسان جنگل یا تنہا مقامات پر دم بھر میں روشنی پیدا کر کے یہ تماشہ دکھاتی ہیں کہ محفل میں ناچ ہو رہا ہے اور ہر قسم کا لذیذ میوہ اور پکوان موجود ہے لیکن ذرا دیر میں اندھیرا ہو جاتا ہے اور سب غائب ہو جاتا ہے۔

اگر مدرس باقاعدہ تعلیم دیں تو بہت آسانی سے اس قدر لیاقت حاصل ہو سکتی ہے۔[1]

لیکن آجکل جو طلباء مدرسہ سے نکلتے ہیں اُن میں اَسّی بلکہ نوّے فیصدی کچھ بھی نہیں جانتے اور باقی دس یا بیس فیصدی اگر کچھ جانتے بھی ہیں وہ تھوڑے ہی عرصہ میں بھول جاتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے درجہ الف ہی سے مدرسہ چھوڑ جاتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں مدرسوں کے قائم رکھنے میں لاکھوں روپیہ برباد ہو جاتا ہے اور دیہات والوں کو تعلیم سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ٹرینڈ مدرس کی خوبیاں۔ گورنمنٹ کا منشا ہے کہ ہر مدرسہ میں وہی مدرس رکھے جاویں (۱) جو جدید کریکولم کے بموجب تعلیم دے سکیں۔ (۲) اپنی ایمانداری اور خوش اخلاقی اطاعتِ تہذیب اور بُردباری کا اثر لڑکوں پر ڈال سکیں (۳) لڑکوں میں صفائی کی عادت پیدا کر سکیں (۴) لڑکوں کا پرائمری کورس پانچ سال میں ختم کر سکیں (۵) اپنی جوابدہی کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ ٹرینڈ مدرس ان پانچوں خوبیوں کا اظہار ضرور کر سکتے ہیں اور اسی امید پر ان کو ترقیاں دی گئی ہیں اور مدرسہ کا کل انتظام سپرد کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر مدرس کا فرض ہے کہ اپنی عقل سلیم کو کام میں لاوے اور خیال رکھے کہ وہی کام اچھا ہے جس میں تکلیف کم ہو اور فائدہ سب سے زیادہ۔ اس لئے حکیم جی کی طرح اپنا تعلیمی نسخہ خود بنائیے۔ کتابوں کی ہدایتیں صرف رہنمائی کر سکتی ہیں ہر جگہ نسخہ کا کام نہیں دے سکتیں۔

---

[1] دیکھئے گورنمنٹ رزلیوشن متعلقہ گیپٹ کمیٹی۔

عجیب کواڑ

کواڑ کی کیفیت۔ آئیے آپ کو ایک کواڑ دکھاویں یہ دروازہ بند کرنے کے کام نہیں آتا بلکہ تعلیمی دروازہ کھولتا ہے گو یہ خود تاریک ہے لیکن جہالت کی تاریکی دور کر دیتا ہے اس کے سامنے آتے ہی علم کی روشنی سے انسان کا دماغ منوّر ہو جاتا ہے یہ عجیب کواڑ ہے جس کو صرف مدرس ہی استعمال کر سکتا ہے اس کی کنجی صرف اُستادوں کے ہاتھ میں ہے اور سکھائے بغیر وہ بھی اُس کو استعمال نہیں کر سکتے دیہاتی اس کو کواڑ کہتے ہیں اور تعلیم یافتہ تختۂ سیاہ۔

زبانی تعلیم کا زمانہ۔ پہلے زمانے میں تعلیم زبانی ہوتی تھی اس لئے تختۂ سیاہ کی ضرورت نہ تھی مدرس پڑھانے کا کام زبان اور کبھی کبھی قمچی سے لیتے تھے اور ہر لڑکے کی تختی پر علیحدہ علیحدہ املا یا حساب لکھا دیتے تھے۔ صرف بڑے لڑکوں کو خود تعلیم دیتے اور چھوٹے بچوں کو بڑے لڑکوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ چونکہ اُس وقت درجہ بندی کا سلسلہ نہ تھا اس لئے کئی لڑکوں کو ایک ہی بات لکھ کر بتانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ وقت کا کچھ خیال نہ تھا کیونکہ اُستاد کا کُل وقت لڑکوں ہی میں صرف ہوتا تھا اس لئے تختۂ سیاہ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور لڑکے اپنے آگے پیچھے خود سمجھ جاتے تھے یا اگر نہ سمجھے تو ہوشیار لڑکوں سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ چونکہ مضامین تھوڑے تھے اور وقت بہت تھا اس لئے طلباء کو خود تعلیم پانے اور دوسروں کو تعلیم دینے کا موقع مل جاتا تھا۔

عقلی کام کا قاعدہ۔ لیکن اب مضامین کی تعداد بڑھ گئی ہے اور اونچے درجوں

کے طلباء کے پاس خود ہی اس قدر کام ہے کہ دوسروں کو تعلیم دینے کا وقت نہیں
ملتا وقت تھوڑا اور کام بہت ہونے پر دفعہ بندی کی ضرورت ہوئی اور مدرس
کی آسانی کے واسطے تختہ سیاہ دیا گیا۔ پرانے پنڈت جی ناواقفیت کے باعث اس
کو غیر ضروری سمجھتے ہیں لیکن ہمارے ٹرینڈ احباب اس کے بغیر کام کرنا گناہ سمجھتے
ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ "نہ معلوم پہلے مدرس کیسے کام کرتے تھے تختہ سیاہ تو
تعلیم کی جان ہے۔ جب دس لڑکوں کو ایک ہی سوال سکھانا ہو تو مدرس ذرا سے
وقت میں بغیر لکھے کیسے سمجھائے اس لئے جو صاحب تختہ سیاہ کی خوبی و ضرورت
کو نہ سمجھیں اُن کی عقل میں ضرور فتور ہے"۔

تعلیمی غذا اور نمک۔ گو ہم کب کہتے ہیں کہ تختہ سیاہ استعمال نہ کیجئے۔ ہم
تو صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ اِس کو ضرورت سے زیادہ ضروری خیال کرتے ہیں
اور غیر ضروری طور پر کام میں لاتے ہیں۔ تعلیم دینے اور کھانا پکانے کا کام یکساں
ہے جس طرح ماں چاہتی ہے کہ بچہ کی غذا لذیذ بھی ہو اور زود ہضم بھی اسی طرح
استاد کی تعلیمی غذا میں دلچسپی کی لذت بھی ہو اور وہ جلد جزو بدن بھی ہونی چاہئے
تعلیمی غذا کی دال ترکاری آٹا وغیرہ مختلف مضامین ہیں اور نمک تختہ سیاہ اگر
نمک نہ ہو تو غذا ضرور پھیکی رہے گی اسی طرح اگر تختہ سیاہ نہ ہو تو بچے سبق سے پورا
فائدہ بھی نہ اُٹھا سکیں گے۔ پرانے مدرس کی تعلیم پھیکی تھی لیکن ٹرینڈ مدرس کی
تعلیم میں بہت ہی نمک ہو جاتا ہے یعنی تختہ سیاہ کے غیر ضروری استعمال کے باعث
تعلیمی غذا کڑوی ہو جاتی ہے اور مطلب خبط ہو جاتا ہے۔

ایک ٹرینڈ مدرس کے دو تحفے۔ ایک بار کانفرنس کیمپ میں ایک ٹرینڈ مدرس

نے مجھ سے نمونہ کا سبق دینے کی اجازت مانگی یہ مدرس صاحب ذہین اور ہوشیار تھے اس لئے اجازت دی گئی

اس پر انہوں نے دریافت فرمایا کہ "حضور کس طریقہ سے پڑھاؤں" (میں) اس سوال سے آپ کا

کیا مطلب ہے؟ (مدرس) میں دو طرح سبق پڑھانا جانتا ہوں ایک نئے قاعدے

سے اور دوسرا پرانے قاعدے سے۔ جس طریقہ سے حکم ہو سبق پڑھا دوں (میں)

سبق کس طریقہ سے جلد ختم ہوگا؟ (مدرس) سبق جلد تو پرانے ہی طریقہ سے ہوگا لیکن

باقاعدہ تعلیم نئے طریقہ سے ہوتی ہے (میں مسکرا کر) آپ دونوں طریقوں سے تعلیم دیجئے۔

چنانچہ پنڈت جی نے پہلے پرانے طریقہ سے درجہ (ب) کو زبان کا سبق پڑھایا

اس میں تختہ سیاہ کا بالکل استعمال نہ تھا اور الفاظ کے معنی اور فقرات کی تشریح

زبانی طور پر تھی قواعد پر بار بار زور دیا جاتا تھا لیکن مطلب پر مطلق توجہ نہ تھی۔ اس

کے ختم ہونے پر انہوں نے وہی سبق نئے طریقہ سے پڑھانا شروع کیا۔ ایک تختہ سیاہ

منگایا اور اس پر الفاظ کی تشریح لکھنے لگے۔ لکھتے وقت انہیں بالکل فکر نہ تھی کہ

لڑکے کیا کر رہے ہیں غرضیکہ الفاظ فقرات کے معنی اور تشریح سے تختہ سیاہ کو دونوں

جانب رنگ دیا اور جگہ نہ رہنے پر دوسرا تختہ سیاہ منگوایا۔ تعلیم ختم ہونے پر میں نے

دریافت کیا کہ "یہ لڑکے آپ کی لکھائی کو پڑھ بھی سکتے ہیں؟" (پنڈت جی بہت تعجب

سے) لڑکے تو نہیں پڑھ سکتے (میں) پھر اس لمبی چوڑی تحریر کا کیا نتیجہ ہوا؟ (پنڈت

جی) نمونہ کا سبق ہے (میں) مدرسہ میں تو صرف ایک تختہ سیاہ ہوگا یہاں آپ کو دو

تختہ سیاہ کی ضرورت ہوئی اس کا کیا انتظام کیجئے گا؟ کیا آپ کسی دوسرے مدرسہ

سے تختہ سیاہ منگوا کر تعلیم دیں گے؟ اس پر پنڈت جی شرما گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے

یہ عقل سلیم کی تمام خرابی ہے کیونکہ ٹرینڈ مدرس اسی کو جدید طریقہ تعلیم سمجھتے ہیں

جس میں صرف تختہ سیاہ کی گھسائی کا کام ہو۔ اسی غلط فہمی کے باعث بعض اوقات لائق اُستادوں کو بھی ناکامیابی ہوتی ہے اور سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔

کرڑھی کھایو پنڈتا۔ ایک بار ایک لائق اور کارگزار نارمل پاس ہیڈ مدرس نے جو آج کل ایک بڑے مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں مجھ سے کہا کہ "حضور اگر نئے طریقہ کے بموجب کام نہیں کرتا ہوں تو میرا دل نہیں مانتا کہ جب دو سال سرکاری وظیفہ لیکر طریقہ تعلیم سیکھا تو اُس کو کس طرح چھوڑ کر نمک حرامی کروں اور حکام بھی نئے قاعدہ کی ہدایت کرتے ہیں لیکن جب میں اُس کے بموجب کام کرتا ہوں تو لڑکے خاک نہیں سمجھتے اور تمام گاؤں میں اس قدر بدنام ہوتا ہوں کہ مدرسہ سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی راستہ میں عورتیں کہتی ہیں کہ جا کرڑھی کھائے پنڈتا پے چھوناں آ تنے۔ کوا ٹیے ٹھاڑو ٹھاڑو لکیریں گتّ رہتے[1] اور لڑکوں کے باپ بھائی علیحدہ شکایت کرتے ہیں کہ پنڈت جی کوا ٹرے بچا پے کی لکیریں سی گتّ رہتو کے چھوہڑیا ت لکھا تو او۔ ایتک دناں ہے گئے چھوراں پے چھوناں آئیو۔ ہم ڈپٹی ساب پے اَجّی دینگے[2]۔ حضور میرا تو ناک میں دم ہو گیا ہے میرا ارادہ ہی کہ مدرسی سے پیچھا چھٹا کر پٹواری کا امتحان دیدوں"۔

اس طرح تختہ سیاہ کی زبردست لکھائی نے ایک لائق اور ہوشیار مدرس کا ناک میں دم کر دیا اور وہ نوکری چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

نمک کا استعمال۔ لیکن خیال رکھئے کہ جس طرح اندازہ سے ذرا کم یا زیادہ نمک ہو جانے پر کھانے کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے اسی طرح تختہ سیاہ کو ضرورت سے کم یا زیادہ

---

[1] اس کمبخت پنڈت کو کچھ نہیں آتا کھڑا کھڑا تختہ سیاہ ہی پر لکیریں کرتا رہتا ہے ۱۲

[2] پنڈت جی تختہ سیاہ پر دو چار کی سی لکیریں کرتے تھے ہم یا کچھ پڑھاتے لکھاتے بھی ہوتے دن ہو گئے لڑکے کو کچھ لیاقت نہیں ہوتی ہم ڈپٹی صاحب کو عرضی دیں گے۔ ۱۲

کام میں لانے سے سبق خراب ہو جاتا ہے اور جس طرح بعض ترکاریوں میں نمک زیادہ ڈالا جاتا ہے اور بعض میں کم اسی طرح بعض مضامین مثلاً حساب وغیرہ میں تختہ سیاہ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے اور بعض میں کم مثلاً تاریخ جغرافیہ جن میں صرف مختصر خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ لیکن جس طرح نمک کا اندازہ تجربہ سے ہوتا ہے اسی طرح لائق مدرس کو تختہ سیاہ کا اندازہ پڑھاتے پڑھاتے ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے جس طرح کھانے میں نمک کم ہو تو کھانے والے کو اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جس قدر زیادہ نمک ہونے پر اسی طرح جس سبق میں تختہ سیاہ کا استعمال کم ہوتا ہے اس کے سمجھنے میں اس قدر دقت نہیں ہوتی جس قدر زیادہ گھسائی میں۔ تختہ سیاہ لڑکوں کی مشکل رفع کرنے کے واسطے ہے لیکن جہاں مشکل ہی نہ ہو وہاں کیا رفع کیجئے گا؟۔

سبق کی تصویر۔ تختہ سیاہ کے ساتھ ہی چاک کے استعمال میں بھی بہت احتیاط لازم ہے یعنی اس سے لکھتے وقت شور نہ ہو اور اگر اس کا قلم استعمال کیا جائے تو لکھتے وقت ٹوٹ نہ جائے۔ تختہ سیاہ صاف اور ستھرا رکھنا چاہیئے اور لڑکوں کو گھسیٹ کر لکھنے کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔ یہ خیال رہے کہ اگر تختہ سیاہ پر لکھا بھدا اور بدخط لکھا تو لڑکے بھی اپنی کاپیوں پر بدخط لکھنے لگتے ہیں۔ تختہ سیاہ درحقیقت آپ کے سبق کی تصویر ہے اس لئے آپ اس کو جس قدر دلکش بنا سکیں اسی قدر سبق پُر اثر اور کامیاب ہوگا۔

تختہ سیاہ کی گت پلید۔ ایک بار ایک مدرسہ میں میں نے تختہ سیاہ کی نہایت بے قدری دیکھی۔ پنڈت جی نے اُسے اپنے کمرہ کے دروازے کی جگہ کھڑا کر دیا تھا۔

ط انسپکشن ان سیکنڈری اسکولز۔ صفحہ ۱۰۰

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ اُس پر بیٹھا یا بھی کرتے ہیں بلکہ بعض مدرس اس بات پر تیار رہتے کہ اگر میں اعتراض نہ کروں تو وہ میرے امتحان کے واسطے بھی اسی کو بھیج دیں۔ اس سے زیادہ بے قدری کیا ہو سکتی ہے۔ اُن کو صرف یہ خوف رہتا ہے کہ ڈپٹی صاحب تختہ سیاہ کی پوری قیمت تنخواہ سے وضع کر لیں گے ورنہ وہ ضرور اُس سے ایندھن کا بھی کام لیتے۔ یہ حالت زیادہ تر اس وقت ہوتی ہے جب مدرسہ میں کوئی تختہ سیاہ زائد موجود ہوتا ہے اور پرانے پنڈت جی کی صحبت کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

کواڑ کے پھاٹک بند۔ تختہ سیاہ کے علاوہ بال فریم اور نقشہ جات کے استعمال میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے نقشہ جات اور تصاویر کو ہر دم کھلا رکھنا نہ چاہیئے کیونکہ ان کے باعث لڑکوں کا دھیان بٹ جاتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ جب لڑکے بیکار بیٹھے ہوں تو ان پر برابر نگاہ ڈالنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔

کتاب کی تصویر کو تعلیم کے وقت ضرور سمجھانا چاہیئے اس سے دلچسپی دوگنی ہو جاتی ہے۔ کتابوں میں تصویر اسی غرض سے دی جاتی ہے کہ سبق آسان اور دلکش ہو بعض تصویروں میں سبق کی کوئی خاص بات دکھانی مقصود ہوتی ہے اس لئے اُن پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جس طرح تختہ سیاہ کا زیادہ استعمال خراب ہے اسی طرح تصویروں کی بھرمار بھی اچھی نہیں ہوتی کیونکہ اس سے اصلی سبق میں عدم توجہ پیدا ہوتی ہے۔

سبق کے دو مُدعا

دو مُدرسوں کی گفتگو۔ گرمی کا موسم اتوار کا روز اور صبح کا وقت ہے چلئے ایک بڑے مدرسہ کی سیر کریں یہاں دو ٹرینڈ مدرس بیٹھے ہوئے ہیں ایک سن رسیدہ اور دوسرا نوجوان۔ سن رسیدہ ہیڈ مدرس معلوم ہوتے ہیں اور دوسرے نائب مگر یہ آج اتوار کے روز کیا کر رہے ہیں مدرسہ تو بند ہے چلئے ذرا دیکھیں تو سہی۔ بات یہ ہے کہ ہیڈ مدرس تجربہ کار سنجیدہ مزاج اور کام میں بہت دلچسپی لینے والے ہیں وہ نائب مدرس کو آج فرصت کے وقت باتوں باتوں میں کچھ مفید ہدایت کر رہے ہیں۔ آئیے ذرا ان کی باتیں تو سُنیں۔

تحصیلداری اور پچھلے جنم کے پاپ۔ (ٹرینڈ ہیڈ مدرس اپنے نائب سے) کہئے پنڈت جی آپ کا مدرسہ کے کام میں دل لگتا ہے یا نہیں (ٹرینڈ نائب مُنھ بگاڑ کر) ہاں صاحب سرکار نے ہم سے اقرار نامہ لکھوالیا ہے کہ اگر نوکری نہ کریں تو وظیفہ واپس کردیں اس لئے دل لگتا ہی ہے۔ (ہیڈ مدرس اُسی خوش اخلاقی سے) تعلیم کا کام تو بڑا دلچسپ ہے تعجب ہے آپ اسے بار سمجھتے ہیں۔ (نائب) جناب ان دیہاتی لڑکوں کو کچھ تحصیلداری تو کرنی ہی نہیں جو پڑھا لکھا کر عالم و فاضل کیا جائے۔ اسی وجہ سے والدین ان کو مدرسہ بھیجنا کم پسند کرتے ہیں کیا بے پڑھے لکھے آدمی اپنا کام ٹھیک نہیں کرتے؟ پھر پڑھانے سے کیا فائدہ؟ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے پچھلے جنم میں کچھ پاپ کئے ہیں اور سرکار سے ہمارا لینا ہے اس لئے اس جنم میں ہم مدرس ہوئے اور سرکار سے تنخواہ لیتے ہیں۔ (ہیڈ مدرس تعجب سے) کیا آپ تعلیم کو غیر ضروری کام سمجھتے

ہیں کیا؟ آپ نے طریقہ تعلیم کی کتابیں بھی پڑھی ہیں؟ (نائب اکڑکر) صاحب پڑھی نہیں تو کیا میں ویسے ہی ٹرینڈ ہو گیا؟ سارٹیفکٹ تو میری لیاقت ہی دیکھکر دیا گیا ہے (ہیڈ مدرس متانت سے) اگر آپ سے کچھ سوال کیا جاوے تو ناراض تو نہ ہوں گے؟ (نائب شرماکر) آپ میرے بزرگ ہیں اور میں چھوٹا اور پھر ماتحت میں ناراض کس طرح ہو سکتا ہوں۔ (ہیڈ مدرس) آپ جانتے ہیں کہ سبق کے کتنے مُدّعا ہوتے ہیں؟ (نائب) جانتا کیوں نہیں ہوں؟ دو مُدّعا ہوتے ہیں۔ ایک خاص اور ایک عام (ہیڈ مدرس) اچھا ذرا ان دونوں کو سمجھا تو دیجئے۔ (نائب) مدّعا خاص یہ کہ سبق سے واقفیت ہو اور عام یہ کہ قوائے عقلیہ کی ترقی ہو (ہیڈ مدرس) یہ دونوں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں؟ (نائب) ٹریننگ کے قاعدے کے مطابق تعلیم دینے سے (ہیڈ مدرس) کس طرح؟ (نائب) اسی قاعدہ کے بموجب (ہیڈ مدرس) مگر کس طرح؟ ذرا سمجھائیے۔ (نائب سنجیدگی سے) سچ تو یہ ہے کہ میں اس کو خود اچھی طرح نہیں سمجھا لیکن (اکڑکر) یہ خیال نہ کیجئے کہ مجھکو ٹریننگ کے قاعدہ سے واقفیت نہیں ہے۔ آپ لایق سے لایق نارمل پاس کو کھڑا کر دیجئے وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی میں نے صرف آپ سے کہدیا ہے کہ میں اس کو نہیں سمجھا ورنہ میں لیاقت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ (ہیڈ مدرس مسکراکر) اگر ہم آپ کو اس کا مطلب سمجھا دیں تو پھر آپ کی لیاقت میں ذرا بھی کمی نہ رہے گی (نائب) بیشک گو اب بھی کوئی کمی نہیں ہے لیکن آپ اس کو بھی ٹھیک سمجھا دیں گے تو بہت اچھا ہے۔ مجھ میں یہی تو خوبی ہے کہ علم کی تلاش میں نہیں شرماتا۔

روٹیوں کا سوال۔ (ہیڈ مدرس) اچھا اگر آپ سے کچھ سوالات کئے جاویں

تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے؟ (نائب سنجیدگی سے) واہ صاحب آپ ہمارے افسر
اور بزرگ ہیں۔ بھلا کوئی ماتحت اپنے بزرگ افسروں سے ناراض ہو سکتا ہے؟
میں تو آپ کا چھوٹا ہوں۔ (ہیڈ مدرس) اچھا بتائیے کہ آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں؟
(نائب قہقہہ لگا کر) ہم سبق کا سوال کرتے ہیں اور آپ روٹیوں کا (ہیڈ مدرس) سبق
ہی پر گفتگو ہوگی ذرا آپ میرے سوال کا تو جواب دیجئے کہئے آپ کھانا کیوں کھاتے
ہیں؟ (نائب مسکراتے ہوئے) اس لئے کہ ہم کو بھوک لگتی ہے۔ (ہیڈ مدرس) لیکن
بھوک لگنے پر کھانا کھانے سے کیا فائدہ؟ (نائب مدرس مسکرا کر) بھوک جاتی
رہتی ہے اور پیٹ بھر جاتا ہے۔ (ہیڈ مدرس) بھوک جاتی رہنے سے آپ کو
کیا فائدہ ہوتا ہے؟ (نائب) جسم کو آرام ملتا ہے اور بھوک کی تکلیف
نہیں رہتی (ہیڈ مدرس) بھوک کی تکلیف دور ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی غرض اور
فائدہ ہے؟ (نائب) ہمارے جسم میں طاقت آتی ہے اور ہاتھ پاؤں چلنے لگتے ہیں۔
(ہیڈ مدرس) تو یوں کہئے کہ کھانا کھانے کے دو مدعا ہیں خاص اور عام۔ مدعائے
خاص یہ ہے کہ بھوک جاتی رہے اور عام یہ کہ جسم کی پرورش ہو۔ جب آدمی کھانے
بیٹھتا ہے تو اس کو مدعائے عام حاصل کرنے کا خیال نہیں ہوتا صرف مدعائے خاص
سے غرض ہوتی ہے یا دوسرے الفاظ میں اس طرح کہئے کہ کھانا کھاتے وقت
آدمی کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ جسم کی پرورش ہو بلکہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی
طرح بھوک جاتی رہے لیکن بھوک کے جاتے ہی جسم کی پرورش خود بخود شروع
ہو جاتی ہے۔ یہی حالت سبق کی بھی سمجھئے۔ (نائب) کس طرح؟ (ہیڈ مدرس) سبق کے
دو مدعا ہوتے ہیں اول واقفیت اور دوم قوائے عقلیہ کی ترقی۔ لائق مدرس

اصلی نشاء پڑھاتے وقت یہی ہوتا ہے کہ لڑکے کو سبق سے واقفیت ہو مگر واقفیت
کے ساتھ ہی قوائے عقلیہ کی ترقی اور تربیت بھی خود بخود ہونے لگتی ہے۔ (نائب)
یہاں ایک بات کا خیال رکھنا چاہیئے (نائب) وہ کیا؟ (ہیڈ مدرس) کھانا
کھاتے ہیں گو بعض اوقات مدعائے خاص حاصل ہو جاتا ہے لیکن مدعائے عام
حاصل نہیں ہوتا مثلاً کھانا کچا یا سڑا ہو۔ یا بہت زیادہ کھا لیا جائے یا روٹی کے
بجائے کوئی کنکر یا مٹی کھائے تو اس سے مدعائے خاص ایک حد تک حاصل
ہو جائے گا یعنی بھوک کی تکلیف کم ہو جائے گی لیکن مدعائے عام نہیں یعنی جسم کی
پرورش نہیں ہو سکتی بلکہ بیماریاں پیدا ہوں گی۔ (نائب) بجا ارشاد مگر اس سے
سبق کا کیا تعلق ہے؟ (ہیڈ مدرس) اسی طرح جو مدرس سلسلہ وار باقاعدہ تعلیم
نہیں دیتے اور لڑکوں کا کام خود کرنے لگتے ہیں یا بہت سا پڑھا دیتے ہیں یا فحش
اور خلاف تہذیب مثالیں لڑکوں کے سامنے پیش کرتے ہیں یا بغیر مطالعہ کئے
پڑھاتے ہیں جس سے معلوم نہیں ہوتا کہ کون بات پڑھانی چاہیئے اور کون نہیں یا
لڑکوں کو سوچنے یا غور کرنے کا موقع نہیں دیتے ان کے سبق کی حالت بھی ایسی ہی
ہوتی ہے یعنی سبق تو کچھ نہ کچھ معلوم ہو ہی جاتا ہے لیکن طلبا کے قوائے عقلیہ کی
تربیت نہیں ہونے پاتی یا صاف الفاظ میں یہ کہئے کہ ان کی عقل نہیں بڑھتی
(نائب) مثال دیکر سمجھائیے ورنہ معمولی باتوں کا چنداں قائل نہیں کیونکہ برسوں سے
بھی دو چار مدرسوں اسکولوں کی خاک چھانی ہے (ہیڈ مدرس) مثلاً آپ کے ساتھ
آپ نے لوگوں سے کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ فلاں شخص پڑھ تو گیا ہے لیکن نری
کچھ نہیں سمجھا بلکہ بعض اوقات پہلے سے بھی وحشی یا نرے گاؤدی ہو گئے

غلطی پر کہا ہوگا کہ تم پڑھے لکھے ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ (نائب مسکرا کر) جی ہاں اکثر۔ (ہیڈ مدرس) اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعائے خاص تو حاصل ہو گیا یعنی پڑھ لکھ گئے لیکن مدعائے عام حاصل نہیں ہوا یعنی سوچنے اور سمجھنے کی قابلیت نہیں ہوئی۔ اسی طرح آپ خود بلکہ بعض وقت آپ کے مدرسہ کے لڑکے بھی کہتے ہیں کہ اس درجہ میں فلاں لڑکے کی لیاقت اچھی ہے لیکن فلاں کی نہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ پہلے لڑکے کی صورت میں مدعائے عام زیادہ اچھی طرح حاصل ہوا اور اس کے حواس خمسہ کی تربیت اچھی طرح ہو گئی اور لیاقت بڑھ گئی لیکن دوسرے کی نہیں۔

حواسِ خمسہ کی تربیت۔ (نائب) مگر یہ تو بتائیے کہ حواسِ خمسہ کی تربیت ہوتی کس طرح ہے؟ (ہیڈ مدرس) اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھ ناک کان وغیرہ کو کچھ کام کرنا پڑے اور اس کے ساتھ ہی دماغ کو کچھ سوچنا بھی پڑے (نائب) ذرا تشریح کے ساتھ سمجھائیے (ہیڈ مدرس) آپ دیکھتے ہیں کہ سانپ خوبصورت جانور ہے لیکن اس کی صورت دیکھتے ہی ہم دور بھاگتے ہیں کیونکہ ہم کو تجربہ یا تربیت ہے کہ اس کے کاٹنے سے ہم مر جائیں گے۔ یہ تجربہ ممکن ہے آنکھوں یا کانوں کے ذریعہ سے ہوا ہو یعنی ہم نے دیکھا یا سُنا ہو کہ کسی آدمی کو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا بہر صورت تجربہ اور آنکھوں کی تربیت نے ہم کو فوراً بتا دیا کہ اس سے دور بھاگنا چاہیئے۔ اسی طرح سانپ کی پھنکار سُن کر بھی ہم بھاگ جاتے ہیں گویا کہ یہاں آواز نے فوراً زہر اور موت کی یاد دلا دی۔ اب بچہ کو دیکھیے کہ وہ سانپ کو دیکھ کر پکڑنے دوڑتا ہے اور صرف خوبصورت شکل دیکھ کر اس کو اچھی چیز سمجھتا ہے مگر وہی بچہ اگر نقارہ

یا تماشہ کی آواز قریب سے سنتا ہے تو رونے لگتا ہے اور گود میں جھپٹ جاتا ہے اسی طرح بچہ ہاتھی کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے مگر ہم نہیں ڈرتے اس کی کیا وجہ ہے یہی کہ اس کے حواس خمسہ کی تربیت کافی نہیں ہوئی۔ بچے خالی اور اندھیرے مکان میں جاتے ڈرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ سمجھنی چاہیئے؟

قوائے عقلیہ کی تربیت (نائب) یہ بہت اچھی مثالیں ہیں لیکن یہ تو فرمایئے کہ قوائے عقلیہ کی تربیت کس صورت میں ہوتی ہے

(ہیڈ مدرس) قوائے عقلیہ کی تربیت اس صورت میں ہوتی ہے۔ جب ہم کو غور کرنا اور سوچنا پڑے جس طرح ڈنڈ پیلنے اور مگدر ہلانے سے جسم کے مختلف حصوں میں قوت پیدا ہوتی ہے اسی طرح مختلف چیزوں کو دیکھنے اور باہم فرق کرنے میں آنکھوں کو کام کرنا پڑتا ہے مختلف آوازوں کو سننے اور فرق کرنے میں کانوں کو کام کرنا ہوتا ہے۔ مختلف چیزوں کے ذائقہ میں فرق کرنے اور چھو کر پہچاننے میں زبان اور جسم کو کام کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ اس سے اُن کو ترقی ہوتی ہے، ساتھ ہی عقل بھی بڑھتی ہے کیونکہ فرق کرنے میں سوچنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک ہی مضمون کی تعلیم دو طرح کیجئے ایک وہ جس میں لڑکے کو غور کرنا پڑے اور دوسرا وہ جس میں غور کی ضرورت نہ ہو مثلاً درجہ (ب) کے کسی لڑکے نے پوچھا کہ جھوٹ بولنا اچھی بات ہے یا کہ بُری۔ آپ کے پاس اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا تو بہت مختصر جس سے آئندہ سوال کی ضرورت ہی نہ ہو یعنی "چپ رہو۔ جھوٹ بُری چیز ہے۔ بیٹھ اپنی جگہ پر" اور دوسرا یہ کہ آپ سقراط حکیم کے طرز پر حسب ذیل گفتگو کریں اور نتیجہ نکلوائیں۔ (مدرس لڑکے سے) تم نے اپنی کتاب میں بوڑھے بنیئے کی کہانی پڑھی ہے؟ (لڑکا) جی ہاں (مدرس) اُس بنیئے کو

کس نے مار ڈالا ؟ (لڑکا) چوروں نے (مدرس) کیوں ؟ (لڑکا) روپیئے کے لیے (مدرس) کیا کوئی اُسے بچانے نہیں آیا ؟ (لڑکا) نہیں صاحب (مدرس) کیوں ؟ (لڑکا) پڑوس والے سمجھے کہ بنیا جھوٹ موٹ چلّا رہا ہے (مدرس) کیوں ؟ (لڑکا) وہ بنیا روز جھوٹ موٹ چلایا کرتا تھا کہ میرے گھر میں چور آگئے ہیں (مدرس) اچھا اگر وہ پہلے جھوٹ نہ بولتا تو پڑوسی مدد کو آتے یا نہیں ؟ (لڑکا سوچ کر) جی ہاں آتے (مدرس) تو پھر کس وجہ سے مدد کو نہ آئے ؟ (لڑکا سوچ کر) جھوٹ بولنے سے (مدرس) اس لیے جھوٹ بولنا کیسی بات ہے ؟ (لڑکا سوچ کر) بُری بات ہے۔ بس یہی بات لڑکا پوچھتا تھا۔ پہلے طریقے میں لڑکے کو سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ آپ نے اس کے سامنے پکّا پکایا جواب رکھ دیا اور کہہ دیا کہ "بیٹھ اپنی جگہ پر"۔ مگر دوسرے طریقہ میں اس کو خود سوچ کر جواب دینا پڑا جس سے دماغ اور حافظہ پر زور پڑا اور عقل کی ترقی ہوئی۔ اگر بچہ خود چلنا نہ سیکھے تو ٹانگوں میں قوت نہیں آسکتی۔ اسی طرح جب تک خود سوچنا نہ پڑے اس کی عقل نہیں بڑھ سکتی (نائب مدرس خوش ہو کر) آپ نے بہت صاف کر کے سمجھا دیا۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (ہیڈ مدرس) ایک خاص امر اور ہے جس کو بہت کم مدرس جانتے ہیں (نائب مدرس تعجب سے) وہ کیا ؟ (ہیڈ مدرس) ان کے خیال میں طلباء کی دماغی ترقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ ٹھیک جواب دے سکیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ اگر آپ نے لڑکے کو تاریخ کا کوئی حال اچھی طرح سمجھا دیا ہے اور اس کی سمجھ میں آگیا تو اس کے قوائے عقلیہ کو خوراک مل گئی اور ان کی پرورش کا انتظام ہو گیا خواہ

اس کو وہ یاد رکھے یا نہ رکھے اسی طرح جغرافیہ میں اگر کوئی مقام یاد نہ رہے لیکن لڑکا اس کے عام حالات سے واقف ہو تو اس کی تربیت ہو گئی حساب میں اگر سوال حل کرتے وقت کہیں ضرب یا تقسیم میں غلطی ہو جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لڑکا قاعدے سے واقف نہیں۔ اسی طرح باقی مضامین کی حالت سمجھئے۔

تعلیم اور اخلاقی تربیت (نائب مدرس) آپ نے سبق کے دو مدعا خوب سمجھائے بیشک ان کے حاصل ہونے پر ہی تعلیم کی کامیابی منحصر ہے (ہیڈ مدرس) مگر تعلیم کی اصلی کامیابی اس وقت سمجھنی چاہیے جب اخلاق درست ہو۔ تعلیم اخلاقی ہنر سیکھنے کا آلہ ہے جو مدرس بوقت تعلیم طلبا کی اخلاقی تربیت پر توجہ نہیں کرتے وہ اس فوجی افسر کے طور پر ہیں جو اپنے رنگروٹ کے ہاتھ میں تلوار یا بندوق دے دیتا ہے لیکن اس کے استعمال کا طریقہ نہیں بتاتا اور بالآخر وہ بندوق رنگروٹ ہی کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ اخلاقی تربیت نہ ہونے پر تعلیم یافتہ آدمی ہر قسم کی بربادی اور ظلم پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور مخلوق کو بے انتہا تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اس کی صدہا مثالیں روزانہ اخبارات سے معلوم ہوتی رہتی ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ باوجودیکہ راون اور یزید اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے لیکن ان کے وجود سے خلقت کو جو تکلیف پہنچی اس سے کسی کو انکار نہیں (نائب مدرس) مگر جناب ہم کو اخلاقی تعلیم کی فرصت کہاں ملتی ہے؟ سبق تو ختم ہو ہی نہیں سکتا اگر ہم اخلاقی تربیت کرنے لگیں تو کورس پانچ برس میں بھی ختم نہ ہو (ہیڈ مدرس ہنس کر) تعجب یہ ہے کہ تعلیم کے وقت حقہ پینے یا ملاقاتیوں سے باتیں کرنے کو کافی وقت مل جاتا ہے لیکن اخلاقی تربیت کے واسطے نہیں حالانکہ اس کے واسطے علیحدہ وقت کی ضرورت نہیں آج کل فیشن یہ ہو گیا ہے

کہ ہم نے جو کام کرنا نہ چاہا اس کے واسطے کہہ دیا کہ ہم کو وقت نہیں ہے۔ انگریز حکام بھی جب کسی سے ملاقات کرنا نہیں چاہتے تو یہ نہیں کہتے کہ ہم نہیں ملتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ "ہم کو فرصت نہیں ہے"! مگر مدرسوں کی بے پروائی کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف کتابی علم حاصل کر کے آدمی ہر قسم کی بدعت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ملک کے امن و امان میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں اور بے گناہ شخصوں کو ستاتے ہیں۔ غلط بیانی کرنا۔ رشوت لینا۔ مقدمے بنانا بلکہ کبھی کبھی چوری کرنا اور ڈاکہ ڈالنا بھی جائز سمجھتے ہیں مجھ کو یقین ہے کہ اس ظلم و بربادی کی جوابدہی ایک حد تک مدرس پر بھی ضرور ہے۔

مطالعہ کی چاٹ

ریلوے سٹیشن کا نظارہ چلئے آپ کو ریلوے اسٹیشن کی طرف لے چلیں دیکھئے راستہ میں کرایہ کی گاڑی جا رہی ہے جس میں چار یا پانچ مسافر بیٹھے ہوئے ہیں اسباب کچھ گاڑی کی چھت پر اور کچھ کوچ بکس پر ہے دو ایک صندوقچی اور منی بیگ مسافروں کے پاس رکھے ہیں۔ مسافروں کو جلدی ہے کہ کہیں ریل چھوٹ نہ جائے۔ گاڑی بان سے بار بار کہتے ہیں کہ "میاں تیز چلاؤ" وہ جواب دیتا ہے کہ "حضور ابھی بہت وقت ہے" آگے چلئے ایک مسافر ریل پر جانا چاہتا ہے وہ اِدھر اُدھر سے سامان جمع کر کے بکس میں رکھ رہا ہے۔ بچھونوں کا بنڈل بنا رہا ہے لیجئے وہ تیار ہو گیا۔ اچھا اس کے ساتھ چلئے۔ اسٹیشن قریب آتا جا رہا ہے۔ بہت سے مسافر گاڑیوں یا یکوں پر ہیں یا مزدوروں کے سر پر اسباب رکھوائے پیدل جا رہے ہیں، تیز دھوپ کے باعث بعض تھک کر ستانے لگے ہیں اور پسینوں میں

ثل ہیں۔ ہر ایک کو یہ دُھن ہے کہ کسی طرح ریل مل جائے۔ اسٹیشن پر قلی امداد کے واسطے موجود ہیں وہاں کے ملازم بھی اسی لئے مقرر ہیں کہ مسافر کرایہ دے کر آسانی ریل میں بیٹھ سکیں۔ اب مسافر ٹکٹ لے رہے ہیں۔ لیجیے ریل بھی آ گئی اور مسافر اس میں بیٹھنے لگے۔ دیکھیے کسی بے صبرے مسافر کی گٹھری کھل گئی۔ کسی نے جلدی میں اپنی چھتری چھوڑ دی۔ کسی کا جوتہ پاؤں سے نکل گیا۔ کوئی اپنے ساتھیوں سے چھوٹ گیا۔ جو سمجھ دار اور سنجیدہ مسافر ہیں وہ کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہیں کرتے لیکن ان کی ہر منٹ پر نگاہ ہے۔ وہ باطمینان تمام اسباب لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں۔ گارڈ نے جھنڈی ہلائی، انجن نے سیٹی دی اور بھق بھق کرتا ہوا اسٹیشن سے آگے بڑھا۔ لیکن دیکھیے یہ چار شخص کون ہیں جن میں ایک پیدل ہانپتا ہوا بھاگا آرہا ہے اور تین یکہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یکہ والا گھوڑے کو چابک مارتا ہوا دوڑ رہا ہے۔۔ اوہ! یہ بھی مسافر ہیں۔ یہ اسٹیشن پر پہنچ گئے ہیں لیکن گاڑی ان کے سامنے جا رہی ہے اور یہ نہایت حسرت سے دیکھ رہے ہیں ایک کہتا ہے کہ "میاں ریل کی سواری ہی بُری ہوتی ہے (دوسرا) اجی ہم تو صبح سے اٹھ کر تیار ہو گئے تھے کمبخت گھر والی نے روٹی پکانے میں دیر کر دی (تیسرا) ارے بھائی ہمارا پجامہ نہیں ملا خدا جانے کپڑوں میں کہاں چھپ گیا ورنہ کبھی دیر نہ ہوتی (پہلا مسافر) اجی ہم تو جلدی جلدی آ رہے تھے لیکن باہر آتے ہی ایک نالایق لڑکے نے چھینک دیا اس لئے پھر دو منٹ کے واسطے حقہ پینے کو گھر لوٹنا پڑا بس اتنی ہی دیر ہو گئی ورنہ گاڑی ملنے میں کیا کسر رہ گئی تھی۔ پیدل مسافر بے دم بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو بولنے کی طاقت نہیں ہے لیکن بار بار یاس کے ساتھ ریل کو جاتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ یکہ والا مسافر

سے کہہ رہا ہے کہ "حضور میں نے تو اپنے قابو بھر پوری کوشش کی اور گھوڑے کو پیٹتا ہوا لایا۔ آپ نے گھر سے نکلنے ہی میں دیر کر دی۔ اچھا اب یکہ کی مزدوری اور میرا انعام لائیے"۔ مسافر حیران ہیں کہ کیا کریں دوسری گاڑی دس بارہ گھنٹہ بعد آوے گی۔ اسٹیشن پر کیا تک پڑے رہیں۔ اگر اسباب پھر گھر لیے جاتے ہیں تو یکہ والا دگنا کرایہ مانگتا ہے اور نہ لے جاویں تو اسٹیشن پہ دس بارہ گھنٹے کس طرح کٹیں۔

حلوائی، درزی، سنار اور جلاہا ۔ چلیے اب ہم بھی لوٹ کر بازار کی سیر کریں، دیکھیے حلوائی کی دوکان پر ایک ملازم برتن مانجھ رہا ہے۔ برتن تیار ہو گئے چوکا لگ گیا کڑھائی میں گھی ڈالا گیا حلوائی نے پوریاں بنانی شروع کر دیں کھانا بڑی محنت کے بعد تیار ہوا ہے اور اگر حلوائی محنت میں کچھ کمی کرتا تو تیار نہ ہوتا یا اگر ہوتا بھی تو خراب۔ اچھا ذرا آگے چل کر اس درزی کو دیکھیے۔ یہ بھی پہلے کپڑے کو نہایت ہوشیاری سے تراش لیتا ہے اس کے بعد سیتا ہے اور یہی کوشش کرتا ہے کہ فضول کپڑا ضائع نہ ہو اور لباس اچھا بنے۔ اسی طرح دیکھیے سنار چند ماشے سونا لے کر زیور تیار کرتا ہے اور اس پر بڑی محنت سے نہایت نفیس نقش و نگار بناتا ہے جلاہے کو دیکھیے کہ ایک ایک ڈورا لے کر کپڑا بنتا ہے۔ ایک دھاگا بھی خراب نہیں ہونے دیتا اور بہت کم وقت میں کافی کپڑا بن لیتا ہے۔ پہلے جب تک کرگھے کو ٹھیک نہیں رکھ لیتا کام ہرگز شروع نہیں کرتا اور اگر کہیں ڈورا الجھتا یا ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً کام چھوڑ کر پہلے اسے درست کر لیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ الجھے ہوئے ڈورے سے تمام کپڑا خراب ہو جائے گا۔ اس قدر مشاہدے کے بعد آپ خود سوچیے کہ

آپ کو بھی سبق تیار کرنے کی ضرورت ہی یا نہیں اور سبق ٹھیک تیار نہ ہونے پر آپ کی حالت ان مسافروں کی طرح ہو گی یا نہیں جو اسٹیشن پر چھتری اور گٹھری بھول کر ریل میں بیٹھ گئے تھے۔ یا اگر آپ تیار نہ ہوئے تو عین تعلیم کے وقت آپ کو ان مسافروں کی طرح مایوس ہونا پڑے گا یا نہیں جو ریل نکل جانے پر اسٹیشن پہنچے تھے جس طرح مسافر کو ریل میں بیٹھنے کے واسطے، حلوائی کو مٹھائی اور پوریاں بنانے کے لئے، درزی کو کپڑا سینے، سنار کو زیور بنانے اور جلاہے کو کپڑا بننے کے واسطے پہلے تیاری کی ضرورت ہی اسی طرح مدرس کو بھی سبق پڑھانے کے واسطے تیار ہونا لازم ہی۔ اسی تیاری کا نام مطالعہ ہے اور آپ کے کام کا یہی حصہ سب سے زیادہ دلچسپ ہی۔ دنیا میں اگر نالایق کو لایق کام چور کو کارگزار، مجہول اور کاہل کو محنتی، بدچلن کو نیک چلن اور ہر طرح خراب اور نکمے آدمی کو اچھا بنانے والی کوئی چیز ہے تو یہ مطالعہ ہے۔ مطالعہ ایک قسم کی ورزش ہی جس سے دماغی قویٰ ترقی پاتے ہیں اور انسان کامیاب زندگی کے قابل بن جاتا ہی۔

نہ جانے کون جنم کے بیری - جو لوگ مطالعہ نہیں کرتے ان کی حالت ان بچوں کی سی ہی جن کو چلنا نہیں سکھایا گیا اور وہ قدم قدم پر تھک کر گر جاتے ہیں مطالعہ نہ کرنے والے مدرسوں کو پڑھنے اور پڑھانے میں کبھی دلچسپی نہیں ہو سکتی وہ تعلیم کے کام کو بیکار سمجھتے ہیں بلکہ بعض اوقات دیکھا گیا ہی کہ پڑھاتے پڑھاتے ہی گھبرا جاتے ہیں اور کسی لفظ کے معنی دریافت کرنے پر لڑکوں کو گالیاں دینے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کم بختو! نہ جانے تم ہمارے کون جنم کے بیری نکلے ہو جو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہو۔ جانے وہ کون گھڑی ہو گی جب بھگوان تم سے

پیچھا چھڑائیں گے۔ یا تو تم ہی مر جاؤ یا ہم ہی مر جاویں تو روز کی ہائے ہائے سے چھوٹیں!! اس پھٹکار کی تفصیل ذیل کے مکالمہ سے ظاہر ہے۔

دلچسپ مکالمہ فرض کیجئے کہ ایک پنڈت جی اپنے شاگرد کو تعلیم دے رہے ہیں اور زیر تعلیم یہ دوہا ہے ؎

سکل وستو سنگرہ کرو کبھو آوے کام
سمے پڑے پر نا ملے ماٹی کھرچے دام

اب استاد اور شاگرد میں جو بات چیت ہوتی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے (لڑکا) پنڈت جی سکل کے کیا معنی (پنڈت جی) سکل معنی سب (لڑکا) سکل معنی سب سکل معنی سب، سکل معنی سب اور وستو کے کیا معنی؟ (پنڈت جی) وستو معنی چیز (لڑکا) وستو معنی چیز۔ وستو معنی چیز۔ وستو معنی چیز اور پنڈت جی سنگرہ کے کیا معنی؟ یہاں پنڈت جی کو سنگرہ کے معنی (یعنی جمع کرنا) خود معلوم نہیں اور مطالعہ کیا نہیں ہے اس لئے اگر کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں تو سب لڑکے ہنسیں گے اور سمجھیں گے کہ پنڈت جی کو پڑھانا نہیں آتا اس لئے یہ جواب دیتے ہیں (پنڈت جی غصہ کی صورت بنا کر) تیرا سر کمبخت، بے ایمان نے جان کھا لی۔ اس کے معنی بتاؤ، اس کے معنی بتاؤ، معنی! معنی!! معنی!!! معنی!!!! جیسے اس کے باپ ہی سے ہم تنخواہ پاتے ہیں۔ نوکر ہی سمجھ لیا جب دیکھو کہتا ہے معنی بتاؤ، معنی بتاؤ، کمبخت سویرے سے شام تک چین نہیں لینے دیتے بھگوان نہ انہیں موت دیتے ہیں نہ ہمیں۔ رام جی تمھیں یا ہمیں اٹھالیں تو پیچھا چھوٹے!! اس پر بیچارہ لڑکا دم بخود ہو جاتا ہے اور مار کے ڈر سے پڑھنا لکھنا بھول کر اپنی جگہ خاموش بیٹھ جاتا ہے۔

مگر ہمارے بعض نئے جنٹلمین جو حال ہی میں مدرس ہوئے ہیں اور چالاکی

کے نتیجہ کا تجربہ نہیں رکھتے' دوسرا طرز اختیار کرتے ہیں مثلاً (لڑکا) وستومعنی چیز' وستومعنی چیز۔ وستومعنی چیز اور پنڈت جی سنگرہ کے کیا معنی؟ (پنڈت جی منہ بگاڑ کر) ابے سنگرہ معنی دان پن کمبخت! (لڑکا آہستہ آہستہ) سنگرہ معنی دان پن کمبخت! سنگرہ معنی دان پن کمبخت! سنگرہ معنی دان پن کمبخت!

یہاں آپ سے کہنے کی ضرورت نہیں کہ دونوں پنڈت جی صاحبان کے طریقے مذموم ہیں اور دونوں کی وجہ وہی مطالعہ نہ کرنا ہے لیکن نئے جنٹلمین کا طریقہ خاص طور پر نقصان رساں اور خوفناک ہے اور استاد اور شاگرد دونوں کے لئے زہر کا کام دیتا ہے کیوں کہ غلط تعلیم کا حال چھپ نہیں سکتا اور مدرس کو بہت ذلیل ہونا پڑتا ہے اور ڈپٹی صاحب کو معلوم ہو جانے پر اس کی آیندہ امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ کسی راہ گیر کو راستہ نہ بتانا ضرور خراب ہے لیکن غلط راستہ بتانا اس سے بھی برا ہے۔ یہی حالت تعلیم کی ہے۔

(لطیفہ) ایک موضع میں کسی زمیندار کے لڑکے کو ایک مولوی صاحب سکندر نامہ کی تعلیم جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

بزرگا۔ بزرگی دہا بیکسیم   تو ئی یا وری بخش و یاری رسیم

اس طرح دیتے تھے (مولوی صاحب) بزرگا یہ۔ بزرگی وہ۔ دہا بکیسم لغت ہے' ڑکے چل آگے (لڑکا) بزرگا یہ۔ بزرگی وہ دہا بکیسم لغت ہے' بزرگا یہ بزرگی وہ دہا بکیسم لغت ہے' بزرگا یہ بزرگی وہ۔ دہا بکیسم لغت ہے۔ غرضکہ مولوی صاحب سکندر نامہ کو اسی طرح عرصہ تک پڑھاتے رہے اور جب کوئی پڑھا لکھا پہنچ گیا تو خوشامد کرنے لگے کہ میری روٹیوں کا گزر ہوتا ہے آپ کا کچھ نقصان نہیں مجھے اسی طرح پڑھانے دیجئے

آخر میں مولوی صاحب کی جو قدر افزائی ہوئی اس کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

ڈھالو سڑک اور گھوڑا گاڑی - مطالعہ نہ کرنے پر پنڈت جی کو خود یہ نقصان ہوتا ہے کہ اُن کی لیاقت بڑھنے نہیں پاتی۔ آپ کا علم گاڑی کے طور پر ہے جس پر آپ سوار ہیں۔ اس کو آپ کی واقفیت سابقہ کا گھوڑا قابلیت کی ڈھالو سڑک پر کھینچ رہا ہے۔ گھوڑے کا سڑک پر چلنا آپ کی محنت و مطالعہ اور غذا جدید واقفیت ہے اس لئے آپ جس قدر مطالعہ کرتے ہیں اسی قدر گھوڑے کی قوت بڑھتی ہے۔ اس ڈھالو مقام پر گاڑی ایک جگہ کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ گھوڑے کو اپنی محنت کے کوڑے سے برابر چلاتے رہے تو علمیت کی گاڑی آگے بڑھتی گئی ورنہ لڑھک کر پیچھے لوٹنے لگی۔ مطالعہ سے خوراک پاکر گھوڑے کو مطلق تکان معلوم نہیں ہوتی اور قابلیت کی سڑک پر آپ جس قدر آگے بڑھتے ہیں اسی قدر زیادہ خوش نما اور دلچسپ منظر سامنے نظر آتا ہے اور طبیعت چاہتی ہے کہ آگے ہی بڑھتے جائیے۔ جو ٹرینڈ مدرس مطالعہ سے لیاقت بڑھاتے رہتے ہیں ان کی فرحت اور دلچسپی کا اندازہ وہ خود ہی کر سکتے ہیں لیکن جو مطالعہ نہیں کرتے وہ سوچ لیں کہ ٹریننگ کے وقت اُن کی جس قدر واقفیت تھی، کیا وہی اب بھی ہے؟ ان کا دل خود گواہی دیگا کہ وہ بہت سی پچھلی واقفیت کھو چکے ہیں اور اب صرف وہی باتیں یاد رہ گئی ہیں جن کو پڑھانے کے وقت مجبوراً کام میں لانا پڑتا ہے۔ چوں کہ پڑھاتے وقت اسکول کے سب لڑکے تمام باتوں کو جو آپ سمجھاتے ہیں سنتے رہتے ہیں اس لئے نیچے درجہ کے بچوں کی باری پر جب آپ وہی پرانی بات بتاتے ہیں تو لڑکے یہ سوچ کر

پرواہ بھی نہیں کرتے کہ واہ! یہ تو ہم پہلے ہی جانتے تھے۔" اس لئے ان کو سبق پڑھنا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ "پنڈت جی کو کچھ آتا نہیں ہر وہی ایک بات بتانا جانتے ہیں اور کچھ نہیں"۔

مطالعہ کی قوت۔ مطالعہ کی قوت بہت زبردست ہے اس سے علم کی کمزوری نہیں معلوم ہوتی۔ جس طرح کسی قوی آدمی کو ایک وقت کھانا نہ ملے تو وہ بآسانی بھوک کی برداشت کر سکتا ہے یا اگر کہیں اتفاقیہ کھرسٹ آجائے تو وہ ایک روز میں زخم خود بخود بھر جاتا ہے۔ اسی طرح مطالعہ کرنے والے کو اگر کوئی دقت اتفاقیہ پیدا ہو تو واقفیت سابقہ اس کے رفع کرنے میں بہت مدد دیتی ہے لیکن مطالعہ نہ کرنے والے کو کمزور آدمی کی طرح سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

توشہ اور زندگی کا بھروسہ۔ مطالعہ کرنے والے کے دل کو ایک قسم کا اطمینان ہوتا ہے جس سے ہمت بندھی رہتی ہے اور فکر غالب نہیں ہونے پاتی۔ ایسے شخص کی طبیعت کسی وجہ سے پریشان ہوئی کہ اس نے کتاب یا اخبار اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور وہ فکر خود بخود جاتی رہی طبیعت خوش ہوگئی اور دل بہل گیا۔ الغرض مطالعہ کے باعث زندگی کا اصلی لطف حاصل ہوتا ہے اور رنج پاس نہیں پھٹکتا۔ مطالعہ کرنے والے کو کام پر پورا بھروسہ رہتا ہے۔ مطالعہ مدرس کا توشہ ہے جس کے باعث کوئی گھبراہٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ پڑھاتے وقت ڈپٹی صاحب ہی سامنے کیوں نہ کھڑے ہوں

ایک پرنسپل کی غلطی۔ یہ امر نہایت دلچسپ ہے کہ مدرس کی قابلیت جس قدر

کم ہے مطالعہ کی بے قدری اسی قدر زیادہ ہو بخلاف اس کے اُستاد جس قدر زیادہ لائق ہے اس کی نظر میں مطالعہ اسی قدر زیادہ ضروری اور مفید ہے۔ مطالعہ کی مثال اس ہیرے سے دی جاسکتی ہے جس کو کنجڑی نے کانچ کا ٹکڑا سمجھ کر دو پیسہ کی ترکاری کے عوض لینا منظور نہیں کیا لیکن جوہری نے ایک لاکھ روپیہ میں بھی سستا سمجھا۔ مختصر قابلیت والے مُدرّسوں کی نگاہ میں مطالعہ کرنا گویا نالائقی کا اظہار کرنا ہے ان کو خود مطالعہ کرنے میں بہت شرم معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا مدرس مطالعہ کرے تو اس پر ہنسی آتی ہے لیکن کالجوں کے لایق پروفیسر درجہ کی مقرّرہ کتاب پڑھنے کے واسطے اکثر خود خرید لیتے ہیں اور تحقیق بلکہ تصدیق کی غرض سے کالج کی لائبریری کے علاوہ اپنا نج کا کتب خانہ بھی رکھتے ہیں اور جب تک اُن کو اطمینان نہیں ہو جاتا درجہ میں سبق نہیں پڑھاتے مجھ کو یاد ہے کہ میرے ایک مشہور یورپین اُستاد جو کالج میں پرنسپل یعنی افسر اعلیٰ تھے ہمارے سبق کا مطالعہ کر کے لائے لیکن درجہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ پڑھانے کے واسطے دوسرا سبق ہے چنانچہ اس روز اُنھوں نے سبق پڑھانا ملتوی کر دیا۔ حالاں کہ وہ کتاب ایف اے کلاس کی تھی اور اُن کے واسطے بالکل اسی طرح آسان تھی جس طرح مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے واسطے درجہ اوّل یا دوم کی ریڈر۔ مگر مطالعہ کے بغیر تعلیم دینا انھوں نے ایمان داری کے خلاف سمجھا۔ ایسے شخصوں کو مطالعہ کرتے کرتے علم پر عبور ہو جاتا ہے اور ان کا نام فاضل بزرگوں میں شامل کیا جاتا ہے۔

مطالعہ کی دو اقسام - ٹرینڈ مدرس جانتے ہیں کہ مطالعہ کی دو قسمیں ہیں۔

خاص و عام ۔ مطالعۂ خاص سے یہ مطلب ہے کہ جو سبق پڑھانا ہے اس کو آپ خود اچھی طرح سمجھ کر طریقۂ تعلیم سوچ لیں اور مطالعۂ عام سے غرض یہ ہے کہ سبق کے علاوہ آپ کسی طرح اپنی لیاقت بڑھاویں ۔ مطالعہ عام لیاقت بڑھانے کا ایک نہایت ضروری اور دلچسپ طریقہ ہے اگر آپ کسی اخبار کو پڑھتے ہیں تو یہ آپ کا مطالعہ عام ہے ۔ اگر کسی مذہبی کتاب کا مطلب سمجھ کر پڑھتے ہیں تو یہ بھی مطالعہ عام ہے دو چار پڑھے لکھے آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنا اور ان کی علمی بحث اور گفتگو سننا اور سمجھنا بھی مطالعۂ عام ہے ۔ کسی لائق شخص کا لیکچر سننا بھی مطالعہ عام ہے انسان کے دماغ میں قدرت کا مطالعۂ عام ہر وقت جاری رہتا ہے جس کے واسطے خود قدرت نے حواس خمسہ اور قوائے عقلیہ عطا کئے ہیں اور اُن کے ذریعہ سے وہ زبردستی تعلیم دیتی ہے اس کا مفصل ذکر انٹروڈکشن میں کیا گیا ۔ اس مطالعہ سے خود بخود دینی و دنیوی تجربہ ہوتا رہتا ہے اور جو شخص لڑکپن میں کم فہم اور ناتجربہ کار تھا جوانی میں ہوشیار اور سمجھ دار ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں رگ جہاں دیدہ اور زمانہ شناس ۔ خواہ اس نے کسی مدرسہ میں تمام عمر تعلیم نہ پائی ہو ۔ بزرگوں کی عزت اسی باعث کی جاتی ہے کہ وہ مدت تک قدرت کا مطالعۂ عام کر کے زمانہ کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں اور دینی اور دنیاوی معاملات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں ۔

مطالعۂ عام کا ذخیرہ ۔ جس طرح کسی کے یہاں سامان موجود ہو تو وہ جس وقت چاہے ہر قسم کا لذیذ کھانا تیار کر سکتا ہے ۔ اسی طرح مطالعہ عام کرنے والے شخص کے یہاں ہر قسم کی معلومات کا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا ہے اس لئے اگر اس کو اتفاقاً مطالعۂ خاص کا موقع نہ ملے تو زیادہ دقت نہیں ہوتی ۔ اگر کسی شخص کے پاس

سامان موجود ہو اور وہ کسی روز کھانا نہ پکا سکے تو وہ رکھی ہوئی مٹھائی وغیرہ سے گزر کر سکتا ہے لیکن اگر روزانہ مٹھائی ہی کے بھروسہ پر کھانا نہ پکاوے تو ایک دن وہ بھی ختم ہو جاتی ہی اور پھر بھوکا رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح مطالعہ علم کرنے والا مدرس کسی روز مطالعۂ خاص نہ کرنے پر بھی کام چلا سکتا ہی لیکن اگر وہ مطالعۂ عام کے بھروسہ پر ہی بیٹھا رہے تو آخر میں بغلیں جھانکنی پڑتی ہیں اور نا قابلیت ثابت ہو جاتی ہی۔

مطالعۂ خاص کا طریقہ۔ مطالعۂ خاص سے یہ مطلب نہیں ہی کہ جس بات کو آپ جانتے ہیں اس کو بھی تحقیق کرنے کی کوشش کریں یہ تضیع اوقات ہے آپ کو صرف یہ غور کرنا چاہئے کہ فلاں سبق کو کس طرح سمجھایا جاوے کہ لڑکوں کو کوئی دقت باقی نہ رہے۔

مطالعہ کے عام اصول اور گُر۔ ہر تعلیمی مضمون کے مطالعہ کا طریقہ علیحدہ علیحدہ لکھنے سے پیشتر آپ کی آسانی کے واسطے چند عام اصول تحریر کئے جاتے ہیں جو نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

(اوّل) اگر آپ علمی ترقّی چاہتے ہیں تو حسب ذیل ہدایات کی پابندی کیجئے

(۱) تحقیقات اور مطالعہ میں بے صبری نہ کیجئے۔

(۲) مضمون کو شروع سے سمجھنے کی کوشش کیجئے اور استقلال سے کام لیجئے۔

(۳) مضمون پر پوری توجہ قائم کیجئے اس کے واسطے اگر ضرورت ہو تو تنہائی میں بیٹھ کر خاموشی سے مطالعہ کیجئے۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو چلّا کر پڑھنا شروع کر دیجئے توجہ قائم ہو جائے گی۔ اگر کبھی اس پر بھی ناکامیابی ہو تو جو پڑھا ہے

اُس کو خود لکھنے کی کوشش کیجیے۔ بار بار مشق کرنے سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

(۴) مصنّف کا مطلب ایمان داری سے سمجھنے کی کوشش کیجیے اس کے واسطے اوّل مصنّف کے الفاظ کو توڑ موڑ کر دوسرے معنی نہ نکالئے دوم کتاب کو جلد پڑھ کر نتیجہ نہ نکالئے۔ پہلی بار پڑھنے میں جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ دوسری بار مطالعہ میں بہت کچھ رفع ہو جاتی ہیں۔

(۵) معقول بحث اور کج بحثی میں فرق کیجیے اور کج بحثی سے ہمیشہ بچتے رہیے

(۶) ہر مضمون میں عام اصول تلاش کیجیے اس سے تحقیقات میں بہت مدد ملیگی۔

(۷) عالم بزرگوں کے لکچر سنئے۔ اگر لکچر کے مضمون سے آپ کو کچھ پہلی واقفیت بھی ہے تو آپ کی علمیت میں بہت ترقی ہوگی اور نہایت دلچسپی پیدا ہوگی۔ اس کے بعد غور کیجیے کہ اس میں آپکو کیا کیا نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اِن کو یاد رکھئے اور اگر ضرورت ہو تو لکھ لیجیے۔

(۸) علماء کی صحبت اختیار کیجیے۔ اس سے آپ کو مطالعہ کی عادت پیدا ہوگی اور نہ صرف علمیت بڑھے گی بلکہ بہت لطف حاصل ہوگا۔

(دوم) مندرجہ ذیل امور سے علمی ترقی رُک جاتی ہے ان سے پرہیز کیجیے۔

(۱) کئی مضامین کا ایک ساتھ مطالعہ کرنے سے۔ اس سے ہر مضمون پر کافی توجہ کا موقع نہیں ملتا اور طبیعت جلد گھبرا جاتی ہے۔ قوائے جسمانی کمزور ہو جاتے ہیں اور آدمی ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو مضمون نہایت ضروری ہو اسی کو اختیار کیجیے

(۲) ایک ہی وقت کئی کتابیں پڑھنے سے۔ جو کتاب سب سے عمدہ ہو اُسی کا

مطالعہ کیجئے۔ ٹیکسٹ بک کمیٹی نے آپ کے واسطے عمدہ کتابوں کا انتخاب کر دیا ہے۔

(۳) کتاب کو جلد پڑھ ڈالنے سے۔ آپ اس کو جس قدر جلد پڑھیں گے اُسی قدر کم سمجھ میں آوے گی اور اسی قدر کم مضمون یاد رہ سکے گا۔ اس طرح تمام کتب خانے ختم کر دیجئے لیکن یاد کچھ نہ رہے گا۔ روزانہ اخبار پڑھنے والے خود سوچ لیں کہ اُن کو کیا یاد رہتا ہے۔

(۴) مطالعہ کی کتابیں بار بار تبدیل کرنے سے۔ ایک کتاب اُٹھائی اور کہیں ایک ورق اور کہیں دو ورق پڑھ لئے پھر کسی دوسرے مضمون کی کتاب لی اور اس کے بھی دو یا چار ورق دیکھ کر چھوڑ دئے۔ ایسے لوگوں کی حالت بالکل اُن مسافروں کی طرح ہوتی ہے جو گھر سے بار بار روانہ ہوتے ہیں لیکن منزل پر نہیں پہنچتے۔

(۵) بے پرواہی کے ساتھ پڑھنے سے، آج پڑھنے بیٹھے اور دو ہفتے کے واسطے خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد پھر زور شور سے مطالعہ شروع کیا اور پھر چھوڑ دیا۔ اس سے محنت برباد ہوتی ہے۔ ایک یا دو دن آرام کرنے میں چنداں ہرج نہیں لیکن بار بار اور زیادہ عرصہ تک چھوڑنا بہت مضر ہے۔

(۶) عدم توجہی کے ساتھ پڑھنے سے۔ کتاب سامنے ہے اور خیال دوسری طرف۔ اس سے دماغ جلد بیکار ہو جاتا ہے اور مطالعہ کے قابل نہیں رہتا۔

(سوم) اگر آپ اپنا علم قائم رکھنا چاہتے ہیں تو حافظہ سے امداد لیجئے حافظہ کی ترقی کے واسطے۔

(۱) مضمون کو ترتیب وار یاد رکھنے کی کوشش کیجئے مثلاً فلاں مضمون میں

چار باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں پہلی فلاں دوسری فلاں وغیرہ -

(۲) مضمون کے باہمی تعلقات کا خیال رکھئے -

(۳) بار بار نظر ثانی کیجئے - اس کے واسطے ہر باب کے خاتمہ پر کتاب بند کرکے خیال کیجئے کہ کیا کیا پڑھا ہے -

(۴) جو کچھ پڑھا ہے اس پر بوقت فرصت کسی ملاقاتی سے گفتگو کیجئے -

(۵) چلاکر پڑھنے سے بھی حافظہ کو مدد ملتی ہے -

(۶) قابل مصنفوں کے بعض عمدہ مضامین کے خاص خاص حصے حفظ کرلیجئے اگر کسی نے بچپن میں یہ فقرات یا اشعار یاد کرلئے ہیں تو بڑے ہونے پر اُن میں بہت دلچسپی پیدا ہوگی اور نہایت مسرت کے ساتھ علمیت قائم رہے گی پُرانا طرز تعلیم اسی کے مطابق تھا جس کا ذکر انٹروڈکشن میں کیا گیا ہے اور اشعار یا مضامین کو حفظ کرنے کا ایک نہایت آسان طریقہ یہ بتا دیا گیا ہے کہ اُن کو روزانہ ایک بار پڑھ لیا جائے کچھ عرصہ میں خود بخود یاد ہو جائیں گے -

(۷) پڑھے ہوئے مضمون پر تنہائی میں غور کیجئے اور اُلٹتے پلٹتے رہئے - اس سے دلچسپی پیدا ہوگی اور واقفیت میں ترقی ہوگی - پُرانے زمانہ میں مولوی صاحب جمعرات کا دن آموختہ یعنی پچھلے سبق کو دُہرانے کے واسطے وقف کرتے تھے جو نہایت مفید تھا -

(چہارم) اگر آپ اپنی علمیت کو کام میں لانا چاہتے ہیں تو اس کے واسطے

(۱) مضمون پر بار بار بات چیت کا موقع تلاش کیجئے اور دوستوں سے آزادانہ گفتگو کیجئے اس سے دماغی قوت میں ترقی ہوگی لیکن گفتگو میں [illegible]

الفاظ ہرگز استعمال نہ کیجئے (۲) دوست کے الفاظ توڑ موڑ کر دوسرا مطلب نکالنے کی کوشش نہ کیجئے (۳) دوست کی چھوٹی غلطیوں پر زور نہ دیجئے۔

(۲) پڑھے ہوئے مضمون کو خود لکھنے کی کوشش کیجئے بعض اوقات ہم زبانی بحث خوب کر لیتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم کو یہ مضمون بخوبی معلوم ہے لیکن جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو نئی مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خود لکھنے کے بعد اصل سے مقابلہ کرنے پر نئے الفاظ اور ان کے استعمال سے واقفیت پیدا ہو گی

(۳) حتی المقدور وہی کتابیں دیکھئے جو مستند مصنّفوں نے لکھی ہیں۔ یاد رکھئے کہ آپ جیسے مصنف کی کتاب پڑھیں گے ویسے ہی خود بھی ہو جائیں گے۔

(پنجم) آپ کو اپنی ذات کا علم حاصل کرنا چاہئے یہ آسان کام نہیں کیونکہ ہر شخص کو اپنا ہر کام اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن (۱) قدیم و جدید تاریخ اور سوانح عمری کی کتابیں پڑھنے سے علم میں بہت ترقی ہوتی ہے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے بہت طریقے معلوم ہو جاتے ہیں (۲) اگر آپ اپنے مذہب کی سچائی کے ساتھ پابندی کریں لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے مذاہب سے تعصب و نفرت نہ کریں تو آپ کو اپنی ذات کا بہت کچھ علم حاصل ہو گا اور فرائض ادا کرنے کی قابلیت پیدا ہو جائے گی۔[1]

حافظہ کی امداد کے متعلق تاریخ کے ضمن میں مزید بحث کی جائے گی۔

اب ہر مضمون کے مطالعہ کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے امید ہے کہ آپ ان ہدایات سے فائدہ حاصل کریں گے۔

---

[1] دیکھئے کریم مصنفہ حالی۔

زبان کی کتاب کا مطالعہ

درجہ الف کی کتاب کا مطالعہ - فرض کیجیے کہ زبان کی کتاب میں آپ کو یہ فقرہ پڑھانا ہے " یہ لال پھول ہے " (यह लाल फूल है) اس کے مطالعہ کے وقت غور کیجیے کہ لڑکا فقرہ کو (۱) پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۲) سمجھ سکتا ہے یا نہیں - پہلے سوال کے واسطے ہم دیکھتے ہیں کہ اس فقرہ میں چار لفظ ہیں (۱) یہ (۲) لال (۳) پھول (۴) ہے - ہندی میں پہلے لفظ پر کوئی ماترا نہیں ہے لیکن دوسرے تیسرے چوتھے لفظ پر ماترا ہیں - ہم جانتے ہیں کہ بلا ماترا کا لفظ بچہ کے لئے آسان ہے لیکن ماترا والے الفاظ کسی قدر مشکل ہیں۔ आ کی ماترا سب سے سہل ہے اور سلسلہ وار इ - उ - ए - ओ کی ماترا مشکل ہوتی گئی ہیں - ممکن ہے کہ لڑکا بلا ماترا کا لفظ بھی نہ پڑھ سکے - اس لئے اس کی آسانی کے لئے اول کتاب یا چارٹ کے پچھلے الفاظ تلاش کیجیے کہ کسی جگہ لفظ یہ (यह) پہلے آچکا ہے یا نہیں اگر آیا ہے تو اس کو یاد رکھیے تاکہ اگر لڑکا سبق نہ پڑھ سکے تو یہ لفظ پہلی جگہ پڑھوا کر اس سے نکلوایا جائے اسی طرح باقی لفظوں کو بھی تلاش کیجیے - اگر لڑکا ان کو پڑھ چکا ہے تو پچھلا حوالہ کافی ہوگا - لیکن اگر کوئی لفظ نہیں پڑھا ہے تو ظاہر ہے کہ ہندی بارہ کھڑی پڑھاتے وقت لڑکے کو ماترا کا علم ہو چکا ہے اردو تختیاں پڑھتے وقت دو حرفی الفاظ یاد ہو چکے ہیں اور ان کے بعد سہ حرفی اور چار حرفی الفاظ بھی وہ پڑھ چکا ہے - اب اسی ماترا اور تختی کے حوالہ

سے ایک ایک نفظ کا تلفظ کرانا سوچ لیجئے - اس کے بعد فقرہ کا مطلب سمجھانے
کے لئے غور کیجئے کہ لڑکے نے کبھی لال پھول دیکھا ہے یا نہیں اگر دیکھا ہے
یا اس کی رنگین تصویر موجود ہے تو اس کا حوالہ کافی ہے - اگر نہیں تو آپ کے
مدرسے کے پاس کہیں لال پھول لگا بھی ہے یا نہیں - اگر مدرسہ کے باغیچہ میں لگا ہے تو
اس کو ہرگز نہ توڑئیے بلکہ دوسرے دن وہی درخت میں لگا ہوا پھول دکھا دیجئے
لڑکا درخت سے ٹوٹے ہوئے پھول سے اس قدر خوش نہیں ہوتا جس قدر لگے ہوئے
پھول سے - بلکہ لگے ہوئے پھول کو خود توڑنے کی کوشش کرتا ہے - اگر آپ
کے یہاں باغیچہ نہیں ہے نہ کہیں لال پھول لگا ہے نہ رنگین تصویر ہے تو کپڑے
کے تھان کی کوئی تصویر تلاش کیجئے یا کسی رنگین اشتہار میں لال پھول کی تصویر
ڈھونڈھئے - اگر رنگین تصویر نہ ملے تو چارٹ کی تصویروں میں ڈھونڈئیے کہ کسی
پھول کی تصویر ہے یا نہیں - اگر یہ بھی نہ ملے تو تختۂ سیاہ پر تصویر بنانے کا طریقہ
سوچ لیجئے - جب لڑکے آپ کو تختہ سیاہ پر تصویر بناتے دیکھیں گے تو بہت خوش
ہوں گے اور ان کو پھول کا کچھ تصور ضرور ہو جائے گا - لیکن جہاں تک ممکن ہو
تصویر بالکل صحیح بنائیے - اس فقرہ کے مطالعہ میں صرف یہی کام ہے جس میں زیادہ
دیر نہیں لگے گی - ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض فرمادیں کہ آپ کو بیان کرنے میں
اس قدر دیر لگی ہم کو کام کرنے میں اس سے زیادہ دیر کیوں نہ لگنی چاہئے -
لیکن یہ خیال درست نہیں ہے جو مدرس سبق کا روزانہ مطالعہ کرتے ہیں اُن کو
چارٹ کے ایک ایک نفظ سے واقفیت ہوتی ہے - اسی لئے یہ فقرہ پڑھتے ہی
خیال آجاتا ہے کہ فلاں نفظ چارٹ میں فلاں جگہ آیا ہے - اس طرح آپ کا

حافظہ بہت سا وقت بچا دیتا ہے اور یہ بھی یاد دلا دیتا ہے کہ مدرسہ کے پاس فلاں جگہ لال پھول ہے یا اس کی تصویر موجود ہے۔ غرضیکہ یہ کل کام تین چار منٹ میں ختم ہو سکتا ہے ممکن ہے شروع میں کچھ دقت معلوم ہو لیکن یہ اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آپ کو مطالعہ کی عادت نہیں جس طرح بچہ کھڑا ہونا اور چلنا سیکھتا ہے تو شروع میں گرتا ہے لیکن پھر اٹھ کر چلنے لگتا ہے اور تھوڑے دنوں میں دوڑنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی شروع میں کسی قدر دقت ہونا ممکن ہے لیکن عادت پڑتے ہی آپ مطالعہ کا کام منٹوں میں ختم کرنے لگیں گے اور جب عادت پڑ گئی تو جس طرح برہمن بغیر نہائے دھوئے روٹی نہیں کھاتے اور اگر کبھی دیر ہو جاتی ہے تو بھوکا رہنا پسند کرتے ہیں لیکن بلا نہائے کھانا قبول نہیں کرتے اسی طرح آپ بھی بلا مطالعہ کئے سبق پڑھانا پسند نہیں کریں گے اور لائق پروفیسروں کی طرح ایسے پڑھانے سے نہ پڑھانا بہتر سمجھیں گے۔

مطالعہ کی مختلف شکلیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر درجہ کی کتاب کا مطالعہ یکساں ہوتا ہے یا کہ خود اس پرائمری کتاب کا طریقہ تعلیم ہر جگہ ایک ہی ہے ابجد کی تعلیم میں آپ کو اس بات کا مطالعہ کرنا ہوگا کہ کسی حرف مثلاً الف کو کس چیز کی تصویر بتا دیں کہ اس کو بچہ جانتا ہو۔ پھر ضروری سامان یعنی تاش یا نقشہ حروف تہجی کا استعمال کس وقت کیا جاوے اور کس طرح یعنی نقشہ سے اول ہی پڑھانا شروع کیا جاوے یا اس میں صرف حروف تلاش کرائے جاویں اور تاش میں ایک حرف کے ایک پتہ کو دس لڑکے کس طرح نکال سکتے ہیں چوں کہ آپ ان امور سے ٹریننگ کلاس یا نارمل اسکول میں واقف ہو چکے ہیں اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں

اونچے درجوں کی کتاب کا مطالعہ۔ درجات ب اوّل و دوم کی کتابوں میں نہ صرف مشکل الفاظ تلاش کرنے چاہئیں بلکہ مشکل فقرات بھی دیکھنے ہوں گے اور کل سبق کا مطلب ذہن نشین کر لینا ہوگا۔ الفاظ کی تقسیم چار طرح پر ہے اوّل وہ جو بلحاظ معنی بھی سہل ہیں اور بلحاظ تلفظ بھی ان کی تعداد سبق میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ دوم وہ الفاظ جن کے معنی سہل ہیں لیکن تلفّظ مشکل۔ سوم وہ جو بلحاظ تلفظ سہل ہیں لیکن بلحاظ معنی مشکل ان میں محاورہ اور فقرات بھی شامل کیجیے کیونکہ اُن کے الفاظ اکثر بہت سہل ہوتے ہیں لیکن معنی الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتے۔ چہارم وہ الفاظ جو بلحاظ معنی اور تلفظ دونوں مشکل ہیں۔ اُن کی تعداد سبق میں سب سے کم ہوتی ہے۔ بوقت مطالعہ :۔

(۱) سب سے پہلے سبق کا مطلب خود اس طرح سمجھ لیجیے کہ کہیں شبہ نہ رہے۔

(۲) پھر معنی تلاش کرتے وقت قسم اوّل کے کل الفاظ چھوڑ دیجیے۔ اس لئے سبق کا صرف تھوڑا سا حصّہ غور کے واسطے باقی رہ جائے گا۔

(۳) پھر سبق کے وہ الفاظ انتخاب کر لیجیے جن کا صرف تلفظ مشکل ہے ان کی تعداد زیادہ ہوگی اور یہ خاصکر وہ ہوتے ہیں جن میں ز۔ ع۔ ق۔ ش۔ ف وغیرہ ہیں۔ خاص کر ایسے الفاظ جن میں زؔ یا شؔ ہوں کتاب میں زیادہ ملتے ہیں اور ان کا تلفظ دیہاتی لڑکے اکثر غلط کرتے ہیں۔ مثلاً تیز کو تیج اور پیش کو پیس کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ دیہات میں بہت سے لڑکے زبر کا استعمال ٹھیک نہیں کر سکتے مثلاً ضَرَب کو ضَرْب یا جَرْب بولتے ہیں اور طَرَف کو طَرْف یا طَرُف پھر اسی طرح نہ غ اور گ کے تلفظ میں فرق کرتے ہیں نہ ق اور

ک کے نہ ض - ز - ظ اور ج کے اور پنڈت جی ایک یا دو بار صحیح تلفظ کرانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب لڑکا ٹھیک نہیں بولتا تو یہ سوچ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ "یہ تو گاؤں کا لڑکا ہے ایسے ہی بولے گا ہم اس سے کہاں تک سر ماریں" بلکہ اگر وہ ایک بار بھی ٹھیک تلفظ کر دیتا ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ لڑکے نے صحیح کہہ دیا اب مشق کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ذرا دیر بعد وہ پھر غلط تلفظ کرنے لگتا ہے خیال رکھیے کہ صحیح تلفظ کی عادت ڈالنے کے واسطے عرصہ تک نہایت صبر سے روزانہ مشق کی ضرورت ہے۔

(۴) بلحاظ تلفظ مشکل الفاظ کے انتخاب کے بعد بہت تھوڑا حصہ باقی رہ جاتا ہے اس میں زیادہ تر بلحاظ معنی مشکل الفاظ ہوتے ہیں۔ یہاں آپ کو دو طرح کی محنت کرنی ہوگی یعنی اوّل مشکل الفاظ کا انتخاب دوم ان الفاظ کے معنی تلاش کرنا۔ یہاں سے آپ کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے اس لئے ایک خاص احتیاط کی ضرورت ہے یعنی آپ کبھی ایسا لفظ نہ لیجیے جس کے معنی لڑکا خود جانتا ہو خواہ وہ لفظ کتنا ہی مشکل ہو۔ مدرس اس انتخاب میں ہی بہت غلطی کرتے ہیں لیکن آسان لفظ کے معنی بتانے میں مدرس پر بھی مصیبت آجاتی ہے اور تعلیم غلط ہو جاتی ہے اس لئے اگر آپ آسان الفاظ چھوڑ دیں تو بہت سی فضول محنت اور دقت سے بچ سکتے ہیں۔ اب مشکل الفاظ میں دیکھیے کہ لڑکا کون کون لفظ پہلے پڑھ چکا ہے۔ پڑھے ہوئے لفظوں کے واسطے صرف پچھلے سبق کا حوالہ کافی ہے باقی نئے الفاظ کے معنی تلاش کر لینے چاہییں یہاں اول غور کیجیے کہ معنی کیوں بتائے جاتے ہیں؟ بولنے والے کا منشاء ذہن نشین کرنے کی غرض سے تاکہ لڑکوں کے دماغ میں مطلب کی تصویر ہو بہو کھنچ جاوے۔ معنی یا مطلب بتانا گویا بند دروازہ کو کھولنا

یا گتھی کو سلجھانا ہے لیکن دروازہ وہی کھولا جاسکتا ہے جو درحقیقت بند ہو کھلے دروازہ کو کھولنا نہ صرف تضیع اوقات ہی بلکہ اس میں یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں کواڑ خود گھوم کر بند نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب ڈورے میں گانٹھ نہ ہو اس کو نوچ نوچ کر سلجھانا گویا ڈورے کو توڑنا اور پھر گتھی لگانے کی کوشش کرنا ہی۔ اسی طرح سہل الفاظ کے معنی بتانا لڑکوں کو فضول دقت میں ڈالنا ہی کیوں کہ جو کچھ ان کی سمجھ میں آیا تھا وہ بھی جاتا رہتا ہے اصلی مشکل الفاظ کے معنی لڑکوں کی سمجھ میں اسی وقت آسکتے ہیں جب وہ آسان الفاظ میں ادا کئے جائیں اور ایسے طویل نہ ہوں کہ یاد نہ رہ سکیں اس لئے جو معنی آپ تلاش کریں وہ :-

(۱) ایسے الفاظ میں ہونے چاہئیں جن کو لڑکے خوب جانتے ہیں (۲) مختصر ہونے چاہئیں۔ پنڈت جی معنی مختصر ضرور بتاتے ہیں لیکن پہلی خوبی کا بالکل خیال نہیں رکھتے بلکہ اختصار ہی کے باعث الفاظ سے زیادہ مشکل معنی بتا دیتے تھے اگر بدقسمتی سے اصلی لفظ سہل ہوا تو اس کے معنی اس قدر مشکل بتا دئے کہ لڑکے کو "معنی کے معنی" کی فکر پڑ گئی حالاں کہ وہ اصل لفظ کو بخوبی سمجھ گیا ہی مثلاً اگر اسد کے معنی شیر بتائے گئے تو ٹھیک تھے کیوں کہ لفظ شیر اسد سے سہل ہے اور مختصر بھی ہی لیکن ہاتھ کے معنی "کر" ہرگز درست نہیں کیوں کہ لفظ ہاتھ لڑکوں کے واسطے نہایت سہل ہی لیکن معنی کا لفظ سنسکرت ہونے کے باعث بہت مشکل ہے۔

(لطیفہ) ایک مدرسہ میں پنڈت جی نے جھوٹ کے معنی متھیا بتائے۔ امتحان

کے وقت میری لڑکے سے جو دلچسپ باتیں ہوئیں۔ سنئے (میں لڑکے سے) جھوٹ کسے کہتے ہیں (لڑکا) جھوٹ کے معنی متھیا (میں) اچھا متھیا کے کیا معنی؟ (لڑکا سوچ کر) سچ بولنا!

نوٹ بک چونکہ کتاب کے فقرات کو بلحاظ خوش خوانی بھی پڑھانا ہے اس لئے عبارت میں وقفے لگا لیجئے اور مشکل الفاظ، فقرات، وقفہ اور مطلب کے لئے بشرط ضرورت اپنی نوٹ بک میں نہایت مختصر نوٹ کر لیجئے تاکہ پڑھاتے وقت اشارہ دیکھتے ہی یاد آجائے کہ فلاں لفظ کے یہ معنی ہیں اور فلاں فقرے کی یہ مثال اچھی ہوگی۔ نوٹ بک کی عام خرابی اور خوش خوانی کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

املا اور خوش خطی کا مطالعہ

۱۔ املا کا مطالعہ۔ املا کے مطالعہ میں بھی آپ کو مشکل الفاظ تلاش کرنے ہونگے لیکن اردو میں مشکل الفاظ وہ ہیں جن میں ز۔ س۔ ط۔ ق۔ ع۔ غ۔ ح وغیرہ شامل ہیں۔ کیونکہ ان کی آواز سے ملتے ہوئے دوسرے حروف بھی موجود ہیں۔ ز کی آواز ض اور ظ سے س کی ص اور ث سے ط کی ت سے ق کی ک سے ع کی ا سے اور غ کی گ سے ملتی ہے۔ ح اور ہ کی آوازیں طلبا عموماً فرق نہیں کر سکتے وہ ش کے بجائے س لکھ دیتے ہیں اور دیہاتی لڑکے ز کی بجائے ج۔ ہندی میں ملے ہوئے حرف रा ، रु کی ماترا میں زیادہ غلطی کی جاتی ہے اور र کا استعمال مختلف طور پر مثلاً क्रम ، करम ، क्रम क्रम ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ آپ جس عبارت

کو لکھوانا چاہیں اُس میں یہ الفاظ دیکھ لیجئے اور اندازہ کیجئے کہ لڑکے کتنی غلطیاں
کریں گے اگر عبارت زیادہ مشکل ہو تو تھوڑی بولئے اور سہل ہو تو زیادہ
کیوں کہ کچھ وقت غلطیوں کی مشق کے لئے بھی چاہیے بعض مدرس ایسی عبارت
انتخاب کرتے ہیں جس میں الفاظ بلحاظ معنی مشکل ہیں - اس سے کچھ فائدہ نہیں
بلحاظ تلفظ مشکل الفاظ کی عبارت زیادہ مفید ہے - اردو املا میں جن الفاظ
پر تشدید ہو اُن کی مشق بھی طلباء کے لئے مفید ہے اور ہندی میں ملے ہوئے حروف کی

خوشخطی کا مطالعہ - املا میں خوشخطی کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے - یہ طلباء
کو کاپی سلپ کے بموجب لکھائی جاتی ہے - کسی زمانہ میں خوشخطی کی چوڑی کاپی
رائج تھیں جن میں ہر صفحہ پر اوّل نمونہ کی خوشخط عبارت ہوتی تھی اور نیچے سطروں
کے نشانات - طلباء نمونہ کی نقل کرتے تھے لیکن اب ان کاپیوں کا استعمال
متروک ہو گیا ہے کیوں کہ (اول) بڑی کتاب ہونے کے باعث کاپی کی قیمت زیادہ تھی
اور چوں کہ ایک کاپی کے ختم ہوتے ہی دوسری نئی کاپی کی ضرورت پڑتی تھی
اس لئے دیہاتی طلباء کا خرچ زیادہ ہوتا تھا (دوم) ایک صفحہ پر پہلی سطر میں
نمونہ اور نیچے تین چار سطر خالی رکھنے پر لڑکے پہلی سطر خوشخط لکھنے کی کوشش
کرتے تھے لیکن اس کے بعد ان کی نگاہ اپنی لکھی ہوئی سطروں پر رہتی تھی نتیجہ یہ
تھا کہ پہلی سطر کچھ خوشخط ہوتی تھی اور باقی ہر سطر خراب ہوتی جاتی - یہاں تک
کہ آخری سطر قریب قریب بالکل شکست ہوتی (سوم) تین چار سطر لکھنے کے بعد
اسی نمونے کے مطابق لکھنے کا موقع طلباء کو اس وقت تک نہیں ملتا تھا جب تک
والدین چھ سات پیسے خرچ کر کے دوسری کاپی نہ خریدیں (چہارم) کاپی ختم ہو جانے

پر پنڈت جی کو درمیان سال میں کام چھوڑنے کا یہ بہانہ مل جاتا تھا کہ "حضور ان کی کاپیاں ختم ہوگئی ہیں اور خرید کر لاؤں گا تو پھر شروع کراؤں گا" (پنجم) درمیان سال میں اگر کاپیاں بازار میں نہ مل سکیں تو تعلیم کا بہت ہرج ہوتا تھا اس لئے اب چھوٹے سلیپ استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ کم لاگت کے باعث سستے مل سکیں اور طلباء کو بار بار کاپی خریدنے کی ضرورت نہ ہو اور لکھتے وقت نمونہ کو بآسانی دیکھنے کا ہر بار موقع ملے یعنی دوسری تیسری یا چوتھی سطر لکھتے وقت اوپر کی لکھی ہوئی سطروں کو کھلی کاپی سلیپ سے ڈھک دیا اور نمونہ کے بموجب لکھنا شروع کر دیا۔ بعض مدرسوں میں بڑی کاپیاں اب بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکوں کو خواہ صفحہ کے نیچے سے لکھنا شروع کرنا چاہئے تاکہ نمونہ پر نگاہ پڑتی ہے یعنی آخر سطر ختم ہونے پر اُس کے اوپر کی سطر لکھنی چاہئے اور اسی طرح نمونہ کی سطر تک پہنچنا چاہئے یا اگر یہ پسند نہ ہو تو پہلی لکھی ہوئی تمام سطریں ہر بار کاغذ سے چھپا کر لکھنا چاہئے۔ صرف نمونہ کی سطر کھلی رہے۔

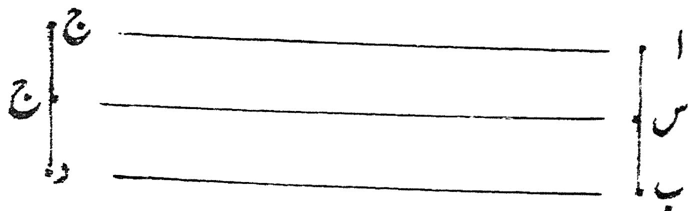
خوشخطی کی تیاری۔ خوشخطی لکھانے میں قلم کی موٹائی نمونہ کی عبارت کے برابر ہونی چاہئے۔ اگر کاپی سلیپ کا کاغذ باریک ہو تو ابتدا میں عکس کرانا بھی ایک حد تک ٹھیک ہے گو اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لڑکے اصل کو دیکھ کر نقل کریں اور کاغذ باریک ہو تو اصل نمونہ پر رکھ کر اور اپنے لکھے ہوئے حروف کی کشش چھوٹی ہوئی حروف پر ملا کر درست کریں اس طرح خوشخطی کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔ آپ لڑکوں کی کاپیاں کاپی سلیپ سے تگنی یا چوگنی چوڑی بنوائیے تاکہ ہر صفحہ پر چار یا پانچ سطر لکھی جا سکیں۔ پھر ان پر سلیپ کے نمونہ کے مطابق ٹھیک طور پر سیدھی سطریں کھنچوائیے۔

قلم کی موٹائی نمونہ کے مطابق رکھئے اور بوقت تعلیم یہ نگرانی کیجئے کہ لڑکے ہر سطر کو نمونہ کے مطابق ٹھیک لکھیں۔ اگر کوئی لڑکا نمونہ کے بموجب نہ لکھ سکے تو غلط لکھی ہوئی سطروں کو کاپی سلپ سے ڈھک دیجئے۔

قلم کا انتظام - ہندی میں حرف کی لمبائی قلم کے پانچ کھڑے نقطوں کے برابر ہوتی ہے یعنی آپ جس قدر بڑا حرف بنانا چاہیں قلم کی موٹائی اس کی ⅕ رکھئے میری رائے میں درجات الف اور ب کا حرف کم از کم ایک انچ بڑا ہونا چاہئے یعنی ایک پیسہ کی لمبائی کے برابر۔ درجات اوّل و دوم میں پون انچ سوم و چہارم میں آدھ انچ اور پنجم و ششم میں پاؤ انچ سے زیادہ نہ ہونا چاہئے یعنی ششم درجہ کے حروف کی لمبائی درجہ الف کے قلم کی موٹائی کے برابر ہے۔ چونکہ الف و ب کے لڑکے خود قلم نہیں بنا سکتے اس لئے ان کے قلم بنانا اور بعض اوقات ابتدا میں ان کی تختیوں پر سطر کھینچنا بھی آپ کا فرض ہے اس لئے طلبار کی تعداد کے برابر بلکہ اس سے دس فی صدی زیادہ قلم بنے ہوئے موجود رکھئے اور لکھنے کے وقت لڑکوں کے ٹوٹے یا بغیر بنے ہوئے قلم سے بدل لیجئے - پھر مطالعہ کے وقت ان کو بھی بنا کر رکھ لیجئے اور دوسرے روز اسی طرح کام میں لائیے بناتے وقت اس امر کا خاص لحاظ رکھئے کہ سب قلموں کی موٹائی یکساں اور پیمانہ کے برابر ہو اونچے درجات کے واسطے مناسب یہ ہے کہ آپ کا بنایا ہوا نمونے کا قلم ساز موجود رہے اور لڑکے اپنا قلم اس کے مطابق بنا لیا کریں یا اگر ان سے ٹھیک نہ بن سکے تو آپ خود درست کر دیں۔ متعلم کے واسطے قلم کا درست ہونا اسی قدر ضروری ہے جس قدر سپاہی کے واسطے ہتھیار کا۔ جس مدرسہ

کے طلباء کے قلم یا سیاہی درست نہیں ہوتی اس کی حالت بالکل اسی فوج کی طرح ہے جس کی بندوق خراب اور گولا بارود بیکار ہے لیکن وہ اس پر بھی میدان جنگ میں لڑنے کو تیار رہی۔

سطر کھینچنے کا طریقہ۔ تختی یا کاغذ پر عبارت لکھنے کے لئے سطر ضرور کھینچنی چاہئیں۔ ہندی حروف کے واسطے دو سطر اور اردو کے واسطے تین ان کے درمیان حروف اس طرح لکھے جاویں کہ ان کے سر اوپر کی سطر پر ہوں اور پاؤں نیچے کی۔ لڑکے سطر کھینچنے میں بہت غلطی کرتے ہیں اور پنڈت جی مطلق خیال نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دو سطروں کے درمیان برابر فاصلہ نہیں رہتا۔ ایک طرف زیادہ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب کم اور چونکہ طلباء کو سطروں کے درمیان لکھنے کا حکم ہے اس لئے ان کے حروف ایک طرف بڑے ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف چھوٹے اور خوشخطی کا منشا بالکل حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ کو چاہئے کہ نیچے درجات میں اسکیل یعنی پٹری کو تختی پر رکھ کر دونوں جانب یعنی اوپر اور نیچے پٹری سے ملی ہوئی سطریں کھچوائیں۔ دوسرا طریقہ جو ہر درجہ میں استعمال ہو سکتا ہے یہ ہے کہ ہر لڑکا قلم کی موٹائی سے پانچ گنا موٹا تنکا یا سینک کا ٹکڑا کاغذ پر رکھ کر دونوں جانب یعنی اوپر اور نیچے اس طرح آ ب۔ ج۔ د نقطے لگا دے۔



پھر الف اور ج کو اور اسی طرح ب اور د کو ملا دے۔ اردو خوشخطی کے واسطے خط اب کھینچ کر اس میں ایک نقطہ س لینا ہوگا اور خط ج د میں نقطہ ح یہ نقطے اس انداز سے لگانے چاہئیں کہ اگر خط اب کے پانچ ٹکڑے کئے جاویں تو اس میں تین حصے شامل ہوں اور ب س میں دو یا یوں کہئے کہ خط اس خط ب س سے اور ج ح - ح د سے ڈیوڑھا ہونا چاہئے۔ اگر آپ اردو کی چھپی ہوئی کتاب کی کسی سطر پر اوپر نیچے اور درمیان اسی طرح پنسل سے سطریں کھینچ کر دیکھیں تو آپ کو حروف کا استعمال بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ بوقت مطالعہ خوشخطی کے واسطے ایسا فقرہ انتخاب کیجئے جس میں ہر قسم کے چھوٹے بڑے حروف موجود ہوں چھپی ہوئی کاپی سلیٹ نے انتخاب کی یہ محنت بہت بچا دی ہے۔

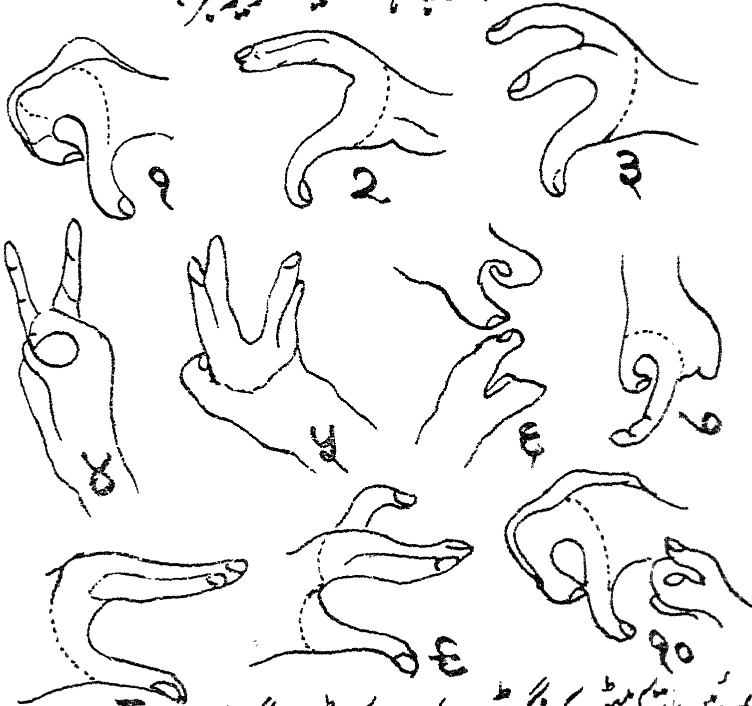
حساب کا مطالعہ

روکھا پھیکا مضمون۔ اکثر مدرس حساب کے مضمون کو بہت روکھا پھیکا سمجھتے ہیں لیکن اگر کسی مضمون میں نہایت آسان طریقہ سے دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے تو وہ حساب ہے اگر اس کے ہر قاعدے کے اصول پر مفصل بحث کی جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائیگا اس لئے یہاں صرف چند امور لکھے جاتے ہیں۔ علم ہندسہ ہندوستانیوں کی ایجاد ہے جس نے دنیا میں نہایت آسانی سے تہذیب کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اگر علم ہندسہ نہ ہوتا تو انسان کی موجودہ ترقی بالکل ناممکن تھی۔ یہ اس قدر سچا علم ہے کہ غلطی کسی طرح چھپ نہیں سکتی

گنتی کی مختصر تاریخ۔ دن رات کے کاروبار میں انسان کو مختلف چیزیں یاد رکھنے کی ضرورت ہوئی لیکن ہر ایک کو یاد رکھنا ناممکن تھا اس لئے انسان نے

ہمشکل چیزوں کو علیحدہ کر لیا اور ہر ایک قسم کے جاندار کو پہچاننے کے واسطے علیحدہ نام دیا مثلاً ہاتھی۔ بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ ۔ چیونٹی ۔ سانپ ۔ بچھو۔ آدمی وغیرہ اسی طرح بے جان چیزوں میں بھی ہر ایک کا نام رکھا۔ مثلاً قلم۔ دوات ۔ میز۔ کرسی ٹاٹ چارپائی وغیرہ ۔ اب ہر ایک قسم میں بھی ہزار ہا چیزیں تھیں ۔ اس لئے اس قسم کے زیادہ ٹکڑے کرنے کی ضرورت ہوئی اور ان کے الگ الگ نام رکھ کر پہچاننے میں آسانی پیدا کی گئی مثلاً گھوڑے مختلف قسم کے یا انسان متفرق رنگ روپ کے ۔ باقی ہر چیز کو گو علیحدہ علیحدہ پہچاننے کی ضرورت نہ تھی لیکن تعداد معلوم کرنا بہت ضروری تھا۔ اس تعداد کو معلوم کرنے کے لئے گنتی کی ایجاد ہوئی مگر بعض چیزیں مثلاً (اناج کے دانے) اس قدر چھوٹی تھیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل تھا۔ اس کے لئے وزن ایجاد کیا گیا اور وزن کے مختلف اقسام مقرر کئے گئے تاکہ یاد رکھنے میں آسانی ہو اس میں بھی گنتی کی ضرورت قائم رہی جب چیزوں کو شمار کرنے اور یاد رکھنے کی ضرورت ہوئی اور اس کے واسطے کوئی پیمانہ تلاش کیا گیا تو آدمی کو اپنے ہاتھوں کی دس انگلیوں کا خیال ہوا جو ہر دم جسم کے ساتھ ہیں چنانچہ ہر ایک عدد کے یاد رکھنے کے واسطے گنتی کا نام تجویز کیا گیا یعنی ایک ، دو ، تین چار وغیرہ لکھنے میں ہر ہندسہ کی صورت علیحدہ مقرر کی گئی ۔ ہندی ہندسے درحقیقت انگلیوں کی تصویریں ہیں۔ اگر آپ اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی کو اس طرح سامنے لائیں کہ تھی اٹھی ہے اور انگوٹھا پورا کھلا ہو تو معلوم ہوگا کہ مٹھی کی مڑی ہوئی انگلی اور انگوٹھا مل کر ایک کا ہندسہ بناتی ہیں (دیکھئے تصویر نمبر) اس کے بعد اگر آپ انگوٹھے کے پاس والی انگلی بھی کھول دیں تو کھلا ہوا انگوٹھا اور کھلی انگلی

مل کر دو کی صورت ظاہر کریں گی (دیکھئے تصویر نمبر ۲) پھر اس کے پاس کی ایک انگلی بھی کھول کر پہلی انگلی موڑ دیجئے تین کا ہندسہ بن جاویگا (دیکھئے تصویر نمبر ۳) اس کے بعد ایک انگلی اور کھول دیجئے اور پہلی انگلی اور انگوٹھے کے سر ملا کر دو کھلی انگلیوں پر جھکا دیجئے تو چار کا ہندسہ بن جائیگا (دیکھئے تصویر نمبر ۴) اور تمام پنجے کو اس طرح کھول دینے پر کہ دو دو انگلیاں علیحدہ مل جاویں اور جھکا ہوا انگوٹھا ہتیلی سے الگ ملے پانچ کا ہندسہ بن جائے گا - اس صورت میں ہتیلی کی پشت آپ کے سامنے ہونی چاہیئے (دیکھئے تصویر نمبر ۵)



پھر دائیں ہاتھ کی مٹھی کے انگوٹھے پر بائیں ہاتھ کی مٹھی کا انگوٹھا لگانے سے چھ کا ہندسہ بنے گا (دیکھئے تصویر نمبر ۶) بائیں ہاتھ کے مڑے ہوئے انگوٹھے اور کھلی ہوئی پہلی انگلی سے

سات کا ہندسہ بن جاتا ہے (دیکھئے تصویر نمبر ۷) اور بائیں ہاتھ کی دو کھلی لیکن باہم ملی ہوئی انگلیاں اور پورے کھلے ہوئے انگوٹھے سے آٹھ کا ہندسہ بنتا ہے (دیکھئے تصویر نمبر ۸) اسی حالت میں تیسری انگلی کو بھی کسی قدر کھولنے کی کوشش کیجئے تو نو کا ہندسہ بن سکتا ہے (دیکھئے تصویر نمبر ۹) اور داہنے ہاتھ کے ایک کے ہندسہ پر بائیں ہاتھ کی بندھی ہوئی مٹھی کلائی کے برابر رکھنے سے دس کا ہندسہ ہو جاتا ہے (دیکھئے تصویر نمبر ۱۰) رومن لوگوں نے ان ہندسوں کی ترتیب کھلی ہوئی انگلیوں سے کی تھی اور اس وجہ سے ان کے ہندسوں کی صورت کھڑی انگلیوں کھلے پنجے اور ہاتھ پر رکھے ہوئے ہاتھ سے ملتی ہے۔

حساب کا ڈھانچہ اسی طرح ہاتھوں کی دس انگلیاں ایک جا ہونے پر دہائی کی ایجاد ہوئی اور یہی دہائی آیندہ حساب کی بنیاد۔ سینکڑہ ہزار وغیرہ کا انحصار دہائی پر ہے کسر اعشاریہ بالکل دہائی پر منحصر ہے۔ سود فی صدی بھی دہائی کی ایک صورت ہے حاصل صاف طور پر دہائی کی شکل ہے غرضکہ ہاتھ کی دس انگلیوں نے حساب کا ڈھانچہ تیار کر دیا۔

پانچ۔ دس۔ بیس۔ لیکن بعض اوقات ہاتھ اور پاؤں کی بیس انگلیوں سے بھی کام لینا پڑتا ہے اور کبھی صرف ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے۔ دیہات میں چالیس کو دو بیسی۔ ساٹھ کو تین بیسی اور اسّی کو چار بیسی کہتے ہیں اور باقی ہندسوں کو بھی اسی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً تراسی کو چار بیسی اور تین، اور پچھتر کو تین بیسی اور پندرہ کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض چیزوں کی گنتی پانچ کے حساب سے ہوتی ہے اس کو پنجہ یا پچوترا کہتے ہیں لیکن دہائی سب سے آسان ہے اور اسی پر ہندسوں کے ناموں کی بنیاد ڈالی گئی ہے چونکہ ان ناموں کی بابت ابتدائی تعلیم کی ام کہانی

میں مفصل بحث کی جاچکی ہے اس لئے یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

ہندسہ میں خاص خوبی۔ لیکن ہندسہ میں خاص خوبی یہ ہے کہ معدوم کے واسطے بھی ایک عدد مقرر ہے مثلاً اگر کوئی سوال کرے کہ آپ کے پاس کتنی بکریاں ہیں اور آپ جواب دیں "بالکل نہیں" تو اس کے واسطے بھی ایک عدد یعنی صفر لکھا جاتا ہے۔ غرضیکہ کوئی جواب ہو اس کے واسطے کوئی صورت ضرور مل جاتی ہے۔

جمع کی ایجاد۔ گنتی کی ایجاد کے باعث چیزوں کو ایک ایک کرکے شمار کرنے میں بہت آسانی ہوگئی اور حافظہ کو بہت مدد ملی مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ بہت سی چیزوں کو اس طرح شمار کرنے میں بڑا وقت صرف ہوتا ہے اور حافظہ کام نہیں کرتا اس لئے جمع کی ایجاد ہوئی۔ جمع کیا ہے محض گنتی کو خاص طرز سے گننا مثلاً اگر سات اور پانچ کو ملا کر آپ کہیں کہ "سات اور پانچ بارہ ہوئے" تو یہ جمع کی صورت ہے لیکن اگر اس طرح ملاویں کہ سات آٹھ نو دس گیارہ بارہ تو یہ گنتی کی صورت ہے۔

غرضیکہ دو یا زیادہ عددوں کو ایک ساتھ گننے کا نام جمع ہے۔

تفریق کی ایجاد۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ بہت سی چیزوں کو علیحدہ علیحدہ شمار کرنا بہت دقت طلب ہے اور اس میں وقت بھی ضائع ہوتا ہے اس نے شمار کا دوسرا طریقہ ایجاد ہوا جس کو تفریق کہتے ہیں۔ تفریق درحقیقت ایک قسم کی جمع ہے مثال کے واسطے وہی بارہ لیجئے اور ان میں سے پہلے سات گن لیجئے اور جو ہندسے باقی رہ جاویں اُن کو علیحدہ شمار کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ پانچ ہیں۔ اس کی تشریح ذیل کی لکیروں اور ہندسوں سے کی جاتی ہے۔ بریکٹ کے اندر ہندسے جمع کا اظہار کرتے ہیں اور بلا بریکٹ تفریق کا۔

جمع کی صورت (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷)
تفریق کی صورت ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷
جمع کی صورت (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲)
تفریق کی صورت ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

کل لکیروں کو ایک ساتھ بارہ تک گننے میں جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے اور دو بار یعنی اول سات اور پھر پانچ گننے میں تفریق کی۔ غرضیکہ دو یا زیادہ ہندسوں کو ایک بار ملا کر گننا جمع ہے اور ایک عدد کو دو ٹکڑے کر کے علیحدہ علیحدہ شمار کرنا تفریق ہے یہ دونوں گنتی کی مختلف صورتیں ہیں اور کچھ نہیں۔ اس مثال میں پہلے کل بارہ گنے پھر سات اس کے بعد جو ہندسے رہ گئے وہ پانچ ہیں اور یہی تفریق کی صورت ہے۔

جمع اور تفریق کی چھوٹی تصویریں۔ یہاں تک پہنچ کر معلوم ہوا کہ دنیا کا کاروبار اس قدر وسیع ہے کہ جو دقت سادہ گنتی سے پیدا ہوئی تھی بڑی تعداد ہونے پر وہی جمع میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے جمع کی مختصر تصویر یعنی ضرب ایجاد کی گئی اسی طرح جب کسی عدد کو دو سے زیادہ مرتبہ علیحدہ علیحدہ گننے کی ضرورت ہوئی تو تفریق سے بھی کام نہ چلا اس لئے تقسیم کی ایجاد ہوئی اس طرح گنتی کی چار صورتیں پیدا ہوگئیں۔

(۱) ایک ساتھ ایک بار شمار کرنا (جمع)
(۲) ایک ساتھ کئی بار شمار کرنا (ضرب)
(۳) علیحدہ علیحدہ دو بار شمار کرنا (تفریق)
(۴) علیحدہ علیحدہ کئی بار شمار کرنا (تقسیم)

گز کی ایجاد۔ جب اشیا کے تبادلہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور کاروبار بڑھنے پر معلوم ہوا کہ پانی اور اناج وغیرہ کا شمار ناممکن ہے تو سکوں، وزنوں اور پیمانوں کی ضرورت

پیدا ہوئی اور مختلف سوالات مثلاً حساب تجارت، اربعہ تناسبہ، ستہ تناسبہ، سود وغیرہ کے قاعدے ایجاد کئے گئے اور جب بلحاظ آسانی ہر قسم کے گُر اور اصول کی ضرورت ہوئی تو جبر مقابلہ ایجاد ہوا جو درحقیقت ارتھمٹیک کے اصول کا حساب ہے اس کو بخوبی سمجھ لینے پر ارتھمٹیک میں دقت باقی نہیں رہ سکتی۔

صورت کی گنتی۔ یہاں تک چیزوں کی تعداد کا طریقہ ایجاد ہوا اس کے بعد ضرورت ہوئی کہ چیزوں کی صورت کا حساب بھی معلوم ہو سکے جس میں مطلق غلطی نہ ہو اس کے واسطے جیومیٹری ایجاد ہوئی۔ جیومیٹری کے لفظی معنی زمین کی پیمائش ہیں۔ یہ صورتوں کا پیمانہ ہے جس میں قریب اور دور کی تمام اشیاء کی تعداد اور ان کا باہمی تعلق اور تناسب معلوم ہو جاتا ہے۔ مدرسہ کی دیواریں مختلف سطحوں کی صورتیں ہیں ان کے کنارے خطوط ہیں جہاں دو دیواریں مدرسہ کی زمین سے ملی ہیں وہاں ایک نقطہ پیدا ہو کر زاویہ بن گیا ہے تختۂ سیاہ کئی سطحوں کا مجموعہ ہے جن کے کناروں پر خط ہیں اور گوشوں پر نقطے اور ہر نقطے پر زاویہ قائمہ موجود ہے یہی حالت کتاب، بستہ، میز، بنچ وغیرہ کی ہے۔ کرسی کی پشت اکثر خط منحنی کی شکل ہوتی ہے جو دائروں کے کئی ٹکروں کے ملنے سے پیدا ہوئی ہے دوات کا منہ دائرے کی صورت ہے اسی طرح لاتعداد دائرے ایک دوسرے پر رکھے جانے سے ایک خط کی صورت پیدا ہو گئی ہے جس کو ہم قلم کہتے ہیں یہی حالت ہمارے جسم کے حصوں کی ہے آپ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر اس طرح رکھئے کہ ہتیلی پر ہتیلی ہو انگوٹھے پر انگوٹھا اور انگلیوں پر انگلیاں تو وہ ایک دوسرے کو بالکل ڈھک لینگی کیونکہ دونوں برابر ہیں اب اگر آپ ہتیلیاں جدا کریں لیکن انگلیاں اسی صورت میں رکھیں تو چونکہ برابر چیزوں میں سے برابر چیزیں نکال دی گئیں اس لئے برابر ہی باقی رہیں۔

یہاں جب مختلف شکلوں کی لمبائی چوڑائی اور باہم فاصلہ وغیرہ گننے کی ضرورت پیدا ہوئی تو اس کے واسطے حساب کی نئی صورت ایجاد کی گئی اور اس کا نام مساحت رکھا گیا۔

سفر میں جیومیٹری کا تجربہ۔ جیومیٹری کا نہایت دلچسپ تجربہ ریل یا موٹر یا کسی اور تیز سواری میں ہوتا ہے چلتی ہوئی سواری میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دائیں اور بائیں جانب جو درخت ہیں وہ پیچھے کو بھاگے جاتے ہیں لیکن بہت دور کے درخت آپکے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اسی طرح دائیں اور بائیں جانب وہ بڑے میدان چکی کے پاٹ کی طرح دائروں میں گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ تعجب سے دیکھتے ہیں کہ ان دائروں کے مرکز کہاں ہیں اس وقت جس درخت یا چیز پر آپ کی نگاہ جم جاتی ہے وہی مرکز بن جاتا ہے اور اس کے چاروں طرف میدان کا دائرہ گھومتا نظر آتا ہے یہ مرکز جس قدر قریب ہوگا اسی قدر جلد نگاہ سے غائب ہونے لگے گا اور اس پر نگاہ جمانے میں اسی قدر دقت ہوگی لیکن کسی قدر فاصلہ کے مرکز کو دیکھنے میں آسانی رہتی ہے یہ جیومیٹری کا بہت دلچسپ تجربہ ہے جس سے نقطہ کی تعریف آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقطہ ہر جگہ موجود ہے اور جہاں نگاہ ٹھیرتی ہے وہاں ہی نمایاں ہوجاتا ہے اسی طرح آپ کو حواسوں کے ذریعہ سے جیومیٹری کی باقی تمام تعریفات و علوم متعارفہ سے ہر دم کام پڑتا رہتا ہے تعریفات بھی گنتی کی شکلیں ہیں۔ جیومیٹری کے سوالات میں جواب شامل ہوتا ہے اور طالب علم کو اس کا باقاعدہ حل تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس کے خلاف حساب میں حل کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور جواب ڈھونڈنا پڑتا ہے۔

حساب کی خوبیاں۔ حساب میں پہلی خوبی یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی غلطی ہوگئی تو جواب ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا غرضیکہ کاروبار میں کامیابی کا یہ نہایت سچا طریقہ ہے۔

دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ جس طرح دنیا کی حد نہیں اسی طرح گنتی کی بھی حد نہیں ممکن ہے کہ پنڈت جی کہیں کہ واہ صاحب گنتی کی حد تو مہا سنکھ تک موجود ہے مگر جس طرح آپ دس سنکھ کے بعد دس سنکھ ایک، دس سنکھ دو۔ دس سنکھ تین وغیرہ کہتے ہوئے گیارہ سنکھ بارہ سنکھ وغیرہ اور بالآخر مہا سنکھ پر پہنچتے ہیں اسی طرح مہا سنکھ کے بعد مہا سنکھ ایک مہا سنکھ دو وغیرہ کہتے ہوئے دو مہا سنکھ تک پہنچئے پھر تین چار بلکہ سو اور ہزار مہا سنکھ گنتے ہوئے مہا سنکھ مہا سنکھ تک اس کے بعد پھر مہا سنکھ مہا سنکھ ایک سے شروع کر دیجئے تو معلوم ہوگا کہ گنتی کی حد نہیں ہے۔ دنیا کی ہر چیز کی باریکی خوبی اور اجزا کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی اور گنتی میں بھی یہی خوبی موجود ہے کیونکہ ہر ہندسے کے درمیانی اجزا لاتعداد ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اور دو کے درمیانی اجزا دیکھئے تو $1\frac{1}{2}$ و $1\frac{1}{3}$ و $1\frac{1}{4}$ وغیرہ پھر $1\frac{2}{3}$ و $1\frac{3}{4}$ و $1\frac{4}{5}$ وغیرہ وغیرہ غرضیکہ لاانتہا ہندسے ملیں گے۔ جن میں بعض کا شمار کنندہ یکساں ہے اور بعض کا نسب نما اور بعض کے دونوں مختلف یہی حالت ہر ہندسہ کی ہے۔ غرضیکہ دنیا قدم قدم پر قادر مطلق کی معرفت کی بے حد باریکیوں سے بھری ہوئی ہے اور ان کو گننے کے واسطے ہر ہندسہ بھی قدم قدم پر بے حد اجزا سے بھرا ہے آپ نہ اس کی حد پا سکتے ہیں نہ اُس کی۔

قدم قدم پہ دلچسپی - حساب میں قدم قدم پر دلچسپی ہے۔ ابتدائی دلچسپی کا ذکر اوپر کیا جا چکا۔ اسی طرح اگر آپ پہاڑے کا نقشہ دیکھیں تو اس میں بھی سلسلہ کی حیرت انگیز دلچسپی ملے گی۔ نو کی اکائی سب سے بڑی ہے اور اس کی دلچسپی سب سے زیادہ۔ اسی طرح مختلف پیمانے بھی نہایت دلچسپ ہیں میکس مولر صاحب نے اپنے ایک لکچر میں لکھا ہے کہ فٹ انگریزی لفظ ہے جس کے معنی قدم کے ہیں اور یہ وہ فاصلہ ہے جو ایک قدم کے نشان سے پیدا ہوتا ہے۔ میل ایک فرانسیسی لفظ سے بنا ہے جس کے معنی ایک ہزار کے ہیں یہ وہ فاصلہ ہے جو

ایک ہزار پورے قدم کے برابر نشانات سے پیدا ہوتا ہے۔ پاؤنڈ، آونس گیلن وغیرہ
رومن لوگوں کے قدیم پیمانے ہیں۔ ایک گھنٹہ ایک جرمن میل یعنی فرسنگ کے برابر ہے
بابل کے علماء نے آفتاب کی رفتار کو ایک اچھے چلنے والے مسافر کی رفتار سے مناسبت
دی ہے۔ اس اندازہ سے آفتاب ایک گھنٹے میں آسمان پر ایک فرسنگ فاصلہ طے
کر لیتا ہے اور دن رات میں چوبیس فرسنگ ایک انچھ ایک پیسے کے ٹھیک برابر ہوتا ہے
ہمارے بزرگوں نے اعشاریہ کے ساتھ ایک طریقہ ساٹھ سے حساب کرنے کا ایجاد کیا
اس کی وجہ یہ تھی کہ پورے ہندسوں میں جس قدر اجزا ساٹھ کے ہو سکتے ہیں کسی دوسرے
عدد کے نہیں۔ اسی بنیاد پر ساٹھ سیکنڈ کا ایک منٹ اور ساٹھ منٹ کا ایک گھنٹہ رکھا
گیا اور ایک گھڑی کے ساٹھ پل ہوتے ہیں اور ایک پل کے ساٹھ بپل۔

حساب کی تعلیم میں دلچسپی کا اصلی باعث یہ ہے کہ اس میں شطرنج کی طرح ہر چال کی
وجہ ہوتی ہے اور اس کا حل قدم قدم پر کسی نہ کسی قانون کا پابند ہے اسی پابندی میں دلچسپی
ہے اور کامیابی پر مسرت۔ کلنڈر کے مربعوں کے اندر ہندسوں کا یکساں حاصل جمع نہایت مسرت پیدا کرتا ہے

حساب کا مطالعہ۔ حساب کے مطالعہ میں آپ کا کام یہ ہے کہ ہر سوال کو سمجھانے
کا طریقہ سوچ لیجئے۔ لیکن یہ خیال رکھئے کہ ہر بار قاعدے ہی کو سمجھاتے رہنا درست
نہیں ہے بلکہ اس کی مشق کرانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ مشق کرتے کرتے قاعدہ خود
ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اگر صرف سوالات کی مشق کرانی ہے تو ان کے حل کے
طریقے پر غور کر لیجئے۔ بعض عمدہ کتابوں میں سوالات کی عبارت کا ہر لفظ نہایت
تلا ہوا ہوتا ہے یعنی اگر ایک لفظ پر بھی توجہ کم ہوئی تو جواب غلط ہو جاتا ہے۔ آپ کو ہر
سوال کا مطالعہ کر کے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے فلاں فلاں لفظ پر خیال نہ کرنے سے

مطلب نہیں کیا فرق ہوگا اس سے غلط جواب دیکھتے ہی آپ بتا سکیں گے کہ طالب علم نے فلاں نقطہ پر خیال نہیں کیا۔

مطالعہ کی مثال۔ مثال کے طور پر چند سوالات ذیل میں دئے جاتے ہیں۔

(سوال اوّل) ڈاک کا ٹکٹ ⅞ انچ لمبا اور ¾ انچ چوڑا ہے بتاؤ کہ ایک پندرہ فٹ لمبے بارہ فٹ چوڑے اور نو فٹ اونچے کمرے کی دیواروں کو چھ پائی والے ڈاک کے ٹکٹوں سے منڈھوانا چاہیں تو کیا خرچ ہوگا؟

یہاں مطالعہ میں یہ غور کرنا ہے کہ سوال میں ٹکٹ کی تعداد دریافت نہیں کی گئی ہے بلکہ خرچ پوچھا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ٹکٹ چھ پائی سے کم میں نہ آوے گا۔ اگر چہارم ٹکٹ کی بھی ضرورت ہوگی تو اس کے لئے چھ پائی خرچ کرنی پڑیں گی خواہ پورا ٹکٹ استعمال نہ ہو۔ اس لئے جواب میں اگر پائیاں ہوں گی تو چھ ورنہ کچھ نہیں۔

(سوال دوم) ایک کمرہ کا طول اٹھارہ فٹ۔ عرض بارہ فٹ اور بلندی دس فٹ ہے۔ اس کی دیواروں کو بتیس انچ چوڑے کاغذ سے منڈھوانے میں چھ آنہ فی گز کے حساب سے کیا صرف ہوگا۔ کمرہ میں ایک دروازہ سات فٹ اونچا چار فٹ چوڑا ہے اور تین کھڑکیاں ہیں جن میں سے ہر ایک چار فٹ اونچی اور تین فٹ چوڑی ہے اور فرش سے دو فٹ بلندی تک تختہ بندی ہے جس پر کاغذ منڈھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں بوقت مطالعہ اس امر کو سمجھ لینا چاہیے کہ کھڑکیاں عام طور پر اونچی بنائی جاتی ہیں اور دروازہ فرش سے ملا ہوا اس لئے دو فٹ کی تختہ بندی کھڑکیوں تک نہیں پہنچ سکتی لیکن دروازہ کا ایک حصہ ضرور اس میں شامل ہوگا لہذا دروازہ پر اس کا رقبہ کم ہو جائے گا لیکن کھڑکیوں پر نہیں۔

جغرافیہ اور تاریخ کا مطالعہ

جغرافیہ کا مطالعہ۔ حساب کی طرح جغرافیہ بھی قدم قدم پر ایک قانون کا پابند ہے لیکن ناواقفیت کے باعث جس قدر یہ مضمون تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے دوسرا نہیں اس کی بدمزگی تعریفات ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ خاصکر دیہاتی لڑکوں کو اُن کے نام یاد رکھنا اور مطلب سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ بچے اپنے موضع کے قریب نہ کوئی جزیرہ دیکھتے ہیں نہ جزیرہ نما نہ آبنائے نہ خاکنائے لیکن اگر مدرس پنڈت جی ابتدائی تعلیم کی رام کہانی پڑھ کر زمین پر تھوڑا سا پانی بہا دیں تو طلباء کو جغرافیہ کی صورتیں ذہن نشین ہو سکتی ہیں اور تعریفات بھی سمجھ میں آ سکتی ہیں لیکن اس قدر تعلیم کے بعد سمتوں کا جاننا۔ پہاڑ۔ دریا۔ ریگستان۔ آب و ہوا۔ صوبہ جات شہر اور خاصکر پیداوار اور درآمد و برآمد کو سمجھنا اور یاد رکھنا کچھ کم دقت طلب نہیں۔ اس لئے پنڈت جی کو جغرافیہ کے مطالعہ اور مشاہدہ کی خاص کوشش کرنی چاہیئے۔ اور لڑکوں کی مدد سے ملک کے ایسے نقشے بنانے چاہئیں جن کو دیکھتے ہی پیداوار اور درآمد برآمد کا اندازہ ہو سکے مثلاً جہاں روئی پیدا ہوتی ہے وہاں نقشہ پر ذرا سی روئی چپکا دیجئے جہاں گیہوں یا باجرہ یا جو یا چنا وغیرہ پیدا ہوتا ہے وہاں اُسی اناج کے دانے لگا دیجئے جہاں لوہے یا کوئلے کی کان ہے وہاں لوہے یا کوئلے کا ذرا سا ٹکڑا اور جہاں چاندی یا سونے کی کان ہے وہاں چاندی یا سونے کے ورق کے چھوٹے سے ٹکڑے جو ایک یا دو پیسہ میں مل سکتے ہیں چپکا دیجئے اور جہاں جواہرات کی کان ہے وہاں اُسی رنگ کے شیشے کے ٹکڑے لگا دیجئے۔ اگر یہ نقشہ مدرسہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا

جائے تو لڑکوں کو تمام پیداوار اور برآمد خود بخود یاد ہو جاویں گی اور تعلیمی کمرہ کی رونق بڑھ جائے گی۔ درآمد کے واسطے دوسرا نقشہ بنائیے جس میں ہندوستان کے باہر سمتوں میں خوبصورت تصویریں چپکی ہوں مثلاً افغانستان میں انگور انار وغیرہ اونٹوں پر لدے ہندوستان کو آتے ہوئے بحرعرب و خلیج بنگالہ میں کئی جہاز ہندوستان کی طرف رخ کئے ہوئے جن میں کسی پر کپڑا لدا ہے کسی پر لوہے یا چمڑے کا سامان مثلاً چاقو قینچی یا جوتے وغیرہ کسی پر کھلونے کسی پر علیحدہ علیحدہ دیگر اشیائے درآمد۔ ان خوبصورت تصویروں کو دیکھنے سے تمام چیزیں یاد ہو جاویں گی۔ اسی طرح جانوروں اور مشہور عمارات وغیرہ کی تصویریں نقشہ کے مناسب مقامات پر چپکانے سے جغرافیہ کی باقی ضروری باتیں اور باشندوں کے طرز معاشرت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

آرام اور زندگی۔ جغرافیہ کی تعلیم میں دو مشاہدوں کی ضرورت ہے اول قدرت دوم خود انسان یہ دونوں ایک مستقل قانون سے جکڑے ہوئے ہیں انسان زندگی اور آرام چاہتا ہے اس کے واسطے وہ سب سے پہلے ایسی جگہ تلاش کرتا ہے جہاں (اول) جان کی حفاظت ہو اور خوراک میسر ہو۔ (دوم) جس قدر زیادہ آرام ممکن ہو مل سکے۔ مگر تجربہ نے بتا دیا ہے کہ (۱) نہایت سخت سردی یا گرمی میں آرام نہیں مل سکتا بلکہ زندگی دشوار ہو جاتی ہے (۲) اگر ہوا۔ پانی یا کھانا نہ ملے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ قدرت نے زندگی کے واسطے ہوا ہر جگہ مہیا کی ہے اور پانی بھی زمین کے ہر حصہ میں موجود کر دیا ہے۔ کھانے کے واسطے نباتات اور حیوانات موجود ہیں جن کی پرورش آفتاب کی گرمی سے ہوتی ہے۔

قدرت کی کشمکش۔ قدرت کی کشمکش کو مشاہدہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ (۱)

ہر چیز زمین کی طرف آنے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ زمین اُس کو کھینچتی ہے (۲) آفتاب کی گرمی بہنے والی چیزوں کو ہلکا کرکے اوپر لیجاتی ہے (۳) قدرت خلا پسند نہیں کرتی اور اُس کو بہنے والی چیزوں سے بھر دیتی ہے مثلاً اگر کہیں ہوا نہ رہے تو ادھر اُدھر سے آجاتی ہے (۴) بہنے والی چیزوں کو سردی جماتی ہے اور گرمی پگھلاتی ہے (۵) پانی گرمی پاکر بھاپ کی صورت میں پھیلتا ہے اور بہت زیادہ سردی میں جم کر برف ہو جاتا ہے لیکن سردی کم ہونے پر اصلی شکل اختیار کر لیتا ہے (۶) آفتاب کی گرمی کہیں زیادہ ہوتی ہے اور کہیں کم اور کسی ایک ہی مقام پر سال میں ایک وقت گرمی ہوتی ہے اور دوسرے وقت سردی (۷) آفتاب کی شعاع گرمی لئے ہوئے زمین پر آتی ہیں اور مادی اشیاء گرم ہو جاتی ہیں لیکن یہ گرمی زمین سے ہر تین سو تینتیس فٹ کی اونچائی پر ایک ڈگری کم ہوتی جاتی ہے۔ (۸) مادی اشیاء زیادہ وزن پڑنے سے دب جاتی ہیں لیکن بہنے والی چیزوں پر جس قدر زیادہ دباؤ پڑتا ہے وہ اُسی قدر زور سے کم دباؤ کی جانب بھاگتی ہیں (مثلاً پچکاری کا پانی جس قدر زیادہ دبایا جاتا ہے اُسی قدر زور سے باہر نکلتا ہے) لیکن اگر بہنے والی چیز کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تو وہ وہیں سُکڑ کر سخت ہو جاتی ہے۔

معتدل ملکوں میں سردی اور گرمی کی کشمکش صاف نظر آتی ہے مثلاً ہندوستان میں جاڑا شروع ہونے پر دو دن جاڑا رہا اور دو چار دن گرمی ہو گئی پھر آٹھ دس دن جاڑا پڑا اور ایک دو دن گرمی اس طرح آہستہ آہستہ گرمی کم ہو جاتی ہے اور سردی پڑنے لگتی ہے۔ اور جب گرمی کا موسم شروع ہوتا ہے تو سردی بھی اسی طرح آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے۔

ایک تھیٹر کا تماشہ۔ انسان کا مشاہدہ کرنے کے واسطے ایک لطیفہ قابلِ ذکر ہے بہت عرصہ ہوا ایک بار مجھکو تھیٹر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ نقشِ سلیمانی کا تماشہ تھا پہلے ایک شخص بادشاہ بن کر آیا۔ اِس نے اپنی بدقسمتی کا راگ گایا زمانے کی سختی کی شکایت کی اور کہا کہ اِس وقت میرا کوئی ساتھی نہیں ہے صرف ایک حبشی غلام رہ گیا ہے وہ بھی ساتھ چھوڑنا چاہتا ہے اتنے میں حبشی غلام آگیا اور ان دونوں میں یہ باتیں ہوئیں (غلام گا کر) اے صاحب مجھکو نوکر اپنا اب مت جانو تم۔ اے صاحب مجھکو نوکر اپنا اب مت جانو تم۔ (بادشاہ گا کر) ہوا بے وفا تو کیا؟ (غلام گا کر) جا ہے جی مجھکو پیارا (بادشاہ گا کر) اب کہاں ہوئے گا جانا؟ (غلام پیٹ پر ہاتھ مار کر اور گا کر) جہاں ملے پیٹ بھر کھانا۔ اے صاحب مجھکو نوکر اپنا اب مت جانو تم۔ اس طرح گاتا ہوا حبشی غلام چلا گیا۔ یہی حالت ہر انسان کی ہے۔ اُس کو جہاں پیٹ بھر کھانے کی اُمید نظر آتی ہے اُسی طرف دوڑا جاتا ہے اور تلاش میں تدبیریں کرتا اور عقل لڑاتا ہے چنانچہ انسان کے تجربات ملاحظہ کیجئے۔

تین موسمی پٹکے۔ انسان نے بلحاظ موسم زمین کے تین حصّے کئے۔ ایک نہایت سرد دوسرا معتدل تیسرا نہایت گرم۔ اُس کو مشاہدہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موسم کی جو حالت زمین کے ایک جانب ہے وہی دوسری طرف بھی ہے اس لئے اُس نے شمالی اور جنوبی کناروں کو جہاں نہایت سردی ہے منطقاتِ باردہ شمالی وجنوبی نام دیا ان سے ملا ہوا شمال اور جنوب میں دونوں جانب موسم معتدل پایا چنانچہ ان حصّوں کا نام منطقاتِ معتدلہ شمالی وجنوبی رکھا درمیان میں نہایت گرم حصّہ دیکھا

اُس کو منطقہ حارہ سے موسوم کیا۔ چونکہ یہاں شمالی و جنوبی حصے مل گئے اس لئے
ان کا ایک نام ہی کافی سمجھا۔

بارش اور دریا۔ اب انسان نے دیکھا کہ سمندر کا پانی آفتاب کی گرمی
پاکر ہزاروں میل بھاپ کی صورت میں اُٹھکر (بموجب کشمکش نمبر ۲) ہوا میں بھر جاتا ہے
منطقہ حارہ کے شمال و جنوب کی ہوا ہلکی ہوکر اوپر چلی جاتی ہے اور خلا پیدا ہوتا ہے
جس کو قدرت پسند نہیں کرتی (کشمکش ۳) اور اوپر ہوا کا سخت دباؤ پڑتا ہے اس لئے
سمندر کی بھاپ خالی جگہ کی طرف ہزاروں میل پچکاری کے پانی کی طرح تیزی سے
دوڑتی ہے مگر راستہ میں پہاڑوں کے قریب سردی پاکر پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے
اور مینھ برسنے لگتا ہے (کشمکش ۴) یہ پانی بلند پہاڑوں کی سخت سردی میں برف
کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور گرمی میں پگھلتا ہے (کشمکش ۵) اور دریا بنکر بہتا
ہوا سمندر میں جا ملتا ہے (کشمکش ۱) مگر راستہ میں آفتاب کی گرمی سے پھر بھاپ بنکر
اوپر اُٹھتا ہے (کشمکش ۲) اور تھوڑا زمین میں جذب ہو جاتا ہے (کشمکش ۱) اس
طرح انسان کو پانی کا ملنا آسان ہو گیا۔ یہ اُس کی زندگی کے واسطے ضروری چیز
ہے کیونکہ زمین پر پانی برسنے سے مختلف نباتات پیدا ہوتے ہیں جو انسان
کی خوراک کا کام دیتے ہیں اس کے ساتھ ہی مختلف حیوانات کی بھی نشو و نما ہوتی ہے
جن کی انسان کو بہت ضرورت رہتی ہے۔

ریگستان کی پیٹیاں۔ لیکن منطقہ حارہ کے شمال و جنوب میں جہاں پانی
نہیں برستا دو بڑے ریگستان پیدا ہو گئے ہیں جو زمین کی کمر پر دو پیٹیوں کی طرح
لپٹے ہوئے ہیں گو یہ ہر جگہ صاف نظر نہیں آتے مگر شمال کی جانب افریقہ میں دیکھے

جہاں ایک لمبا چوڑا ریگستان سہارا (صحارا) کے نام سے مشرق و مغرب میں ہزاروں میں تک پھیلا ہوا ہے لیکن دریائے نیل کے باعث مصر میں بجانب مشرق غائب ہو جاتا ہے اور مغرب میں بھی دریائے سینگل اور گیمبیا کے باعث اس کا بہت سا حصہ نظر نہیں آتا مشرق میں آگے بڑھ کر یہ بحر احمر میں غائب ہو جاتا ہے لیکن عرب میں پھر نظر آتا ہے اور خلیج فارس میں غائب ہو جاتا ہے اور افغانستان اور بلوچستان میں بھی پہاڑوں کے باعث صاف نظر نہیں آتا مگر سندھ اور راجپوتانہ میں پھر ظاہر ہوتا ہے گو بجانب شمال دریائے سندھ اور پنجاب کے پانچ دریا اور بہت سی نہروں کے باعث کم نظر آتا ہے اور گنگا اور جمنا کی وادی میں مانسون یعنی برساتی ہوا کے سبب سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ چونکہ دریائے گنگا مشرق کی جانب بہتا ہے اور جس طرف ریگستان لمبا پھیلتا گیا ہے اسی طرف یہ بھی اپنے بیشمار باجگذار ندی نالوں کو لئے آگے بڑھتا ہے اس لئے سینکڑوں میل تک ریگستان کا نشان نہیں ہے اور اس کے آگے بھی آسام اور برہما کی ندی اور پہاڑوں نے اور انام اور چین کے پہاڑ اور دریاؤں نے اس ریگستان کو ڈھک رکھا ہے اور بحر الکاہل یعنی پیسیفک سمندر نے ہزاروں میل تک بالکل روپوش کر دیا ہے لیکن میکسکو (امریکہ) پہنچ کر یہ ریگستان پھر نظر آتا ہے اور آگے چلکر بحر اٹلانٹک میں غائب ہو جاتا ہے۔ راستہ میں جہاں جہاں جزیرے ملتے ہیں وہاں اس کی جھلک موجود ہے گو سمندروں کے باعث اس کا خوفناک اثر ظاہر نہیں ہو سکتا۔

جنوبی ریگستان۔ منطقہ حارّہ کے جنوب میں بھی ریگستان کی پٹی ملاحظہ فرمائیے افریقہ کے جنوب میں ریگستان کلہاری موجود ہے لیکن چونکہ اس جانب سمندروں کی

ہوا نے اپنی رفتار سے قریب قریب ہر برّاعظم کی شکل مخروطی یعنی گاؤدم کردی ہے اس لئے ریگستان کا سلسلہ بھی چھوٹا ہے۔ یہ مشرق میں دریائے آرنج اور لمپوپو اور اُن کی باجگذار ندیوں کے باعث چھپ جاتا ہے اور آگے بڑھ کر بحر ہند میں غائب ہو جاتا ہے لیکن آسٹریلیا پہنچ کر قریب قریب اسی خوفناک شکل میں نظر آتا ہے جس طرح ریگستان صحارائے افریقہ میں۔ بحر پیسفک میں یہ ریگستان پھر غائب ہو گیا ہے اور جنوبی امریکہ میں دوبارہ ایٹ کامار ریگستان کی شکل میں نظر آتا ہے گو پہاڑ اور دریاؤں کے باعث اس کی شکل خوفناک نہیں۔ اگر اس کے راستہ میں شمال یا جنوب کے سمندر اور دریا کا سلسلہ اُٹھا دیا جائے تو ریگستان کی دو بڑی پیٹیاں صاف نظر آویں گی سخت گرمی کے باعث ریگستان میں انسان کی زندگی ناممکن ہے مگر دریا اور پہاڑوں نے اس عظیم حصے کی آب و ہوا جا بجا معتدل اور زمین زرخیز کردی ہے۔ انسان نے زرخیز مقامات پر اپنے رہنے کا انتظام کیا اور جب ضرورت پیدا ہوئی تو مختلف ایجادات کیں۔

عجیب نظارہ۔ لیکن یہاں سے انسان جس قدر خط استوا کی جانب بڑھتا گیا اُسی قدر نباتات کی کثرت پائی اور ہر قسم کا سامان اس قدر افراط سے ملنے لگا کہ محنت کی ضرورت باقی نہ رہی اور ایجاد و اختراع کی حاجت نہ ہوئی۔ آرام نے اُس کو کاہل بنا دیا اور متواتر گرم موسم نے اُس کی رنگت سیاہ اور صورت بدنما کردی لیکن وہ جس قدر شمال کی جانب بڑھا اُسی قدر زیادہ سردی معلوم ہوئی گو سمندر کے قریب موسم میں اعتدال پیدا ہو گیا قطب شمالی کے قریب اس قدر سردی تھی کہ زندگی دشوار ہو گئی جس طرف نگاہ جاتی برف ہی برف نظر آتی تمام سمندر

برف سے ڈھکا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ آفتاب مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہونے کے بجائے آسمان کے چاروں طرف مہینوں چکر لگایا کرتا اور رات نہ ہوتی قریب تین ماہ تک آفتاب آسمان میں اُٹھتا اور پھر تین ماہ تک نیچے جھکتا یہاں تک کہ آہستہ آہستہ نظر سے غائب ہوجاتا اور قریب قریب چھ ماہ تک رات رہتی۔ پھر دن شروع ہوتا اور آسمان کے کناروں پر افق کی دھیمی روشنی عرصہ تک چکر لگاتی۔ کچھ عرصہ بعد اُسی روشنی میں آفتاب کی چمک پیدا ہوتی اور گھومتی ہوئی بڑھنے لگتی اس طرح آہستہ آہستہ تمام آفتاب صاف نظر آنے لگتا لیکن نہ بہت روشن نہ گرم۔ زمین کی برف کئی مہینہ تک متواتر دھیمی گرمی پاکر پگھل جاتی۔ چھ مہینہ بعد جب آفتاب پھر غروب ہوتا تو عرصہ تک شام کا سماں نظر آتا اور شفق چکر لگاتی۔ پھر ستارے نظر آکر گھومنے لگتے۔ چاند کبھی غروب نہیں ہوتا بلکہ نصف یا نصف سے زیادہ ہمیشہ نظر آتا قطب ستارہ ٹھیک سر پر ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ چکّی کے پاٹ کی طرح اُس کے چاروں طرف آسمان گھوم رہا ہے سردی میں بوقت شب۔ شفق شمالی کا جس کو انگریزی میں۔ آرورا بوری ایلس (Aurora Borealis) کہتے ہیں عجیب نظارہ نظر آتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ بجلی کی رنگ رنگ کی کرنیں نکل کر اوپر کو پھیل گئی ہیں اور بعض اوقات ان کرنوں سے کچھ آواز بھی آتی ہے اور تمام آسمان جگمگا اُٹھتا ہے۔ موسم کی یہ حالت ہے کہ اگر سرد ہوا جسم کے کسی حصہ پر ذرا بھی چھو گئی تو اسی طرح آبلہ پڑ گیا جس طرح آگ سے زمین کی یہ صورت ہے کہ دریا جم کر بہتے بہتے رک گئے اور آبشار کے بجائے برف کی دیوار کھڑی ہوگئی تمام زمین پر برف کی چادر پھیل گئی خشکی اور سمندر میں فرق محال ہوگیا جدھر نگاہ جاتی ہے برف ہی برف نظر آتی ہے آفتاب عرصہ تک گرمی پہنچاتا ہے تو برف کے

پہاڑ ٹوٹ کر سطح سمندر پر بہنے لگتے ہیں جن کا صرف ۱/۱۰ حصہ نظر آتا ہے اور باقی ۹/۱۰ سمندر کے اندر چھپا رہتا ہے۔ یہ پہاڑ جس قدر منطقہ حارّہ کے قریب پہنچتے ہیں اُسی قدر پگھل کر چھوٹے ہوتے اور گھٹتے جاتے ہیں اور آفتاب کی گرمی سے ان میں دریا پیدا ہو کر چاروں طرف بہنے لگتے ہیں۔ گرمی پاکر یہ پہاڑ یکایک پھٹ جاتے ہیں اور سمندر میں غائب ہو جاتے ہیں۔ قطب جنوبی پر بھی بالکل یہی حالت ہے۔ انسان نے مشاہدہ کیا کہ سمندر میں ٹھنڈے پانی کے دریا (تیارات) بھی بہتے ہیں جو قطب جنوبی سے شمال کو اور قطب شمالی سے جنوب کو گھومتے ہوئے جاتے ہیں۔ قطبین پر ان کا پانی بہت سرد ہے لیکن منطقہ معتدلہ میں گرمی پاکر معتدل ہو جاتا ہے اور منطقہ حارّہ میں گرم۔ آگے بڑھ کر یہی دریا جب منطقہ معتدلہ شمالی میں پہنچتے ہیں تو سردی مائل آب ہوا کو معتدل کر دیتے ہیں اور منطقہ باردہ میں برف کو پگھلانے میں مدد دیتے ہیں۔ اسی طرح قطب شمالی کے دریا (تیارات) جنوب میں پہنچ کر موسم کو معتدل کرتے ہیں اور جس طرح گرم دیگچی میں پانی ڈالنے سے دھواں نکلتا ہے اسی طرح جہاں گرم و سرد تیارات ملتے ہیں وہاں کئی میل تک بھاپ نظر آتی ہے۔

جنوبی ملکوں کا نظارہ۔ جب انسان جنوب کو گیا تو دیکھا کہ آفتاب مشرق سے نکل کر شمال کی جانب بڑھتا ہے پھر بجانب مغرب اور جس قدر سردی بڑھتی ہے اُسی قدر شمال کی طرف زیادہ جھکتا ہے۔ قطب جنوبی پر معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہاں مشرق ہے نہ مغرب ~~جنوب~~۔ چاروں طرف صرف شمال ہے۔ اسی طرح قطب شمالی پر ہر طرف جنوب نظر آتا ہے اور قطب ستارہ اونچا ہوتے ہوتے ٹھیک سر پر آ جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قطب ستارے کی اونچائی خطِ استوا کا صحیح فاصلہ بتاتی ہے۔ قطبین پر انسان

کو ان کے علاوہ بہت سے عجائبات نظر آتے ہیں جو جغرافیہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں جغرافیہ کی تعلیم کے ضمن میں ستاروں کا کسی قدر ذکر کیا جاوے گا۔

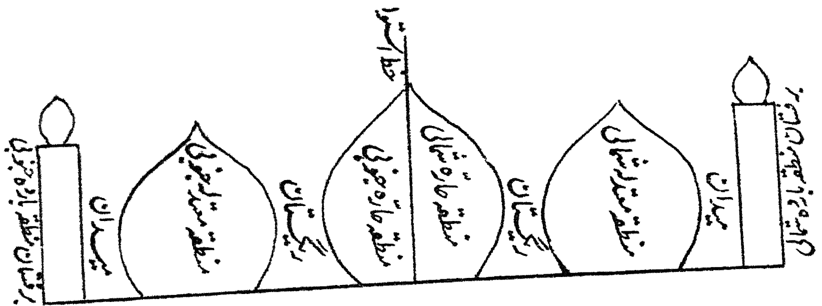
پہاڑ کا نظارہ۔ اس کے بعد انسان کو پہاڑ کا نظارہ کرنا پڑا تو دیکھا کہ جس قدر زیادہ بلندی ہوتی ہے سردی بڑھتی جاتی ہے (دیکھئے کشمکش نمبر ۷) یعنی پہاڑ کی بلندی پر انسان کو مختلف منطقات اسی طرح ملتے ہیں جس طرح زمین پر منطقہ حارہ کے پہاڑوں کے نیچے وہی آب وہوا ہے وہی نباتات وہی حیوانات لیکن اوپر جا کر منطقہ معتدلہ کی کیفیت اور زیادہ اوپر منطقہ باردہ کی حالت نظر آتی ہے صرف آسمان کی صورت نہیں بدلتی گو اُس کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے اور نئے نئے ستارے دور تک نظر آتے ہیں منطقہ معتدلہ کے پہاڑوں پر نیچے معتدلہ کا اور اوپر منطقہ باردہ کا نظارہ ملتا ہی اور منطقہ باردہ میں اوپر سے نیچے تک برف نظر آتی ہے۔ انسان نے یہ بھی دیکھا کہ پہاڑ بڑی دیواروں کے طور پر کھڑے ہوئے قطبین کی سخت سرد ہوا اور ریگستان کی سخت گرم سموم کو دوسرے ملکوں میں آنے اور نقصان پہنچانے سے روکتے ہیں اور دشمنوں کو بھی نہیں آنے دیتے ان پہاڑوں سے دریا نکل کر ملک کو سیراب کرتے ہیں اور ہر قسم کے معدنیات پیدا ہو کر انسان کی ترقی تہذیب کا باعث ہوتے ہیں۔ دشمنوں سے حفاظت کے واسطے پہاڑوں میں جائے پناہ موجود ہیں اور جا بجا کھیتی کی گنجایش ہی غرضیکہ انسان نے معلوم کیا کہ وہ پہاڑوں میں بھی زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن کسی قدر سخت جفاکشی کے بعد

دریا کا نظارہ۔ اس کے بعد انسان نے دریا کا نظارہ کیا تو ایک جال سا بچھا پایا۔ اکثر دریا تو پہاڑوں سے ہی آتے ہیں لیکن بعض جھیلوں سے بھی نکلتے ہیں مینہ کا پانی چھوٹے چھوٹے نالوں میں بہکر بڑا نالہ بناتا ہے اور بڑے بڑے نالے ملکر ندیاں

بنجاتی ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں کے جھرنے ملکر بڑے دریا بناتے ہیں اور یہ اپنے ساتھ لاکھوں مَن مٹی سمندر میں لیجاتے ہیں جہاں چٹانوں کی تہ بنتی رہتی ہیں۔ دریاؤں میں جب بہت پانی آتا ہے تو وہ چوڑے ہوجاتے ہیں اور چونکہ کناروں پر پانی آہستہ چلتا ہے اس لئے اُن کے قریب پہاڑوں کی لائی ہوئی مٹی جم جاتی ہے اور کنارے اونچے ہوجاتے ہیں۔ جب دریا پھر چڑھتے ہیں تو کناروں کے دوسری جانب تک پھیل جاتے ہیں لیکن جب اُترتے ہیں تو اونچے کناروں کے باعث وہاں کا تمام پانی اصل دھار میں نہیں لوٹ سکتا اور دو یا تین دھار بنجاتی ہیں اس طرح دریا اپنے راستے بدل کر اصلی جگہ سے بہت دور ہوجاتے ہیں اور کہیں کناروں کو توڑ پھوڑ کر کہیں مٹی بہا کر اور کہیں جمع کرکے ملک کی صورت بدلتے رہتے ہیں لیکن اگر کسی طرح پانی کی آمد کم ہوگئی تو آفتاب کی تپش ان کو خشک کرکے غائب کردیتی ہے۔ ہندوستان کی ندی واہندہ جس کا دوسرا نام ہکرا بھی تھا اورنگ زیب کے زمانہ تک راجپوتانہ میں موجود تھی اسی تپش کے باعث غائب ہوگئی۔ راجپوتانہ کا ریگستان اسی ندی کے باعث کسی وقت بہت چھوٹا تھا مگر اس کے خشک ہوتے ہی بڑھ گیا۔ ستلج اور جمنا کے درمیان دو اور ندیاں ہیں جو میدان میں آکر غائب ہوجاتی ہیں۔ ان میں ایک غالباً واہندہ کا پرانا منبع ہے۔ دریاؤں کے باعث آمد و رفت اور تجارت میں آسانی ہوجاتی ہے۔ زمین زرخیز اور آب و ہوا معتدل ہوجاتی ہے اور انسان کو بہ آرام زندگی میں بہت مدد ملتی ہے۔

شاندار مسجد۔ منطقات اور پیداوار کی حالت سمجھنے کے لئے زمین کو ایک نہایت شاندار مسجد فرض کیجئے جہاں کروڑوں مخلوق ہردم خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔

اس کے تین گنبد ہیں درمیان میں بہت بلند اور ہر دو جانب دو گنبد چھوٹے ہیں اور کناروں پر ایک ایک بہت چھوٹا گنبد مینار کے طور پر بنا ہوا ہے منطقہ حارہ کو درمیان کے بڑے گنبد سے تشبیہ دیجے منطقات معتدلہ شمالی و جنوبی کو دو چھوٹی گنبدوں سے اور منطقات باردہ شمالی و جنوبی کو دو میناروں کی گنبد سے جس طرح درمیان کا گنبد سب سے بڑا ہے اسی طرح منطقہ حارہ میں درخت و نباتات بہت اونچے اور گھنے پہاڑوں پر برف کی حد (Snow line) بہت اونچی تھرمامیٹر کا درجہ بہت اوپر اور ہواؤں کا راستہ نہایت بلند ہے لیکن جس طرح گنبد دونوں کناروں پر ڈھالو ہوتا ہے اسی طرح خطِ استوا سے جس قدر خطوط سرطان و جدی کے جانب چلئے اسی قدر ہوا کا راستہ نیچا ہوتا جاتا ہے اور درخت چھوٹے یہاں تک کہ منطقہ حارہ کے حدود کے قریب بالکل سبزی نہیں رہتی اور ریگستان نظر آتا ہے آگے بڑھ کر ہر دو جانب منطقات معتدلہ کا سبزہ زار پیدا ہوتا ہے اور درخت بڑھنے لگتے ہیں ان کی معمولی بلندی سے دو چھوٹے گنبدوں کی تشبیہ پیدا ہوتی ہے اور ان کے کناروں پر منطقہ باردہ کی ہواؤں کی وجہ سے میدان پیدا ہوتا ہے یہاں گھاس برائے نام نظر آتی ہے اس کے بعد قطب شمالی اور جنوبی کے قریب منطقہ باردہ کی دو چھوٹی گنبد نظر آتی ہیں جہاں برف کے پہاڑ اور سمندر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ کی دلچسپی اور آسانی کے لئے اس قدرتی مسجد کی تشبیہ کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے امید ہے کہ یہ آپ کی خاص دلچسپی کا باعث ہوگا۔



انسان کی ضروریات اور ایجاد۔ اس قدر مشاہدہ کے بعد انسان نے با آرام زندگی کا اہتمام کیا لیکن اپنے لاکھوں دشمن دیکھے جو ہر دم جان کے خواہاں تھے۔ دشمنوں میں ہر قسم کے جانور درند پرند بلکہ سب سے زیادہ اس کے ہمجنس انسان تھے اس لئے اوّل اپنی حفاظت کی ضرورت ہوئی ابتدا میں اس کو قدرتی جائے پناہ یعنی پہاڑ کی گھاٹی زمین کے غار وغیرہ میں جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنی پڑی لیکن ان کو ناکافی پاکر عقل سے کام لیا اور میدان میں رہنا اختیار کیا وہ باقی حیوانات کی طرح اپنے وحشی ساتھیوں کے ہمراہ ہمیشہ رہتا تھا۔ تہذیب پانے پر سوسائٹی کی ضرورت ہوئی اس لئے اُس نے عورت کو اپنا مستقل ہمدم بنایا اور اولاد کو جلیس۔ انسان نے جب اپنی حالت کا باقی جانداروں سے مقابلہ کیا تو دو خاص فرق پائے اوّل اُس نے دیکھا کہ ہر جاندار کو چلنے پھرنے میں اپنے چاروں ہاتھ پاؤں سے کام لینا پڑتا ہے لیکن خود اس کے دونوں ہاتھ خالی رہتے ہیں اور وہ ان سے جو کام لینا چاہے لے سکتا ہے دوم اُس کے بچے عرصہ تک پرورش کے واسطے والدین کے محتاج رہتے ہیں اس لئے اُن کو ہمراہ رکھنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں

امور اُس کی ترقیٔ تہذیب کا باعث ہوئے سوسائٹی کی بنیاد پیدا ہوئی بہت آدمی مل جل کر رہنے لگے۔ اور دشمنوں کا انتظام ہو گیا لیکن اس وقت ایک نئی دقت پیدا ہوئی یعنی سب کے واسطے بہت سی خوراک کی ضرورت ہوئی۔ ابتدا میں جانوروں کے گوشت اور درختوں کے پھل اور پتّوں پر گزر تھا جس کو اُن پھلوں پر جن کو انسان ہاتھ سے توڑ کر کھا سکتے تھے بھوک کی حالت میں کسی آدمی نے غالباً پتھر کو کھانے کی چیز سمجھ کر ہاتھ میں اُٹھایا۔ دوسرے آدمی یا جانور نے اُس کو خوراک سمجھ کر چھیننا چاہا۔ اس نے ڈر کر پتھر پھینک دیا جو دوسرے کے جا کر لگا اور وہ چوٹ کھا کر بھاگا۔ درختوں پر بعض پھل اس قدر اونچے تھے کہ ان تک ہاتھ پہنچنا ناممکن تھا پتھر پھینک کر مارا تو پھل ٹوٹ کر گر پڑا۔ اس طرح ہتھیار کی بنیاد شروع ہوئی۔ انسانوں نے دشمنوں کے پتھر اُٹھا کر مارے اُن میں بعض مر گئے اور بعض زخمی ہو کر گر گئے اس طرح انسان نے جانوروں اور دشمنوں کو فاصلے سے مارنا سیکھا اور پتھر کے ہتھیار بنائے۔ اور جب حیوانی خوراک کافی نہ ہوئی اور اس نے دیکھا کہ درخت کے ایک بیج سے ہزاروں پھل پیدا ہو جاتے ہیں تو اپنی خوراک کے واسطے ایسے پودے تلاش کئے جن سے کافی خوراک پیدا ہو گئی اور ابتدا میں اُسی مفید چیز یعنی پتھر کے اوزار بنا کر اور زمین کھود کر بیج بوئے۔ اس طرح کھیتی کی بنیاد پڑی۔ پتھر پر پتھر لگ جانے سے اتفاقیہ آگ پیدا ہو گئی اور درخت کے خشک پتوں پر گری جس سے پتّے جل اُٹھے۔ اس تحقیقات سے آگ کے استعمال کا طریقہ ہاتھ آیا۔ جب آدمی کی تہذیب بڑھ گئی اور کھیتی کی خوبیاں روشن ہونے لگیں تو اس نے کاشت شروع کی وحشیوں کو کھیتی کی لیاقت حاصل کرنے میں ہزاروں سال لگ گئے مگر تہذیب پھیلنے پر مہذب قوموں نے وحشیوں کو تہذیب سکھائی اور کھیتی کا طریقہ بتایا۔ ترقی کرتے کرتے وہی وحشی شائستہ ہو گئے لیکن مہذب قوموں کی اولاد

آرام پاکر کاہل ہوگئی اور تمام علوم وفنون سے آہستہ آہستہ بے بہرہ ہو کر وحشی بن گئی
اگر آپ دنیا کی مختلف قوموں کی تاریخ دیکھ کر اُن کی موجودہ حالت کا مقابلہ کریں تو
بہ آسانی معلوم ہوگا کہ اُن میں بعض آہستہ آہستہ تہذیب کے زینے پر چڑھ رہی ہیں
بعض اعلیٰ تہذیب پر پہنچ کر تنزل کی جانب رخ کر رہی ہیں بعض وحشت کی طرف بہت
تیزی سے گر رہی ہیں اور بعض وحشی حالت میں گر کر معدوم ہوتی جاتی ہیں اس ترقی
و تنزل میں ہزاروں برس لگ جاتے ہیں۔ موجودہ تحقیقات کے بموجب زمین کی پیدائش
کو کم از کم پانچ ارب برس گزرے ہیں اور انسان کی پیدائش کو دس بارہ لاکھ سال۔
زمین کی عمر کے مقابل انسان کی زندگی کا زمانہ قریب قریب وہی حیثیت رکھتا ہے جو
دس ہزار روپیہ کے مقابل صرف ایک روپیہ۔

تہذیب کی ترقی۔ آمدم برسر مطلب۔ انسان نے کھیتی کی ضرورت اور دیہات
کی اہمیت تو سمجھ لی لیکن زندگی میں پانی کے بغیر آرام نہیں تھا اس لئے ایسی جگہ
گھر بنانے شروع کئے جہاں پانی قریب تھا اور چونکہ دشمنوں سے جان ومال کی حفاظت
نہایت ضروری تھی اس لئے انہیں ایسے رہنما کی ضرورت ہوئی جو بآرام زندگی کا
انتظام کر سکے۔ اس رہنما کو سردار بنایا گیا جس کی سب لوگ اطاعت کرتے تھے سردار
کے ہمراہیوں کی تعداد بڑھنے پر شہروں کی بنیاد ڈالی گئی اور اس کے بعد آئندہ ترقی
نے مذہبی احساس پیدا کیا۔ مذہبی بزرگوں کے باعث تیرتھ کے مقامات بن گئے
اور جاتریوں کی آمد و رفت ہونے لگی۔ شہروں میں ضروریات کی چیزیں پہنچنے لگیں
اور تجارت شروع ہوئی۔ اوّل دریا کے ذریعہ سے بہت سامان آنے جانے لگا جب
یہ ناکافی ثابت ہوا تو سڑکیں بنائی گئیں اور جہاں دو دریا ملتے تھے وہاں آبادی

ہو گئی۔ اسی طرح جہاں بہت سی سڑکیں ملیں یا ملک کی سرحد تھی وہاں بھی راستہ کے قریب شہر بن گئے۔ جب سمندر کے راستہ سے مال کی آمدورفت شروع ہوئی تو جہاز کے ٹھیرنے کے واسطے مناسب مقامات پر بندرگاہ بنائے گئے اور وہاں بھی شہر بن گئے۔ آج کل بہت سا کام ریل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے ریلوے جنکشن پر جہاں دو لائن ملتی ہیں قصبہ یا شہر بن گیا ہے۔ اسی طرح جہاں کوئی کارخانہ ہے یا مال کی زیادہ آمدورفت ہے وہاں بھی بستی موجود ہے۔ انسان کو حفاظت کے واسطے فوجوں کی ضرورت تھی اس لئے جہاں جہاں چھاونی مقرر کی گئیں وہاں بھی شہر بن گئے۔

دیہات کی ابتدا۔ لیکن جن لوگوں کی ضروریات تھوڑی تھیں اور زیادہ تر کھیتی کرتے تھے وہ دیہات میں جھونپڑیاں بنا کر گزر کرتے رہے اور جہاں دریا یا چشمے نہ تھے وہاں کوئیں یا تالاب بنائے اور موسموں کے مطابق کاشت کرتے رہے مگر ان کو بھی دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ کھیتی کے دشمن کئی قسم کے تھے (اول) بارش کی بے قاعدگی جس کے باعث مقررہ وقت پر فصل پیدا نہیں ہو سکتی تھی (دوم) پہاڑی زمین یا ریگستان یا گھنا جنگل جہاں کاشتکاری ہو نہیں سکتی تھی یا اگر ہوئی تو سخت محنت پر بھی پیداوار ناکافی تھی۔ (تیسرے) خراب آب وہوا جس کے باعث باشندوں کی تندرستی خراب ہو گئی اور وہ کاشتکاری نہ کر سکے۔ (چوتھے) غیر قوموں کے بار بار حملے ایسے مقامات پر کھانے پینے کا اطمینان نہیں ہوتا اس لئے آبادی بھی نہیں بڑھتی مگر بعض مقامات پر جہاں بہت بارش نہ ہو لیکن بقدر ضرورت کافی اور باقاعدہ ہو یا اگر بارش نہ ہو تو نہر یا تالاب کے ذریعہ سے کام نکل سکے آبادی بڑھ جاتی ہے کیونکہ انسان کا اصلی مقصد تو یہی ہے

کہ جس قدر آرام سے ممکن ہو زندگی بسر کرے۔

نباتات کی تحقیقات - یہ لکھا جا چکا ہے کہ انسان کو زندگی کے واسطے نباتات کی ضرورت ہوئی چنانچہ اُس نے سالہا سال تجربہ کرکے اُن نباتات کو انتخاب کیا جو تندرستی کے لئے مفید ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ گیہوں - چاول - جو - چنا - مکا - باجرہ - جوار دال - مختلف ترکاریاں اور پھل نہایت مفید ہیں چا اور قہوہ بھی فائدہ مند ہیں کپڑے کے واسطے روئی - جوٹ - سن اور اُون سے کام چل سکتا ہے - اس تحقیقات میں یقیناً بہت عرصہ لگا اور بہت سی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔

ہندوستان کی پیداوار کے اصول - اب اس بات کے مشاہدے کے لئے کہ ہندوستان میں کس مقام پر کیا چیز پیدا ہو سکتی ہے انسان نے دو امور کا مشاہدہ کیا اوّل بارش کس جگہ زیادہ اور کس جگہ کم ہوتی ہے۔ دوم مختلف مقامات کی زمین کس قسم کی ہے اور اُس پر بارش کا کیا اثر ہوتا ہے۔ چونکہ خط سرطان ہندوستان کے درمیان ہو کر گزرتا ہے یا یوں کہئے کہ منطقہ حارہ کا کنارہ ہندوستان کا وسط ہے اس لئے یہاں سال کے خاص حصہ میں دن بڑا ہوتا ہے۔ گرمی سخت پڑتی ہے اور ہوا گرم ہو کر صدہا میل اُوپر اُٹھتی ہے (کشمکش نمبر ۲) اور خلا کو بھرنے کے واسطے بحر عرب کی جانب سے پانی بھری ہوئی سمندری ہوا ہندوستان کی طرف دوڑتی ہے (کشمکش نمبر ۳) اور مغربی گھاٹ کے پہاڑ سے ٹکرا کر برستی ہوئی ہندوستان کا رُخ کرتی ہے کچھ ہوا وسط ہند سے گزر کر ہمالیہ کی طرف شمال و مشرق کو جاتی ہے اور کچھ وندھیاچل اور ست پُڑا پہاڑوں کے درمیان سیدھا راستہ پا کر دکن میں برستی ہوئی خلیج بنگال میں پہنچتی ہے اور چونکہ خلا شمال کی طرف ہندوستان میں ہوتا ہے اس لئے ہوا کا رُخ بھی اُسی

جانب ہوجاتا ہے (کشمکش نمبر ۱) اور بنگالہ پہنچکر اور ہمالیہ سے ٹکرا کر خوب برستی ہے لیکن آگے نہیں بڑھ سکتی اس لئے مغرب میں خلا کی طرف رجوع کرتی ہے اور بہار اور ممالک متحدہ میں برستی ہوئی پنجاب پہنچتی ہے اور تمام پانی خرچ ہو جاتا ہے جس قدر بارش بنگالہ میں ہوتی ہے بہار میں نہیں اور ممالک متحدہ میں اس سے بھی کم۔ چونکہ ہمالیہ پہاڑ تلوار کی شکل ہے اور شمال و مغرب کی جانب مڑ گیا ہے اس لئے پنجاب کے قریب میدان بہت چوڑا ہوجاتا ہے اور یہ ہوا تمام میدان میں جا بجا پھیل کر بکھر جاتی ہے اور بارش بہت کم ہوتی ہے۔ آگے بڑھ کر یہی ہوا بلوچستان میں سرد و خشک ہوجاتی ہے اور وہاں برائے نام پانی برستا ہے۔ اب سردی کا موسم شروع ہوتا ہے اور سخت سرد ہوا سائبیریا کی طرف سے بجانب جنوب آنے لگتی ہے اور اس ہوا کو بلوچستان اور افغانستان سے آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ اُدھر خط جدی پر جو افریقہ اور آسٹریلیا میں گزرتا ہے گرمی کے باعث ہوا اوپر اُٹھتی ہے اور خلا پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کو بھرنے کے واسطے سمندر کی ہوا بجانب جنوب بڑھتی ہے اس لئے ہندوستان میں یہ ہوا جس راستہ سے آئی تھی اسی سے واپس ہوتی ہے اور پنجاب۔ ممالک متحدہ اور بنگالہ میں رہا سہا پانی برساتی ہوئی خلیج بنگالہ میں پہنچ کر پھر بھاپ سے بھر جاتی ہے اور صوبہ مدراس و دکن میں خوب برستی ہوئی واپس جاتی ہے۔ مدراس میں جاڑوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے اور گرمی میں کم لیکن بنگالہ۔ بہار۔ ممالک متحدہ وغیرہ میں گرمی میں زیادہ اور سردی میں کم۔

ہندوستان کے تین حصے۔ ہندوستان کی بناوٹ کا یہاں کے باشندوں نے مشاہدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس ملک کے تین حصے ہیں اوّل پہاڑوں کا سلسلہ دوم

میدان سوم اونچی زمین یہاں دریائے سندھ۔ گنگا اور برہمپتر کے وہانوں کے سوا
ہر طرف پہاڑوں کی جھالر لگی ہوئی ہے۔ شمال میں ہمالیہ پہاڑ مشرق میں آسام اور
برہما کے پہاڑ۔ مغرب میں ہندو کش اور کوہ سلیمان وغیرہ اور جنوب میں مشرقی
و مغربی گھاٹ کا سلسلہ ہے ان کے علاوہ وسط میں بندھیاچل اور ست پڑا کی زبردست
دیواریں ہیں جو ہندوستان کے دو حصے کرتی ہیں۔ شمالی حصہ میں گنگا برہمپترا اور پنجاب
کے چھ دریا بہتے ہیں اور جنوبی حصہ میں نربدا ندی۔ گوداوری۔ کرشنا اور کاویری
وغیرہ۔ شمالی حصہ کی زمین زیادہ تر ریتیلی ہموار اور نیچی ہے اور جنوب کی پتھریلی ناہموار
اور اونچی۔ ان سب باتوں کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ بنگالہ میں چاول کی پیداوار
بہت ہوتی ہے کیونکہ وہاں پانی بہت برستا ہے اور دریا بار بار نئی مٹی لا کر جمع
کرتے رہتے ہیں۔ جو کی پیداوار بنگالہ میں کسی قدر اور ممالک متحدہ میں زیادہ ہونی
چاہیے۔ گیہوں کی ممالک متحدہ۔ پنجاب اور سندھ میں۔ چائے آسام دارجلنگ
دیرہ دون اور دکن کے بعض پہاڑوں میں اور قہوہ مغربی گھاٹ کے مشرق میں
ان کے علاوہ ایک پیداوار دھات کی ہے جو کان سے نکلتی ہے مثلاً سونا چاندی
لوہا وغیرہ۔ بعض مقامات سے کوئلہ نکلتا ہے۔ چونکہ ریل میں کوئلے کی ضرورت ہے
اس لئے اس کی کان کے قریب بڑا ریلوے اسٹیشن ہونا چاہیے اس سے کوئلہ
کی روانگی کا معقول انتظام ہو سکتا ہے۔

درآمد برآمد۔ ذرا غور کرنے پر اسی طرح درآمد و برآمد کا بھی پتہ لگ جاتا ہے
اور ملک کی تہذیب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دریا تہذیب پھیلانے کا خاص ذریعہ
ہیں اور ان سے درآمد و برآمد کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہندوستان میں زیادہ تر

کاشتکاری ہوتی ہے اس لئے یہاں سے مختلف قسم کا اناج۔ جوٹ۔ روئی چاء وغیرہ غیر ملکوں کو بھیجا جا سکتا ہے مگر یہاں کپڑا وغیرہ مہیا کرنے کا عمدہ انتظام نہیں ہے اس لئے جن ملکوں میں کاشتکاری کم ہوتی ہے اور مال زیادہ بنتا ہے وہاں اناج جانا اور کپڑا اور باقی سامان آنا چاہئے وہ ملک کون ہیں ؟ انگلینڈ وغیرہ

شطرنج کی چال۔ غرضیکہ جغرافیہ کی تعلیم بھی بالکل شطرنج کی چال سمجھنی چاہئے یعنی یہاں کوئی بات بلا وجہ نہیں ہو سکتی لیکن لڑکوں کو دقت اس لئے ہوتی ہے کہ پنڈت جی صرف نتیجہ بتا دیتے ہیں وجہ دریافت نہیں کرتے اگر لڑکوں کو جغرافیہ کے متعلق سوال دیکر نتیجہ نکلوایا جائے یا کسی نتیجہ کی وجہ پوچھی جاوے تو ان کو ضرور دلچسپی پیدا ہوگی۔ بوقت مطالعہ اپنے سوالات کو بغور سوچکر تیار کر لینا چاہئے۔

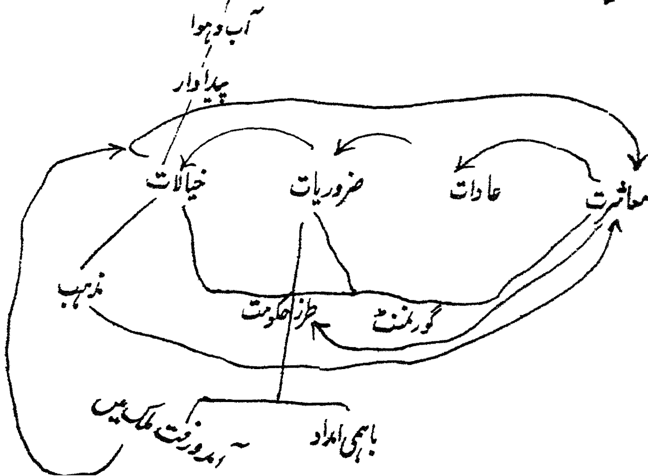
نقشہ دیکھکر نتیجہ نکالنا۔ لائق مدرس ملک کا نقشہ دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ اس کے باشندوں کا طرز معاشرت کیسا اور ملک کی حالت اور آبادی کیا ہونی چاہئے تہذیب کیسی اور انتظام کیسا مثلاً (۱) سمندر کے کنارے پہاڑ دیکھکر وہ باسانی یہ نتیجہ نکال لیتا ہے کہ اس کے دریا سمندر کی طرف نہایت تیز بہتے ہیں اس لئے ان کے ذریعہ سے مال کی آمد و رفت نہیں ہو سکتی مگر یہ تیز پانی پن چکی چلانے میں کارآمد ہو سکتا ہے اسی طرح (۲) اگر پہاڑ کے دوسری جانب دریا دور تک بہتے ہیں تو تجارت کے لئے مفید ہیں (۳) اگر ملک کا کنارہ دندانہ دار نہیں ہے تو بندرگاہ نہیں بن سکتے اور جہازوں کی حفاظت نہیں ہو سکتی اس لئے اس ملک کی تجارت بھی غیر ممالک سے نہیں ہو سکتی۔ (۴) لمبے دریا کی موجودگی تجارت کے لئے نہایت مفید ہے بشرطیکہ اس کے دونوں جانب پہاڑ نہ ہوں۔ اس کے ذریعہ سے ملک کے اندر تجارت

ہو سکتی ہے (۵) اگر یہ دریا کسی جنگل سے ہو کر گزرتا ہے تو ان کے راستہ سے لکڑی کے لٹھے اور شہتیر کی تجارت ہو سکتی ہے بشرطیکہ آمد و رفت کا راستہ دونوں جانب صاف ہو (۶) اگر کسی ملک میں صدہا کوس تک جنگل ہے تو غالباً وہاں کی آبادی زیادہ گنجان نہیں کیونکہ آبادی بڑھنے پر جنگل کاٹنے کی ضرورت پڑتی ہے (۷) اگر کسی ملک کے اندر گھنا جنگل ہے تو اس کے دونوں جانب باشندوں کے اطوار و عادات بلکہ تہذیب میں فرق ہونا چاہیئے کیونکہ وہ جنگل کے باعث باہم مل جل نہیں سکتے (۸) کسی ملک کے بیچ میں اونچے پہاڑ اور دشوار گزار گھاٹیوں یا ریگستان یا سمندر کو دیکھ کر بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے (۹) اگر ملک کا کوئی حصہ بہت اونچا ہے تو وہاں کے دریا مال کی آمد و رفت کے لائق نہیں ہو سکتے کیونکہ اُن کی تیز رفتاری باعث خطرہ ہے۔ اور اسی وجہ سے قرب و جوار کی زمین سیراب نہیں ہو سکتی۔ اونچے حصہ پر ہوا بھی تیز ہوتی ہے جو زمین کی سیرابی و زرخیزی میں حائل ہے مثلاً دکن کی زمین

اب ہندوستان کے دو بڑے دریا برہمپترا اور سندھ کو نقشہ میں دیکھئے۔ یہ درحقیقت تبت کے دریا ہیں اور وہاں صدہا میل تک بہتے ہیں لیکن بلند زمین ہونے کے باعث ہمالیہ کے کنارے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ برہمپترا ایک مقام پر ہمالیہ کو مشرق میں چھوڑ کر قریب سو میل تبت کی طرف بہتا ہے لیکن پھر بلندی کے باعث یکایک جنوب کو مڑ کر ہندوستان کی جانب آجاتا ہے اس طرح تبت کی بلندی اُس کی سیرابی میں حائل ہوتی ہے (۱۰) پہاڑی مقامات پر کاشتکاری کم ہوتی ہے (۱۱) ریگستان میں دریا نہیں ہوتے لیکن (۱۲) جہاں دریا ہیں وہاں ریگستان نہیں رہ سکتا اس طرح ملک کا نقشہ دیکھکر باشندوں کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

طرزِ حکومت کی بنیاد۔ عوام کی طرز معاشرت۔ عادات ضروریات و خیالات

پر گورنمنٹ کا انحصار ہے لیکن معاشرت کا انحصار پیداوار پر، پیداوار کا آب و ہوا پر اور
آب و ہوا کا زمین کی صورت اور حالت پر یعنی پہاڑوں کی موجودگی یا عدم موجودگی پر
منطقات کے باہمی فاصلے اور اس لئے گرمی اور سردی کی کمی بیشی وغیرہ پر مگر
خیالات مذہب کی بنیاد ہیں اور مذہب کا اثر طرز معاشرت پر علحدہ ہوتا ہے اور بہت
تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ طرز معاشرت عادات پر، عادات ضروریات پر اور ضروریات
خیالات پر نیا اثر ڈالتے ہیں۔ ضروریات باہمی امداد کے طریقے اور ملک میں آمد و رفت
کے وسیلے پیدا کر دیتی ہیں اور جہاں آرام و فائدہ کی صورت ہوتی ہے اُس طرف
رستے بن جاتے ہیں۔ پھر آمد و رفت سے بھی تبادلۂ خیالات ہو کر طرز معاشرت میں
تبدیلی ہوتی ہے اور طرز حکومت بدل جاتا ہے نئے قاعدے بنتے اور بدلتے رہتے ہیں
ورنہ گورنمنٹ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ ہندوستانیوں کے عادات
اور خیالات میں اختلاف کے باعث مختلف صوبوں میں مختلف قانون جاری کرنے
پڑتے ہیں۔



عجیب دائرہ۔ اس طرح طرزِ معاشرت۔ عادات۔ ضروریات۔ خیالات۔ مذہب اور تبادلہ خیالات کا ایک دائرہ ہے جس پر طرزِ حکومت کی بنیاد پڑتی ہے۔ غیر ملک کے باشندے اسی وقت حاکم بنجاتے ہیں جب اُن کو آنے کے واسطے آسانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ اپنے ملک کا طرزِ معاشرت اور خیالات ساتھ لاتے ہیں جن کا رعایا پر اثر ہوتا ہے اور دونوں کی زندگی میں تبدیلی ہو کر نئی صورت اور نئی نئی ضروریات پیدا ہوتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ حالت اس کی شاہد ہے۔

ریگستانی ملک۔ لیکن ریگستانی ملک میں بارش بہت تھوڑی ہوتی ہے اس لئے پیداوار نہایت مختصر اور آبادی بہت کم رہتی ہے اور باہر والوں کی ضروریات پیداوار وغیرہ سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس وجہ سے آمدورفت کے راستے درست نہیں ہوتے اور باشندوں کو اپنے چھوٹے گروہ ہی میں نسل قائم رکھنی اور رشتہ داروں میں شادی کرنی پڑتی ہیں جن کے باعث اُن کی طرزِ معاشرت اور رسمیات کی صورت زیادہ تبدیل نہیں ہوتی[1]۔ یہ لوگ اپنے گروہ میں کسی کو سردار بنا کر اُسی کی اطاعت کرتے ہیں اور یہی ان کی چھوٹی سی گورنمنٹ ہے۔ اُن کی رسمیات اور خیالات پرانے ضروریات مختصر اور عادات سادہ رہتی ہیں لیکن جس مقام کی آب وہوا خوشگوار اور پیداوار عمدہ ہے اور آمدورفت کے راستے صاف ہیں وہاں گورنمنٹ اور باشندوں کا طرز شائستہ ہوجاتا ہے گو یہ لوگ ہر قسم کی آسانی کے باعث کسی قدر آرام طلب بن جاتے ہیں اگر اس کے قریب کوئی ریگستانی جگہ ہو تو قرب وجوار کے راستوں پر آمدورفت اور تجارت کے باعث وہاں کے طرزِ حکومت پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے۔

---

[1] عرب اور افریقہ وغیرہ کی رسمیات ملاحظہ کیجئے۔

آمد و رفت کے راستے۔ اگر آپ ہندوستان کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جب تک آنے جانے کے راستے یعنی ریل۔ سڑک۔ نہر دریا وغیرہ کافی موجود نہیں تھے اس کے ہر صوبہ کا طرز معاشرت جُدا اور سوسائٹی میں جابجا بہت فرق تھا یعنے جدا جدا تھے ایک شخص دوسرے کی زبان نہیں سمجھتا تھا اور ہر صوبہ چھوٹے پیمانہ پر علیحدہ علیحدہ کاروبار کرتا تھا لیکن تمام ملک میں ایک بڑا حاکم مقرر ہونے پر جابجا راستے کھُل گئے تبادلہ خیالات کی ضرورت ہوئی اور تہذیب نے ترقی کی۔ اسلامی زمانے میں اُردو زبان جو درحقیقت بہت سی زبانوں کے الفاظ کا مجموعہ ہے ترقی کرنے لگی اور اس نے تمام صوبوں کی ایک قوم بنانی شروع کی۔ پھر موجودہ گورنمنٹ نے تمام ملک پر قبضہ کرکے تجارت کو فروغ دیا اور صدہا نئے نئے راستے کھولے ریل کا جال بچھ گیا۔ نہریں جاری ہوئیں۔ سڑکیں بن گئیں مال غیر ملکوں کو جانے لگا جس سے پیداوار کی ضرورت بڑھی اور جو زمین سالہا سال سے بیکار رہتی کھیتی کے کام میں آنے لگی لوگوں نے اپنے پرانے اور کم نفع کاروبار کو ترک کیا اور کاشتکاری کی طرف متوجہ ہوئے زمینداروں کی آمدنی بڑھی اور جن دیہات کا سالانہ لگان ۱۰۰ یا ۲۰۰ روپیہ تھا ان سے دو یا چار ہزار روپیہ وصول ہونے لگا آمدنی کی ترقی نے پرانے طرز معاشرت میں تبدیلی پیدا کردی اور نئی ضروریات پیدا ہونے لگیں۔ ان کی بہم رسانی کے واسطے تجارت بھی بدلی مختلف کارخانے کھل گئے اور اسی کے مطابق طرز حکومت اختیار کیا گیا۔ گو ابھی مختلف صوبہ جات کے طرز معاشرت میں اختلاف ہی لیکن بہت زیادہ نہیں پہاڑی مقامات میں اب بھی آمدورفت کے راستے بہت کم اور دشوار گزار ہیں اس لئے وہاں بہت اختلاف قائم ہی۔ انگریزی حکومت نے ہمارے موجودہ

طرزِ معاشرت میں مغربی روح پھونک دی ہے اور ہمارے خیالات عادات ضروریات
نے پرانا ڈھنگ ترک کرنا شروع کر دیا ہے۔

تاریخ کی بنیاد جغرافیہ پر۔ اگر کسی ملک کے باشندے دولتمند ہوتے ہیں تو اُن پر
سینکڑوں دشمن ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر دولتمند نہیں ہوتے تو کسی کو حملے کی زحمت اُٹھانے
کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر دو قوموں کے درمیان سمندر یا ریگستان یا پہاڑ حائل
ہوتے ہیں تو یہ باہم حملوں سے بھی بچی رہتی ہیں اس طرح جغرافیہ پر تاریخ کی بنیاد شروع
ہوتی ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملک زرخیز ہے تو دشمن کس طرف سے آسکتے
ہیں۔ اس کے لئے قرب وجوار کے ملکوں کی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ مثلاً ہندوستان
میں گنگا برہمپترا اور سندھ کی زمین زرخیز اور بارش عمدہ ہے اس لئے باشندے
خوشحال ہونے چاہئیں۔ دولتمندی کے باعث اُن کے دشمن بھی بہت ہوں گے لیکن
چونکہ ملک قریب قریب ہر طرف پہاڑ سے گھرا ہے اور دکن میں سمندر ہے اس لئے یہ لوگ
محفوظ ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ ان پہاڑوں میں راستے کہاں ہیں اور ان کے دوسری
جانب باشندوں کی کیا حالت ہے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شملہ دارجلنگ نینی تال
وغیرہ سے تبت کو راستے جاتے ہیں وہاں کے باشندوں کی حالت اچھی نہیں ہے چونکہ
بارش کی ہوا ہندوستان میں رُک جاتی ہے اور سائبیریا کی سرد ہوا تبت کی فصلوں
کو پیدا نہیں ہونے دیتی اور تبت کے میدان میں کوئی اچھا دریا بھی نہیں ہے جس سے
ملک کی آبپاشی ہوسکے اس لئے اس طرف سے حملے کا ضرور خوف ہے لیکن اس کے
پہاڑی راستے بہت دشوار گزار اور چھوٹے ہیں جن میں ہو کر فوج نہیں آسکتی اور حملے کا
خوف جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹا راستہ آسام کے قریب ہو کر جاتا ہے جس کے

[illegible]

دوسرے جانب چین کا زرخیز ملک ہے مگر وہاں باشندے خوشحال ہیں اس لئے
حملے کا زیادہ خوف نہیں۔ ہندوستان کے مغرب کی طرف ایک چوڑا راستہ یعنی درّہ
خیبر ہی اور اس کی دوسری جانب افغانستان ترکستان، ایران، سائبیریا وغیرہ ہیں
جہاں باشندوں کی بمشکل گزر ہوتی ہے۔ درّۂ خیبر کے راستہ سے فوج بہ آسانی
آسکتی ہی اس لئے یہی راستہ مخدوش ہے۔ اب آپ تاریخ کے ورق اُلٹ کر دیکھئے
تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان پر ہمیشہ درّۂ خیبر سے حملے ہوتے رہے ہیں۔ آریہ لوگ
اسی راستے سے آئے۔ سکندر کا حملہ اسی جانب سے ہوا کشن ہُن۔ منگول تیمور لنگ
بابر۔ نادر شاہ۔ احمد شاہ وغیرہ سب نے یہی راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد جب انسان
کو سمندر کی راہ سے سفر کا طریقہ معلوم ہوا تو وہ راستہ بھی کھُل گیا اور پرتگیز۔ ڈچ
فرانسیسی اور انگریزوں نے اوّل تجارت کی غرض سے اور پھر ملک گیری کے
لئے آنا شروع کیا۔ حال میں ہوائی جہازوں کی ایجاد نے فنِ جنگ میں نئی روح
پھونک دی ہے اور بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد اُن کے ذریعہ سے فوج کشی ہونے
لگے اور پہاڑوں کا راستہ بھی کھُل جائے جس کا ذکر آئندہ کیا جاوے گا۔ اس طرح
جغرافیہ پر تاریخ کی بنیاد قائم ہوتی ہی۔

ایک عالیشان محل۔ اب ہندوستان کی تاریخی شکل ملاحظہ فرمائیے یہ پہلے
زمانے میں ایک عالیشان محل کا کام دیتا تھا جس کا صدر دروازہ درۂ خیبر تھا۔ پنجاب
صحن اور وادی گنگا عالی شان ہال۔ دکن کی طرف دشوار گزار جنگل اور ریگستان
کی سخت دیوار کھنچی ہوئی تھی جس میں ایک چور دروازہ تھا اس دروازہ کی دوسری
جانب راجپوتانہ کا وسیع کمرہ تھا اور دائیں طرف سندھ کی کوٹھری۔ جنگل کی دیوار

کے پسِ پشت دکن کا عالیشان بالاخانہ تھا جس میں تھا ندی۔ گوداوری کرشنا اور
کاویری کے زبردست پرنالے بہتے تھے۔ اس بالاخانہ کے دائیں بائیں مشرقی
اور مغربی گھاٹ کی دیواریں تھیں۔ ملک کی شمالی دیوار یعنی ہمالیہ میں نیپال۔
بھوٹان۔ کماؤں اور کشمیر کی بخاریاں تھیں اور اس دیوار کے موڑ پر مشرق کی
طرف آسام کی کوٹھری۔ اس عالیشان محل میں جابجا مختلف قومیں اور اُن کے
بادشاہ رہتے تھے جنہوں نے بڑے بڑے کمروں کے مختلف گوشوں میں سکونت اختیار
کی تھی اور ندیوں کی دیوار کھینچ کر یعنی اُن کو سرحد بنا کر سلطنت کرتے اور آپس میں
لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ یہ لوگ باہمی جنگ وجدل سے کمزور ہو جاتے اور زور آور
دشمن صدر دروازے یعنی درّہ خیبر سے آکر ان کو نکال دیتے تھے۔ دشمن کے آنے
پر یہ لوگ محل کے گوشوں۔ بخاریوں اور چور دروازوں میں جا چھپتے تھے چنانچہ
آریوں کے حملہ پر پہلی قومیں پہاڑی دیواروں میں جا چھپیں مسلمانوں کے حملہ پر
راجپوت راجپوتانہ میں جا بسے بہت سے بنگالہ کی طرف بڑھ گئے اور کچھ دشوارگزار
جنگل سے نکل کر دکن چلے گئے۔

دنیا کی علٰحدہ تاریخ۔ اب سلطنت وغیرہ کے چند عام اصول ملاحظہ کیجئے۔
شروع میں انسان نے کاشتکاری سیکھی اس لئے مفید جانور مثلاً گھوڑا۔ گائے۔
بھینس۔ ہاتھی۔ اونٹ اور بعض ملکوں میں ہرن اور کتے وغیرہ پال کر ان سے کام
لینا شروع کیا۔ ہر ملک میں انسان کی ابتدائی تہذیب کی یہی تاریخ ہے لیکن ہر ملک کی
تاریخ کے ساتھ تمام دنیا کی تاریخ بھی علٰحدہ تیار ہوتی رہتی ہے اور نسل انسان ہر
جگہ ایک مقررہ قاعدے سے ترقی کرتی ہے یعنی جو واقعات ایک ملک میں ہوئے ہیں

بالکل ویسے ہی دوسرے ملکوں میں ہوتے ہیں مثلاً پرانے زمانے میں قریب قریب ہر ملک میں تیر تلوار اور برچھی سے لڑائی ہوتی تھی فوجی افسر گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے جن میں گھوڑے جتے ہوتے تھے۔ لڑائی میں ہاتھی پر بھی سواری کی جاتی تھی لیکن کبھی ہاتھی کے باعث ہی شکست ہو جاتی کیونکہ تیر یا برچھی سے زخمی ہو کر یا سخت شور اور چیخ پکار سے گھبرا کر ہاتھی بھاگتا اور اپنی ہی فوج پر لوٹ پڑتا تھا اس سے فوج بھی پریشان ہو کر بھاگنے لگتی۔ کبھی فوج کا افسر ہاتھی سے اُتر پڑا فوج نے ہاتھی کو خالی پا کر خیال کیا کہ افسر مارا گیا اور وہ باوجود فتح کے بد دل ہو کر بھاگنے لگی[1]۔ اس حالت کو دیکھ کر ہاتھی کا استعمال ترک کیا گیا اور دنیا کی تاریخ میں لڑائی کا دوسرا طرز اختیار کیا گیا گولہ اور بارود کی ایجاد ہوئی۔ بندوق اور توپ کا استعمال ہونے لگا گولہ بارود نے ہاتھی کا استعمال بالکل ترک کرا دیا کیونکہ اس صورت میں فوجی افسر بہت آسانی سے دشمن کی بندوق یا توپ کا نشانہ بن جاتا اور اُس کی فوج کو شکستہ دل ہو کر بھاگنا پڑتا تھا (لطیفہ) اورنگ زیب کے مرنے کے بعد ایک بادشاہی فوج نے راجپوتوں پر حملہ کیا۔ اس فوج کے چار سردار چار ہاتھیوں پر سوار تھے۔ راجپوتوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اس لئے وہ تھوڑی دیر لڑ کر بھاگ گئے لیکن چلتے وقت ہاتھیوں کی طرف اپنی بندوقیں چلا دیں اتفاق سے ان بندوقوں کا نشانہ ٹھیک بیٹھا اور چاروں افسر ہاتھیوں ہی پر مر گئے یہ دیکھ کر اُن کی فوج بھی بھاگنے لگی۔ یہ عجیب وقت تھا کہ ایک طرف شاہی فوج بھاگی جاتی تھی اور دوسری طرف راجپوت لیکن شاہی فوج کو بھاگتے دیکھا تو راجپوتوں نے لوٹ کر اُسے لوٹ لیا اور اس طرح ہاتھیوں کی بدولت

---

[1] دیکھئے سکندر اور پورس۔ بابر اور رانا سانگا۔ محمد غوری اور پرتھوی راج سوم اور کارتھیج ہینی بال کے حالات وغیرہ وغیرہ۔

فاتح مفتوح ہو گئے (دیکھئے لیٹر مغلز مصنفہ ارون)

چونکہ گولہ بارود سے دشمنوں کے قتل میں زیادہ آسانی ہوتی تھی اس لئے تیر و تلوار کا استعمال بھی ترک کیا گیا۔ چار پانچ سو سال پیشتر لڑائی کا سبب اختلافِ مذہب تھا۔ مخالف مذہب کے ساتھ ہر قسم کی سختی کی جاتی تھی یہاں تک کہ زندہ جلانا بھی جائز سمجھا جاتا تھا۔ یہ مذہبی اختلاف عیسائی ہندو یا مسلمانوں ہی میں نہ تھا بلکہ جن ملکوں میں ایک ہی مذہب کے باشندے تھے وہاں ایک فرقہ دوسرے کی جان کا خواہاں تھا۔ ہُن چنگیز خاں اور تیمور لنگ نے ظلم و ستم کی روح پھونک دی اور مختلف ملکوں میں نہایت ظالم اور جابر بادشاہ پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد دنیا کی تاریخ میں آہستہ آہستہ ظلم کی کمی ہونے لگی لیکن روحانیت کے تاریک رخ نے مادیت کی صورت اختیار کر لی۔ پیشتر بادشاہ کو ظلِ سبحانی یا خدا کا نمونہ بتایا جاتا تھا اور وہ بالکل با اختیار تھا لیکن اب بادشاہ کی خود مختاری میں کمی ہونے لگی اور دنیا میں تین قسم کی سلطنت پیدا ہو گئیں اوّل وہ جن میں بادشاہ خود مختار ہے مثلاً جاپان دوم وہ جن میں بادشاہ رعیت کی رائے سے کام کرتا ہے مثلاً انگلینڈ۔ سوم وہ جن میں جمہوری سلطنت ہے اور رعیت چند روزہ بادشاہ انتخاب کرتی ہے۔ یہ بادشاہ پریزیڈنٹ کہلاتا ہے اور میعاد ختم ہونے پر پھر پارلیمینٹ کا ممبر رہجاتا ہے مثلاً فرانس امریکہ وغیرہ۔ بار بار تبدیلی کے طوفان سے وہ سلطنتیں بچی رہتی ہیں جن میں بادشاہ پارلیمینٹ کی رائے سے حکومت کرتا ہے۔ مذہب اور روحانیت کے خیالات کی کمی اور مادہ پرستی کی زیادتی نے انسان کے اخلاق پر بہت اثر پیدا کیا یعنی جو لوگ مذہب کے خوف سے جرم نہیں کرتے تھے وہ مادیت پھیلنے پر ظالم اور بے خوف

ہو گئے اور اپنے ظلم کے واسطے قسم قسم کے بہانے ڈھونڈنے اور دلائل پیش کرنے لگے اس کی مثال حال کی جنگ میں جرمنی کے برتاؤ سے ظاہر ہوتی ہے۔

تاریخ دُہراتی رہتی ہے۔ حساب کی طرح تاریخ میں بھی ایک ہی قاعدے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جو مختلف زمانوں میں بار بار دہرائی جاتی ہیں مثلاً ہندوستان کی تاریخ دیکھئے۔ یہاں (۱) حملہ کے واسطے لوگ ہر بار اسی طرف سے آئے جہاں قدرت اُن کو سخت محنت پر مجبور کرتی تھی (۲) ہر بار حملہ آور نہایت جفاکش اور جواں مرد تھے (۳) اگر ہندوستان کا حاکم بھی حملے کے وقت جواں مرد ہوا تو اُن کو نہیں آنے دیا مثلاً جلال الدین۔ علاء الدین اور غیاث الدین نے مغلوں کو زبردست مغل بادشاہوں نے افغانستان اور اُس کے قرب وجوار کی قوموں کو اور برٹش گورنمنٹ نے افغانستان کی لڑائیوں میں افغان حملہ آوروں کو لیکن اگر بادشاہ نالائق یا عیش پرست یا کمزور تھا (مثلاً ابراہیم لودی یا محمد شاہ رنگیلے) تو وہ نہ روک سکا (۴) جوانمرد فاتح ہندوستان میں آکر اکثر خود سلطنت کرنے لگے (۵) مفتوح بادشاہ دکن یا بنگالہ کی طرف بھاگے چونکہ دکن کے راستے میں جنگل کی بڑی دیوار حائل تھی اس لئے بنگالہ کی طرف بھاگنے میں آسانی ہوئی (۶) فاتح قبضہ کرکے عرصہ تک آرام کرتے رہے ان کی اولاد عیش پسند اور کمزور ہو گئی اور مغربی حملہ آوروں کو نہ روک سکی اس لئے انہوں نے آکر ان کو بھی بھگا دیا اور خود مالک بن گئے۔ ہندوؤں کی تاریخی زمانے میں آریہ حملہ آوروں کے پرے سلسلہ وار ہندوستان پر حملہ کرتے اور پُرانے آریوں کو بھگاتے رہے اسلامی زمانے میں بھی ایسے ہی حملے ہوتے رہے۔ جب تیمور لنگ نے ہندوستان پر حملے کا ارادہ کیا تو اس کی

فوج نے کہا کہ "اگر آپ واپس آجاویں تو ہم چلنے کو تیار ہیں"۔ تیمور نے وجہ پوچھی اُنہوں نے جواب دیا کہ "اگر ہم ہندوستان میں رہ گئے تو عیش و آرام کے باعث وہاں کے باشندوں کی طرح بزدل اور ناعاقبت اندیش ہو جائیں گے اور ہماری اولاد میں ملک گیری کی قابلیت نہ رہے گی"۔ تیمور لنگ نے واپسی کا وعدہ کیا اس پر وہ سب جہاد کے واسطے تیار ہو کر ہندوستان آئے اور لوٹ مار کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

لڑکپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ تاریخی اصول کو عمدہ طور پر سمجھنے کے واسطے آپ کو جانداروں کی زندگی کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ ہر جاندار کی زندگی کے تین حصے ہوتے ہیں لڑکپن۔ جوانی اور بڑھاپا۔ لڑکپن اور بڑھاپے میں وہ مجبور ہوتا ہے اور اگر اُس کو مدد نہ ملے تو زندہ نہیں رہ سکتا مگر جوانی میں وہ مدد کا حاجتمند نہیں۔ بلکہ دوسروں کی مدد کر سکتا ہے لیکن قدرت نے زندگی کی کشمکش اس قدر سخت کر رکھی ہے کہ باہمی جنگ و جدل کے باعث جوانی میں بھی صرف وہی جاندار زندہ رہ سکتے ہیں جو دوسروں پر غالب ہو سکیں باقی سب فنا ہو جاتے ہیں۔ جس قدر اونچے درجہ کا جاندار ہوتا ہے اُس پر بچپن کی مجبوری اُسی قدر سخت اور دیرپا ہوتی ہے لیکن نیچے درجہ کے حیوانوں میں یہ مجبوری کم ہو جاتی ہے۔ آدمی کا بچہ کئی سال تک ماں کا دست نگر رہتا ہے بندر کے بچہ کی مجبوری اس سے کم ہے۔ گائے بھینس کے بچے پیدا ہوتے ہی چلنے لگتے ہیں گو کچھ عرصہ تک ماں کے بغیر اُن کی زندگی دشوار ہے اُن سے نیچے درجہ کے جانور مثلاً ڈڈھی مچھلی مینڈک وغیرہ کے بچوں کو اپنی ماں سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ پیدا ہوتے ہی خود خوراک تلاش کرنے

لگتے ہیں۔ ان سے نیچے درجہ کے جاندار یعنی درختوں کو چلنے پھرنے کے بغیر ہی خوراک ملجاتی ہے اور یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس ماں باپ سے پیدا ہوئے۔

لیکن بڑھاپے کی مجبوری میں سب کو ہر طرف دشمن ہی نظر آتے ہیں اور قدرت کے سخت جنگ وجدل کے باعث یہ بہت جلد فنا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھے آدمیوں یا بوڑھے پالتو جانوروں کی جس قدر تعداد ملتی ہے بوڑھے جنگلی جانوروں یا پرانے درختوں کی نہیں مل سکتی۔ مگر انسان نے اپنی سوسائٹی قائم رکھنے کے واسطے اولاد کے فرائض نہایت سخت بنا دئیے ہیں جن کی بدولت بوڑھے ماں باپ کی کافی حفاظت ہوتی ہے اور وہ عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔ لڑکپن کی مجبوری کے واسطے قدرت نے ماں کی محبت پیدا کر دی ہے اور وہ بچہ کی ہر طرح حفاظت کرتی ہے پالتو جانوروں کی حفاظت انسان اپنے نفع کی خاطر خود کرتا ہے لیکن قدرت کا یہ عجیب کھیل ہے کہ ایک جاندار کی تباہی پر دوسرے کی نشوونما منحصر ہے۔ ماں کے جسم سے دودھ نکالکر بچہ اپنی جان بچاتا ہے جانوروں کی جان لیکر درندے اور گھاس پات کو کھا کر چرندے اپنی جان بچاتے ہیں جن کو خوراک مل جاتی ہے وہ زندہ رہتے ہیں باقی سب مر جاتے ہیں۔

بالکل یہی حالت ہر قوم اور سلطنت کی ہے۔ اس کا بھی بچپن۔ جوانی اور بڑھاپے کا زمانہ علٰحدہ علٰحدہ ہوتا ہے۔ بچپن میں وہ پچھلی قوم کی تباہی سے خوراک حاصل کر کے نشوونما پاتی ہے اور جوانی میں خود اپنی حفاظت کرتی ہے لیکن بڑھاپے میں اس کے ہر طرف دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور جنگلی جانوروں کی طرح اس کی زندگی ختم کر دیتے ہیں اور اس سے اپنی خوراک حاصل کر کے نشوونما پاتے ہیں۔ لیکن پھر باہم جنگ وجدل

لگتے ہیں۔ ان سے نیچے درجہ کے جاندار یعنی درختوں کو چلنے پھرنے کے بغیر ہی خوراک ملجاتی ہے اور یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس ماں باپ سے پیدا ہوئے۔

لیکن بڑھاپے کی مجبوری میں سب کو ہر طرف دشمن ہی نظر آتے ہیں اور قدرت کے سخت جنگ وجدل کے باعث یہ بہت جلد فنا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھے آدمیوں یا بوڑھے پالتو جانوروں کی جس قدر تعداد ملتی ہے بوڑھے جنگلی جانوروں یا پرانے درختوں کی نہیں مل سکتی۔ مگر انسان نے اپنی سوسائٹی قائم رکھنے کے واسطے اولاد کے فرائض نہایت سخت بنا دئے ہیں جن کی بدولت بوڑھے ماں باپ کی کافی حفاظت ہوتی ہے اور وہ عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔ لڑکپن کی مجبوری کے واسطے قدرت نے ماں کی محبت پیدا کر دی ہے اور وہ بچہ کی ہر طرح حفاظت کرتی ہے پالتو جانوروں کی حفاظت انسان اپنے نفع کی خاطر خود کرتا ہے لیکن قدرت کا یہ عجیب کھیل ہے کہ ایک جاندار کی تباہی پر دوسرے کی نشوونما منحصر ہے۔ ماں کے جسم سے دودھ نکالکر بچہ اپنی جان بچاتا ہے جانوروں کی جان لیکر درندے اور گھاس پات کو کھا کر چرندے اپنی جان بچاتے ہیں جن کو خوراک مل جاتی ہے وہ زندہ رہتے ہیں باقی سب مر جاتے ہیں۔

بالکل یہی حالت ہر قوم اور سلطنت کی ہے۔ اس کا بھی بچپن۔ جوانی اور بڑھاپے کا زمانہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ بچپن میں وہ پچھلی قوم کی تباہی سے خوراک حاصل کرکے نشوونما پاتی ہے اور جوانی میں خود اپنی حفاظت کرتی ہے لیکن بڑھاپے میں اس کے ہر طرف دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور جنگلی جانوروں کی طرح اس کی زندگی ختم کر دیتے ہیں اور اس سے اپنی خوراک حاصل کرکے نشوونما پاتے ہیں لیکن پھر باہم جنگ وجدل

کر کے خود بھی فنا ہو جاتے ہیں اور صرف وہی قوم یا سلطنت باقی رہجاتی ہے جو سب میں زبردست اور زندہ رہنے کے قابل ہے۔

تین رنگ۔ اس طرح سلطنت کے تین رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا رنگ سلطنت کی ابتدا۔ اس میں بادشاہ نہایت سرگرم اور مستعد ہوتا ہے۔ اس کے باعث تمام صوبہ دار۔ فوج اور رعیت وغیرہ ہر طرح وفاداری دکھا کر بادشاہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور بادشاہ کے دست نگر رہتے ہیں۔ دوسرا رنگ سلطنت کی شان۔ اس میں بادشاہ کی اولاد سلطنت مفت ملجانے کے باعث آہستہ آہستہ عیش کی طرف رجوع ہو جاتی ہے۔ کاہل بادشاہ صرف ماتحتوں کی نگرانی کرنا کافی سمجھتے ہیں اور خود کام کرنے سے بچتے ہیں تاہم کچھ عرصہ تک صوبہ دار اور فوج وغیرہ اس کے دست نگر رہتے ہیں اس لئے ان میں چستی قائم رہتی ہے اور سلطنت کا کام چلتا رہتا ہے۔ تیسرا رنگ سلطنت کا خاتمہ۔ اس میں بادشاہ کی دیکھا دیکھی فوج اور رعیت بھی آہستہ آہستہ عیش پسند ہو جاتی ہے اس سے ملک میں ابتری اور بدامنی پھیل جاتی ہے اور دشمن سلطنت چھین کر خود حکومت کی کوشش کرتے ہیں۔ تیسرا رنگ شروع ہوتے ہی اوّل مستعد صوبہ دار خود مختار رہنا چاہتے ہیں۔ صوبے آزاد ہونے لگتے ہیں اور کمزور بادشاہ کی سلطنت محدود ہوتے ہوتے برائے نام رہجاتی ہے۔

پہلی صورت "آنکھ پھوٹی پیڑ گئی"۔ ایک دلچسپ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حالت میں اکثر پہلے وہ صوبہ خود مختار ہوتا ہے جو دارالسلطنت سے بہت فاصلہ پر ہو۔ چونکہ عیش پسند بادشاہ کو اس کے انتظام میں دقت پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ خوش ہو کر خیال کرتا ہے کہ "آنکھ پھوٹی پیڑ گئی" اور صوبہ چھن جانے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔

دوسرے صوبوں کو بھی ہمت ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ سلطنت تباہ ہوجاتی ہے۔ اگر اتفاقیہ قریب کے صوبہ کا حاکم جفاکش اور زبردست ہوا تو پہلے وہی آزاد ہوتا ہے۔ اس صورت میں بادشاہ کو اپنی کمزوری بھی جلد معلوم ہوجاتی ہے۔

دوسری صورت۔ دشمن کو دعوت۔ تیسرے رنگ کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب بادشاہ کی عیش پسندی یا لاپرواہی کے باعث ظلم شروع ہوتا ہے تو کوئی صوبہ دار دشمن کو خود بلا لیتا ہے یا اپنا صوبہ دشمن کے حوالہ کردیتا ہے۔ تاریخ ہندوستان میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں[۵۱]۔

تیسری صورت بادشاہ گر۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سلطنت کو کمزور پاکر بادشاہ کو اس کے مصاحب ہر طرف سے دباتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اُس کو قتل کرکے دوسرا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اس طرح بادشاہ گر پیدا ہوجاتے ہیں لیکن ان لوگوں کا اکثر انجام بخیر نہیں ہوتا اور اُن کو خود بھی قید یا قتل ہونا پڑتا ہے (دیکھو ملک کافور زمانہ خلجی میں۔ سید حسین اور سید عبداللہ آخر زمانہ مغل میں)

دو چالیں۔ یہاں دو چال پیدا ہوتی ہیں یعنی اگر بادشاہ گر خود بھی کمزور ہوا تو اس کو خود بادشاہ بننے کی ہمت نہیں ہوتی اور وہ اپنی جان بچانے کے واسطے بظاہر بادشاہ کا فدوی بنا رہتا ہے۔ اگر کسی نے خود بادشاہ بننے کی ہمت کی تو فوراً مارا گیا جس طرح سلطنت خلجی کے آخر زمانہ میں خسرو خاں کی حالت ہوئی[۵۲] لیکن اگر وہ زور دار ہوا تو

---

۵۱ شاہ ایران نے علی مردان خاں حاکم قندھار کو شاہجہاں کے مقابلہ پر مدد نہ دی اس نے قندھار شاہجہاں کے حوالے کردیا اور خود اُس کے دربار میں آکر منصب اور خطاب حاصل کئے۔ دولت خاں نے ابراہیم لودی کے ظلم سے تنگ آکر بابر کو حملے کے واسطے بلا لیا۔ ۵۲ تاریخ افغانستان میں طغرل نے محمود کے (باقی نوٹ برصفحہ آئندہ)

بادشاہ کو قتل کرا کر یا خود قتل کر کے تخت نشین ہو جاتا ہے چنانچہ کیقباد کو قتل کرا کے جلال الدین بادشاہ ہوا اور خاندان اشوک کے آخر بادشاہ کو قتل کر کے پُش مِتر سنگا نے سلطنت چھین لی۔

چوتھی صورت بہت سے وارث۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جب صوبہ دار اور بادشاہ دونوں عیش پرست ہو جاتے ہیں تو اُن میں نہ کوئی خود مختاری کا حوصلہ کرتا ہے نہ ملک گیری کا جابجا گڑبڑ ہو جاتی ہے اور ہر طرف سلطنت کے نئے وارث پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اُس وقت دشمن آ کر اور ان سب کو مار کر نکال باہر کر دیتا ہے اور خود قابض ہو جاتا ہے۔ سلطنت تغلق اور سوری کی یہی حالت ہوئی اور تیمور لنگ اور ہمایوں نے ان کو تباہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

پانچویں صورت بادشاہ نیچ۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کبھی بادشاہ ہر طرف سے نیچ ہو کر سلطنت سے خود بیزار ہو جاتا ہے اور تخت چھوڑ کر پیچھا چھڑاتا ہے۔ غلام سلطنت کی خراب حالت دیکھ کر بُغرا خاں نے سلطنت سے انکار کیا اور اُس کا لڑکا کیقباد تخت پر بیٹھ کر قتل ہوا۔ اسی طرح سید علاء الدین اپنی سلطنت بہلول لودی کو دے کر بدایوں چلا گیا۔

لیکن اگر بادشاہ کو نیچ ہونے پر بھی سلطنت کی ہوس باقی رہی تو تمام انتظام نوکروں پر چھوڑ کر خود عیش میں مشغول ہو گیا اور اُنھوں نے رعیت کو ستانا شروع کر دیا۔ ہر طرف سے تباہی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس صورت میں کوئی دشمن بادشاہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) بیٹے عبداللہ کو کمزور پا کر قتل کیا اور خود بادشاہ بنکر دربار کیا لیکن جب وقت دربار جمع ہو کر مشغول تخت شاہی پر قدم رکھنے لگا کہ ایک سردار نے تلوار سے اس کا سر اُڑا دیا اور دربار تمام برخاست ہو گیا۔

کو قتل کر دیتا ہے یا نکال دیتا ہے اور خود مالک بنجاتا ہے۔ غلام خاندان کے آخری بادشاہ کیقباد لودی خاندان کے آخری بادشاہ ابراہیم اور اودھ کے آخری جانشین کی یہی حالت ہوئی۔

تلوار کا فیصلہ۔ جب ایک سے زیادہ دشمن پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ باہم جنگ و جدل سے فیصلہ کرتے ہیں سلطنت مغلیہ میں کئی بادشاہوں کے جانشین بھائیوں نے بار بار اسی طرح فیصلہ کیا اور اُس کی تباہی پر انگریز اور فرانسیسیوں نے باہم جنگ کی بالآخر انگریز ملک پر قابض ہو گئے اور فرانسیسی نکال دیئے گئے۔

تاریخ میں یہ بہت کم واقع ہوا ہے کہ دشمن کو صرف بڑے حاکم سے جنگ کرنے پر تمام سلطنت مل گئی اُس کو زیادہ تر بکھری ہوئی سلطنت ملتی ہے اور ہر صوبہ سے علیحدہ علیحدہ جنگ کر کے فتح حاصل کرنی پڑتی ہے اور ان فتوحات میں بعض اوقات کئی پشتیں گزر جاتی ہیں۔ بابر کو ابراہیم لودی کے بعد ہندوؤں سے جنگ کرنی پڑی مغلوں کو بھی سلطنت کے بکھرے ہوئے علاقوں پر کئی پشتوں تک لڑ کر فتح کا موقع حاصل ہوا۔ انگریزوں کو مدراس اور بنگال وغیرہ کے حاکموں سے لڑنا پڑا۔

سلطنت کا مرض اور اتفاقیہ تندرستی۔ غرضیکہ سلطنت کا تیسرا رنگ اس کے مرض الموت کی علامت ہے جس طرح مریض کے قوا رکام نہیں دیتے اور اوپر سے مچھر مکھی وغیرہ ستاتے ہیں اسی طرح عیش پرستی کے مرض میں بادشاہ کے نائب وغیرہ توجہ نہیں کرتے اور باہر سے دشمن آکر ستاتے ہیں لیکن اگر اس حالت میں خوش قسمتی سے دشمن بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو یہ کمزور سلطنت عرصہ تک قائم رہتی ہے اور کبھی کبھی اُس کو خود سنبھلنے کا موقع ملجاتا ہے اہل عرب اور چنگیز خاں وغیرہ کے حملوں کے باعث افغانستان

اور اس کے قرب وجوار کے باشندوں کو عرصہ تک ہندوستان پر حملہ کی مہلت نہیں ملی حالانکہ یہاں کی سلطنت اپنی حفاظت کے قابل نہ تھی قریب کے ملک کا بادشاہ زیادہ تر دشمن ہوتا ہے۔

تباہی کے وجوہ اور صورتیں۔ سلطنت کی تباہی کے چند وجوہ حسب ذیل ہیں اوّل بادشاہ کا عورتوں میں رہکر عیش پرستی اور ناچ رنگ میں مشغول رہنا۔ دوم بادشاہ کا محنت کی عادت نہ رکھنا یا نہایت تنگی فراج یا بہت سیدھا ہونا۔ تیسرے کمزور بادشاہ کے قبضے میں وسیع سلطنت ہونا۔ چوتھے بادشاہ کا اپنی اولاد کی تربیت میں کافی توجہ نہ کرنا۔ پانچویں بادشاہ کا فراج زمانے کے مطابق نہ ہونا۔ چھٹے بادشاہ کا باوجود نیک فراجی اپنے فرض منصبی سے غافل رہنا۔ ساتویں بیگمات کا باہمی حسد اور شہزادوں کی تربیت میں دست اندازی

لیکن اس وقت اگر اتفاق سے کوئی لائق وزیر یا نہایت قابل اور منتظم کارکن مل گیا تو کام چلنے لگتا ہے گو زیادہ تر آخر میں وہی وزیر سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ عیش پسند بادشاہوں کی مثالوں سے بھری ہے۔ اورنگ زیب نے تنگی فراج ہونے کے باعث اپنی وسیع سلطنت میں دشمن پیدا کر دیئے اور تمام عمر لڑائی میں صرف کی۔ شاہ جہاں نہایت سیدھا ہونے کے باعث سلطنت کا انتظام نہ کر سکا۔ اکبر نے اپنی اولاد کی تربیت کافی عمدہ نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ شرابی بیٹے نے باپ سے بغاوت کی اور پھر خاندانِ مغلیہ میں یہ رسم ایسی قائم ہوئی کہ کئی پشتوں تک پیچھا نہ چھوٹا۔ ہمایوں نے سنگدل زمانہ کے خلاف اپنے بھائیوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان مغلیہ میں جب تک بادشاہ وسیع سلطنت کے مالک اور خود مختار رہے بھائیوں میں کشت وخون ہوتا رہا۔ ناصر الدین بادشاہ بہت سیدھا تھا

(مضمون)

سنگدل زمانے کے قابل ہرگز نہ تھا۔ جہانگیر عیش پرست اور شرابی تھا اور اس وجہ سے وہ سلطنت کے جانب پوری توجہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن خوش قسمتی سے ناصر الدین کو غیاث الدین وزیر مل گیا سا ہو کو پیشوا۔ جہانگیر کو نورجہاں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ غیاث الدین اور پیشوا اپنے آقا کے مرتے ہی خود مالک بن گئے اور نورجہاں نے اپنے داماد شہریار کو تخت کا وارث بنانے کی سخت کوشش کی مگر اپنے لائق مخالف بھائی آصف خاں کے باعث جو شاہجہاں کا خسر اور جہانگیر کا وزیر تھا کچھ نہ کر سکی۔ اورنگ زیب پر اُس کی خداداد قابلیت کے سبب سے تنگی مزاج ہونے کا اثر زندگی میں نہ پڑ سکا لیکن اُس کے مرتے ہی سلطنت بکھر گئی۔ کیونکہ اُس کے وارثوں میں عمدہ قابلیت نہ تھی۔ اکبر کی اولاد یعنی خود جہانگیر نے باپ سے بغاوت کی اور اس کے عزیز دوست اور مشیر ابوالفضل کو قتل کرا دیا لیکن اکبر کی صلح پسندی اور انتظامی قابلیت نے اس کے خراب اثر کو زیادہ بڑھنے نہ دیا۔

بیگموں کی سازش۔ تاریخ میں عورتوں کی سازش کا نہایت خوفناک اثر ہوا ہے۔ سلطنتِ مغلیہ وغیرہ میں ہر بادشاہ کی کئی بیگمیں ہوتی تھیں اور ہر ایک کی اولاد دعویدار سلطنت تھی یہ بیگمیں اپنے اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کی ہر دم فکر میں رہتی تھیں اور بادشاہ کا مزاج باقی اولاد سے برگشتہ کیا کرتی تھیں اگر کوئی لڑکا انتظام سلطنت سیکھنا چاہتا تو اُس کی سوتیلی مائیں سازش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتیں کہ یہ باغی ہے اور خاموشی سے سلطنت پر قابو پاکر بادشاہ کو تخت سے اُتارنا چاہتا ہے۔ چونکہ بغاوت کی سزا قتل یا قید تھی اس لئے کوئی شہزادہ خوف کے باعث کارِ سلطنت نہیں سیکھ سکتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ ہونے پر وہ بالکل ناواقف ہوتا اور

وزرا جو چاہتے کرتے۔ اس کو عیش پرستی کے سوا کچھ کام نہ تھا اور سلطنت روز بروز کمزور ہوتی جاتی جب تک لائق وزیر ملتے رہے اس کا اثر زیادہ نہ معلوم ہوا لیکن جب وزیر بھی قابل اور منتظم نہ مل سکے تو تباہی آ گئی۔

(لطیفہ) بادشاہ کے عرصہ تک زندہ رہنے پر کبھی کبھی شہزادے گھبرا جاتے ہیں کہ بڈھا تو مرتا ہی نہیں اور ہماری عمر ختم ہوئی جاتی ہے" اکبر کے صلح پسند زمانہ میں جہانگیر نے اسی وجہ سے بغاوت کی اور اورنگ زیب کے سخت گیر زمانے میں بھی بعض لڑکوں نے یہی حرکت کی مگر وہ ذرا سی گستاخی پر اُن کو کئی برس تک قید رکھتا تھا اس سلئے زیادہ ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو بغاوت پر قید کر دیا جہاں سے وہ مر کر ہی نکلا۔

خود مختاری کے اصول۔ خود مختار سلطنت کے چند اصول قابل غور ہیں اوّل اس میں ہر امر کا فیصلہ بادشاہ یا وزیر کی ذات پر منحصر ہوتا ہے اس لئے اگر وہ منتظم ہی تو ملک کی حالت اچھی ہے ورنہ نہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں اگر بانی سلطنت کو غیاث الدین وغیرہ کی طرح زیادہ عرصہ تک زندگی کا موقع ملا تو بنیاد مستحکم ہو گئی لیکن اگر بابر یا شیر شاہ کی طرح زیادہ موقع نہ ملا تو استحکام کا کام اس کے وارث کے سپرد ہوا اور اگر وارث نالائق ہوا تو سلطنت کا جلد خاتمہ ہو گیا۔ دوم بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہی کہ کسی بڑے بادشاہ نے بہت عرصہ تک اپنی مستحکم سلطنت کا عمدہ انتظام کیا لیکن اُس کے مرنے پر شیرازہ بکھر گیا یہ حالت زیادہ تر اُس وقت ہوتی ہی جب بادشاہ ضرورت سے زیادہ سخت یا نرم یا شکی مزاج یا بدنام ہوا اور اُس کے وارث کا مزاج اس کے خلاف ہو مثلاً اشوک کی بیحد رحمدلی کے بعد چونکہ اس پایہ کا

وارث پیدا نہ ہوا اس لئے سلطنت قائم نہ رہ سکی۔ علاء الدین اور اورنگ زیب سے سخت مزاج اور شکی بادشاہوں کی طویل حکومت میں رعایا اُن کے مزاج کی عادی ہو گئی لیکن اُن کے وارثوں میں نہ وہ قابلیت تھی نہ وہ عادات اس لئے سلطنت جلد جاتی رہی۔ سوم جو حکومت رعایا کی رضامندی پر قائم ہے وہ مستحکم ہو جاتی ہے لیکن اس حالت میں بھی دشمنوں کی سرکوبی لازمی ہے ورنہ وہ بہت دق کرتے ہیں (دیکھئے اکبر کا زمانہ) چہارم بادشاہوں کی کامیابی وزرا کے انتخاب پر منحصر ہے اگر وہ منتظم شخصوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرتا ہے تو سلطنت جلد مستحکم ہو جاتی ہے اکبر کے دربار کے نورتن مشہور ہیں ابوالفضل فیضی۔ ٹوڈرمل۔ مان سنگھ وغیرہ کے انتخاب نے اکبر کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور اورنگ زیب کی طرح اُس کو پریشانی نہ اُٹھانی پڑی حالانکہ اورنگ زیب نے مستحکم سلطنت ورثہ میں پائی تھی۔

(لطیفہ) بہت سے نالائق مشیروں میں ایک منتظم وزیر کی دال نہیں گلتی اور وہ پیچھا چھڑا کر بھاگ جاتا ہے مثلاً محمد شاہ کے رنگیلے زمانے میں نظام الملک آصف جاہ کے انتظامات پر مصاحبوں نے مذاق اُڑانا شروع کیا اس لئے یہ بڈھا بیچارہ پیچھا چھڑا کر دکن کو چلدیا اور سلطنت مغلیہ کا جلد خاتمہ ہو گیا۔

پنجم۔ بادشاہ کے رشتہ دار اُس کی جان کے خواہاں رہتے ہیں اور موقع پاتے ہی قتل کو تیار ہو جاتے ہیں اس لئے استحکام سلطنت کے واسطے بادشاہ کو ان پر کافی قابو رکھنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے بادشاہ اُن کو پہلے ہی قتل کرا دیتا ہے۔ تاریخ ہند مثالوں سے بھری ہوئی ہے[1]۔ ششم متواتر جنگ جوئی اور فتوحات پر بعض نیک

[1] کسی زمانہ میں تخت روم کا وارث وہی ہوتا تھا جو عمر میں بڑا ہو۔ غالباً اسی وجہ سے (باقی نوٹ بر صفحہ آئندہ)

دل بادشاہ بیرحم ہو جاتے ہیں جس طرح علاء الدین خلجی ہندوستان میں اور محمد خاں چہارم روم میں۔ ہفتم اگر عورتوں کو سلطنت کا موقع دیا جاوے تو وہ بھی ایسی ہی قابل ثابت ہوتی ہیں جس طرح مرد مثال کے واسطے سلطان رضیہ۔ نورجہاں۔ چاند بی بی وغیرہ کے حالات ملاحظہ کیجئے۔ جن ملکوں میں عورتوں کو آزادی ہوتی ہے وہاں کبھی کبھی بیبیاں بھی خاوند سے بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ ممالک یورپ کی تاریخ میں جابجا اس کی مثالیں موجود ہیں۔ ہندوستان میں بھی اوچھ کی رانی نے دشمن سے مل کر اپنے خاوند کو قتل کرا دیا تھا۔ ہشتم۔ بادشاہ کی پرائیویٹ زندگی اگر ملکی انتظامات سے مختلف ہوئی تو وہ ملکی زندگی کے مطابق بُرا یا بھلا سمجھا جاتا ہے لیکن مصاحبین اور رعیت پر بادشاہ کی دونوں زندگیوں کا اثر ہوتا ہے اور اگر وہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہا تو لوگ اسی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ مثال کے واسطے اورنگ زیب اور شاہجہاں کے حالات دیکھئے۔ جس ملک میں بادشاہ پارلیمینٹ کی مدد سے حکومت کرتا ہے وہاں بھی یہی حالت ہوتی ہے گو نمایاں طور پر نہیں لیکن جمہوری سلطنت میں ان اصول کا اثر بہت دھندلا ہو جاتا ہے۔

بائیسکوپ کا تماشہ۔ تاریخی اصول بائیسکوپ کی طرح ایک خاص فاصلہ پر دیکھنے سے صاف نظر آتے ہیں اس لئے مبتدی کو ان کی تلاش پرانے زمانے کی تاریخ میں کرنی چاہیے موجودہ زمانہ میں بہت تفصیلی صورت کے باعث وہ بہت دھندلے پڑ جاتے ہیں اگر آپ سلسلہ وار واقعات کا مشاہدہ کریں تو بہت سی دلچسپ باتیں معلوم ہوں گی مثلاً

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) بعض بادشاہوں نے تو اپنے سب عزیزوں کو جو ولیعہد سے عمر میں زیادہ تھے قتل کر دیا بلکہ بعض نے یہاں تک ظلم جائز رکھا کہ حاملہ عورتوں کو بھی آبنائے باسفورس میں غرق کرا دیا۔

رسمیات کا اثر اور مختلف قوموں کے ہند پر احسانات۔ تاریخی واقعات سے صحیح نتیجہ نکالنے کے واسطے اول اُس زمانہ کی رسمیات معلوم کیجئے ورنہ نتیجہ میں غلطی ممکن ہے کیونکہ ایک ہی رسم ایک زمانہ میں معیوب اور دوسرے میں جائز ہوتی ہے مثلاً ستی دختر کشی پردہ وغیرہ رسمیات کا ذکر آئندہ کیا جاوے گا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ہر قوم نے باوجود اختلاف معاشرت ہندوستان کی ترقی میں مدد دی ہے مثلاً

(۱) **آریوں** نے ہم کو (۱) اعلیٰ روحانیت عطا کی اور (۲) خیالات کی ترتیب (۳) علمی و صنعتی اختراعات میں ذہانت کا باقاعدہ استعمال (۴) باشندوں کی پیشہ کے بموجب تقسیم (۵) عورت کی عزت کے طریقے بتائے۔ ان کے زمانہ میں گوشہ نشیں بزرگوں کے گھر میں تعلیم ہوتی تھی اور اُجین الٰہ آباد ٹکسلا بنارس۔ کانچی ورم۔ متھرا مدورا۔ نالندہ اور نودیپ میں یونیورسٹیاں تھیں۔

(۲) **بودھوں** نے ہم کو (۱) عوام کے لائق مذہب عطا کیا اور (۲) وحدانیت (۳) جدید طرز عمارت اور (۴) زبردست لٹریچر بخشا ان کی بدولت (۵) ہندوستانیوں کا غیر ممالک سے گہرا تعلق قائم ہوا مگر یہ بودھوں کے تنزل پر جاتا رہا۔

(۳) **مسلمانوں** نے ہند میں آکر (۱) غیر ممالک سے دوبارہ تعلق قائم کیا (۲ و ۳) بحری تجارت اور فوج کو از سر نو زندہ کیا (۴) ہندوستان میں امن و اماں قائم کیا (۵) بلالحاظ مذہب شرفا میں یکساں حکومت۔ مجلسی آداب اور لباس کو جاری کیا (۶) صنعت و حرفت میں ترقی کی (۷) جدید طرز عمارت ایجاد کیا جس میں ہندی و چینی طرز یکجا تھے (۸) دولت مندی کو عروج دیا (۹) دیسی زبانوں کو ترقی دی (۱۰ الغایت ۱۲) وحدانیت۔ صوفیانہ مذہب اور تاریخی علم میں دوبارہ زندگی کے آثار پیدا کئے (۱۳ و ۱۴) جنگ کے ہنر اور عام تہذیب کو عروج دیا (۱۵ و ۱۶) بارود اور کاغذ کا استعمال جاری کیا (۱۷) قلمی کتابوں میں مینا کاری کا اختراع کیا (۱۸ و ۱۹) کھانے کی جدید چیزیں اور پکانے کا نیا طرز ایجاد کیا (۲۰ و ۲۱) یونانی طب اور غیر ملکوں سے تجارت میں بہت ترقی کی۔ مسلمانوں کی بدولت ہندوستان میں زبردست علمی ترقی ہوئی اور کتابوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔

(۴) **انگریزوں** نے ہندوستان میں آکر (۱) ایسا امن و اماں قائم کیا جس کا نظیر نہ تھا (۲) غیر ممالک سے وہ زبردست راہ و رسم قائم کی کہ اب تنہائی کی زندگی ناممکن ہے (۳) تمام ملک میں یکساں طرز حکومت جاری کیا (۴-۷) ریل۔ تار۔ ڈاکخانہ ٹیلیفون وغیرہ جاری کئے (۸) ویدوں کی جو ہندوستان میں مفقود تھے اشاعت کی (۹) علم سب کے واسطے عام اور سستا کر دیا (۱۰-۱۲) غلامی ٹھگی۔ دختر کشی وغیرہ موقوف کیں (۱۳) کونسل جاری کیں اور عوام کو حکومت میں حصہ دیا وغیرہ وغیرہ (سر جادو ناتھ سرکار کی تحریرات دیکھئے)

یکساں واقعات کی مختلف شکلیں۔(۱) تاریخ ہمیشہ ایک ہی قاعدے سے بار بار کام کرتی ہے۔ مختصر ذکر اوپر کیا گیا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ تاریخ ہند میں آریہ قوم نے اوّل پنجاب پر قبضہ کیا۔ ایران والوں نے بھی حملہ کے بعد پنجاب ہی لیا سکندر اعظم کا قبضہ بھی صرف پنجاب پر رہا۔ ساکا۔ کُشان ہُن وغیرہ بھی پنجاب پر قابض ہوئے۔ محمود غزنوی نے پنجاب ہی پر قبضہ رکھا۔ ہندوستانیوں نے ہر بار خوب مقابلہ کیا لیکن جب قابو نہ چلا تو کچھ لوگ پہاڑوں میں جا چھپے کچھ گنگا کی طرف بھاگے باقی غلام یا رعیّت ہو کر ان ہی میں مل گئے۔ ہر بار فاتح قوم مفتوح کو ذلیل سمجھتی رہی اور فاتح نے بلا لحاظ قوم مفتوح کی لڑکیاں بیاہ لیں مثلاً چندر گپت موریا نے سلوکس یونانی کی لڑکی بیاہی۔ نادر شاہ نے محمد شاہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی کی اور بہت سے مسلمان بادشاہوں نے ہندو راجوں سے اُس وقت تک صلح نہ کی جب تک وہ اپنی بیٹی دینے پر راضی نہ ہوئے[۱]۔

اگر فاتح زیادہ قوی ہوئے تو وہ گنگا کی وادی کی طرف بڑھتے ہوئے دہلی پہنچ گئے اور پنجاب اور دہلی دونوں پر قبضہ کر لیا اس پر حملہ آوروں کا مقابلہ پنجاب کے بجائے دہلی پر ہونے لگا مگر اصول وہی دہرائے جاتے رہے یعنی اوّل باشندے دشمنوں سے خوب لڑے پھر ان سے مل جُل گئے اور جب نیا دشمن آیا تو فاتح اور مفتوح کا پچھلا فرق جاتا رہا اور دونوں مل کر اس سے لڑنے لگے۔ آج کل ہندو اور مسلمانوں میں فاتح اور مفتوح کا فرق نہیں رہا یہی حالت مختلف

---

[۱] اراکان کے راجا نے اورنگ زیب کے بھائی شجاع کی لڑکی سے خود شادی کی مگر جب شجاع کے آدمیوں پر بغاوت کا شبہ ہوا تو نہ صرف اُن سب کو بلکہ بیچاری حاملہ بی بی کو بھی نہایت بیرحمی سے قتل کرا دیا (دیکھئے سفر نامہ برنیر)

حملہ آوروں کے زمانے میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

پھیلنا اور سکڑنا۔ (۲) پچھلے اصول کے بموجب تاریخ میں ہر سلطنت بار بار پھیلتی اور سکڑتی رہی ہے یا یوں کہئے کہ بڑھتی اور گھٹتی رہی ہے مثلاً جب تاریخ ہند نے آنکھ کھولی اُس وقت شمالی ہند میں سولہ بادشاہ تھے پھر آہستہ آہستہ مگدھ کی سلطنت بڑھنے لگی اور اشوک کے وقت میں تمام ملک میں پھیل گئی۔ اس کے بعد سکڑنا شروع ہوا اور سانگا اور آندھر خاندان کے زمانے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

کشن زمانے میں پھر پھیلنا شروع ہوا اور کنشک دہلی سے بلخ تک (یا کوہ الطائی سے دریائے کرشنا تک) بادشاہ تھا یہ سلطنت ہرش اور باسدیو کے زمانے میں قائم رہی مگر اس کے بعد پھر سکڑنے لگی۔ گپتا زمانے میں اس کا دوبارہ پھیلنا شروع ہوا مگر اسکند گپت کے وقت سے پھر بکھرنے لگی۔ ہُن لوگوں کی سلطنت بھی اسی طرح جمع ہو کر بکھری۔ غوری۔ خلجی۔ تغلق وغیرہ کے زمانے میں یہ پھر پھیل گئی اور علاء الدین کے وقت میں ہندوستان کے گوشے (جن کو چار دھام کہتے ہیں) چھوڑ کر تمام ملک پر قبضہ ہو گیا۔ مگر اس کے بعد پھر منتشر ہونے لگی۔ آخر زمانے میں مغلوں کی سلطنت پہلے بہت بڑھی اور اورنگ زیب قریب قریب تمام ہندوستان کا بادشاہ تھا مگر اس کے بعد پھر سمٹنے لگی اور بہت جلد برباد ہو گئی۔ یہ اصول ہر بڑی ریاست پر عائد ہوتے ہیں۔

(دلچسپ نوٹ) سلطنت تغلق بکھرنے پر دکن میں کئی ریاستیں قائم ہو گئیں ہر ایک کی تاریخ جُدا جدا تھی۔ ان میں ایک سلطنت کا نام بہمنی تھا جب یہ بھی بکھری تو ایک کے پانچ بادشاہ ہو گئے۔ ان میں ایک بیجاپور کا بادشاہ تھا۔ جب اس کے خاتمہ کا وقت آیا تو ایک سردار نے مرہٹہ سلطنت قائم کی۔ پھر مرہٹہ راجہ بھی کمزور ہو گیا اور اس کا

سردار پیشوا مالک بن گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیشوا بھی کمزور ہو گئے اور اُن کے سرداروں نے گوالیار۔ اندور اور بڑودہ وغیرہ میں سلطنتیں قائم کیں۔ اس طرح ان ریاستوں کی اصلی بنیاد سلطنت تغلق کے زمانے تک پہنچتی ہے۔ اگر برٹش گورنمنٹ ان سے صلح نامہ کر کے خاص انتظام نہ کرتی تو یہ ریاستیں بھی باہم لڑ بھڑ کر غائب ہو جاتیں۔

ایک اعتراض۔ یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر تاریخ میں ہمیشہ ایک ہی بات دہرائی جاتی ہے تو ہم کو اس کا پتہ کیوں نہیں لگتا۔ لیکن اس میں ہمارے مشاہدے کا قصور ہے جب آپ اسکول میں پڑھتے تھے تو پاس ہونے پر ہر سال نئی تعلیم ملتی تھی لیکن جب سے آپ نے مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا تو وہی بات بار بار دھرانے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ہر سال لڑکوں کا داخلہ۔ خاص وقت پر حاضری اور تعلیم۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب اور دیگر حکام کا بار بار معائنہ۔ سالانہ امتحان پر طلباء کی ترقی۔ گرمیوں کی تعطیل۔ اس کے بعد پھر طلباء کا داخلہ اور تعلیم کا کام غرضیکہ وہی ایک بات بار بار ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح روزانہ صبح آفتاب کا نکلنا اور دن بھر آسمان کا سفر کرنا۔ شام کو غروب ہونا۔ موسم کا بار بار بدلنا۔ غرضیکہ وہی مشاہدے ہر بار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر آپ سلطنت کا انتظام دیکھیں تو وہ بھی برابر دُھرایا جاتا ہے۔ بادشاہ کے مرنے پر وارث کی تخت نشینی وزرا اور امرا کا تقرر ہر ایک کا مقررہ انتظام وغیرہ وغیرہ سب امور ہمیشہ دہرائے جاتے ہیں صرف مشاہدہ کی ضرورت ہے۔

مذہبی لوٹ مار۔ (۳) یہ امر دلچسپ اور قابلِ غور ہے کہ گو مذہب کی بنیاد پر اکثر جنگ اور قتل ہوتے رہے ہیں لیکن خود مذہب کا پایہ بیچارہ رہا ہے اور غیر قوموں کے مقابلے میں اس کا صرف بہانہ ڈھونڈھا جاتا ہے۔ اگر آپ تاریخ دیکھیں تو معلوم ہو گا

کہ اول غیر قوموں میں لڑائی ہوئی اور ایک قوم کا تسلط ہو گیا مگر جب اس فاتح قوم کے آدمیوں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی آپس میں لڑنے لگے۔ آریوں نے غیر قوموں کو فتح کیا لیکن جب سب طرف آریہ ہو گئے تو آپس میں جنگ کرنے لگے مسلمان ابتدا میں مذہب کے نام پر لڑنے کے واسطے ہندوستان میں آئے لیکن جب اسلامی سلطنت ملک میں پھیل گئی تو وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ اکبر شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ میں بہت سی لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ ہوئیں۔ بہمنی خاندان کی سلطنتیں باہم لڑکر تباہ ہوتی رہیں۔ اسی طرح روم اور مصر۔ روم اور ایران۔ ایران اور افغانستان وغیرہ کے باشندے مسلمان ہونے پر بھی صدہا سال تک باہم لڑتے رہے۔ یورپ کی عیسائی قومیں اب بھی آپس میں جنگ وجدل کرتی ہیں جس کا اصل سبب ملک گیری ہے گو بعض اوقات بہ ظاہر مذہب کا بہانہ ڈھونڈھا جاتا ہے۔

(لطیفہ) محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملے کے واسطے جہاد کی دعوت دی چونکہ وہ من چلا بادشاہ تھا اس لئے کچھ افغانی جمع ہو گئے مگر جس قدر اُمید تھی اُس قدر نہیں لیکن پہلی مہم فتح کرکے جب وہ افغانستان پہنچا اور لوگوں نے لوٹ کا قیمتی مال غزنی کے بازار میں دیکھا تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ تمام افغانستان میں شور مچ گیا ہر شخص مذہب کے نام پر جان دینے کو تیار ہوا۔ اور ہر طرف سے ہزاروں سپاہی جہاد کے واسطے جمع ہو گئے۔

سچا اور جھوٹا۔ (۴) یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ دنیا کی مہذب قومیں جب لڑنے کے لئے تیار ہوتی ہیں تو دشمن پر کوئی نہ کوئی غلط یا صحیح الزام لگا کر حملہ کرتی ہیں پہلے زمانے میں قصور کی جانچ آگ یا پانی کے ذریعہ سے کی جاتی

تھی یعنی اگر مجرم جل گیا یا ڈوب گیا تو قصوروار تھا ورنہ بے قصور۔ اسی طرح آج کل تہذب قوموں کی لڑائی میں فتحمند سچا ہوتا ہے اور مفتوح جھوٹا۔ لیکن یہ امر بھی بہت دلچسپ ہے کہ جھوٹے اور دغا باز کی ترقی چند روزہ ہوتی ہے اور سچائی کی مخالفت کرنے پر اُس میں تباہی کے آثار بہت جلد پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے واسطے بچہ سقہ کی چند روزہ حکومت افغانستان کے حالات ملاحظہ کیجئے۔

لڑنے والا جاندار۔ انسان درحقیقت لڑنے والا جاندار ہے! اور اُس کو تباہی میں لطف آتا ہے۔ لوگ جنگ کی خبریں اور معرکہ کے ناول نہایت دلچسپی سے پڑھتے اور سنتے ہیں لڑکے چلتے چلتے چھوٹے چھوٹے جانور مثلاً چڑیا یا مینڈک وغیرہ کو مار کر یا درخت کے پتے نوچ کر خوش ہوتے ہیں غرضیکہ انسان بھی باقی جانوروں کی طرح لڑائی میں زندگی بسر کرتا ہے اور زبردست زیردست کو ستا کر خوش ہوتا ہے لیکن ملک گیری میں اس کی کئی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ ابتداء میں مفتوح فاتح کے ظلم کی شکایت کرتے ہیں لیکن جب یہی مظلوم خود با اختیار ہو جاتے ہیں تو شروع میں کچھ عرصہ تک رحمدلی کی کوشش کرتے ہیں مگر قوی ہونے پر کھلم کھلا ظلم کرنے لگتے ہیں اس پر ان کے مظلوم تنگ ہو کر ان کو دبانے کو تیار ہوتے ہیں اور زمانہ کا اُلٹ پھیر قائم رہتا ہے ۔ اس لئے ہر سلطنت کو اپنی حفاظت کے واسطے نہ صرف فوج رکھنی پڑتی ہے جو ہر دم تیار رہے اور دشمنوں کو کسی طرف سے سر نہ اُٹھانے دے بلکہ اپنے رہنے کے واسطے ایسے مقامات تلاش کرنے پڑتے ہیں جہاں پہاڑ۔ دریا۔ سمندر۔ جنگل وغیرہ قدرتی مناظر بھی حفاظت میں مددگار ہوں۔

ہندوستان کے دشمن۔ مثال کے واسطے ہندوستان کو دیکھئے یہاں حفاظت

کا بہت سا حصہ قدرت نے اُس وقت تک اپنے ہاتھ میں رکھا جب تک انسان زیادہ تہذیب یافتہ نہ تھا۔ ہمالیہ پہاڑ اور سمندر کا احاطہ کھنچا ہوا تھا صرف درۂ خیبر پر حفاظت کی ضرورت تھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا مگر جب سے تہذیب نے سمندر کو سڑک بنا دیا اور جنگی جہازوں نے بحری جنگ کا سلسلہ قائم کر دیا اُس وقت سے بغرض حفاظت ہر طرف فوج کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اب تہذیب کی مزید ترقی نے ہوائی جہازوں کی ایجاد کر دی ہے جو پہاڑوں پر ہو کر آتے جاتے ہیں ابھی یہ اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہیں کہ ان میں فوج لا کر حملہ کیا جا سکے یا یہ ہمالیہ کی بلندی پر پرواز کر کے برف اور سردی سے محفوظ رہ سکیں لیکن جس وقت اس ترقی کی تکمیل ہو گئی تو ہر طرف مزید حفاظت کے واسطے بہت زیادہ فوج کی ضرورت ہوگی بعض اخبارات فوج پر زیادہ صرفہ کی شکایت کیا کرتے ہیں مگر اس ضرورت کا اندازہ کر کے غور کیجئے کہ اُن کی شکایت کہاں تک درست ہے۔

مفتوح کا ظلم اور قدرت کا کھیل۔ ــــ جب ایک قوم فتحمند ہو کر دوسری قوم کو نقصان پہنچاتی ہے تو مفتوح کسی تیسری قوم کو تلاش کر کے اُس سے اپنا نقصان پورا کرتے ہیں۔ افغانستان کے بادشاہ مغربی دشمنوں سے مار کھا کر ہندوستان کی طرف بار بار آئے اور اُس کے کسی حصہ کو لوٹ کر اپنا نقصان پورا کرتے رہے اور پھر قوی ہو کر پہلے دشمن سے لڑنے کو تیار رہے گئے۔ پنجاب کے مفتوح مشرق کو بھاگے اور اُن کے ملک پر قابض ہو گئے۔

(۴) کمزور قوم کی حالت جلد جلد خراب ہوتی جاتی ہے کیونکہ قدرت قوی کی قوت اور کمزور کی کمزوری میں ترقی کرتی رہتی ہے یہی اُس کا کھیل ہے لیکن اگر اس کمزور

قوم میں اتفاقاً قابل سردار پیدا ہو گیا تو وہ حالت سنبھال لیتا ہے۔

دشمنوں کی روک تھام۔ (۵) اگر دو زبردست سلطنت کے درمیان کوئی تیسرا ملک اتفاقیہ حائل ہوا تو اس کے باعث عرصہ تک جنگ و جدل رکی رہتی ہے مگر جس وقت یہ ملک فتح ہو گیا تو دونوں حریف ضرور لڑ پڑتے ہیں لیکن اگر اتفاقاً اس کی فتح ہونے سے پہلے ہی دونوں دشمنوں میں لڑائی ہو گئی تو یہ چھوٹی سلطنت برباد ہو جاتی ہے جیسے حال میں جرمنی اور فرانس کی لڑائی میں بیلجیم تباہ ہو گیا۔ تاریخ ہند میں دلی اور بنگالہ کے درمیان جونپور کی سلطنت پیدا ہو جانے پر عرصہ تک لڑائی نہ ہوئی لیکن اس کے فتح ہوتے ہی بنگالہ پر حملے شروع ہو گئے۔ آج کل ہندوستان اور روس کے درمیان سلطنت افغانستان کی موجودگی کے باعث امن قائم ہے۔

جاہلیت کا جن۔ (۶) یہ قاعدہ ہے کہ جب زیادہ دولت موجود ہوتی ہے تو تھوڑے مال کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لئے جب کسی بادشاہ کی سلطنت وسیع ہو جاتی ہے تو سب سے دور کے صوبہ پر بشرطیکہ وہ بہت زرخیز نہ ہو توجہ کم ہو جاتی ہے اور وہ صوبہ یا خود مختار ہو جاتا ہے یا تباہ۔ اکبر کے جانشینوں نے جب ہند کی وسیع سلطنت پر قبضہ کر لیا تو افغانستان کی طرف توجہ کم کر دی جس سے وہ خود مختار ہو گیا۔ اشوک کی عظیم سلطنت میں اڑیسہ کا ملک فاصلہ پر تھا اس کے جانشینوں کے زمانے میں وہ علیحدہ ہو کر تباہ ہو گیا اور چینی سیاح نے اس کو ویران پایا۔ اس طرح تہذیب و جاہلیت کی باہم جنگ ہوتی رہتی ہے۔ تہذیب کا قابو کم ہوتے ہی جاہلیت کا جن سوار ہو جاتا ہے اور آباد مقاموں کو ویرانے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس پر مہذب قوموں کی اولاد وحشی ہو کر زندگی بسر کرنے لگتی ہے جس کا کچھ ذکر جغرافیہ کے ضمن میں آ گیا۔

بھلائی اور برائی۔ (۷) جس طرح جاہلیت اور تہذیب میں مقابلہ رہتا ہے اسی طرح بھلائی اور برائی کا بھی حال ہے۔ بھلائی سے برائی اور برائی سے بھلائی پیدا ہوتی ہے فتح فاتح کو آرام پہنچا کر کاہل بناتی ہے اور آئندہ شکست کے لئے تیار کرتی ہے اور شکست مفتوح کو تکلیف پہنچا کر جفاکش بناتی ہے اور فتح کی قابلیت پیدا کرتی ہے۔ اکبر اور اورنگ زیب کی فتوحات نے اُن کی اولاد کو کاہل بنا دیا اور بابر اور شہاب الدین غوری کی ابتدائی شکستوں نے اُن کو جفاکش بنا کر سلطنت کی بنیاد قائم کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ماں باپ کے عادات و اطوار کا نتیجہ اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے جفاکش باپ کی اولاد سلطنت کا لطف اُٹھاتی ہے مگر اس سے وہ خود کاہل ہو جاتی ہے اور اُس کے بال بچوں کو اس کاہلی کا مزہ چکھنا پڑتا ہے سلطنتِ مغلیہ کی عبرت ناک حالت اس کی زندہ مثال ہے۔

لکیر کے فقیر۔ بھلائی میں برائی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ہندوستان کی محفوظ شکل نے اُس کو دشمنوں اور حملہ آوروں سے بچایا لیکن اسی روک تھام کے باعث ہندوستانی لکیر کے فقیر بنے رہے۔ اپنی پرانی رسمیات اور عادات کو نہ چھوڑ سکے اور غیر ملکوں کی تہذیب کے اثر سے عرصہ تک محروم رہے۔

ہندو شہزادیاں۔ برائی میں بھلائی کی تاریخی مثال شاہان مغلیہ کا ہندو شہزادیوں سے شادی کرنا ہے۔ ہندوؤں نے اس کو اچھا نہیں سمجھا لیکن ان شادیوں کے بدولت اکبر کے جانشیں اپنے خاندانی عادات کے اثر سے بچے رہے جو کئی سو برس پہلے لاکھوں آدمیوں کے عذاب کا باعث ہوا تھا۔ ان ہی شادیوں کے بدولت شاہانِ مغلیہ کے خون میں رحم اور انصاف زیادہ پیدا ہو گیا اور نہ صرف ان کی

سلطنت سینکڑوں برس قائم رہی بلکہ ہندوستان عرصہ تک تخت تباہی سے بچا رہا۔

بادشاہوں کا انتخاب۔ بھلائی میں برائی کی ایک دلچسپ مثال یہ بھی ہے کہ ہمایوں نے رحمدلی اور نیک نیتی سے اپنے بھائیوں کو اُن کی بغاوت پر سزا نہ دی اس پر برائی یہ پیدا ہوئی کہ اس کی اولاد میں بغاوت کا سلسلہ قائم رہا۔ اکبر کے بھائیوں نے اس سے بغاوت کی مگر کچھ نہ کر سکے لیکن جہانگیر کے مرنے پر یہ سلسلہ ایسا بڑھا کہ سلطنت بدلتے ہی بھائیوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا۔ شہزادوں کی بیگموں کا سہاگ بادشاہ کی زندگی تک رہتا تھا اور اُس کے مرتے ہی بہت سی شہزادیاں بلکہ لاکھوں سپاہیوں کی بیویاں بیوہ ہو جاتی تھیں مگر اس برائی کا اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت شاہی کے واسطے لائق جانشین کا انتخاب خود بخود ہوتا رہا اور سلطنت مغلیہ کو یکایک زوال نہ ہونے پایا۔

کٹ پتلیاں۔ لیکن کمزوری کی حالت میں صدہا مرض پیدا ہو جاتے ہیں اور دوست دشمن بنجاتے ہیں اس لئے جب سلطنت مغلیہ کمزور ہو گئی تو یہی دونوں امور یعنی ہندوؤں سے رشتہ داری اور بھائیوں میں خانہ جنگی اُس کی تباہی کا ذریعہ ہوئے۔ ہندو راجہ رشتہ داری کے باعث اپنے واسطے بھی سلطنت کا حق دار سمجھنے لگے۔ بھائیوں کے جنگ وجدال نے اُمرا میں فریق بندی پیدا کر دی اور ہندو راجاؤں نے دخل در معقولات دینا شروع کیا۔ ان سب میں بادشاہ گر پیدا ہو گئے اور شہزادے ان کی سازش سے کٹ پتلیوں کی طرح تخت پر بٹھائے و قتل کئے جانے لگے جس سے جابجا خود مختار بن گئے اور سلطنت تباہ ہو گئی[1]۔

---

[1] دیکھو فال آف دی مغل ایمپائر۔

تاریخی واقعات کے متعلق چند دلچسپ نکتے یاد رکھنے کے قابل جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

بنا اور بگڑا کھیل۔ (۱) بگڑا ہوا کھیل کبھی خود بخود بن جاتا ہے لیکن عین موقع پر چوکنے سے بنا بنایا کھیل اکثر بگڑ جاتا ہے اور تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے (مثال) سکندر اعظم کی فوج نے جہلم کے قریب پہنچ کر آگے بڑھنے سے انکار کیا یہ نئی بات تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی سلطنت ہندوستان میں مستقل نہ ہو سکی کیونکہ قدرت نے سکندر کو دوبارہ حملے کا موقع نہ دیا۔ اگر فوج انکار نہ کرتی تو غالباً تاریخ یونان سے ہندوستان کے بہت سے حالات معلوم ہوتے۔ ــ شہاب الدین غوری پرتھوی راج کے مقابلہ میں زخمی ہو کر گھوڑے سے گرتے کو تھا کہ ایک سوار اُس کو فوراً لیکر بھاگ گیا شہاب الدین کی جان بچ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے ہندوستان پر دوبارہ حملہ کیا اور سلطنت اسلامیہ قائم کی۔ اس موقع پر سوار کے چوکنے سے یقیناً سلطنت اسلامیہ قائم ہونے میں سو برس کی دیر ہو جاتی ــ دارا شکوہ اورنگ زیب سے لڑائی کے وقت ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور غلطی سے اپنے ہتھیار اور جوتے ہاتھی ہی پر چھوڑ دیئے۔ فوج نے سمجھا کہ دارا شکوہ قتل ہو گیا اور وہ بھاگنے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگ زیب تخت کا مالک ہو گیا اور دارا شکوہ قتل کیا گیا۔ اگر اُس سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی تو غالباً وہ خود بادشاہ ہوتا اور اورنگ زیب قتل کیا جاتا۔ مگر دارا شکوہ میں شاہی کی کافی قابلیت نہ تھی اور یہ بہت ممکن تھا کہ سیواجی کے ہتھکنڈوں سے مرہٹہ سلطنت دہلی میں قائم ہو جاتی دارا شکوہ کے بجائے سیواجی دلّی کا بادشاہ ہوتا اور اس طرح سلطنت مغلیہ کا دو سو سال پیشتر خاتمہ ہو جاتا۔

نقصان کی صورت۔ (۲) اعتدال کے خلاف کام کرنے سے ہمیشہ نقصان

ہوتا ہی۔ (مثال) ہمایوں نے اپنے بھائیوں سے اور اکبر نے اپنی اولاد سے اعتدال سے زیادہ نرمی کا برتاؤ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے بغاوت کر کے ایسی مثال قائم کی کہ سلطنت مغلیہ میں کئی پشتوں تک بھائی بھائی کے اور بیٹے باپ کے قتل پر آمادہ رہے اس کو رفع کرنے کے لئے اورنگ زیب نے اپنی اولاد پر بہت زیادہ سختی کی گو اس سے بغاوت رُک گئی مگر اس کی اولاد بے ہمت ہو گئی اور سلطنت مغلیہ کا جلد خاتمہ ہو گیا

واقعات کی طاقت ۔ (۳) بعض اوقات محض ذرا سے واقعہ کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور تاریخ بدل جاتی ہی (مثال)۔ ا جس وقت راجہ دشرتھ نے شری رام چندر جی کو راج دینا چاہا اتفاقیہ بھرت جی موجود نہ تھے اگر وہ موجود ہوتے تو ہرگز سلطنت قبول نہ کرتے اور کیکئی کو بھی شبہ نہ ہوتا کہ راجہ دشرتھ ان کو محروم کرنا چاہتے ہیں اس لئے رام چندر جی کو بن نہ جانا پڑتا۔ نہ لنکا پر حملہ ہوتا نہ راون کا قتل اس طرح رامائن کی تاریخ بالکل بدل جاتی۔ ۲۔ اکبر بچپن میں اپنے چچا کامران کے پاس قید تھا۔ جب ہمایوں نے حملہ کیا تو اُس نے اکبر کو قلعہ کی دیوار پر عین توپوں کی زد پر بٹھا دیا۔ حملہ آوروں کو اس کی خبر نہ تھی لیکن اتفاقیہ بار بار کوشش پر بھی توپ نہ چلی اور ذرا دیر بعد معلوم ہوا کہ اکبر بیٹھا ہوا ہے اگر توپ چل جاتی تو وہ ضرور ہلاک ہو جاتا اور سلطنت مغلیہ اس شان سے ہرگز قائم نہ ہوتی۔ نہ جہانگیر ہوتا نہ شاہجہاں نہ اورنگ زیب نہ اُس کی اولاد۔

۳۔ جب خاندان لودی کے بانی بہلول کی پیدائش کا وقت قریب تھا تو اس کی حاملہ والدہ پر چھت گر پڑی جس سے وہ مر گئی اور ہر شخص کا یہ خیال ہوا کہ پیٹ کا بچہ بھی ضرور مر گیا لیکن جب اُس کا پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بچہ کا پچھ نس نکلتا یہ

کی پرورش ہونے پر ہی بچہ سلطنت لودی کا بانی ہوا اگر پیٹ سے نکالنے میں
ذرا دیر ہو جاتی تو تاریخ میں لودی خاندان کا نام نہ ہوتا بلکہ شاید خاندان سیّد ہی
کچھ عرصہ تک حکومت کرتا۔ بابر اور ابراہیم لودی کی جنگ پانی پت میں نہ ہوتی
بلکہ ممکن ہے مغلوں کو سیدوں سے ہی سلطنت مل جاتی۔

پارلیمنٹ کی فوقیت اور جمہوری سلطنت میں مصیبت۔ (۴) جس سلطنت میں
بادشاہ بذریعہ پارلیمنٹ حکومت کرتا ہے اُس میں اختیارات تقسیم ہو جاتے ہیں ایک
شخص دوسرے پر ظلم نہیں کر سکتا اور رعایا آرام سے رہتی ہے لیکن جمہوری سلطنت
میں اگر رعیت مہذب نہ ہوئی تو ہر پریذیڈنٹ اپنی چند روزہ حکومت میں خود دولت
حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ملک تباہ ہو جاتا ہے اس کی مثال جنوبی امریکہ
کی ریاستوں میں مل سکتی ہے۔

لڑائی کی جڑ۔ (۵) سلطنت بدلنے کی ابتدائی وجہ غیر ملک کے سوداگر و مسافر
ہوتے ہیں جو ملک کے اصلی حالات کی خبر عرصہ تک اپنے ملک میں پہنچاتے رہتے
ہیں اور اس طرح بادشاہ کو حملہ کے واسطے تیار کر دیتے ہیں۔

لیکن ترقی عام طور پر مشکل ہے اور تنزل آسان۔ جفاکش بادشاہوں
نے کئی پشتوں میں سلطنت کو مستحکم کیا مگر عیش پرستوں نے دم بھر میں تباہ کر دیا
اورنگ زیب کے مرنے پر اکتیس سال میں سلطنت مغلیہ تباہ ہو گئی۔

ایک عجیب تجربہ۔ (۶) یہ عجیب بات ہے کہ بعض ملکوں کی ابتدائی تاریخ
میں حملہ آور قومیں زیادہ تر شمال و مشرق یا شمال و مغرب سے آئیں۔ ہندوستان

ف دیکھئے اسکاؤٹنگ فار بوائز ۱۲

میں ان سے بچنے کے واسطے ہمالیہ کی قدرتی دیوار تھی۔ چین والوں کو شمال و مغرب
میں ہزاروں میل لمبی مصنوعی دیوار بنانی پڑی جواب تک موجود ہے۔ اسی طرح
انگلینڈ والوں کو بھی شمال میں دو مصنوعی دیواریں بنانی پڑیں جن کے نشانات
آج تک موجود ہیں۔ بظاہر وجہ یہ ہے کہ شمالی ملکوں کی سخت سردی باشندوں
کو چین نہیں لینے دیتی اور وہ جنوب کی طرف آکر لوٹ مار کے ذریعہ سے اپنی گزر
کرتے ہیں۔ آریوں کے بارے میں بھی بعض علماء کا خیال ہے کہ اُن کا اصلی وطن
بحر شمالی کے قریب ہی۔ نارؤے کے بحری قزاقوں نے کولمبس سے صدہا سال
پیشتر امریکہ دریافت کرلیا تھا اٹلی۔ ٹرکی۔ اسپین اور افریقہ کے شمالی ملکوں میں
بھی شمال ہی سے قوموں نے آکر حملے کئے۔

قوموں کی زندگی کا سوال۔ (۵) ہر کام کا مقصد علٰحدہ ہوتا ہی اور اُس کا
ذریعہ علٰحدہ۔ جب تنزل شروع ہوتا ہی تو ذریعہ ہی اصل مقصد بن جاتا ہے مثلاً مدرسہ
میں تعلیم کا مقصد یہ ہی کہ لڑکے علم حاصل کریں اور اُس کا ذریعہ امتحان پاس کرنا ہی
لیکن جو مدرس امتحان ہی کو اصل مقصد سمجھتے ہیں اور صرف یہ فکر کرتے ہیں کہ کسی طرح
سارٹیفکٹ مل جائے اُن کے لڑکوں کی لیاقت درست نہیں ہوتی اور وہ علم حاصل
نہیں کرتے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ قوموں کے بچپن جوانی اور بڑھاپے کا ذکر
اوپر کیا گیا بعض قومیں بچپن ہی میں مرجاتی ہیں بعض جوانی میں اور بعض بڑھاپے میں۔
جب زوال شروع ہوتا ہی تو رسمیات کی اہمیت بڑھنے لگتی ہی اور اپنی شان کا خیال
بہت زیادہ ہو جاتا ہی حالانکہ رسمیات قومی ترقی کا صرف ذریعہ ہیں اصلی ترقی نہیں۔
تاہم ان کے باعث اصل کام پر توجہ کم ہو جاتی بلکہ ان پر ہمیشہ سنجیدہ ہونے لگتی ہے

اور لوگ اصل فرائض بھول جاتے ہیں بالآخر اُن کا کوئی رہنما نہیں رہتا اور سلطنت یا
قوم برباد ہو جاتی ہے اس کی علیحدہ علیحدہ دو مثال حسب ذیل ہیں۔

قوم کی مثال۔ ا۔ قومی تنزل کی مثال زمانہ ہنود میں ملتی ہے جب برہمنوں
میں رسمیات نے زور پکڑا تو ہندوؤں کی بربادی کے ذریعے پیدا ہو گئے یعنی مذہبی
تعلیم میں لوگ رسمیات پر زیادہ زور دینے لگے جو روز بروز بڑھتی اور پیچیدہ ہوتی
گئیں یہاں تک کہ مذہبی احکام سمجھنے والے صرف چند آدمی رہ گئے اور باقی لکیر کے
فقیر ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ احکام کو سمجھنے اور رسمیات ادا کرنے کے واسطے اُن کو دوسروں
کا دست نگر ہونا پڑا اور برہمن اپنے واسطے عوام سے علیحدہ سمجھنے لگے اس وجہ سے
اُن کا کوئی رہنما نہ رہا۔ ذات پات کی رسمیات نے قوم کو سختی سے جکڑ لیا اور جہالت
کی تاریکی پھیل گئی۔ اس وقت گوتم بدھ عوام کی رہنمائی کے واسطے پیدا ہوئے
اور نیک زندگی کی تلقین کرنے لگے جس کا اثر کئی سو برس تک رہا مگر جب بودھ مذہب
والوں کے تنزل کا زمانہ آیا تو پھر رسمیات کا قابو شروع ہو گیا گوتم بدھ کا بت
نہایت شان سے پوجا جانے لگا اور پیچیدگی بڑھنے لگی بھکشوؤں کی تعداد جو پیشتر
زیادہ نہ تھی لیکن نہایت مددگار تھی اس قدر بڑھ گئی کہ اُس کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔
لوگوں نے بہت سی کہانیاں گڑھ لیں اور عوام گوتم بدھ کا فلسفہ بھولنے لگے۔ طرح
طرح کے توہمات پیدا ہو گئے لوگوں کا کوئی رہنما نہ رہا اور جہالت چھا گئی۔ اس پر شنکر
آچاریہ نے ہندوؤں کو پہلی سادہ حالت میں لانے کی کوشش کی اور چونکہ پچھلی
ناکامیابی سے کافی سبق مل چکا تھا اس لئے اوّل عوام کے دلوں پر قابو کیا بھگتی
اور پوجا کا استحقاق ہر شخص کے واسطے قائم رکھا اور ہر شخص کو اپنے عقیدے کے

مطابق پرستش کی اجازت دی اس کے بعد رسمیات کی قیود کو غیر ضروری سمجھ کر اُن کی پابندی لازم نہیں کی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہندو مذہب کا پھر عروج ہونے لگا بودھ مذہب ہندو مذہب کا ایک جزو بن گیا اور اس ملک سے علٰحدہ صورت میں جاتا رہا۔

رسمیات کی اہمیت کے باعث ہی ہندوؤں میں صدہا قسم کے ظلم ہونے لگے اور ستی۔ دختر کشی۔ آدمیوں کی دیوتاؤں پر قربانی (بلدان) وغیرہ وغیرہ جس سے لاکھوں بے گناہ اور معصوم قتل ہو گئے اسی کا نتیجہ تھے۔

ملک کی مثال۔ ۲۔ ملک کی مثال یہ ہے کہ جب نادر شاہ نے افغانستان پر حملہ کر کے محمد شاہ کے پاس ایلچی بھیجے کہ آپ بھی افغانوں کے دبانے میں امداد دیجئے تو وہ راستہ ہی میں قتل کر دئے گئے۔ اس پر نادر شاہ نے پھر مراسلہ لکھا مگر جواب ندارد۔ آخر کار وہ خود فوج لیکر ہندوستان کی طرف آیا۔ اس پر کابل اور لاہور کے صوبہ داروں نے عرضیاں بھیجیں مگر امرائے دربار عیش میں ڈوبے ہوئے تھے کہنے لگے کہ "لوگوں کے مکان بہت اونچے ہیں جب نادر شاہ کا لشکر آوے گا تو دور سے دکھائی دے گا جلدی کیا ہے" جب نادر شاہ نے کابل کو گھیر لیا تو وہاں کے صوبہ دار نے نہایت اضطراب کی حالت میں عرضی بھیجی اُس وقت محمد شاہ شراب پی رہا تھا اُس عرضی کا گوشہ شراب میں ڈبا کر بولا کہ "ایں دفتر بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ" (یعنی یہ واہیات تحریر شراب میں ڈوب جائے تو بہتر ہے) اور کچھ پرواہ نہ کی نادر شاہ نے کابل فتح کر لیا اور اپنا ایلچی جو محمد شاہ کے دربار میں رُکا ہوا تھا واپس طلب کیا۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ ایلچی دربار میں اس وجہ سے رُکا ہوا تھا کہ نادر شاہ کے خط کے جواب میں القاب کیا لکھا

جائے کیونکہ وہ خاندانی بادشاہ نہ تھا اسی وجہ سے نہ جواب لکھا جاتا تھا نہ ایلچی رخصت ہوتا تھا آخرکار نادرشاہ نے ہندوستان آکر دہلی کو لوٹ لیا اور القاب وآداب کی رسمیات نے پنجاب۔ دہلی بلکہ تمام ہندوستان کو برباد کرادیا۔ شروع میں برہان الملک وزیر دہلی لڑائی میں گرفتار ہوکر نادرشاہ کے سامنے پہنچا۔ اُس نے نادرشاہ کو صلح پر راضی کیا اور آصف جاہ کی ملاقات کراکر یہ طے کیا کہ نادرشاہ پچاس لاکھ روپیہ لیکر واپس چلا جائے لیکن آصف جاہ نے محمد شاہ کے پاس پہنچ کر ظاہر کیا کہ یہ سب کارگزاری خود اس نے کی ہے اور ہندوستان کو حملہ نادری سے بچایا ہے۔ اس پر بادشاہ نے بلا تحقیق کئے آصف جاہ کو خطابات اور عہدے عطا کئے۔ برہان الملک اس پر جل گیا اور نادرشاہ سے کہنے لگا کہ "آپ کیا غضب کرتے ہیں کہ پچاس لاکھ روپیہ پر راضی ہوتے ہیں بیس کروڑ سے کم نہ لیجئے"۔ چنانچہ نادرشاہ نے ارادہ بدل دیا اور دہلی آکر قتل عام کیا اور کروڑوں روپیہ کا مال لیکر اور سونے چاندی کے چکی کے پاٹ ڈھلوا کر اور محمد شاہ کی بیٹی اپنے لڑکے کو بیاہ کر ایران واپس گیا غرضیکہ خطابات اور رسمیات کی اہمیت نے نادرشاہ سے ملک کو برباد کرادیا۔ رسمیات کی اہمیت آخر وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتی (لطیفہ) شاہ عالم ثانی اور اکبر ثانی باوجودیکہ انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے لیکن وظیفہ کی رقم کو ہمیشہ خراج ہی کہتے رہے حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ مفتوح کو خراج نہیں ملتا لیکن فرضی شہنشاہی کی شان اُن کو اجازت نہیں دیتی تھی کہ اُسے وظیفہ سمجھیں۔ اسی طرح برٹش گورنمنٹ امیر کابل کو سالانہ وظیفہ اس غرض سے دیتی تھی کہ وہ سرحدی مقامات پر امن وامان قایم رکھیں

لیکن امیر کابل اُس کو ہمیشہ خراج ہی کہتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اُنھوں نے ہندوستان کبھی فتح نہیں کیا۔ اکبر ثانی نے لارڈ ہسٹینگز کی پیشوائی سے بوقت ملاقات انکار کیا اور کہا کہ بادشاہ "فدوی" کی پیشوائی نہیں کرتا حالانکہ وہ خود برٹش گورنمنٹ کا وظیفہ خوار تھا اس پر لارڈ ہسٹینگز نے نواب اودھ کو بادشاہ کا خطاب دلوا دیا اور اکبر ثانی کے اعتراض کی پرواہ نہ کی۔

تاریخ کی عمر۔ (۸) دنیا کی عمر کے مقابلہ میں تاریخ کا زمانہ بہت ہی تھوڑا ہی اور پرانے تاریخی حالات بہت جلد تاریکی میں غائب ہو جاتے ہیں۔ مصر کی تاریخ پچھلے دس ہزار برس تک چلتی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ قریب چھ سات ہزار سال تک انگلینڈ کی دو ہزار برس تک اور امریکہ کی چار پانچ سو برس تک۔ اس سے پہلے لاکھوں برس کا زمانہ ہر جگہ بالکل تاریک ہے۔ کبھی تاریخی زمانہ میں بھی تاریکی پیدا ہو جاتی ہے جس کی تاریخ ہندوستان شاہد ہے اس کا ذکر آئندہ کیا جاوے گا۔

تاریکی کا زمانہ۔ (۹) تاریخ کے واسطے سب سے سخت وہ زمانہ ہی جب سلطنت بکھر جاتی ہی اور کوئی سلسلہ قائم نہیں رہتا۔ اُس وقت تاریکی چھا جاتی ہی۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہی زمانہ ہر بار تاریک ملتا ہے گویہ بیشک عجیب بات ہے کہ اس کی موجودہ تاریخ خود اس وقت شروع ہوئی جب سلطنت بکھری ہوئی تھی و شمالی ہندوستان میں سولہ راجے حکومت کر رہے تھے۔

مصیبت کا وقت۔ (۱۰) رعیت کے امن و آسائش میں اُس وقت زیادہ خلل ہوتا ہی جب اُس کا حکمران مغلوب ہو جاتا ہے اور دشمن اپنا تسلط جمانا چاہتا ہی۔ اس وقت کسی کا قابو نہیں ہوتا اور انتظام نہ رہنے کے باعث بدمعاش لوگ

رعایا کو لوٹنے لگتے ہیں۔ یہ زمانہ اکثر تاریک ہو جاتا ہے۔

تاریخ ہندوستان کا ایک نہایت دلچسپ نکتہ۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ امر نہایت دلچسپ اور قابلِ غور ہے کہ جب تک کسی سلطنت کا افغانستان پر براہِ راست قبضہ یا کسی نہ کسی طرح اثر رہا اس وقت تک وہ مستحکم رہی لیکن اس پر اثر کم ہوتے ہی سلطنت بھی کمزور ہو گئی۔ اشوک۔ کنشک۔ اکبر وغیرہ کے زمانے میں افغانستان پر قبضہ تھا۔ اورنگ زیب کے بعد اس پر اثر نہ رہا اور سلطنتِ مغلیہ بے قابو ہو گئی۔ ہمایوں نے کابل کی سلطنت اپنے بھائی کامراں کے سپرد کر دی اور وہاں کے جوان باشندے شاہی فوج میں بھرتی نہ ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں کی کمزور فوج شیر شاہ کا مقابلہ نہ کر سکی اور خود ہمایوں کو ہندوستان سے جلا وطن ہونا پڑا۔ آج کل بھی گو برٹش گورنمنٹ کا افغانستان پر قبضہ نہیں ہے لیکن اُس سے دوستانہ قائم ہے اور بلوچستان میں سرکاری فوج کی چھاونی موجود ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی فوج میں انگلینڈ وغیرہ کے جفاکش نوجوان مقرر ہو کر فوجی قوت قائم رکھتے ہیں۔

درخت کی پیدائش۔ (۱۱) جس طرح درخت کا بیج عرصہ تک زمین کے اندر پوشیدہ نشو و نما پاتا رہتا ہے اسی طرح ہر سلطنت کا پودا بھی پہلے بہت عرصہ تک نہایت خاموشی کے ساتھ ملک میں خود بخود مضبوط ہوتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ درخت بن کر پھیلنے لگتا ہے۔ جس قدر یہ پھیلتا ہے اُسی قدر پہلی سلطنت کا درخت کمزور اور خشک ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ کُل جگہ گھیر لیتا ہے اور پہلا درخت خشک ہو کر گر پڑتا ہے۔ مسلمان سوداگروں کی آمد و رفت نے اسلامی سلطنت کا بیج بو دیا اور آخرکار محمد قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ صدہا سال تک یہ بیج آہستہ آہستہ نشو و نما پاتا رہا اور ہندو سلطنتوں پر بظاہر کچھ اثر نہ ہوا۔ تین سو

سال بعد محمود غزنوی کے حملوں کی صورت میں کلّے پھوٹنے لگے۔ اسلامی سلطنت کا چھوٹا سا پودا پیدا ہو گیا اور محمد غوری کے زمانہ میں درخت بن گیا۔ ہندو سلطنتیں خشک ہونے لگیں۔ قنوج وغیرہ کے راجے اپنا اپنا ملک چھوڑ کر راجپوتانہ کی طرف بھاگ گئے اور اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ اسی طرح یورو پین سلطنت کا بیج سولہویں صدی عیسوی یعنی اکبر کے زمانے میں پرتگیزوں نے بویا اور سو برس میں ڈچ انگریز فرانسیسی اور ڈین لوگوں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ یہ پودا کئی سو برس تک نہایت خاموشی سے پرورش پاتا رہا اور اسلامی سلطنتوں پر بظاہر اس کا کوئی اثر نہ ہوا یہاں تک کہ اٹھارھویں صدی عیسوی میں کلایو نے شاہ دہلی سے دیوانی حاصل کر کے بنگالہ پر قبضہ کر لیا اور سلطنت مغلیہ کا مرجھایا ہوا درخت بہت جلد خشک ہو کر گرنے لگا۔ اس کا نشان محض برائے نام سو برس تک باقی رہا لیکن غدر ۱۸۵۷ء میں وہ بھی غائب ہو گیا۔

حاکم یا خادم۔ (۱۲) سلطنت کا استحکام رعایا کی خوش حالی اور اطمینان پر منحصر ہے اور بادشاہ کو رعیت کی بہبودی کے واسطے بطور خادم کام کرنا پڑتا ہے۔ جب تک بادشاہ مستقل مزاجی سے اپنا فرض ادا کرتا ہے رعیت خوش اور حکومت قائم رہتی ہے لیکن رعیت کی بے اطمینانی ہوتے ہی وہی دشمن جو پہلے بے قابو تھے ہر طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ ہن قوم کے ظلم نے کمزور دشمنوں کو زوردار بنا کر ان کی سلطنت تباہ کرا دی۔ محمد تغلق کی کارروائیوں نے رعایا میں بے چینی پھیلا کر سلطنت کو بکھیر دیا۔ مگر اس بے چینی کی شناخت میں اکثر غلطی ہوتی ہے اور بعض اوقات اخبارات میں چھوٹی سی ناراضی بہت بڑی بنا کر دکھائی جاتی ہے جس سے دھوکا

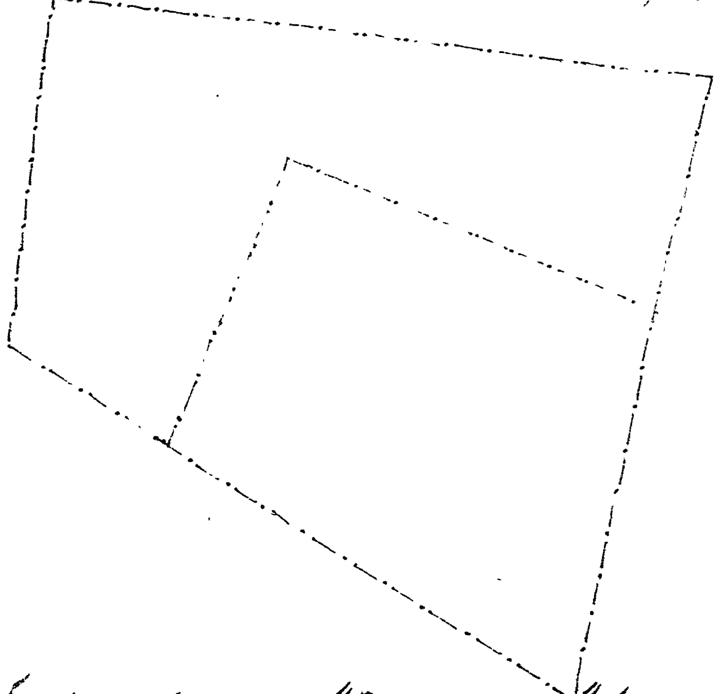
ہو جاتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں جرمن قوم نے آئرلینڈ اور ہندوستان کی رعایا کے اظہار خلاف کو ملک کی بے چینی سمجھ کر انگلینڈ سے جنگ چھیڑ دی اور افغانستان نے پنجاب کی شورش کو ملک کی بغاوت خیال کر کے ۱۹۱۹ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا دونوں صورتوں میں مخالفین کو دھوکا ہوا لیکن اس میں شک نہیں کہ رعایا کی بے چینی سلطنت کے انتظام میں بہت رخنہ اندازی کرتی ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں نئی بات۔ (۱۴) ہندوستان کی تاریخ دیکھنے سے ایک نیا مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بڑی بڑی لڑائیاں زیادہ تر دہلی کے قرب و جوار ہی میں ہوئیں۔ اس کی وجہ دریافت کرنے کے لئے ہم کو جغرافیہ کی پناہ لینی چاہئے مانسون ہوا کے باعث دہلی کے مشرق میں ملک بہت شاداب ہے اور دہلی اس کے دروازہ پر چوکیدار کے طور پر قائم ہے۔ ایک بہت پرانی لمبی سڑک کلکتہ سے دہلی ہوتی ہوئی پشاور گئی ہے۔ اس کے دونوں جانب کی زرخیز زمین دشمن کو رسد پہنچانے میں مدد دیتی ہے۔ جو فوجیں درۂ خیبر سے آئیں وہ عموماً کھانے پینے کا سامان ساتھ نہیں لائیں لیکن سڑک پر بآسانی زرخیز کھیتوں کے غلے جمع کر کے اور آس پاس کے دیہات کو لوٹ کر رسد مہیا کرتی ہوئی بے خوف بڑھتی چلی آئیں دہلی کے قریب اُن سے مزاحمت کی گئی اس لئے یہاں جنگ ہوئی اور دہلی کئی بار تباہ ہوئی لیکن چونکہ وہ نہایت ضروری مقام پر واقع تھی اس لئے پھر آباد ہو گئی اور جو بادشاہ دہلی کو قبضہ میں رکھ سکا وہ گویا ہندوستان کے بڑے حصے پر قابض رہا[1]۔

---

[1] ہیپس ایٹ دہلی ۱۲۔

چوپہل ہیرا۔ (۱۴۰) ہیں نے ہندوستان کو ایک عالی شان محل سے مشابہت دی ہی لیکن ایک شخص نے اس کو چوپہل ہیرے کی شکل بتایا ہی جس کے ایک جانب ممالک مغربی وشمالی سرحدی اور سندھ کے حدود کا خط ہے اور اُس کے متوازی دوسری جانب مشرقی گھاٹ کا خط۔ دونوں خطوط کو ملانے والا ایک جانب مغربی گھاٹ کا کنارہ اور دوسری جانب کوہِ ہمالیہ کی لمبی دیوار ہے اس ہیرے کے اندر قریب اسی شکل کا چھوٹا مگر سخت ہیرا یعنی دکن کی سنگلاخ زمین ہی جس کا ایک



کنارہ راجپوتانہ کی ریگستانی دیوار ہی جو مشرقی گھاٹ اور سندھ کے متوازی خطوط کے درمیان قریب قریب دونوں کے متوازی واقع ہے اور دوسری جانب بندیل کھنڈ کا کھلا راستہ ہی اس کا سب سے شمالی گوشہ دہلی کی مشہور پہاڑی ہے چھوٹے ہیرے

ؑ ٹونما ہیڈ پرنسپل نارمل اسکول وڈپٹی انسپکٹر جنرل۔

کے اندر ہندوستان کے اصلی باشندے رہتے ہیں اور گو اس پر بھی حملے ہوئے لیکن مستقل نقصان نہیں پہنچا ان دونوں ہیروں کے دروازوں سے حملہ آور اندر آ گئے۔ بڑے ہیرے کے شمالی اور مغربی دروازے یعنی درّہ خیبر سے ہندوستان پر حملے کیے گئے اور ہر حملہ کا دوسرا معرکہ اندرونی دروازے یعنی دہلی اور شملہ کے درمیان مثلاً پانی پت وغیرہ پر ہوا اگر یہاں بھی فتح ہوئی تو دشمنوں کو ملک کے اندر جانے کا موقع مل گیا ورنہ نہیں مانا۔ اسی سے پہلے دہلی کی فتح نہایت ضروری ہے دہلی فتح ہونے پر اوّل جنوب و مشرق کی طرف بڑھنا پڑتا ہے اس کے بعد جنوب کو۔

یوروپین فاتح ۔ مگر یوروپین اس راستہ سے نہیں آئے انھوں نے تری کی راہ اختیار کی اور ہندوستانی فوج جمع کرتے ہوئے دریاؤں کے راستہ سے شمالی ہند کی طرف بڑھے اور دہلی پر قبضہ کر لیا مگر آگے بڑھ کر پرانا راستہ اختیار کیا اور تمام مقامات پر قبضہ کرتے ہوئے وہاں سے جنوب و مغرب کی طرف رُخ کیا اور سندھ و بلوچستان پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستانی اقوام اسی سلسلہ سے فوج میں بھرتی ہوتی گئیں یعنی (۱) مرہٹے (۲) پوربیہ (۳) راجپوت (۴) سکھ (۵) پنجابی (۶) پٹھان

ہندوستان کی درحقیقت دو تاریخیں ہیں ایک شمالی ہند یعنی بڑے ہیرے کی اور دوسری جنوبی ہند یعنی چھوٹے ہیرے کی۔ شمالی اور جنوبی ہند میں انگریزی فتوحات کی بالکل علیحدہ علیحدہ دو تاریخیں تھیں جو مرہٹوں کے باعث ایک ہو گئیں[۱]۔

انگریزی گورنمنٹ کے انتظامات ۔ (۱۵) انگریزوں نے اوّل ان دروازوں

---

[۱] اٹلس مصنفہ جوہین۔

پر فوجی چھاؤنی قائم کیں اور پھر بیرونی دروازہ یعنی درۂ خیبر پر دشمنوں کو روکنے کا
جو انتظام تھا وہی انتظام اندرونی دروازے پر دہلی اور شملہ کے درمیان کیا یعنی
میرٹھ۔ انبالہ۔ جالندھر وغیرہ میں فوجیں موجود تھیں۔ چونکہ جہازرانی کی ترقی نے
بمبئی۔ سورت وغیرہ کے نئے دروازے کھول دیئے تھے اس لئے وہاں بھی بغرض
حفاظت چھاؤنی مقرر کیں اور پچھلے بادشاہوں کی ناکامیابی کے وجوہ پر غور کرکے
ملک کا انتظام کیا مثلاً

(۱) تاریخ سے معلوم ہوا کہ مختلف ریاستیں آپس میں لڑ بھڑ کر رعیت کو تباہ
کر دیتی ہیں اور ملک میں امن قائم نہیں ہونے دیتیں اس لئے ان سے دوستانہ
معاہدے کئے اور احتیاطاً ہر بڑی ریاست میں سرکاری فوج اسی ریاست
کے صرفہ سے مقرر کی اور اس کے قریب کسی سرکاری مقام پر دوسری چھاؤنی
قائم کی تاکہ اگر بدامنی پیدا ہو تو فوراً انتظام کیا جا سکے۔ ہر ریاست کی نگرانی
ایک ریزیڈنٹ کے سپرد کی اور انتظام میں امداد کی غرض سے ایک علیحدہ محکمہ
قائم کیا۔ راجپوتانہ اور وسط ہند کی ریاستوں کے افسر اعلیٰ ایجنٹ گورنر جنرل
مقرر کئے گئے۔

(۲) چونکہ صوبہ دار یعنی گورنر قابو یافتہ ہو کر بعض اوقات خود ہی ملک پر قبضہ
کر لیتے ہیں یا مدت تک رعیت سے میل جول کرکے با اثر ہو جاتے ہیں اور ان کو ملک
گیری کا شوق پیدا ہو جاتا ہے یا اگر بغاوت نہ کی تو ہندوستان کی قدرتی آرام
و آسائش گورنر کو کاہل اور آرام طلب بنا دیتی ہے اس لئے جو گورنر یا وائسرائے
ہندوستان میں آتا ہے وہ پانچ سال کام کرکے واپس چلا جاتا ہے کلکٹر اور کمشنر

وغیرہ بھی تین چالیس سال ملازمت کرنے کے بعد اسی باعث ولایت کو لوٹ جاتے ہیں

(۳) چونکہ ضلع میں بھی افسرِ اعلیٰ کو عرصہ تک ایک جگہ رہ کر با اثر ہونے یا باآسانی رشوت لینے کا موقع مل سکتا ہے یا کسی خاص خاندان یا قوم سے محبت اور طرفداری پیدا ہونے پر انتظام میں خلل واقع ہوتا ہے اس لئے ان کے بھی مقررہ وقت پر تبادلے ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) فوجی قوت قائم رکھنے کے واسطے بمقام کوئٹہ (بلوچستان) چھاؤنی بناکر پچھلے کامیاب بادشاہوں کی طرح جفاکش نوجوان بھرتی کئے گئے۔ اس کے علاوہ انگریزی فوج بھی ہندوستان میں ہر دم موجود ہے جو غیر ملکوں کو تبدیل ہوتی رہتی ہے اور غیر ملک کے جفاکش آدمی ہندوستان میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ اس تبادلہ کے باعث ان کی عادات میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔

(۵) تاریخ سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی وسعت کے باعث دور دراز صوبہ جات کے انتظام میں دقت ہوتی ہے پہلے بادشاہوں نے یا تو اشوک کے جانشینوں کی طرح ان پر توجہ نہ کی یا اورنگ زیب کی طرح اپنی تمام عمر وہاں ہی گزار دی اور واپس نہ آسکے۔ اس لئے گورنمنٹ نے تمام ملک میں ریلوے لائن اور تار کا جال بچھا دیا تاکہ امن و اماں کی ہر وقت اطلاع مل سکے اور ضرورت کے وقت فوراً فوج پہنچ سکے یا اگر بارش کی کمی کے باعث کہیں قحط ہو جاوے تو ہر طرف سے فوراً اناج بھیجا جا سکے۔

(۶) چونکہ مذہب کے نام پر اکثر فسادات ہوتے ہیں اور ایک قوم دوسری کو تباہ کرنا چاہتی ہے اس لئے ہر شخص کو ایک حد تک مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے

(۷) تاریخ سے ثابت ہے کہ غیر تعلیم یافتہ رعیت سخت بدامنی کا باعث ہوتی ہے اس لئے گورنمنٹ نے محکمۂ تعلیم قائم کر کے ہزارہا مدرسے کھولے اور شاہ جارج پنجم نے بمقام کلکتہ یہ ارشاد فرمایا کہ "ہم چاہتے ہیں کہ تمام ہندوستان میں تعلیم گاہوں کا جال بچھ جاوے"۔ اس کے واسطے پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کا عطیہ منظور فرمایا اور حکم دیا کہ اس رقم میں اضافہ ہوتا رہے۔

(۸) ملازمت وغیرہ میں وراثت کا قاعدہ منسوخ کیا گیا تاکہ ملازموں کی اولاد اس کا لطف اٹھا کر کاہل نہ ہو جائے اور نہ یہ خیال کرے کہ ہم کو حق تو مل ہی جائے گا محنت کی کیا ضرورت ہے۔[1] اس طرح تمام قوم کو ملازمت کا حقدار اور سلطنت کا جواب دہ بنا دیا گیا لیکن کسی شخص کو مطلق العنان اور خود مختار نہیں کیا گیا۔

(۹) تاریخ سے ظاہر ہے کہ بعض بادشاہوں نے رعایا پر بہت ظلم کئے اور شخصی حکومت کے باعث کبھی کبھی نیک حکام بھی آرام طلب بن گئے اور رعیت کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا اس لئے برٹش گورنمنٹ نے ملک کے انتظام میں رعایا کی رائے لینا ضروری سمجھا اور لیجسلیٹو اسمبلی۔ لیجسلیٹو کاؤنسل۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ کی کمیٹیاں اور پنچایت قائم کیں جن کے ممبر رعایا کے نمائندے ہوتے ہیں اور ان کی رائے سے قانون جاری کئے جاتے ہیں۔

(۱۰) تاریخ سے ثابت ہے کہ شخصی حکومت میں ملک مستقل ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ بادشاہ کا مزاج بدلتا رہتا ہے اور بہت سے امور کا محض اس کی ذات پر انحصار ہو جاتا ہے اس لئے شاہ انگلینڈ کو پارلیمینٹ کی مدد سے انتظام کرنا لازمی قرار دیا گیا انگلینڈ

---

[1] آج کل یہی حالت پٹواری وارث امیدواروں کی ہے ۱۲

ہیں انڈیا کاؤنسل مقرر ہوئی جس میں ہندوستانی اور انگریز ہی کروزیر ہند کو مشورہ دیتے
ہیں اور ہر قانون اول پارلیمنٹ میں بغرض منظوری پیش ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے
ممبروں کے عرصہ تک قائم رہنے پر بھی خوف تھا کہ وہ خود مختار بادشاہ کی طرح کاہل
ہو جائیں گے اس لئے وزارت کی تبدیلی پارلیمنٹ کی تجدید اور نئے ممبروں کے
تقرر کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ یہ انتظام نہایت مفید ہے کیونکہ جب تک تمام قوم تنزل کی
حالت میں نہ ہو حکومت تبدیل نہیں ہو سکتی تاہم یہ طرز حکومت بھی بالکل مکمل نہیں ہے کیونکہ
جو شخص پُراثر تقریر کر سکتا ہے وہ عوام کو آسانی سے اپنا ہمخیال کر کے ملک میں بدظنی
پیدا کر سکتا ہے اس کی کئی مثالیں ہندوستان کے موجودہ واقعات میں نظر آتی
ہیں۔ ایسے آدمیوں کا اثر کم کرنے کے واسطے مختلف خیالات رکھنے والے مدبروں
کی ضرورت ہے۔

چونکہ ہر امر کی خوبی یا خرابی تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اس لئے اگر آپ تاریخی
واقعات اور موجودہ حالات کا بغور مشاہدہ کرتے رہیں تو طرز حکومت کے اصول
باسانی سمجھ کر ترقی کے طریقے معلوم کر سکتے ہیں۔

(۱۶) ہندو زمانہ کی دھندلی تاریخ۔ اگر آپ نے یہانتک تاریخی اصول
سمجھ لئے ہیں اور ہندوؤں کی تاریخ اور اُس کے نقائص سے واقف ہیں تو آپ ایک
حد تک اس امر کی وجہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ہندو زمانہ کی تاریخ دھندلی اور گڈمڈ
کیوں ہے۔ یہاں مطالعہ کے ضمن میں اس کا مختصر ذکر بھی باعث دلچسپی ہوگا۔

(۱) پرانے زمانہ میں لکھنے کا رواج نہ تھا اس لئے سب کام زبانی ہوتا تھا اور
حافظ کی مدد کے واسطے نظم سے بہت کام لیا جاتا تھا۔

(۲) اس لئے ہر شخص کے فرائض علیحدہ علیحدہ مقرر کئے گئے اور ہر آدمی خاص اپنے کام کا جوابدہ تھا اس سے مختلف فرقے قائم ہوئے اور آخر میں مختلف قومیں بن گئیں۔

(۳) چونکہ ہر قوم کا کام علیحدہ ہو گیا اس لئے ہر فرقہ اس کو نسلاً بعد نسلٍ انجام دیتا اور اپنی اولاد کو سکھاتا تھا۔

(۴) تاریخ بنانے اور یاد رکھنے کے واسطے ایک علیحدہ فرقہ مقرر ہوا جس کو آج کل بھاٹ کہتے ہیں۔ یہ لوگ تاریخی نظم بنا کر حفظ کر لیتے تھے اور شاہی نسلوں کے شجرے سلسلہ وار یاد رکھتے تھے۔

(۵) اس قوم نے شروع زمانے میں سنسکرت اور اس کے بعد ہندی بھاشا میں ملک کی تاریخ اور شجرے نظم کر ڈالے اور نسلاً بعد نسلٍ سناتے رہے۔

(۶) مگر یہ وظیفہ خوار تھے اس لئے نئی سلطنت قائم ہونے پر صرف اسی وقت وظیفہ کی امید کر سکتے تھے جب موجودہ بادشاہ کی تعریف اور پچھلے دشمن بادشاہوں کی برائی کریں اور نئے بادشاہ کو عالی خاندان اور سلطنت کا حقدار ثابت کریں۔

(۷) اس لئے انہوں نے ہر نئے مہاراجہ کے شجرے کو کسی پرانے مشہور خاندان سے ملانے کی کوشش کی اور اصلی حالات تاریکی میں چھپنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد جب لکھنے کا رواج شروع ہوا تو بولنے اور پڑھنے کے قواعد پر جن کی بدولت ہزارہا سال سے تاریخ کی پاکیزگی ایک حد تک قائم تھی توجہ کم ہو گئی اور ان مورخوں کو کمی و بیشی کا بآسانی موقع مل گیا۔

(۸) چنانچہ چھوٹے گمنام راجہ اور رئیسوں کے شجرے بھی نامی گرامی مہاراجہ سے ملا دئے گئے۔ ایک راجہ کی فتوحات دوسرے راجہ سے منسوب کر دی گئیں اور

مفتوح کو فاتح اور فاتح کو مفتوح ظاہر کیا گیا جس سے اصلی حالات بالکل نہ معلوم ہو سکے اور صحیح اور غلط میں فرق مشکل ہو گیا جس قدر زیادہ عرصہ گزرتا گیا اصلی واقعات تاریک ہوتے گئے اور تاریخ گڈمڈ ہو گئی۔ چونکہ تاریخ کا عام قاعدہ ہے کہ جس قدر عرصہ گزرتا ہے واقعات کی تشریح اسی قدر تاریک ہوتی جاتی ہے اور زیادہ عرصہ بعد صرف بڑے بڑے واقعات یاد رہ جاتے ہیں اور پھر وہ بھی محو ہونے لگتے ہیں اس لئے آج کل ہندوؤں کے پرانے حالات کا پتہ صرف سکہ جات تحریرات طرز عمارت وصناعی وغیرہ سے کسی قدر مل سکتا ہے یہ تحریرات زیادہ تر پتھروں پر کندہ ہیں اور بعض اوقات غیر ملکوں کے کتب خانوں میں ملتی ہیں مثلاً یونانیوں نے سکندر اعظم کے حملہ کا اور ایرانیوں اور افغانیوں نے محمود غزنوی کے حملوں کا حال بتایا اور دو چینی سیاح یعنی فاہیان اور ہیان تسانگ نے اپنے سفرناموں میں ہندوستان کی تاریخ پر عمدہ روشنی ڈالی جس سے تاریخ کا ڈھانچہ تیار ہو گیا اس کے متعلق اب بھی تحقیقات جاری ہے اور گورنمنٹ نے اس کے واسطے ایک علیحدہ محکمہ قائم کر دیا ہے جس نے حال میں یہ تحقیق کیا ہے کہ ہندو تہذیب کم و بیش چھ ہزار سال پرانی ہے ممکن ہے مزید تحقیقات سے یہ مدت دوگنی یا چوگنی ہو جاوے

اسلامی زمانہ۔ اسلامی زمانہ میں چونکہ تحریر کا کام بخوبی جاری ہو گیا تھا اس لئے بادشاہ کی مدح سرائی کے واسطے دربار کے شاعر علیحدہ تھے اور مورخ علیحدہ۔ شاہی مورخوں کے علاوہ بہت سے مصنف خود علیحدہ تاریخ لکھتے اور شاہی انتظامات پر بہت آزادانہ نکتہ چینی کرتے رہتے تھے اگر بادشاہ کی زندگی میں تاریخ کی اشاعت کی ہمت نہ ہوئی تو اس کے مرنے پر شائع کیا۔ اس طرح لکھنے کی ایجاد

کے باعث صحیح تاریخ تیار ہو گئی۔

(۱۷) ایک نہایت دلچسپ نکتہ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اینی بیسینٹ نے قوموں کی ترقی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ نکتہ بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ گھڑی کے پینڈولم یعنی لٹکن کی طرح ترقی مشرق سے مغرب کو اور مغرب سے مشرق کو آتی جاتی رہتی ہے اور برباد شدہ تہذیب کی خوبیوں کا اثر جدید تہذیب پر پڑتا ہے اور نسلِ انسان کو درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ کسی زمانہ میں ہندوستان۔ چین۔ ایران۔ بابل وغیرہ کی تہذیب کا ڈنکا بجتا تھا اور یورپ اور افریقہ والے علمیت حاصل کرنے کے واسطے ایشیائی ملکوں میں آتے تھے۔ پھر پینڈولم یورپ کی طرف گیا اور روم۔ یونان کارتھیج وغیرہ کی تہذیب نے ترقی کی اور ایشیائی قومیں پامال ہو گئیں۔ صدہا سال بعد یہ پینڈولم یورپ سے ایشیا کی جانب آیا۔ اسلام نے ہندوستان سے ہسپانیہ تک تمام بڑے مہذب ملکوں میں اپنی فتوحات اور تہذیب کا ڈنکا بجا دیا یونان اور ہندوستان کی پرانی تہذیب کی خوبیاں تمام جہان میں پھیلا دیں اور یورپ کی پرانی تہذیب کا خاتمہ ہو گیا لیکن چند صدی بعد ترقی کا پینڈولم پھر یورپ کی جانب پھرا اور یورپین قوموں نے ایشیا افریقہ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ کئی صدی بعد اب پھر پینڈولم مشرق کی جانب آہستہ آہستہ لوٹتا ہے یورپ کی بعض قومیں جنگ وجدل کے باعث برباد ہوتی جاتی ہیں گو یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ جنگ وجدل خاتمہ تہذیب کا باعث ہو گی۔ لیکن ایشیا کا ہر ملک ترقی کی جانب مائل ہے اس طرح ہر پرانی تہذیب کی ترقی اور تنزل سے نئی تہذیب سبق حاصل کر رہی ہے اور نسل انسان ترقی کرتی جاتی ہے۔

(۱۸) قدرت کا عجیب کھیل۔۔۔۔۔ لیکن قدرت کا عجیب کھیل یہ ہے کہ وہ اجتماع ضدین

سے خوش ہوتی ہے۔ آرام کے ساتھ تکلیف اور خوشی کے ساتھ رنج ہر دم موجود رہتا ہے۔
کامیابی ہوتے ہی شکست کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور شکست میں کامیابی کی ابتدا نظر آتی
ہے جس کا مختصر ذکر اوپر کیا گیا۔ ہر ملک کی تاریخ میں قدرت کے اس کھیل نے عجیب
شکل اختیار کی ہے یعنی جس طرح مدرسہ میں لڑکے باہم ٹولیاں بنا کر مقابلہ کرتے
اور کھیلتے ہیں لیکن اگر کسی باہر والے سے کھیل ہوتا ہے تو سب مل کر مقابلہ کرتے
ہیں اور اس کے ختم ہونے پر پھر پہلی طرح آپس میں بازی کرتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح
جب کسی ملک پر باہر سے حملہ ہوتا ہے تو باشندے آپس کے جھگڑے بھول کر دشمن
سے مقابلہ کرتے ہیں اور جب یہ خوف جاتا رہتا ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے جھگڑے
پیدا کر کے باہم لڑنے لگتے ہیں۔ انگلینڈ اور آئرلینڈ میں باہم سخت کشمکش تھی لیکن
جرمنی سے جنگ شروع ہوتے ہی سب مل گئے اور جب اس پر فتح ہو گئی تو پھر
پرانے جھگڑے شروع ہو گئے۔ ہندوستان میں اسلامی حملوں سے پیشتر ہندو راجے
آپس میں لڑتے رہتے تھے کہیں وشنو اور شیو کے پوجنے والوں میں قتل ہوتے تھے کہیں
ہندوؤں کی بودھوں اور جینیوں سے لڑائیاں تھیں۔ آخر زمانہ میں جے چند اور پرتھوی
راج کی خانہ جنگی مشہور ہے۔ مسلمانوں کے آنے پر ہندو کئی بار مل کر اُن سے لڑنے
کو تیار ہوئے لیکن جب اُن کا مستقل قیام ہو گیا تو ہندوؤں کے آپس کے جھگڑے
کم ہو گئے اور مسلمانوں سے خانہ جنگی شروع ہوئی جو اب تک موجود ہے اور چونکہ آج
کل ہندوستان غیر ملکوں کے حملہ سے محفوظ ہے اس لئے یہ کبھی کبھی سخت ناگوار صورت
اختیار کر لیتی ہے۔ یہی حالت ہر ملک کی ہے۔

تاریخ کی کتاب کا مطالعہ۔ مطالعہ کے وقت آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ مضمون

سبق پر مذکورۂ بالا اصول میں کونسا عائد ہوتا ہے اور کسی خاص واقعہ کا کیا نتیجہ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد سبق کو بغور دیکھ کر اطمینان کر لیجئے کہ آپ صحیح نتیجہ پر پہنچے یا نہیں۔ آپ کی مزید آسانی کی غرض سے تاریخی اصول کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اور چند ضروری قوانین بھی اسی ضمن میں بتائے جاتے ہیں۔

(۱) تاریخی اصول اور واقعات بائیسکوپ کی تصاویر کی طرح ایک خاص مدت کے فاصلہ پر صاف نظر آتے ہیں۔ زیادہ قریب یا زیادہ دور ہونے پر دھندلے پڑ جاتے ہیں۔

(۲) تاریخ کے ہر زمانہ میں یکساں واقعات شکل تبدیل کر کے بار بار نظر آتے ہیں اور سلطنت بار بار پھیلتی اور بکھرتی رہتی ہے۔

(۳) وقت یا مقام کا فاصلہ یکساں اثر پیدا کرتا ہے یہ فاصلہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے واقعات اسی قدر مختصر اور سکڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تہذیب اور پڑھنے لکھنے کی ایجاد اس اختصار کی روک تھام صرف تھوڑی حد تک کر سکتی ہے زیادہ نہیں۔

(۴) تاریخ شاہد ہے کہ (ا) کمزور کو زبردست ہمیشہ ستاتے ہیں (ب) دولت کمزور کو زیادہ کمزور اور زبردست کو زیادہ قوی کر دیتی ہے۔ (ج) کمزور کو ستانے کے واسطے کبھی مذہب کا بہانہ ڈھونڈھا جاتا ہے اور کبھی اس کو ظالم فرض کر لیا جاتا ہے۔ (د) جب دو دشمن لڑتے ہیں تو مفتوح اپنا نقصان پورا کرنے کے واسطے کسی تیسرے کمزور فریق کو تلاش کرتا ہے اور اس کو ستاتا ہے۔

(۵) قیام سلطنت کی صورتیں (ا) انتظام میں استقلال اور اعتدال کا ہر ایک

لحاظ (۲) دشمنوں کی خود اپنی حفاظت یا ملکی انتظامات میں مشغولیت (۳) دو دشمن سلطنتوں کے درمیان کسی تیسرے ملک کی موجودگی (۴) رعیت کی عام رضامندی (۵) وزرا و امرا پر کافی نگرانی اور اُن کو خود انتظامات کرنے کا موقع دیا جاتا (۶) حفاظت کے واسطے تربیت یافتہ فوج کی ہمیشہ موجودگی۔

(۶) ہر جاندار کی طرح قوم اور سلطنت کا بھی لڑکپن۔ جوانی اور بڑھاپا ہوتا ہے اور سلطنت کے تین رنگ ہوتے ہیں اوّل ابتدائے سلطنت اس میں حملہ آور تباہی کے درپے ہوتا ہے اور اپنی کامیابی کی غرض سے ہر قسم کا ظلم جائز رکھتا ہے۔ دوم شانِ سلطنت۔ اس میں تسلط ہوجانے پر حملہ آور حاکم بن جاتا ہے اور اپنے پچھلے ظلموں کو چھپاتا ہے اور اُن کا اظہار نہیں ہونے دیتا۔ ان کے بجائے اپنے جدید انتظامات کی خوبی ظاہر کرتا ہے اور اپنی حق پسندی اور رحمدلی کا اظہار کرتا ہے۔ سوم خاتمہ سلطنت۔ اس میں بادشاہ کمزور ہوجاتا ہے اور رعیت اس کے پچھلے ظلم الم نشرح کردیتی ہے اور خود اُس پر ظلم کرنے لگتی ہے۔

(۷) خود مختار سلطنت میں (۱) امور کا فیصلہ بادشاہ کی ذات پر ہوتا ہے اور رعیت کی رضامندی پر حکومت مستحکم ہوجاتی ہے (۲) وارثانِ تخت پر قابو رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۳) بادشاہ کی ملکی زندگی کا اثر جلد اور براہِ راست پیدا ہوتا ہے اور نجی کی زندگی کا کم اور دیر میں۔ لیکن (۴) نجی کی زندگی وزرا کے انتخاب میں بہت اثر پیدا کرتی ہے اور (۵) وزرا کے عمدہ انتخاب پر کامیابی کا زیادہ انحصار ہوتا ہے (۶) اگر عورت کو حکومت کا موقع دیا جائے تو وہ بھی کامیاب ہوسکتی ہے۔

(۸) خود مختار سلطنت کی تباہی کے وجوہ (۱) بادشاہ کی عیش پسندی۔ کاہلی

پسندھا پن۔ نہایت نرمی۔ نہایت سختی۔ مزاج میں شک۔ متواتر جنگ جوئی بے رحمی کا پیش خیمہ ہے۔ فرض منصبی سے غفلت۔ رعیت کے مزاج سے اختلاف۔ زیادہ عرصہ تک زندگی (۲) شاہی خاندان کی معقول تربیت نہ ہونا (۳) بیگمات شاہی کا باہمی حسد اور شہزادوں کی تربیت میں دست اندازی۔

(۹) خاتمہ سلطنت کی صورتیں (۱) ہمسایہ سلطنت کی سخت دشمنی (۲) سلطنت کے بہت وارث پیدا ہونا (۳) فاصلے کے صوبے چھن جانے پر بے پروائی (۴) بادشاہ کا امراء پر قابو ہونا اور زچ ہو کر عیش میں مشغولیت یا انتظام سے دست برداری (۵) وزرا کے دشمنوں سے دوستانہ تعلقات (۶) بادشاہ گر پیدا ہونا اور بظاہر فدوی بن کر خود حکومت کرنا (۷) رعیت کی عام بے چینی۔

(۱۰) قوم اور ملک کی تاریخ کے ساتھ تمام دنیا کی تاریخ علیحدہ تیار ہوتی رہتی ہے اور جس قدر تہذیب بڑھتی جاتی ہے اسی قدر تمام ممالک اور اقوام باہم ملتے جلتے اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن تہذیب اور جہالت کی کشمکش ہوتی رہتی ہے اور جہالت بڑھنے پر اقوام کے تعلقات بھی کم ہو جاتے ہیں۔ حد اعتدال سے گزرنے پر جہالت کا زور ہو جاتا ہے اور حد اعتدال کی پہچان ہی مشکل امر ہے۔

قدرت کی کتاب کا مطالعہ۔ لیکن تاریخی اصول کا مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آپ کو قدرت کے اصول سے واقفیت نہ ہو۔ یہاں اس قدر گنجائش نہیں کہ قدرت کے تمام اصول و قوانین پر بحث کی جاوے اس لئے صرف چند اصول اور گر جو آپ کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوں گے درج کئے جاتے ہیں۔ اگر ان کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھا جاوے تو نہ صرف تاریخ بلکہ ہر مضمون میں نہایت

کارآمد ہوں گے۔

۱۔ قدرت کے اصول

(۱) قدرت ہر کام میں ترقی کرتی ہے خواہ وہ بُرا ہو یا بھلا۔ اس طرح لے کر بڑھتی جاتی ہے اور بُرائی یا بھلائی کا دائرہ بن جاتا ہے۔

(۲) قدرت انصاف کرتی ہے لیکن درگزر نہیں کرتی۔

(۳) قدرت اُسی کو مدد دیتی ہے جو اپنی مدد خود کرتا ہے۔

(۴) قدرت کی جزا و سزا کا اثر اُس پر بھی پہنچتا ہے جو بلحاظ مکان یا زمانہ قریب تر ہے مثلاً اولاد یا ہمسایہ۔ اور جس قدر زیادہ قرب ہوتا ہے اُسی قدر زیادہ اثر بھی ہوتا ہے۔

(۵) قدرت ملازم بہت وفادار ہے لیکن مالک نہایت ظالم اس لئے اس پر قابو رکھنا ضروری ہے مثلاً آگ، پانی، مٹی وغیرہ پر جب تک قابو رہتا ہے وہ سب زندگی بخش بنے رہتے ہیں لیکن قابو سے باہر ہوتے ہی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔

(۶) قدرت ربڑ کے طور پر ہے ہر شخص کو اُس کی موجودہ حالت میں صبر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اُسی کے مطابق کام کرنے لگتا ہے۔

(۷) قدرت کا مذہب سائنس ہے کوئی خاص مذہب یا فرقہ نہیں یہ ناممکن ہے کہ گر پڑنے پر ہندو یا مسلمان کے چوٹ لگے لیکن عیسائی کے چوٹ نہ لگے۔

(۸) قدرت میں کثرت و قلت یعنی حد اعتدال سے کمی یا زیادتی دونوں یکساں نقصان رساں ہیں۔

(۹) ہر کام اور واقعہ کا سبب بھی ہوتا ہے اور نتیجہ بھی لیکن جب لے بڑھ جانے پر دائرہ پیدا ہو جاتا ہے تو نتیجہ بار بار سبب بنتا ہے اور سبب نتیجہ مثلاً کمزوری سے بیماری پیدا ہوتی ہے اور بیماری سے دوبارہ کمزوری اور اس سے پھر بیماری۔

(۱۰) قدرت ہمیشہ بہت سی چیزوں کو اکٹھا کر کے ایک فرد بنا لیتی ہے اور جو قانون ایک شخص کے واسطے ہے وہی اُن سب پر یکجا عائد ہوتا ہے۔ پھر ایسے بہت سے فرد کا ایک بڑا فرد بن جاتا ہے اور وہی قانون عائد ہوتا ہے۔ مثلاً بہت سے آدمیوں کی ایک قوم۔ بہت سی قوموں کا ایک ملک بہت سے ملکوں کا ایک براعظم۔ پھر ایک سیارہ۔ ایک نظامِ شمسی وغیرہ۔

(۱۱) ہر کام کا کرنا مقابلتاً آسان لیکن سمجھنا مشکل ہے مثلاً احسان کرنے سے دوسرے کا احسان ماننا زیادہ مشکل ہے۔ مضمون لکھنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر مضمون کی خوبی سمجھنا۔

۲- قدرت کی کشمکش

(۱) ہر شے دوسری اشیاء کو اپنی طرف کھینچ کر جذب کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اُن پر قابو رکھنا چاہتی ہے۔

(۲) قدرت ہمیشہ دشمن پیدا کرتی ہے اور اُن سے ہر جاندار کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جو اس کشمکش میں ثابت قدم رہا وہی زندہ رہتا ہے ورنہ فنا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر جاندار کو خود تکلیف اُٹھانا اور محنت کی عادت ڈالنا چاہیئے ورنہ قدرت تکلیف کے سامان پیدا کرے گی۔ دشمن ناکامیابی پر بھی پیدا ہوتے ہیں اور

کامیابی پر بھی۔

(۳) جس قدر کم مشکلیں پیدا ہوتی ہیں اُسی قدر زیادہ کمزوری قائم رہتی ہے۔

(۴) دنیا میں اُلٹ پھیر کا دائرہ قائم رہتا ہے امیر آرام پا کر غریب بنتے ہیں اور غریب محنت کر کے امیر جس نے اپنی ضروریات پر قابو کر لیا وہی امیر ہے۔

(۵) دنیا میں رفارم کرنے کے واسطے پہلے خود غریب بننا پڑتا ہے۔ سری کرشن حضرت عیسیٰ مسیح حضرت محمدؐ سب غریب تھے آج کل بھی رفارمر خدمت کرنے سے پہلے دولت سے سروکار نہیں رکھتے۔

(۶) کمزوری کی حالت میں قصور سرزد ہوتے ہیں۔ اس پر قدرت سزا دینے والا پیدا کرتی ہے جو محمود غزنوی تیمور لنگ نادر شاہ وغیرہ کی طرح بدنام ہو جاتا ہے۔

(۷) کوئی کام بار بار کئے بغیر کامیاب نہیں ہوتا لیکن عادت ہو جانے پر اس سے بے رحمی پیدا ہو جاتی ہے مثلاً شفا خانہ میں کمپونڈر بار بار دوا دیتے رہتے ہیں اس لئے مریضوں کے امراض اُن کے واسطے معمولی بات ہیں۔ یہ بے پرواہی بے رحمی کا پیش خیمہ ہے۔

(۸) ہر رفارم کی کوشش پر اول اُس کی جانب بے پرواہی ہوتی ہے پھر مذاق اُڑایا ہے تیسرے درجہ پر دشمن پیدا ہوتے ہیں چوتھے درجہ پر دشمن بڑھ جاتے ہیں اور سخت تکلیف پہنچاتے ہیں مگر پانچویں آخر درجہ پر کامیابی ہوتی ہے اور پہلے دشمن تو نیچ ہو جاتے ہیں لیکن کامیابی کے دعویداروں کی صورت میں نئے دشمن پیدا ہونے لگتے ہیں۔

(۹) اپنے نقائص پہچاننا نہایت مشکل ہے اور خوشامدی زیادہ مشکل پیدا کر دیتے ہیں۔ صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے اور یہ بد کو نیک اور نیک کو بد بنا دیتی ہے۔

(۱۰) انسان کو مار دھاڑ میں بہت لطف آتا ہے مگر اُس کے ساتھ ہی ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے جو کشمکش کو سخت کر دیتی ہے۔

(۱۱) اگر فریق غالب ظلم نہیں کرتا تو مغلوب خود ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(۱۲) کبھی کبھی شدت کا بدل مدت اور مدت کا بدل شدت ہو جاتا ہے۔

۳۔ قدرت کا اجتماعِ ضدّین

(۱) بُرائی میں بھلائی اور بھلائی میں بُرائی موجود رہتی ہے انسان جس رُخ کو قبول کرتا ہے اُسی میں ترقی ہوتی ہے اور لے بڑھتی جاتی ہے۔

(۲) قدرت ہر دم گندگی پیدا کرتی ہے اور ہر دم صفائی بھی کرتی رہتی ہے اس صفائی میں جو زندگی کے قابل ہیں وہ زندہ رہتے ہیں باقی فنا ہو جاتے ہیں اور زندہ رہنے والے ترقی کرتے ہیں۔ جب گندگی زیادہ بڑھ جاتی ہے تو اُس کی صفائی کے واسطے زبردست رفارمر پیدا ہوتا ہے۔ گندگی مختلف قسم کی ہوتی ہے اور اُس کے واسطے علیحدہ علیحدہ رفارمر پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن جو انسان ہر قسم کی گندگی دور کرنے کی قابلیت رکھتا ہے وہی پیغمبر یا اوتار کہلاتا ہے۔

(۳) زیادہ تر جس کام کے شروع میں تکلیف ہوتی ہے اُس کے انجام میں آرام ملتا ہے اور جس کے آخر میں تکلیف ہوتی ہے اُس کے شروع میں آرام ہوتا ہے۔

(۴) ہمدردی اور بے رحمی ساتھ ساتھ کام کرتی ہیں۔ انسان کو اپنے پھسلنے پر رنج ہوتا ہے مگر دوسرے کے پھسلنے پر ہنسی آتی ہے اور ساتھ ہی ہمدردی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۵) عین حصول مطلب کے وقت بے صبری پیدا ہو کر ناکامیابی کا باعث

ہوتی ہے۔

(۶) جو شخص سب سے قریب تر ہے وہی (بحالتِ قوت) سب سے بڑا دوست ہے اور وہی (بحالت کمزوری) سب سے بڑا دشمن۔

(۷) مظلوم ظلم کا عادی ہو کر بالآخر خود ظالم بن جاتا ہے۔

(۸) انسان اپنے گرد و پیش کے حالات کو خود پیدا کرتا ہے اور پھر خود ہی اُن کا غلام بننا پڑتا ہے۔

(۹) خود غرضی بڑھتے بڑھتے فراخدلی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور فراخ دلی کا دائرہ تنگ ہو کر خود غرضی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

(۱۰) نتیجہ سبب ہو جاتا ہے۔

(۱۱) قدرت ایک شے کی بہت اشیاء اور بہت اشیاء کی ایک شے بناتی رہتی ہے یا دوسرے الفاظ میں قدرت کہتی ہے "میں ایک ہوں بہت ہو جاؤں اور پھر سب کو اپنے میں جذب کر لوں"۔

(۱۲) اجتماع ضدّین زیست اور ترقی کا باعث ہے۔ سفید کاغذ پر کالی سیاہی سے لکھنے پر ہی حروف نظر آتے ہیں۔

۴۔ قدرت میں انسان کی حالت۔ انسان کی بُرائی اور بھلائی اُس کے ساتھیوں سے معلوم ہوتی ہے وہ جیسے خیالات پیدا کرتا ہے ویسے ہی ساتھی مل جاتے ہیں اور اُس کو اپنے خیالات کی غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ لکھا جا چکا ہے کہ قدرت کی جزا و سزا کا اثر اولاد اور ہمسایہ پر بھی پہنچتا ہے لیکن عام حالت یہ ہے کہ انسان لڑنے والا جاندار ہے کیونکہ

(۱) اُس کو کشمکش اور مار دھاڑ کے حالات سُننے میں بہت لطف آتا ہے۔

(۲) وہ اپنی نیکی نہیں بھولتا اور دوسرے کی بدی ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔

(۳) وہ اپنی تعریف اور دوسروں کی بُرائی میں بہت دلچسپی لیتا ہے۔

(۴) سوسائٹی میں یہ حالت ہے کہ یا تو مجھ پر ظلم کرو ورنہ میں تجھ پر ظلم کرتا ہوں۔

(۵) جب غیر ملک یا غیر قوم سے لڑائی بند ہو جاتی ہے تو ہم وطن اور ہم قوم لڑنے لگتے ہیں

(۶) اگر کوئی بھی لڑنے والا نہ ملے تو انسان کے دل ہی میں لڑائی جھگڑے کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

(۷) جب انسان کو آرام ملتا ہے تو دوسروں کو تکلیف دینا شروع کر دیتا ہے۔

(۸) جب مظلوم ظلم کا عادی ہو جاتا ہے، تو اُس کو اُس ظلم کے بغیر چین نہیں پڑتا اور اگر وہ سختی قائم نہ رہے تو خود بدعت کرنے لگتا ہے۔

(۹) مصیبت کے وقت انسان ہی انسان کو زیادہ ستاتا ہے۔ جس قدر زیادہ قریب تعلق ہوتا ہے اُسی قدر زیادہ ظلم کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ذرا سی بدی ہونے پر پچھلی تمام نیکیوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اکثر آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ "میری تقدیر بڑی خراب ہے۔ میں دوسرے کے ساتھ کیسی ہی بھلائی کروں لیکن احسان کوئی نہیں مانتا اور میرے ساتھ بُرائی ہی کرتا ہے"۔

(۱۱) کثرت کی ذلت اور قلت کی عزت ہوتی ہے یعنی ہر چیز کی قدر اُس کی مشکلات کے بموجب ہوتی ہے فوائد کے لحاظ سے نہیں لوہا سونے سے بہت زیادہ مفید ہے لیکن سونا بمشکل دستیاب ہونے کے باعث زیادہ قابل قدر ہے اسی طرح رنگین تصویر سو روپیہ کے نوٹ سے زیادہ خوبصورت ہے لیکن اُس کی قیمت نوٹ سے

عموماً کم ہی۔ کمیاب چیز قیمتی ہوتی ہے اور اُس کا حصول جس قدر زیادہ مشکل ہوتا
ہی اُسی قدر قیمت بڑھ جاتی ہے۔ (سعدی)

لعل دشوار بدست آید ازاں است عزیز
آبگینہ ہمہ جا یابی ازاں بے محل ست

۵۔ قدرت کے قانون میں سخت جرم

(۱) بے مددی یا بے بسی۔ اس کی سزا موت ہے۔
(۲) ناواقفیت۔ ناعاقبت اندیشی۔ غلطی۔ سہو۔ حافظہ کی خرابی سب کی سزا یکساں ملتی ہے اور ترقی کے موقعے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔
(۳) آرام طلبی اور بے پرواہی کی سزا سخت ملتی ہی۔
(۴) کمزوری نہایت سخت جرم ہے۔ اس میں ہزاروں دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور تمام دوست بھی دشمن بنکر ہلاک کر دیتے ہیں۔

۶۔ قدرت کے قانون میں کامیابی کے گر جن کا انعام ملتا ہی

(۱) اپنی مدد خود کرنا۔ اس سے بہت سے مددگار خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔
(۲) استقلال۔ اس سے کامیابی کی قوت پیدا ہوتی ہے اور دقت پیدا ہونے پر نہ گھبرانے سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں۔
(۳) متواتر تلاش اور احتیاط۔ جو ڈھونڈھتا ہے وہی پاتا ہے۔
(۴) کسی قوی اور با اثر شخص کا سہارا لینا اور اُس کی زیر حمایت کام کرنا۔ اس سے با اثر شخص کی قوت کامیابی میں کافی مدد دیتی ہے۔
(۵) مشکلوں پر قابو پانے کی کوشش۔ اس سے قوت پیدا ہوتی ہے اور کیرکٹر

-Chamee-lean) بناتی جو کامیابی کا راز ہے۔

(۶) موقع سے فوراً فائدہ اٹھانا۔ یہی کامیابی کا خاص راز ہے۔ موقع پر چوک جانے سے بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔

(۷) اتحاد۔ یہ استقلال میں مدد دیتا ہے۔ آپس میں جس قدر زیادہ اتحاد ہوتا ہے قدرت کا فیصلہ اسی قدر ناطق ہوتا ہے۔

(۸) بار بار مشق کرنا۔ اس سے کام کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور استقلال پیدا ہوتا ہے۔

(۹) اعتدال پسندی۔ حد اعتدال سے کمی یا بیشی ہی ناکامیابی کا باعث ہوتی ہے۔

(۱۰) کفایت شعاری۔ قدرت نہایت کفایت شعار ہے۔ انڈے میں زردی، رگوں میں خون، پھول میں پنکھڑیاں نہایت تھوڑی جگہ میں بہت کچھ موجود رہتی ہیں۔

(۱۱) نیکی کی بے غرضانہ خواہش اور شکریہ کی بے پرواہی۔ اس سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں نیکی عام کر دینے پر شکریہ کی نمائش نہیں رہتی مثلاً کنواں یا تالاب بنوانا یا مدرسہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲) لائق مشیر یہ کامیابی کا راز ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سوچنے والے خواہ سو دماغ ہوں مگر فیصلہ کرنے والا صرف ایک دماغ ہونا چاہیئے اور اس میں ہمت ہونی چاہیئے کہ خطرات کا مقابلہ کرے۔

(۱۳) سچائی اور دلچسپی سے بے غرضانہ کام کرنا نہ صرف دلچسپی پیدا کرتا ہے بلکہ کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔

نوٹ:- یاد رکھنا چاہیئے کہ قدرت کے قانون کی پوری پابندی کرنے پر ہی اس قدر ہو سکتا ہے [illegible]

ڈرائنگ کا مطالعہ

ڈرائنگ کی تعلیم۔ ڈرائنگ درحقیقت جیومیٹری کی ترقی یافتہ صورت ہے اس میں بجائے اس کے کہ زاویوں مثلثوں یا دائروں کو برابر ثابت کیا جائے یا برابر بنا کر اور درستی کا ثبوت دیکر طویل بحث کی جائے صرف آنکھ سے فیصلہ ہوتا ہی اور چیزوں کو دیکھ کر یا صرف خیال کر کے اور مختلف شکلوں کو ملا کر نمونہ کے بموجب ایک نئی صورت بنائی جاتی ہے۔ جیومیٹری سے یہ غرض ہے کہ قوائے عقلیہ کو ترقی ہو لیکن ڈرائنگ سے آنکھ اور ہاتھ پر بھی قابو کیا جاتا ہے! ور مشاہدہ کے ذریعہ سے فوراً نتیجہ نکال کر صفائی کی عادت پیدا کی جاتی ہے اس کے بعد تصویر کشی کا درجہ آتا ہے۔ ابتدا میں ڈرائنگ درست کھینچنے کے واسطے پرکار اور پیمانہ وغیرہ کی ضرورت ہی۔ لیکن جیوں جیوں مشق بڑھتی ہے اوزاروں کا استعمال کم ہوتا ہی اور صرف کاغذ پنسل یا قلم کی ضرورت باقی رہ جاتی ہی۔

ربڑ کی رگڑ۔ مگر بد قسمتی سے پنڈت جی ربڑ کا استعمال نہیں چھڑاتے جس کا خراب اثر مشاہدے پر پڑتا ہے۔ لڑکے بار بار شکل دیکھ کر بناتے اور بگاڑتے رہتے ہیں اس لئے اُن کا ہاتھ پر قابو نہیں ہوتا اور شکل ٹھیک نہیں بنتی۔ ربڑ کا استعمال بتدریج کم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ اُس کی مطلق ضرورت نہ رہے اور ہاتھ خود بخود کام کرنے لگے۔ ربڑ کا استعمال کم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر لڑکا جب کبھی کچھ مٹانا چاہے تو اوّل آپ سے اجازت لے بار بار پوچھنے سے

تنگ آکر اور خوف زدہ ہوکر وہ خود ہوشیاری سے کام کرے گا اور ربڑ کی ضرورت کم محسوس ہوگی۔ دوسرا بہت عمدہ طریقہ یہ ہے کہ درجہ بھر میں ربڑ کے صرف دو یا تین ٹکڑے پنڈت جی کے قریب رکھے ہوں۔ جب یہ مشکل ملے گی تو ہر لڑکا احتیاط سے کام کرے گا۔

اصلاح کا طریقہ۔ میں نے دیکھا ہے کہ ڈرائنگ کی کاپیوں پر پنڈت جی صرف دستخط کر دیتے ہیں اور نیو ٹرینڈ جنٹلمین کبھی کبھی لکھ دیتے ہیں کہ "بہت خراب ہے" مگر درستی کا طریقہ نہیں بتاتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ خود ڈرائنگ کے سبق کا مطالعہ نہیں کرتے۔ عمدہ ڈرائنگ بک میں ہر شکل کی بنیاد پچھلی شکلوں پر ہوتی ہے اور ابتداءً میں باریک نیلی لکیروں سے مربعے بنے ہوتے ہیں تاکہ اوزاروں کی مدد سے شکل کھینچنے میں آسانی ہو۔ شروع میں دائرے کا استعمال نہیں ہوتا مطالعہ کے وقت آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ لڑکے کس کس حصہ کو کسی پچھلی شکل میں بنا چکے ہیں۔ اگر وہ کسی خاص حصہ کو بنانا نہیں جانتے تو اس کی لمبائی اور چوڑائی کا تناسب سمجھا دیجئے۔ ابتدا میں معمولی لکیر کھینچنے میں بھی لڑکوں کا ہاتھ کانپتا ہے۔ اس لئے اوّل پیمانہ کی مدد سے اور پھر بلا مدد سطر کھینچنے کی اس قدر مشق کرائیے کہ ہاتھ صاف ہو جائے۔ اس سے آئندہ شکلوں میں آسانی ہوگی اس کے بعد مختلف شکلوں کی مشق کی ضرورت ہے مگر نیچے درجوں میں اوزار خاصکر ربڑ کا استعمال کم ہونا چاہیے تاکہ آنکھ کو زیادہ غور کرنا پڑے اور ہاتھ جلد قابو یافتہ ہو جائے اونچے درجات میں دی ہوئی شکل کی آدھی یا تہائی شکل بنائی جاتی ہے اس میں ہر حصہ کا اندازہ مشاہدے سے کیا جاتا ہے جیسے مسٹری کی دوسری کتاب میں اس اد

کافی بحث کی گئی ہے کہ کسی سطح کے حصّوں کے مربعے اور مستطیل وغیرہ پوری سطح کے مربع سے کیا مناسبت رکھتے ہیں۔ اس کو سمجھ لینے پر مشاہدے میں بہت امداد ملتی ہے۔

سبق اشیاء کا مطالعہ

سبق اشیاء۔ سبق اشیاء کی تعلیم میں بہت کم نارمل ٹرینڈ کامیاب ہوتے ہیں گو زبانی دریافت کرنے پر بہت سی باتیں بتا دیتے ہیں اور بہت سے فائدے مثلاً قوتِ مشاہدہ کی ترقی۔ اشیاء کی دیکھ بھال میں دلچسپی۔ ڈرائنگ اور زبان کی واقفیت سابقہ کی درستی وغیرہ سنا دیتے ہیں اور دو چار قاعدے زبانی بھی کہہ دیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ اُنھیں مطالعہ کرنا نہیں آتا اس لئے یہاں چند عام ہدایتیں درج کی جاتی ہیں

تیاری کا طریقہ۔ اوّل آپ کریکولم میں سبق اشیاء کی تعلیم کے متعلق ہدایات بغور پڑھ لیجئے۔ اس کے بعد مضامین کا انتخاب درجہ وار کیجئے اور اس امر کا لحاظ رکھئے کہ جس چیز پر آپ سبق دینا تجویز کریں اُس کو ہر لڑکا الگ الگ مہیا کر سکے مضامین کی تعداد زیادہ نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس سے ہر مضمون کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ شوقین لیکن ناتجربہ کار ٹرینڈ مدرس یہی غلطی اکثر کرتے ہیں۔ انتخاب کا مطالعہ اگر شروع سال میں کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہر موسم میں جو پھل یا پھول بآسانی مل سکے حتی المقدور اُسی پر سبق دیا جائے یہ نہیں کہ فصل نارنگی کی ہے اور آم پر سبق دینے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ ایک روز پیشتر ہدایت کر دیجئے کہ ہر لڑکا اس چیز کا ایک عدد جس پر آپ سبق دینا چاہتے ہیں تلاش کر کے اپنے ساتھ لیتا آوے۔ آپ خود بھی اپنے استعمال کے واسطے ایک عدد تلاش کر لیجئے

لیکن آپ کا عدد ذرا بڑا ہونا چاہیے تاکہ بوقت تعلیم ہر لڑکا بآسانی مقابلہ کر سکے بعض مدرس اس خیال سے اصل چیز تلاش نہیں کرتے کہ "ہمارے پاس تصویر موجود ہے اسی کو دکھا دیں گے"۔ مگر یہ درست نہیں ہے تصویر صرف اس وقت دکھانی چاہیے جب اصل نہ مل سکے اگر تصویر بھی نہ ملے تو تختہ سیاہ پر شکل بنا کر اسی سے تعلیم دینی چاہیے۔

سبق اشیاء کا مطالعہ۔ بوقت مطالعہ آپ اپنے تلاش کئے ہوئے عدد کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ لڑکے اس کی کون کون خصوصیات سے خود واقف ہیں۔ اس کے بعد وہ امور نوٹ کیجئے جو طلباء کو بوقت تعلیم بتانے چاہئیں۔ ہر حصّہ کی تعلیم میں سلسلہ کا لحاظ رکھئے مثلاً اگر بلی کا سبق ہے تو سلسلہ وار سر۔ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ دم وغیرہ کی تعلیم کے واسطے تیاری کیجئے۔ یہ نہیں کہ پہلے سر کی تعلیم دینے لگے پھر دم پر جا پہونچے۔ پھر ہاتھ کا ذکر کرنے لگے پھر آنکھوں کا۔ اسی طرح پھول پتے وغیرہ کے سبق میں اوّل بناوٹ پھر رنگت اور اس کے بعد دیگر امور مثلاً خوشبو وغیرہ کی تعلیم ہونی چاہیئے اور اسی کے بموجب مطالعہ میں تیاری کرنا اور نوٹ لکھنا چاہیئے یہ ضرورت نہیں کہ مضمون ایک ہی دن میں ختم کر دیا جائے تھوڑا تھوڑا بتانا اور مضمون کو کئی دن میں ختم کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ سب بتا دیا اور لڑکے کچھ نہ سمجھے۔

سبق کی تیاری۔ دیگر مضامین کی طرح سبق اشیاء کے مطالعہ میں بھی حسب ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۱) طلباء کو بہت باتیں نہ بتائی جائیں کیونکہ اس سے وہ بہت جلد تھک کر پریشان ہو جاتے ہیں۔

(۲) طلباء سے ایسے سوال کئے جائیں کہ چیز کو غور سے دیکھنے اور خود سمجھنے کی

ضرورت اور شوق پیدا ہو۔

(۳) سبق کے آخر میں ایسے سوالات کئے جاویں جن سے معلوم ہو کہ جو کچھ بتایا گیا ہے لڑکے اُس کو بخوبی سمجھ گئے۔

(۴) طلباء کو خود سوال کرنے کی جرأت دلائی جائے لیکن اُن کے سوالات صحیح الفاظ میں ہونے چاہئیں۔

(۵) سبق میں دلچسپی پیدا کی جائے۔

(۶) تختہ سیاہ پر تصویر بنانے کا طریقہ ضرور سوچ لیا جائے۔

ان امور کی بابت تعلیم کے ضمن میں بحث کی جاوے گی یہاں دلچسپی کے بارے میں صرف اِس قدر ہدایت کافی ہے کہ بوقت مطالعہ غور کیجئے کہ آپ کون امور مشاہدہ کے بعد خود حل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد سبق اشیاء کی کتاب دیکھئے کہ اُس میں کون کون نئی باتیں درج ہیں جو آپ کے خیال میں نہیں آئی تھیں۔ اس طرح مزید مشاہدے سے آپ کو خود دلچسپی پیدا ہوگی۔ بوقت تعلیم بھی بالکل اسی طرح آپ طلباء میں دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں مگر یہ خیال رکھئے کہ طلباء کی دلچسپی کو آپ کی ناخوشی اکثر بھگا دیتی ہے۔

مشاہدہ کا جزوِ اعظم۔ مقابلہ مشاہدے کا جزوِ اعظم ہے۔ خدا نے نہ صرف انسان بلکہ ہر جاندار اور بیجان شے کی اشکال مختلف بنائی ہے۔ زبردست مشاہدہ کرنے والے کھوئے ہوئے جانور کے پاؤں کے نشان سے اُس کا پتہ لگا لیتے ہیں اور کئی سال بعد بھی ہزاروں نشانوں میں پہچان لیتے ہیں۔ امیر خسرو نے ایک فارسی پہیلی میں بتایا ہے کہ گلاب کے پھول کے دوسری جانب پانچ سبز پنکھڑیاں ہوتی ہیں دو چکنی

کی شکل۔ دو چوہے کی اور پانچویں نصف مچھلی اور نصف چوہے کی۔ گلاب کا پھول ہر شخص نے دیکھا ہے مگر اس کی پشت پر سبز پنکھڑیوں کی طرف شاید ہی کسی نے خیال کیا ہو۔

مشاہدہ کا آسان طریقہ۔ مشاہدہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ چیز کو عرصہ تک آپ پیش نظر رکھیں اور وقتاً فوقتاً غور سے دیکھا کریں مشاہدے کے کھیل بھی ہیں جن کا ذکر یہاں باعث طوالت ہے۔ میں نے اپنی کتاب "سچا دیش بھگت" میں ان کو تحریر کیا ہے۔

ہر تعلیمی مضمون میں کسی خاص مشاہدہ کی مشق ہوتی رہتی ہے مثلاً زبان کی تعلیم میں الفاظ کے اثر کا مشاہدہ ہوتا ہے حساب میں اشیاء کے تعلقات کا۔ جغرافیہ میں حالات کا اور تاریخ میں واقعات کا۔ اسی طرح جیومیٹری میں ہر شکل کے خاکے اور حدود کا تناسب معلوم ہوتا ہے اور ڈرائنگ میں شکلوں کے تناسب کی تشریح کا مشاہدہ ہوتا ہے جو آنکھ کو نظر آتی ہے مگر دماغ کو معمولی طور پر محسوس نہیں ہوتی

نوٹ بک

کوئی دو کوڑی کو نہیں پوچھتا۔ نارمل پاس پنڈت جی نوٹ بک کی تیاری اور استعمال میں بہت غلطی کرتے ہیں اکثر مطالعہ کے وقت اشارہ میں سرخیاں خاکہ تختہ سیاہ اور طریقہ تعلیم کے کالم کھینچ کر ہر ایک کو بھرتے ہیں اور شروع اشارہ میں نام مضمون۔ نام جماعت۔ واقفیت سابقہ وغیرہ کا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں اس لئے

اگر درجہ کے پچیس ۲۵ لڑکوں میں ہر ایک کا سبق مختلف ہو تو پچیس اشارے چاہئیں اِس پر مدرس گھبرا کر سوچتے ہیں کہ "ہم تو پیسے پیسے مرے جاتے ہیں اور کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا۔ اجی اگر ایسی ہی محنت کرتے رہے تو دو ہی دن میں مر جائیں گے ہمیں کوئی سونے کے کڑے تھوڑے ہی پہنائے دیتا ہے جو جان دے دیں اس سے تو پرانا طریقہ ہی بہت اچھا ہے اُس میں آرام تو ملتا ہے اور کیا اُس طریقہ سے لڑکے پاس نہیں ہوتے جو مفت میں جان گنوائیں؟ لعنت بھیجو"

بعض اوقات جب اس زبردست لکھائی کے باعث غور کرنے کا موقع نہیں ملتا یا لڑکے سبق نہیں سمجھتے تو مدرس بددل ہو جاتے ہیں اور لکھائی ترک کرنے کی بجائے مطالعہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اُن کے خیال میں ایسے مطالعہ کی جس میں صرف چھوٹے نوٹ یادداشت کے طور پر لکھے گئے ہوں کچھ قدر نہیں۔ آپ کو چاہئے کہ مطالعہ کے وقت غور زیادہ کریں اور لکھیں بہت کم یعنی صرف وہی ضروری بات لکھیں جو پڑھاتے وقت دقّت پیدا کرے یا یاد نہ رہے۔

نوٹ بک میں تو لکھا ہی نہیں ہے ۔ ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ بعض اوقات پڑھاتے وقت معنی یا مثال وغیرہ ایسے اچھے خیال میں آجاتے ہیں کہ مطالعہ کے وقت نہیں آتے اس لئے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ "ہم نے نوٹ بک میں تو لکھا ہی نہیں ہے بتاویں کس طرح" بلکہ مثال یا معنی کو فوراً نوٹ بک میں درج بھی کر لینا چاہئے اور لڑکوں کو ضرور بتانا بھی چاہئے۔ مطالعہ تعلیم کی غرض سے کیا جاتا ہے تعلیم مطالعہ کے واسطے نہیں۔ جب وکیل یا لیکچرار بولنے کھڑے ہوتے ہیں تو اُن کے ذہن میں مضمون خود بخود پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح پڑھاتے وقت استاد کے دماغ میں بھی عمدہ مثالیں

اور تشریحات آنے لگتی ہیں۔ مطالعہ کرنا درحقیقت علمی گاڑی کو اڈنگنا ہے تاکہ وہ آسانی سے چلنے لگے اور چلانے والے مدرس اور کھینچنے والے طلباء کو دلچسپی پیدا ہو۔

سبق کی ابتدا اور انتہا

سبق کا تماشہ۔ برسات کا موسم اور صبح کا وقت ہے آسمان پر ابر چھایا ہوا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے چلئے کسی مدرسہ کی سیر کریں دیکھیں ہمارے نارمل پاس پنڈت جی سبق پڑھانے کو تیار ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس سبق کی تیاری ہے مگر ان کے پاس ایک مٹی کا کھلونا معلوم ہوتا ہے۔ اوہ! یہ آم کا میلا سا کھلونا ہے مگر یہ اس کو چھپائے کیوں ہیں؟ شاید ٹوٹنے کا ڈر ہے۔ نہیں نہیں ان کو سبق کی تمہید کا ڈر ہے کہ کہیں آم دیکھ لڑکوں کے قوائے عقلیہ کی ترقی نہ رک جائے مگر یہ تو مٹی کا آم ہے اور آج کل آم کی فصل ہے جب اصل پھل بآسانی مل سکتا ہے تو اس کے بجائے کھلونے کی کیا ضرورت ہے؟ بات یہ ہے کہ ان کا چھوٹا بچہ عرصے سے اس کھلونے سے کھیلتا ہے ان کے خیال میں اسی سے سبق کا کام چل سکتا ہے اس لئے اصل پھل تلاش کرنے کی محنت نہیں اٹھائی۔ آیئے درجہ میں ان کی بات چیت سنیں اور تعلیم کا طریقہ دیکھیں (مدرس ایک لڑکے سے) بتاؤ کھانے کے پھل کون کون ہیں؟ (لڑکا) انگور، ناشپاتی، سیب۔ (مدرس) تم کچھ نہیں جانتے (دوسرے لڑکے سے) تم اور پھلوں کے نام بتاؤ (پہلا لڑکا) پنڈت جی میں اور بتاتا ہوں۔ کھٹی امرود، نارنگی (مدرس غصہ ہوکر) ابے ہم کہہ چکے تو کچھ نہیں جانتا (دوسرے

لڑکے سے اسی غصہ کے لہجہ میں) ہاں بے تو بتا (دوسرا لڑکا گھبرائی ہوئی آواز میں)
کیلا۔ تربوز۔ خربوزہ (مدرس جھنجھلا کر) تو بھی کچھ نہیں جانتا۔ جب تم لوگ کچھ جانتے
ہی نہیں تو ہم تعلیم کیا دیں اچھا اور کوئی لڑکا بتاوے۔ (ایک ذہین لڑکا) پنڈت جی
فالسہ (مدرس) نہیں بے۔ کوئی اور لڑکا نام بتاوے (چوتھا لڑکا) آڑو (مدرس
غصہ سے قمچی اٹھا کر) تم سب نالائق ہو جب تم سے پھلوں کے نام ہی نہیں بتائے
جاتے تو ہم کیا تعلیم دیں؟ ہم ڈپٹی صاحب سے رپورٹ کرکے تم سب کو درجہ اتروا دیں گے
پہلے مدرس نے سالانہ امتحان کچھ ٹھیک نہیں لیا۔ اور نہ سب ڈپٹی صاحب نے
ٹھیک جانچ کی یہ بالکل واہیات بات ہے۔

پنڈت جی کی غلطی۔ مگر پنڈت جی اس قدر بگڑتے کیوں ہیں انہوں نے
پھلوں کے نام پوچھے تھے وہ لڑکوں نے بتادئے اس میں سابق مدرس اور سب
ڈپٹی صاحب کا کیا قصور ہے۔ اگر لڑکوں نے آم کا نام نہیں لیا تو وہ نالائق
کیوں ہوئے؟ ان کو کیا خبر تھی کہ پنڈت جی آم پر سبق دیں گے؟ بہتر تو یہ تھا
کہ لڑکوں کو آم دکھا کر پوچھتے کہ یہ کیا پھل ہے۔ لڑکے نام بتا دیتے بس تمہید ختم
ہوگئی۔ پرانے پنڈت جی زبان کے سبق میں بالکل تمہید نہیں دیتے اور پاس والے
لڑکے کے ہاتھ سے کتاب چھین کر پڑھانا شروع کر دیتے ہیں اس لئے ان کی اگر
کوئی تمہید ہے تو وہ لڑکے سے کتاب چھین لینا ہے۔ لیکن نئے پنڈت جی کی تمہید
بہت سی باتیں کرنا لڑکوں کو جھنجلا کر جھڑکارنا اور بار بار کہنا ہے کہ تم سے جب
یہ باتیں آتی ہی نہیں تو تم کیا پڑھو گے پہلے مدرس نے تمھاری تعلیم بالکل بے قاعدہ
دی تھی ہم ڈپٹی صاحب سے رپورٹ کرکے تمھارا درجہ اتروا دیں گے تمھاری بنیاد

درست ہونی چاہیے تب نارمل کے قاعدے سے تعلیم ہوسکتی ہے۔" مگر ہم کہتے ہیں کہ پہلے آپ اپنی تمہید تو مختصر کیجئے۔ سینکڑوں صفحوں کی کتاب کی تمہید ایک یا دو صفحہ سے زیادہ نہیں ہوتی اسی حساب سے آپ کے آدھ گھنٹے کے سبق کی تمہید ایک یا دو منٹ میں ختم ہو جانی چاہیئے۔ تمہید کل اور آج کے سبق کا باہم تعلق قائم کرنے کے لئے ہے خود کوئی قیمت نہیں رکھتی نارمل اسکول کے کمرہ کا پنکھا اور چھت جس میں وہ لگا ہوا ہے دو مختلف چیزیں ہیں پنکھا بھی بڑا ہے اور چھت بھی بہت بڑی ہے لیکن ان دونوں کو ربط دینے کے واسطے دو تین چھوٹے چھوٹے کڑے ہیں جن کی بدولت پنکھا ہوا دیتا ہے اور چھت سے جدا نہیں ہوتا یہ کڑے پنکھے کی تمہید ہیں جس طرح کڑے میں چند خوبیاں ہونی چاہئیں یعنی اول مضبوط ہو تاکہ پنکھے کے بوجھ کو برداشت کرسکے۔ دوم مڑا ہو تاکہ پنکھے کی رسی نکل نہ سکے۔ سوم چھت سے بخوبی کسا ہو تاکہ اس سے علٰحدہ ہوکر پنکھے کے ساتھ نیچے نہ آپڑے۔ چہارم صاف اور چکنا ہو کہ پنکھے کی رسی رگڑ کھا کر کٹ نہ جاوے۔ بالکل اسی طرح آپ کے سبق کی تمہید اول نہایت مختصر اور کارآمد ہونی چاہیئے تاکہ آپ کے سبق میں آسانی ہو۔ دوم دلچسپ ہونی چاہئے تاکہ لڑکوں کی توجہ قائم ہو جاوے۔ سوم موزوں ہو یعنی پچھلے سبق سے تعلق کو ظاہر کرتی ہو اور لڑکے سمجھ جاویں کہ کل اور آج کے سبق علٰحدہ علٰحدہ نہیں ہیں چہارم صاف اور آسان ہو تاکہ لڑکے شروع ہی میں پریشان نہ ہو جاویں اور ان کی عقل سبق کے سمجھنے میں قاصر نہ ہو۔ کہانی کے سبق کو بطور کہانی کے شروع میں بتا دینا بہت دلچسپی پیدا کرتا ہے۔ اگر آپ ریڈر کے کسی سبق کو خود پڑھیں اور اس کی تمہید پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر مختصر موزوں صاف اور دلچسپ ہے۔

ایک دلچسپ نقص۔ تمہید کے ضمن میں ایک دلچسپ نقص یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مدرس سبق شروع کرنے سے پہلے بعض اوقات لڑکوں سے نمبر کہلاتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ جب لڑکوں کے نام معلوم ہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے۔ لڑکا نمبر بھول سکتا ہے مگر اپنا نام نہیں بھول سکتا۔ علاوہ اس کے فرض کیجئے کہ درجہ الف میں دس لڑکے ہیں جو دس تک گنتی نہیں جانتے اس صورت میں نمبر کس طرح یاد رکھیں گے اس لئے نمبر کے بجائے لڑکوں کا اصلی نام زیادہ مناسب ہے۔

سبق کا نہایت ضروری حصہ۔ سبق کا نہایت ضروری حصہ اس کا انجام ہی عمدہ انجام کی خاطر ہی شروع سے آخر تک محنت کی جاتی ہے لیکن پنڈت جی کی لمبی چوڑی تمہید اور اس کے بعد فضول گپ شپ میں بہت سا وقت خراب ہو جاتا ہے اور سبق کے خاتمہ پر جلدی پڑتی ہے تو وہ اُس کو بغیر دُھرائے چھوڑ دیتے ہیں اس لئے سبق میں کامیابی نہیں ہوتی مگر ان کو اس ناکامیابی کی خبر نہیں ہوتی وہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہمارا سبق ٹھیک ہو گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے نہیں سمجھے تو سوچتے ہیں کہ "اس سے تو پرانا طریقہ ہی اچھا ہے جس میں محنت کم ہے اور لڑکے لکھ پڑھ جاتے ہیں"۔

اُستاد کا فرض۔ اس لئے آپ کا فرض ہے کہ پڑھاتے وقت جہاں تک ممکن ہو لڑکوں ہی سے کام لیں اور خود اسی وقت مدد کو تیار رہوں جب یقین ہو کہ لڑکے خود نہیں کر سکتے۔ آرام کرنا تو آپ خود پسند کرتے ہیں پھر فضول بک بک اور محنت کی کیا ضرورت ہے۔ نہایت مختصر الفاظ میں لڑکوں کو حکم دیتے رہئے اور ان ہی سے کام لیجئے امداد صرف اسی وقت دیجئے جب آپ کو معلوم ہو کہ ان کے

بغیر کام نہیں چل سکتا اس موقعہ ہی کو پہچاننا مشکل ہے۔

سرگرمی اور پختگی کا مطلب۔ لیکن اگر نئے ٹیچر سرگرمی اور پختگی کا مطلب
ٹھیک سمجھ گئے ہیں تو یہ مشکل بھی بے شک آسان ہو سکتی ہے عام طور پر ٹرینڈ مدرس
سرگرمی کے اظہار کی غرض سے بار بار بذات خود کام کرتے ہیں یا لڑکوں سے
باتیں بناتے رہتے ہیں اور جب آخر میں ٹھیک نتیجہ نہیں نکلتا تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم
تو محنت کرتے کرتے مرے جاتے ہیں اور یہ نالائق خاک نہیں سمجھتے اس سے تو پرانا
طریقہ ہی ٹھیک ہے کوئی ہمیں سونے کے کڑے تھوڑے ہی پہنائے دیتا ہے آپ
کی سرگرمی خود کام کرنے میں نہیں ہے بلکہ لڑکوں سے کام لینے اور ان کی دلچسپی
قائم رکھنے میں ہے آپ کے ہاتھ میں گھوڑوں کی طرح صرف لڑکوں کی باگ رہنی چاہئیے
لڑکوں کا گھوڑوں کی طرح تعلیمی سڑک پر دوڑنے کا کام ہے اور آپ کا ان کی
نگرانی کرنے اور دوڑانے کا۔ قابلیت اس میں ہے کہ پڑھانے سے پہلے آپ معلوم
کرلیں کہ لڑکے سبق کے متعلق اس قدر واقف ہیں اور اس قدر نہیں اور حکیم کی
طرح سبق کی نبض دیکھے یعنی مطالعہ کرتے وقت لڑکوں کی تمام دقتوں کا اندازہ
کرلیں ہم نے اس کے متعلق اپنے یورپین استاد کا قصہ اوپر بیان کر دیا ہے۔
سبق کو مقررہ وقت پر ختم کرنا اور طلبا کی دقتوں کو رفع کردینا پختگی کا ثبوت ہے۔

خیالات کا صندوق۔ سرگرمی اور پختگی کی دوسری پہچان طلبا میں تجسس
اور تلاش کی خواہش پیدا کرنا ہے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ قدرت نے بچہ میں تفتیش کا
مادہ پیدا کر دیا ہے اور ایک کام کو بار بار دہرانے میں جو دلچسپی دی ہے وہ ہر شے
کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے اور اگر بولنے کی قابلیت ہوئی تو سب سے پوچھتا رہتا ہے

اندر کیا ہے۔ اگر ماں نے کہا کہ اس کے اندر مٹی ہے تو اس کو شوق مزید پیدا ہو کر تصدیق
کی خواہش ہوتی ہے اور وہ بعض اوقات کھلونے کو توڑ کر دیکھنے لگتا ہے اسی
تجسس اور تفتیش کے باعث اکثر بچوں کے ہاتھ سے چیزیں خراب ہوتی ہیں وہ
ان کو دیکھ کر ڈاکٹروں کی طرح چیر پھاڑ میں لگ جاتے ہیں یہ تحقیق قدرتی امر ہے اور
اعلیٰ درجہ کے حیوان مثلاً بندر وغیرہ بھی ایک محدود حالت میں تجسس کی غرض سے
چیزوں کو چیرتے پھاڑتے ہیں۔ آپ کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ معمولی چیزوں میں کوئی
نئی بات نہیں ہے جس کو بتایا جائے۔ بچوں کے واسطے ہر بات نئی ہے تجسس دلچسپی
کا پیش خیمہ ہے اور دلچسپی تجسس کا اگر آپ دلچسپی پیدا کر سکیں گے تو طلباء میں تجسس
کی خواہش ضرور پیدا ہوگی اور اس خواہش سے دلچسپی بڑھے گی اور وہ خود بخود
کام کرنے لگیں گے۔ لیکن مدرس کے خود دوڑ دوڑ کر کام کرنے سے بچوں کو نہ تلاش
کی خواہش ہوتی ہے نہ تحقیقات کا شوق اس لئے مشاہدہ اور مقابلہ کا موقعہ
نہیں ملتا ان کا دماغ محض صندوق کا کام دیتا ہے جس میں پہلے ہی مختلف
خیالات بھرے ہوئے ہیں آپ کا بتایا ہوا مطلب ان خیالات میں کھو جاتا ہے
اور بچے کورے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو خود تلاش کا موقعہ دیجئے لیکن
یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ مشاہدہ کا موقعہ دیکر شوق بڑھائیں۔

دو قاعدے۔ ہر کام کی کامیابی اور اس کی بھلائی برائی کا اندازہ اس کے
انجام ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ سال بھر تک لڑکوں کو تعلیم دیں لیکن وہ
امتحان میں فیل ہو جاویں تو پڑھانا نہ پڑھانا برابر ہے یا ڈاکٹر کی نہایت کوشش
اور محنت پر بھی اگر کوئی مریض مر جائے تو اس کی تعریف نہیں ہو سکتی ہاں اگر

درمیان میں کوئی غلطی ہوگئی ہے لیکن انجام درست ہے تو غلطی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ گھوڑدوڑ میں انعام اسی سوار کو ملتا ہے جو انجام میں سب سے آگے ہو دوڑ کے شروع اور درمیان میں کیسی ہو اس کا کچھ ذکر نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کی تمہید اور متن عمدہ نہ ہو سکیں لیکن انجام اچھا ہو تو بھی سبق اچھا ہی سمجھا جائے گا۔ اس کے واسطے ایک آسان قاعدہ یہ ہے کہ سبق کی مشکل باتیں طلباء کو آخر میں بتلا دی جاویں دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کامیابی اسی سبق میں ہوتی ہے جس میں طلباء کی توجہ قائم رہے۔ توجہ اس بات پر ہوتی ہے جس میں کچھ دلچسپی ہو اور دلچسپی اس میں ہوتی ہے جس میں کوئی نئی بات معلوم ہو یا تیں جو اس ایک ساتھ کام کریں۔

دلچسپی کے مختلف ذریعے۔ بچوں اور بڑوں کی دلچسپی کے اصول جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ضرور ایک ہیں لیکن ذریعے بالکل مختلف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جو چیزیں ہمارے واسطے معمولی ہیں (مثلاً۔ چڑیاں۔ چوہے۔ پھول وغیرہ) وہ بچوں کے لئے نئی ہیں اور جو آوازیں ہمارے کانوں کو دلچسپ معلوم ہوتی ہیں (مثلاً تاشہ۔ بگل۔ باجہ وغیرہ) وہ بچوں کو تیز اور خوفناک۔ جس چیز میں تجربہ باوجود خوبصورتی خوف دلاتا ہے (مثلاً سانپ وغیرہ) اس میں بچے کو خوف نہیں ہے۔ دلچسپی خواہ کسی طرح پیدا ہو بچے کے لئے اسی قدر خوشی کا باعث ہے جس قدر ہمارے واسطے۔

کامیابی کے راز۔ میں نے انٹروڈکشن میں دلچسپی کے کئی طریقے بیان کرتے ہیں ان میں سب سے پہلے مدرس کی شفقت کا ذریعہ ہے لڑکے شروع میں مدرسہ اور سبق پڑھنا بہت دلچسپی سے پسند کرتے ہیں مگر چند روز بعد ان کو محض اس وجہ

سے نفرت ہوجاتی ہے کہ یہاں شفیق ماں کے بجائے محبت کرنیوالا کوئی نہیں ملتا۔ اور اگر آپ شفقت کریں تو وہ بہت جلد مانوس ہوجاتے ہیں۔ آپ کی تقلید تو وہ ہر صورت میں کرتے ہیں لیکن محبت کا اظہار ہونے پر وہ آپ کی بتائی ہوئی بات کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر آپ خود ہی بولتے نہ رہیں تو سوالات کرکے اطمینان کرلیتے ہیں کامیابی کا یہی راز ہے اور تعلیم کا یہی آسان طریقہ۔

پڑھنے کا سبق

مرہم کی خاطر زخم۔ سبق کی ابتدا اور انتہا میں جو تعلیمی نقص بیان کئے گئے ہیں وہ پڑھنے کے سبق پر بھی عائد ہیں اس لئے یہاں صرف چند امور پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ تختہ سیاہ پر کوئی سہل لفظ نہ لکھئے اگر سبق میں ایک بھی مشکل لفظ نہ ہو تو تختہ سیاہ پر کچھ نہ لکھئے۔ سہل لفظ کو مشکل بنا کر لکھ دینا درحقیقت مرہم کے لئے زخم پیدا کرنا ہے۔ نارمل پاس مدرس یہی غلطی زیادہ کرتے ہیں۔

خوش خوانی کا زبردست اثر۔ دوم۔ اصول خوش خوانی کو بہت احتیاط سے کام میں لائے خوش خوانی کے چند قواعد آپ نے نارمل اسکول یا ٹرننگ کلاس میں پڑھے ہیں لیکن اس کی اصلی ہدایات صرف زبانی بتانے پر معلوم ہوسکتی ہیں تحریر میں صرف اس قدر بتایا جاسکتا ہے کہ فلاں موقع پر آواز نیچی ہو اور فلاں پر اونچی۔ مگر کس موقع پر کس قدر اونچی یا نیچی آواز کیجائے یہ صرف استاد کے خود نمونہ دکھانے سے ہوسکتا ہے مجھکو افسوس ہے کہ ۹۹ فی صدی ٹرینڈ مدرس اصول

خوش خوانی کی قسمیں ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ خوش خوانی کا طریقہ زبردست ہے
جس کے ذریعہ کوئی فقرہ جیسے مثلاً "سبق پڑھ لیا" اس فقرے کے بعض ٹکڑوں کی
تبدیلی کے باعث قریب قریب جس معنی ہو سکتے ہیں یعنی (۱) آپ سوال کے طور
پر پوچھ سکتے ہیں کہ سبق پڑھ لیا کہ نہیں (۲) لڑکا جواب میں بھی کہہ سکتا ہے کہ سبق
پڑھ لیا (۳) دوسرا لڑکا اس معنی میں کہہ سکتا ہے کہ مجھکو ٹھیک یاد نہیں تو اور
پاس والے لڑکے سے یہی فقرہ کہہ کر اطمینان کرتا ہے کہ واقعی سبق پڑھ لیا گیا
(۴) لڑکا یہی فقرہ آپ سے گستاخانہ طور پر کہہ سکتا ہے کہ آپ یا تو بہرے
ہیں یا حافظہ میں فرق ہے یا آنکھوں سے کم نظر آتا ہے یا عقل میں فتور ہے
کہ بات نہیں سمجھتے۔ (۵) مودبانہ آپ کی غلطی بتا سکتا ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ
سبق نہیں پڑھا غلط ہے۔ اسی طرح فقرہ کے الفاظ پر علیحدہ علیحدہ زور دیکر ظاہر
کر سکتا ہے کہ (۶) ابھی آموختہ نہیں دہرایا ہے یا (۷) ابھی سبق نہیں لکھا ہے یا (۸)
آیندہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے یا (۹) روزانہ کام کا فلاں حصہ ختم ہو گیا
اور فلاں باقی ہے (۱۰) صرف یہی فقرہ کہہ کر لڑکا ظاہر کر سکتا ہے کہ میں گھر جاتا
ہوں (۱۱) وہ یہ بھی اعتراضاً کہہ سکتا ہے کہ میں گھر کیسے جاؤں ابھی کام تو کیا نہیں
(۱۲) آپ یہی فقرہ کہہ کر لڑکے کو گھر جانے سے روک سکتے ہیں (۱۳) لڑکا یہی
فقرہ کہہ کر اپنے ہم سبق کا مذاق [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(۲۰) استاد سزا دیکر بتا سکتا ہے کہ یہ سزا سبق نہ پڑھنے کی ہی اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں محض آواز کی تبدیلی سے صرف اس چھوٹے سے فقرہ سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ جو مدرس اصولِ خوش خوانی کو ٹھیک استعمال کرتے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔

استقلال اور ہمدردی۔ اس موقع پر ہم کو ہیڈ پنڈت جی سے ضرور ہمدردی ہے کہ مدرسہ کے تمام لڑکے ان کے پاس پڑھنے نہیں آتے اور ان کے نائب اکثر خود اصولِ خوش خوانی سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے نیچے درجوں کے لڑکے ٹھیک پڑھنا نہیں جانتے اگر اتفاقیہ پنڈت جی کا تبادلہ ہو گیا تو نئے مدرسہ کے لڑکے بھی اکثر ناواقف ملتے ہیں۔ لیکن خیال رکھنا چاہیے کہ بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالنے ہی میں اُستاد کی قابلیت ظاہر ہوتی ہی انگریزی مثال ہے کہ خراب کام کرنے والا اپنے اوزاروں کی شکایت کیا کرتا ہی۔ اس لیے لڑکوں کی نالائقی کی شکایت کرنا خود ملزم بننا ہے۔ نائب مدرسوں کے سامنے لڑکوں کو پڑھنے کا نمونہ دکھا کر اور خود باقاعدہ پڑھکر مشق کرائیے اور مدرسوں کو بھی شوق دلا کر ان کی غلطی محبت کے ساتھ رفع کیجیے غلطی درست کرتے وقت غصہ کا اظہار ہرگز نہ کیجیے نہ کسی کا مذاق اڑائیے نہ یہ کہیے کہ "جب تمہیں پڑھنا آتا ہی نہیں تو ہم کیا بتا دیں اور تم کام کیا خاک کروگے" غرض کہ استقلال کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیجیے مگر اس کے ساتھ ہی لڑکوں کو بلاناغہ خوش خوانی کی مشق کرائیے یہ دیکھ کر آپ کے نائبوں کو بھی شوق پیدا ہوگا اور تھوڑے عرصہ میں مدرسہ کی حالت درست ہو جائے گی۔ جلدبازی کی ضرورت نہیں ہے آہستہ آہستہ کل

حالت درست ہو سکتی ہے بشرطیکہ بلا ناغہ مشق کی جاوے۔

خوش خوانی کی پہچان اور خوبی۔ خوش خوانی کی پہچان یہ ہے کہ کسی لڑکے کے پڑھتے وقت اگر آپ آنکھ بند کرکے سنیں تو یہ نہ معلوم ہو کہ لڑکا باتیں کر رہا ہے یا کتاب پڑھ رہا ہے خوش خوانی میں خوبی یہ ہے کہ اس سے سبق کی بہت سی مشکلیں خود بخود آسان ہو جاتی ہیں اور استاد کے سمجھانے کی محنت بچ جاتی ہے۔

ہمارنی کی ڈرل۔ ہمارنی کا یہ طریقہ ہرگز مناسب نہیں کہ تمام درجہ ہر فقرہ کو ایک ساتھ پڑھے اس کے بجائے جس طرح ڈرل کے وقت لڑکے اپنا اپنا نمبر سلسلہ وار بولتے ہیں اسی طرح ہر لڑکا سلسلہ وار ایک ایک فقرہ خوش خوانی سے پڑھے اور شور نہ ہو اونچے درجوں کے واقف طلبا سے ہمارنی کی ضرورت نہیں۔

فقرہ کا مطلب۔ فقرہ کا مطلب ہر لڑکے کو کتاب بند کرکے بتانا چاہیئے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ مطلب بتانے کے بجائے لڑکا فقرہ دہرا دیتا ہے اور ٹرینڈ پنڈت جی اس کو صحیح مان لیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ لڑکے کو خود اپنے الفاظ میں مطلب بتانا چاہیئے اگر آپ کے خیال میں اصل فقرہ سے زیادہ سہل الفاظ میں مطلب ادا نہیں ہو سکتا تو لڑکا یقیناً فقرہ سمجھ گیا ہے اس سے صرف ایک یا دو سوال کرکے اطمینان کر لیجیئے۔ اگر کسی فقرہ کو درجے کے زیادہ لڑکے نہ سمجھے ہوں تو اس کا مطلب خود بتا دیجیئے اور مختصر طور پر تختہ سیاہ پر لکھ بھی دیجیے لیکن درجہ الف میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ آخر میں نتیجہ نکلوانا چاہیئے اونچے درجوں کے لڑکے فقرے کے بجائے کل پیراگراف (عبارت) کو سمجھ لیں۔

چھوٹی چھوٹی باتیں۔ تعلیم کے وقت چند چھوٹی چھوٹی باتوں کا لحاظ رکھ

ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ بعض ٹرینڈ مدرس درجہ الف کو ابجد وغیرہ کی تعلیم دیتے وقت تختہ سیاہ پر ایک ایک حرف بناتے اور مٹاتے جاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے تعلیم کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے لڑکے کے حافظہ پر بہت زیادہ بار پڑتا ہے اور دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ دوم یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی ایک لڑکے سے سبق پڑھوایا گیا تو باقی لڑکے بھی ساتھ ساتھ پڑھنے لگے یہ ٹھیک نہیں ہے ان کو خاموش ہو کر سننا چاہئے ٹھیک پڑھنے سے سبق کا مطلب خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے۔ تیسرے بعض طلباء کو سبق پڑھنے سے یاد نہیں ہوتا بلکہ سننے سے یاد ہو جاتا ہے مجھ کو اپنے بچپن کا قصہ یاد ہے کہ ایک ماسٹر صاحب میرے دو بڑے بھائیوں کو انگریزی پرائمر کے چار الفاظ یعنی "این۔ او۔ نو معنی نہیں ایس۔ او۔ سو معنی ایسا ایل۔ او۔ لو معنی دیکھو جی۔ او۔ گو معنی جاؤ" یاد کرا رہے تھے اور میں بیٹھا ہوا سنا کرتا تھا آخر میں جب ماسٹر صاحب نے ان الفاظ کے معنی دریافت کئے تو سوائے میرے کسی کو یاد نہ تھے اس پر ماسٹر صاحب نے بہت خوش ہو کر مجھ کو بھی پڑھانا شروع کیا اور اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ لکھ کر دی اب سبق سننے کے بجائے خود غور کرنا پڑا تو ذہانت کافور ہو گئی۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو سننے کا موقعہ دیجئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ بچے بڑے لڑکوں کی گالیاں بہت جلد یاد کر لیتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ سبق نہ یاد رکھ سکیں۔ چوتھے کتاب کی عمدہ نظمیں لڑکوں کو حفظ یاد کرا دینی چاہئیں کیونکہ اس سے ان کے اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہے اور اضافت کا استعمال، الفاظ کا صحیح تلفظ اور موقعہ پر آواز کا اونچا نیچا کرنا بھی آ جاتا ہے نظم پڑھنے اور لکھنے کی مختلف صورتیں۔ اونچے درجہ تک لڑکے نظم کو اس قدر

غلط پڑھتے ہیں کہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نظم ہے یا نثر چھوٹے کو کھینچ [illegible]

جو رو...ی وغیرہ کو کھینچ کر ضرورت سے زیادہ کھینچ کر پڑھتے ہیں [illegible]

مختصر کر گئے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ ان کو حرکات [illegible]

تعلق نہیں سمجھا جاتا نہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کے الفاظ [illegible]

اور لکھنے کی غلطی اور حروف [illegible]

پیش کی آواز دیتے ہیں [illegible]

میں شامل نہیں ہوتیں پڑھنے والے کو کھینچنا پڑتا ہے [illegible]

اسی طرح بعض حروف مثلاً نون غنہ وغیرہ کی آواز حروف علت کے [illegible]

ہیں بولتے وقت بطور حروفِ علت استعمال کئے جاتے ہیں اسی آواز کی کمی

بیشی کی وجہ سے بعض شعر کئی مختلف بحروں میں پڑھے جاتے ہیں اور نثر کی صورت

اختیار کر سکتے ہیں مثال کے طور پر یہ شعر لیجئے۔

ضعف سے پاؤں پہ سر آیا ہے آہ — ہو گئے نالوں سے ہم اپنے تباہ

اس کو پڑھنے کی پہلی صورت یہ ہے۔

(۱) ضعف سے پاؤں پہ سر آیا ہے آہ — ہو گئے نالوں میں ہم اپنے تباہ

دوسری صورت (بروزن فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلات)

(۲) ضعف سے پاؤاں پہ سر آیا ہے آہ — ہو گئے نالاں [illegible] اپن تباہ

تیسری صورت (بروزن فاعلاتن۔ مفاعلن فعلات)

(۳) ضعف میں پاؤں پہ سر آیا ہے آہ — ہو گئے نالوں میں ہم اپنے تباہ

(بروزن مستفعلن مستفعلن فعلات)

چوتھی صورت

(۴) ضعف سے پاؤں پہ سر آئے وہ آہ ہو گئے نالوں سے ہم اپنے تباہ

(بروزن فاعلاتن فعلاتن فعلات)

نثر کی موجودہ صورت

ضعف سے پاؤں پہ سر آیا ہے۔ آہ ہو گئے۔ نالوں سے ہم اپنے تباہ۔[1] اس سے ظاہر ہے کہ شعر میں "پہ" "ہے" اور دوسرے "سے" کے آخر حروف کی آواز گرا دینے سے پہلی صورت پیدا ہو جاتی ہے "پاؤں آیا ہے۔ نالوں"۔ اپنے کے آخر حروف اور "اپنے" کے الف کی آواز چھوٹی کرنے سے دوسری صورت اور دوبار "سے" پھر "پہ" اور "ہے" کے آخر حرف اور آیا اور اپنے کے ابتدائی حروف گرانے سے تیسری صورت ظاہر ہوتی ہے اور "پاؤں۔ پہ۔ آیا۔ ہے۔ نالوں سے" اور "اپنے" کے آخر حروف گرانے سے چوتھی صورت بن جاتی ہے لیکن اگر کسی حرف کی آواز چھوٹی نہ کیجائے تو نثر کا طرز پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حروف علت یا اضافت کی آواز میں کمی و بیشی کرنے سے کبھی شعر غلط یا صحیح ہو جاتا ہے آپ کو چاہیئے کہ یہ طلبا کو بخوبی سمجھا دیں اور مذکورہ بالا طریقہ کو اوّل خود بغور سمجھ کر لفظ کی آواز بولنے اور لکھنے کی شکل میں فرق بتا دیں ہندی میں چونکہ حرکات ماتراؤں کی صورت میں حروف کا جزو بن جاتی ہیں اس لئے اس کے دوہے اور چوپائی کو صحیح پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی لیکن ایک ہی ماترا کی کم یا زیادہ لمبی آواز ہونے سے کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے جو مذکورہ بالا طریقہ سے رفع ہو سکتی

---

[1] لیکن اگر اس شعر کی نثر بنانی ہے تو یہ ہوگی۔ ضعف سے پاؤں پہ سر آیا ہے۔ آہ ہم اپنے نالوں سے تباہ ہو گئے ہیں

ہے۔ اس تحریر کو غور سے پڑھ کر بخوبی سمجھ لینا چاہیئے۔

نظم اور نثر کے معنی اور قواعد۔ اونچے درجوں میں لڑکے معنی بتاتے وقت نظم کی صرف نثر کر دیتے ہیں یا ایک لفظ کی جگہ صرف دوسرا لفظ لکھ دیتے ہیں اور وہ بھی بعض اوقات اصل سے زیادہ مشکل یہ ٹھیک نہیں ہے جس طرح ہندی میں نظم کی نثر اور معنی میں فرق بتایا جاتا ہے اسی طرح اردو میں بتانا چاہیئے اور قواعد کی تعلیم عملی طور پر دینی چاہیئے بعض مدرس طلبا کی ذہانت پر غور نہیں کرتے اور اپنے نوٹ لکھا دیتے ہیں یا کنجی کا حوالہ دیدیتے ہیں اور لڑکے کنجی یا نوٹ سے معنی حفظ یا دکر لیتے ہیں لیکن چونکہ ان کا استعمال نہیں جانتے اس لئے سب لڑکے فقرات کے معنی بالکل ایک ہی الفاظ میں بتاتے ہیں بلکہ اگر کتاب میں چھاپے کی غلطی ہو گئی ہے تو اس کو بھی غلط ہی رٹ لیتے ہیں آپ کو چاہیئے کہ معنی یا نوٹ لکھواتے وقت اس امر کا پورا اطمینان کر لیں کہ لڑکے ان کو خوب سمجھ گئے ہیں اور کاتب کی غلطی کو خود درست کر سکتے ہیں۔

زبان دیگر کی مٹی پلید۔ پڑھنے اور لکھنے میں زبان دیگر کی بہت مٹی پلید کیجاتی ہے اور مڈل کلاس تک لڑکے ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ اصلی زبان میں درجہ دوم میں بھی نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ پنڈت جی خود زبان دیگر سے بخوبی واقف نہیں ہوتے اور اس کی تعلیم میں کافی دلچسپی نہیں لیتے آپ کو چاہیئے کہ زبان دیگر کی غیر درسی کتابیں خود پڑھ کر اور اخبارات دیکھ کر قابلیت بڑھا دیں اس وقت معلوم ہو گا کہ اس کی تعلیم بھی ایسی ہی دلچسپ ہے جس قدر زبان اول کی لڑکوں کو غیر درسی کتابیں پڑھنے کا شوق بھی دلا‌ؤ۔

چاہئے۔ اس سے ان کی انشاء پردازی درست ہوگی۔ علم وسیع ہوگا۔ قابلیت میں ترقی ہوگی۔ اور آپ کی محنت بچے گی بلکہ بہت سی باتیں جو آپ کو بتانی چاہئیں لڑکے خود سمجھ جائیں گے۔ محکمہ تعلیم نے مشترکہ زبان ہندی و اردو (ہندوستانی) کی ریڈر نصاب مڈل کلاس میں شامل کردی ہیں امید ہے اس سے آپ کو تعلیم میں آسانی ہوگی۔

لڑکوں میں قابل تقلید خوبی۔ لڑکوں میں ایک خاص قابلِ تقلید خوبی یہ ہوتی ہے کہ ان کے جواب نہایت مختصر ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سوالات بلکہ عام تعلیم میں آپ کو بھی اختصار کی ضرورت ہے۔ آپ لڑکوں کی تقلید کیجئے اور ان سے خود مختصر سوالات کرنا سیکھ کر تعلیم دیجئے۔

لکھنے کا کام اور تعلیم

سبق کی روح۔ لکھنے کے سبق کی روح درحقیقت تختہ سیاہ (یا گوارڈ) ہے جس کی بابت اوپر لکھا جا چکا یہاں چند ضروری امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

لکھنے میں لڑکوں کے واسطے ۱ املا۔ ۲ خوشخطی۔ ۳ خط نویسی۔ ۴ مضمون نویسی۔ ۵ سوالات کا حل اور ۶ امتحان میں جوابات کی تحریر شامل ہیں اور مدرس کے واسطے ۱ تختہ سیاہ پر معنی و مطلب کی تحریر ۲ سوال کا حل ۳ خوشخطی کا نمونہ۔ ۴ املا کے مشکل الفاظ تحریر کرنا داخل ہیں اس میں مدرسوں کو جو دقتیں پیش آتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں

پنڈت جی کی دقتوں کا پہلا سلسلہ۔ املا کی دقتیں

(۱) بعض لڑکے لکھتے لکھتے قطار کے دائیں یا بائیں جانب ہٹ جاتے ہیں اور پچھلا لڑکا اگلے کی تحریر دیکھ کر نقل کر لیتا ہے۔

(۲) لڑکے لکھتے وقت قلم کو جھٹکتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی فرش پر دوات گرا دیتے ہیں۔

(۳) اگر درجہ میں زیادہ لڑکے ہیں تو مدرس کو کل تختیاں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس دقت کو رفع کرنے کے واسطے تختی بدلوائی جاتی ہیں۔ لیکن

(۴) تختیاں بدلنے پر لڑکے اس تختی پر جو ان کے پاس پہنچی ہے کافی توجہ نہیں کرتے بلکہ خاص اپنی تختی کی جو کسی دوسرے لڑکے کے ہاتھ میں ہے فکر میں رہتے ہیں اور اس کو اچک کر دیکھنے لگتے ہیں۔

(۵) بعض غلطیاں لڑکوں کے نشان لگانے سے رہ جاتی ہیں۔

(۶) تختی واپس ہونے پر لڑکے شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں کوئی کہتا ہے "پنڈت جی دیکھو جانئے میری چار گلتی لے لئی ایں" کوئی شکایت کرتا ہے کہ "پنڈت جی دیکھو جانئے میری پٹی پے پانچ گلتی کی سات بنائے دئی ایں" کوئی لڑکے ہی سے کہتا ہے کہ "بتا تو تے نے میری جے گلتی کیسے لے لئی؟" اس بحث میں وقت فضول خراب ہوتا ہے۔

(۷) سرسری طور پر تختیاں دیکھنے پر ایماندار مدرس کو اطمینان نہیں ہوتا کہ

لہ اس نے میری چار غلطی نکالی ہیں لہ اس نے میری تختی پر پانچ غلطی کی سات بنا دی ہیں

لہ بتا تو نے میری یہ غلطی کیسے نکالی؟

کوئی غلطی جانچنے سے باقی نہیں رہی۔

(۸) تختہ سیاہ پر تمام عبارت لکھنے پر مقررہ وقت میں کام ختم نہیں ہوتا اور صرف مشکل الفاظ لکھنے پر بعض غلطیاں درست نہیں ہونے پاتیں کیونکہ لڑکے بعض سہل الفاظ بھی غلط لکھ دیتے ہیں۔

(۹) اردو داں مدرس ہندی میں اور ہندی داں اردو میں خوش خط نہیں لکھ سکتے اس لئے تختہ سیاہ پر خوشخط تحریر کا نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۰) کوئی لڑکا دو غلطی کرتا ہے اور کوئی دس اس لئے خوشخط لکھنے پر بعض طلباء کام جلد ختم کر دیتے ہیں اور باتیں کرنے لگتے ہیں جس سے باقی لڑکوں کا ہرج ہوتا ہے۔

(۱۱) غلطیوں کی مشق کرنے میں بعض لڑکے الفاظ کے ہجے درست نہیں لکھتے

(۱۲) مدرس کو آرام کا موقع بہت کم ملتا ہے۔

ان کے علاوہ ٹرینڈ پنڈت جی دو تین دقتیں خود پیدا کر لیتے ہیں یعنی

(۱) کبھی املا کی ضرورت اور فوائد پر بحث شروع کر دیتے ہیں جس کو لڑکے بالکل نہیں سمجھتے اور وقت فضول ضائع ہوتا ہے۔

(۲) کبھی غلطیوں کی مشق کے وقت لڑکوں پر تقاضا کرتے ہیں کہ "جلد لکھو" یا کوئی اور بات کرنے لگتے ہیں جس سے اُن کا خیال قائم نہیں رہتا اور نہ صرف خوشخطی خراب ہو جاتی ہے بلکہ مشق بھی صحیح نہیں ہوتی۔

(۳) آخر میں طلبا کو نمبر دیتے ہیں جس کی ضرورت نہیں۔

مدرس کا پہلا فرض۔ ان دقتوں کو رفع کرنے کے واسطے آپ سب سے

پہلے لڑکوں کو فرش ٹاٹ پر جو عموماً گز بھر یا سوا گز چوڑا اور ۸ یا ۱۰ گز لمبا ہوتا ہے اس طرح بٹھائیے کہ سب کا منہ ٹاٹ کی لمبائی کی طرف ہو بستے بائیں جانب رہیں اور دوات زمین پر دائیں جانب۔ دوات کا زمین پر ٹاٹ پٹی کے قریب ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس سے طلبا کو ٹھیک سیدھی قطار میں بیٹھنا آجاوے گا۔ بعض طلبا ٹیڑھے سیدھے بیٹھ جاتے ہیں اور دوات کو اٹھا کر فرش پر رکھ لیتے ہیں ان کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ خود ہٹ کر دوات کے قریب آجاویں لیکن اس کو نہ اٹھاویں اگر فرش ٹاٹ تمام کمرے میں بچھا ہو تو دواتوں کو ٹھیک سیدھی قطار میں رکھا ہوا دیکھ لیجئے اور لڑکوں کو اس طرح سیدھی قطار میں آگے پیچھے بٹھائیے کہ دوات ان کے دائیں جانب ہو اور بستے بائیں طرف۔

املا و اصلاح۔ جب لڑکے اس طرح بیٹھ جائیں تو آپ نارمل کے قاعدے سے املا بولنا شروع کیجئے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر فقرہ صرف ایک بار بولا جائے املا بولنے کے بعد تختیاں اس طرح بدلوائیے کہ دوبارہ بیٹھنے پر ہر لڑکے کی تختی اس کے پشت کی جانب پہنچے اور آخر لڑکے کی تختی پہلے لڑکے کے پاس آجاوے۔ اس کے واسطے اگر آپ لڑکوں کے دائیں طرف کھڑے ہیں تو تختیاں ان کے دائیں جانب لوٹائیے اور اگر بائیں جانب ہیں تو بائیں طرف یعنی لڑکوں کے جس ہاتھ کی طرف آپ کھڑے ہیں اسی جانب تختیاں پہنچنی چاہئیں اس صورت میں اُن کو اُچک کر دیکھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ پھر اصلاح کے وقت حکم دیجئے کہ لڑکے پڑھنے کی کتاب کا وہی صفحہ کھول لیں جس میں املا کی عبارت ہے اس وقت ہر لڑکے کے دائیں جانب دوات بائیں جانب کھلی ہوئی کتاب ہاتھ میں قلم اور زانو پر کسی دوسرے لڑکے کی بدلی ہوئی

تختی بغرض اصلاح موجود ہے ان کو بتا دیجئے کہ املا کی عبارت فلاں سطر سے شروع ہوتی ہے اس کے بعد جس طرح آپ نے پیشتر ایک ایک فقرہ بولا تھا بالکل اسی طرح اور اسی قدر آہستہ آہستہ دوبارہ بولیے تاکہ لڑکے تختی کی عبارت کو کتاب سے مقابلہ کر کے غلط لفظ پر ضرب کا نشان لگا دیں اور آخر میں غلطیوں کی میزان دیدیں باقی کام نارمل کے معمولی قاعدہ کے مطابق کیجئے۔ غلطی کی مشق طلبا اس وقت کریں جب وہ خوش خطی لکھتے ہوں اس کے لئے وہ بہ شرط ضرورت غلطیوں کو علیحدہ کاغذ پر صحیح لکھ کر رکھ سکتے ہیں۔ جن لڑکوں کی غلطیاں زیادہ ہوں وہ کاپی سلپ کی خوش خطی کی کم مشق کریں اور جن کی کم ہوں وہ زیادہ۔ مطلب یہ ہے کہ کاپی سلپ اور غلطیوں کی خوش خطی ملا کر سب طلبا کے پاس برابر کام ہونا چاہیئے غلطیوں کی صحیح مشق کرتے وقت املا کی کتاب سامنے رکھنی چاہیئے اور اس کے چھپے ہوئے الفاظ کی روش دیکھ کر ہو بہو خوش خط نقل کرنا چاہیئے[1] جب دوسری بار املا کا گھنٹہ آوے تو لڑکے آپ کے روبرو پچھلی مشق پیش کریں اور آپ اس کے بموجب نمبر دیکر انھیں باقاعدہ بٹھا دیں اور کام شروع کریں طلبا کی پچھلی غلطی دیکھ کر نمبر دینا ہی اس دن کی تمہید ہے۔

املا میں احتیاط۔ املا میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے (۱) جو تلفظ معمولی بول چال میں ہوتا ہے وہی املا لکھاتے وقت بھی ہونا چاہیئے میں نے دیکھا ہے کہ بعض مدرس کوا कौआ کو گوّا कव्वा بولتے ہیں اور ہوئے کو ہُوئے

---

[1] اگر املا ہفتہ میں کئی بار لکھا جاتا ہو اور خوش خطی کم تو غلطیوں کی مشق املا کے بعد ہی ہونی چاہیے جن لڑکوں کی غلطیاں کم ہوں وہ کتاب کے چھپے ہوئے الفاظ کی روش دیکھ کر املا کی خوش خط نقل کریں۔

[illegible] یہ ٹھیک نہیں ہے اس سے طلبا کو صحیح تلفظ کے بموجب لکھنا نہیں آتا (۲) املا بولتے وقت لڑکوں کو آپس میں بولنے یا مدرس سے دریافت کرنے کی بالکل اجازت نہ دی جائے۔

لیکن ان کی آسانی کے واسطے (۱) چھوٹے چھوٹے جملے بولئے (۲) ان کی تختی کی طرف ہرگز نہ دیکھئے (۳) اگر کوئی لفظ مشکل ہے تو اس کو احتیاطاً دوبارہ کہدیجئے بشرطیکہ وقت کافی ہو (۴) اردو طلبا کو دایاں زانو اٹھا کر اس پر تختی رکھنا چاہیئے اور ہندی میں بایاں زانو اٹھا کر اور دایاں جھکا کر لکھنا چاہیئے (۵) اونچے درجات میں اگر کسی دوسری کتاب سے املا بولی جائے تو مدرس کو تختہ سیاہ پر مشکل الفاظ خود لکھنے چاہئیں (۶) ابتدا ہی سے اس امر کی نگرانی کرنی چاہیے کہ طلبا کا لکھنا باقاعدہ ہو اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکے اردو میں دندانوں کی پروا نہیں کرتے اور ح اور ص کو دوسرے حروف سے ملا کر لکھنا صحیح نہیں جانتے مشق ہو جانے پر شوشوں اور دندانوں کی بھی غلطی لی جائے جب لڑکے کتاب کے حروف اور دندانے وغیرہ کا تختی سے مقابلہ کریں گے تو ان کو خواہ مخواہ باقاعدہ لکھنا آجائے گا (۷) عموماً لڑکے باریک قلم سے لکھنے کے شوقین ہوتے ہیں اور چھوٹے حروف لکھنا بہت پسند کرتے ہیں مدرس کو اس امر کی خاص نگرانی کرنی چاہیے کہ لڑکے مقررہ پیمانے سے جس کا ذکر مطالعہ کے ضمن میں کیا گیا زیادہ باریک قلم استعمال نہ کریں (۸) املا میں خوشخطی کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے اور الفاظ کی رسم کی درستی بھی نہایت ضروری ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

زبان دیگر کا املا۔ اونچے درجات کے لڑکے زبان کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ سخت

غلطیاں کرتے ہیں اور اُردو طلبا ہندی الفاظ کی شکل بدل دیتے ہیں مثلاً

बाह्मण کو बिरहमन یا स्वभाव کو सभाव وغیرہ اور بعض

اوقات دیہاتی صورت میں تبدیل کر دیتے ہیں مثلاً سکوڑنا کو سُکیڑنا وغیرہ اردو طلبا

ہندی زبان ماترا اور ہندی طلبا س ص۔ ت ط۔ ق ک۔ ذ ز۔ ض ظ وغیرہ

کے استعمال میں بہت غلطیاں کرتے ہیں اور جغرافیہ کی اصطلاح اور تاریخ کے ناموں

کا املا اکثر غلط ہوتا ہے۔

پنڈت جی کی دقتوں کا دوسرا سلسلہ:۔ خوشخطی کی دقتیں

خوشخطی میں صبر کی نہایت ضرورت ہے اور اس کی خرابی کے کئی وجوہ ہیں۔

(۱) اس میں کام بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے اور وقت گزرتا ہوا زیادہ نظر آتا ہے چونکہ مدرس باقی۔ مضامین میں اپنی کارگزاری کی جانچ کام کی مقدار سے کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی وہی معیار قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکوں کو اسی وجہ سے جلدی پڑ جاتی ہے اور خوشخطی قائم نہیں رہتی (۲) خوشخطی کو ہاتھ روک کر لکھنا پڑتا ہے جس کی طلبا کو عادت نہیں اس وجہ سے اُن کی انگلیاں جلد دُکھنے لگتی ہیں اور حروف کی کشش پر قابو نہیں رہتا (۳) ایک اور بھی وجہ ہے جس کا پتہ نہ مدرس کو ہوتا ہے نہ لڑکوں کو وہ یہ کہ بعض اوقات ڈرل ختم کرنے کے بعد ہی خوشخطی شروع کرا دی جاتی ہے یا زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ لڑکے کتاب اور بستہ لئے ہوئے گھر سے آئے اور مدرسہ پہنچتے ہی خوشخطی لکھنا شروع کر دیا۔ خیال رکھیے کہ ورزش کرنے۔ کھیلنے یا چلنے کے بعد جسم کے اعضا میں کچھ دیر تک حرکت ہوتی رہتی ہے

لہ اس کے متعلق ایک بار رجسٹرار صاحب ورنا کیولر فائنل ایگزامینیشن نے بھی اپنی رپورٹ میں شکایت کی تھی۔

اور جو عضو ہمیشہ جنبش کرتا رہتا ہے اُس کی حرکت بڑھ جاتی ہے چنانچہ دل زور سے
دھڑکنے لگتا ہے اور چلتے وقت جس قدر پسینہ آیا تھا بیٹھنے پر اُس سے زیادہ آتا ہے
بلکہ کچھ عرصہ تک جسم کا ہر حصہ کانپتا رہتا ہے گو آپ کو اُس کی خبر نہیں ہوتی اس وقت
انگلیوں سے خوشخطی کا کام لینا مناسب نہیں۔ (۴) ایک وقت یہ بھی ہے کہ نگرانی
کرتے وقت مدرس طلبا کی کاپیوں کی طرف تو کبھی کبھی دیکھ لیتے ہیں لیکن اُن کی
آنکھوں کی جانب نہیں دیکھتے کہ نمونہ کی طرف بار بار گھوم کر کام کر رہی ہیں۔

خوشخطی کی پہچان - لکھنا جس قدر نوک پلک سے درست اور باقاعدہ ہے
اُسی قدر خوشخط سمجھا جاتا ہے خوشخطی کی سب سے موٹی پہچان رونق ہے جو صرف
مشق اور حروف کے دندانوں اور شوشوں کا ٹھیک خیال کرنے سے حاصل
ہو سکتی ہے۔ لڑکے حروف ملانے میں بہت غلطی کرتے ہیں اس کے لئے حسب ذیل
ہدایات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) حرف (ر) کے شروع میں اگر کوئی دوسرا حرف ملایا جاتا ہے تو اس
کے دو دندانے یا شوشے پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتے بلکہ (ر) ایک دندانہ
جذب کر کے خود لمبا ہو جاتا ہے مثلاً بر۔ ببر۔ بتیر۔ یہاں دوسرا لفظ پہلے کی طرح
ایک ہی دندانہ والا معلوم ہوتا ہے مگر دندانہ زیادہ موٹا ہے اور حرف (ر)
زیادہ لمبا۔ بعض لڑکے ببر کو اس طرح لکھتے ہیں ببر۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ غرضیکہ
(ر) پر ایک شوشہ لگا دینے سے اُس کی صورت میں تبدیلی کا اثر نہایت کم ہوتا
ہے لیکن دوسرا دندانہ لگاتے ہی وہ خود لمبا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ الفاظ ذیل ملاحظہ
کیجئے۔ جر۔ جبر۔ جبتر۔ عر۔ عبر۔ عبتر۔ جو ہدایات (ر) کے واسطے ہیں وہی (ز)۔

ز۔ ش) کے لئے بھی سمجھنی چاہئیں۔

(۲) (ص) کے سر میں ایک دندانہ بھی شامل ہے لیکن (ج۔ ع۔ ق) وغیرہ میں نہیں یعنی (ص) کے سر کی صورت یہ ہے (ص) نہ کہ یہ (ص) مگر (ج۔ ع۔ ق) کے سروں کی یہ صورتیں ہیں (جـ۔ عـ۔ قـ) اس لئے اگر (ص) کے بعد کوئی حرف ملایا جاوے تو دندانہ ظاہر ہوگا۔ مگر ج۔ ع۔ ق وغیرہ کے ساتھ نہیں مثلاً جل۔ صل۔ قل۔ عد۔ صد۔ اِس حالت میں اگر (ص) کے ساتھ تیسرا حرف ملایا جائے تو دو دندانے ظاہر ہوں گے مگر ج، وغیرہ کے ساتھ نہیں مثلاً صبح۔ صندل وغیرہ (ص) کے ساتھ اگر (ر) کو ملایا جاوے تو پہلی ہدایت کے بموجب وہ (ص) کے دندانے کو جذب کرکے لمبا ہو جاوے گا۔ مثلاً صر۔ صبر۔ بعض لڑکے ان الفاظ کو ایک دندانہ بڑھا کر یا گھٹا کر لکھ دیتے ہیں مثلاً صُبح۔ ضدل صبر یہ درست نہیں ہے۔ جو حالت (ص) کی ہے وہی (ض) کی سمجھنی چاہیئے اسی طرح (ج) کے مطابق (چ۔ ح۔ خ) کو (ع) کے مطابق (غ) کو اور (ق) کے مطابق (ف) کو سمجھنا چاہیئے۔

(۳) اگر کسی لفظ کے شروع میں (ہ) ہو تو اُس میں بھی ایک دندانہ زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے اس کی حالت بعینہٖ (ص) کے مطابق ہوتی ہے لیکن لڑکے عموماً اس کا ایک دندانہ کم یا زیادہ کر دیتے ہیں مثلاً ہن۔ ہنس۔ ہندوستان۔ ہر۔ ہنر لڑکے ان الفاظ کو یوں لکھتے ہیں۔ ہن۔ ہنس۔ ہندوستان۔ ہر۔ ہنر یہ سب غلط ہیں ان کل نقائص کو بغور سمجھ لینا چاہیئے۔

کرسی اور نوک پلک۔ دندانوں اور نوک پلک کی درستی کے ساتھ الفاظ کی کرسی بھی درست ہونا ضروری ہے مطالعہ کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے کہ اردو عبارت

کم از کم تین سطر کے درمیان ہونی چاہئے۔ ان لکیروں کو صحیح کھینچنا نہایت ضروری ہے دائرہ کے حروف کا سر پہلی سطر پر اور پانو تیسری پر ہونا چاہئے اور ب ف د ر و ہ ع ے اور ان کے ہم جنس حروف دوسری سطر پر لکھنے چاہئیں الف پہلی سطر سے شروع ہوگا پورا حرف لکھنے پر کاف کا دلّا اور شین اور ل م کے سر پہلی سطر کے باہر رہیں گے لیکن دائرہ کے حروف مثلاً ج۔ ع وغیرہ دوسری سطر سے شروع ہوں گے اور ان کے دائرے تیسری سطر کے نیچے تک جاویں گے۔

خوشخطی سیکھنے کا نہایت آسان طریقہ۔ اس کو بہ آسانی سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے درجہ کی اردو ریڈر یا کسی دوسری مطبوعہ کتاب کی کوئی ایسی سطر انتخاب کیجئے جس میں بڑے بڑے حروف مثلاً ب یا ف وغیرہ اور دائرے کے حروف مثلاً س ص اور ق وغیرہ ہوں پھر پیمانہ لیکر تین سطر اس طرح کھینچئے کہ درمیانی سطر ب وغیرہ پر ہو اور اوپر اور نیچے کی سطروں کے درمیان سیدھے دائرے آجائیں ان تین سطروں کے کھینچتے ہی حروف کی کرسی معلوم ہو جاوے گی۔ دو چار مطبوعہ سطروں پر اس طرح پنسل سے لکیریں کرکے دیکھ لینے پر کوئی دقت باقی نہ رہے گی۔ اگر آپ اپنے مدرسہ کی چھپی ہوئی کاپی سلیپ اردو لیکر اس کی سطروں پر غور کریں تو بہ آسانی حروف کی نشست معلوم ہوسکتی ہے۔

ہندی میں خاص آسانی اور اردو میں پیمانہ۔ ہندی کی خوشخطی میں واضعین نے نہایت آسانی رکھی ہے یعنی تصویر کا چوکھٹا بنا کر اس کو حرف کا جزو کردیا ہے۔ ہر حرف کے اوپر ایک پڑی لکیر ہے۔ اور داہنی یا بائیں جانب یا درمیان کھڑی۔ یہ دونوں لکیریں چوکھٹے اور حرف کی جسامت کا اندازہ کردیتی ہیں اور ہندی

کو بہ آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ حرف کی لمبائی اور چوڑائی اس قدر ہونی چاہیئے۔ چند حروف مثلاً (ड . उ) وغیرہ میں کھڑی سطر نہیں ہوتی۔ اور ہندی اس کا غلام نہیں ہو سکتا۔ بخلاف اس کے (ग . म . [illegible] . [illegible]) وغیرہ میں چھوٹی بڑی کئی سطر کھڑی ہیں اور کئی پڑی۔ اردو میں حروف کا اندازہ قط اور نقطوں سے ہوتا ہے مثلاً الف کی لمبائی تین نقطوں کے برابر۔ ب۔ ق۔ گ کی پانچ یا گیارہ نقطوں کی برابر اور دائرے کی گولائی تین قط کے برابر ہوتی ہے۔ ل میں الف کی لمبائی اور دائرہ کی گولائی شامل ہے۔ اور اگر اس کو الٹ دیا جائے تو شروع کا نصف حصہ یا سر کا میم معلوم ہوگا۔ (یعنی دم) ش کا سر کاف کے مرکز کے ہم شکل ہونا چاہیئے ی کا سر اور اس کا دائرہ کا نصف حصہ یکساں ہونا چاہیئے۔ اور اگر دائرہ کا آخر حصہ شروع میں بھی بڑھا دیا جاوے تو الٹی ہوئی ی بن جاوے گی۔ (یعنی (ی)۔ اس کا مفصل حال خوشخطی کی کتابوں میں دیکھیئے۔

حروف کی تصویریں۔ اردو ہندی اور انگریزی کے حروف درحقیقت مختلف تصویروں کے شکل ہیں۔ مسٹر میکس مولر نے انگریزی ایچ (H) کو مستطیل چھلنی کی صورت بتایا ہے اور (ایس) S کو اژدہے کی[1]۔ میرے خیال میں فارسی میں الف و ب کی صورتیں بھی کشتی اور اس کی پتوار سے ملتی ہیں[2]۔ ہندی یا

---

[1] یونیورسٹی ایکس ٹینشن لیکچرز۔ [2] ایک مصنف نے الف کو سانپ سے تشبیہ دی ہے جس کا سر عربی کے حرف میں نظر آتا ہے ب کو ایک مکان کی چار دیواری تحریر کیا ہے جس کی صرف ایک دیوار رہ گئی ہے اور نقطہ بطور دربان کے ہے ج کو ایک اونٹ کی شکل بتایا ہے جس پر آدمی سوار ہے ع کو آنکھ اور د کو آنکڑہ تحریر کیا ہے۔ (دیکھیے ایجوکیشنل گزٹ بابت نومبر ۱۹۲۹ء)

پہلی صورت (अ) نکلتے ہوئے سورج کی تصویر ہے۔ دوسری (इ) چمکتی ہوئی بجلی کی اور تیسری (उ) اُٹھتے ہوئے بادل کی۔ تاریخ داں ان شکلوں کے وجوہ سے بخوبی واقف ہیں۔ کیونکہ آریہ لوگ ابتدا میں انہیں کی پرستش کرتے تھے۔

خوشخطی اور پابندی۔ خوشخطی میں امورِ ذیل کی پابندی کرنا چاہیے۔

(۱) لڑکوں کو بالکل خاموش رکھیے۔ نہ ان سے خود فضول باتیں کیجیے نہ آپس میں بک بک کرنے دیجیے۔ بک بک کا اثر خوشخطی پر اچھا نہیں ہوتا ہے۔

(۲) اس امر کی نگرانی کیجیے کہ ہر لڑکے کی نگاہ برابر نمونہ کی طرف بار بار جاتی رہے۔ اُس کا فرض ہے کہ لکھتے وقت اصل سے مقابلہ کرتا رہے۔ بعض لڑکے پہلی سطر لکھتے وقت اصلی نمونہ دیکھتے ہیں لیکن دوسری سطر لکھنے پر خود اپنی سطر کو نمونہ سمجھ لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دوسری سطر پہلی سے زیادہ خراب ہو جاتی ہے اس وقت کو رفع کرنے کے دو طریقے ہیں یعنی یا تو آپ لڑکے کی لکھی ہوئی سطر کو بلاٹنگ پیپر سے چھپا دیں تاکہ سوائے نمونہ کے اس کے سامنے کچھ نہ رہے یا لڑکے کی کاپی پر نیچے کی سطر سے خوشخطی لکھوانا شروع کریں تاکہ کاپی کی پہلی سطر خوشخطی کی آخر سطر سمجھی جائے اور لڑکے کے سامنے نمونہ ہی کی سطر رہے۔ اس صورت میں پہلے بلاٹنگ پیپر یا ویسے گیلے حروف کو بہ احتیاط خشک کر لیجیے۔

(۳) شروع میں آپ کو کبھی کبھی مبتدیوں کا ہاتھ پکڑ کر لکھانا پڑے گا۔ اور تختی پر اکثر خود نمونہ لکھنا ہوگا۔ نمونہ لکھتے وقت بعض مدرس یہ سوچ کر کہ جو لفظ ہم لڑکوں کے سامنے لکھ رہے ہیں وہ ہماری طرف سے سیدھا اور ان کی طرف سے اُلٹا [illegible] پڑ جاتے ہیں اور اپنی جانب اُلٹا حرف بنا کر لکھتے ہیں

نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے بھی اس کی غلط نقل کرنے لگتے ہیں۔

(لطیفہ ۱) ایک ٹریننگ کلاس میں ایک متعلم صاحب ابتدائی لڑکوں کو لکھنا سکھا رہے تھے۔ انہوں نے کوڑیوں سے (ج) بنا کر بتایا۔ اور وہ بھی اُلٹا ان کا خیال یہ تھا کہ یہ (ج) لڑکوں کی طرف سیدھا رہے گا۔ چنانچہ لڑکوں نے اپنا ج بھی ایسا بنا دیا کہ وہ خود ان کی طرف سے اُلٹا اور متعلم صاحب کی طرف سیدھا تھا

(لطیفہ ۲) اسی طرح ایک مدرسہ میں درجہ الف کے لڑکے دس تک گنتی لکھنا جانتے تھے لیکن یہ عجب بات تھی کہ وہ تین کا ہندسہ اُلٹا لکھتے تھے۔ (یعنی اس طرح ۳) تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدرس صاحب نے باقی ہندسے تو پرانے طریقے سے بتائے تھے۔ لیکن ڈپٹی صاحب کو یہ دکھانے کے لئے کہ ہم نئے طریقہ تعلیم کے بموجب کام کرنا جانتے ہیں صرف ۳ کا ہندسہ محنت کرکے "نئے قاعدے" کے بموجب سکھایا تھا۔ میں نے مدرس صاحب سے کہا کہ ہندسہ کا لکھنا میرے سامنے بتائیے۔ اس پر انہوں نے نئے طریقہ تعلیم کی ٹانگ توڑنی شروع کی اور لڑکے کی تختی خود لیکر تین کا ہندسہ اُلٹا لکھا اور کہا کہ اس طرح لکھو۔ چنانچہ لڑکوں نے بھی ہندسہ اپنی جانب اُلٹا اور پنڈت جی کی طرف سیدھا بنا دیا۔ خیریت یہ تھی کہ پنڈت جی نے صرف ایک ہی ہندسہ پر اپنا "اپنا طریقہ تعلیم" صرف کیا تھا۔ ورنہ کل اعداد اُلٹے ہو جاتے اور تختی یا کاپی اُلٹ دینے پر مشکل سے پتہ چلتا کہ لڑکے اُلٹے ہندسہ لکھا کرتے ہیں۔ اس لئے قدرت کے اس دلچسپ کرشمہ کو ہمیشہ یاد رکھیے کہ جس طرح آپ لڑکوں کے سامنے حروف بناتے ہیں ٹھیک اسی طرح لڑکے بھی لکھتے ہیں یعنی لکھتے وقت لڑکے باوجودیکہ اُلٹا دیکھتے ہیں مگر حرف سیدھا لکھتے ہیں

(۴) خوشخطی کے واسطے عمدہ قلم ہونا چاہیئے۔ خاص کر نیزہ کا قلم یہ بالکل صاف اور ستھرا ہو سیاہی اور صوف سے بھرا ہوا نہ ہو۔ اس کے لئے یہ دلچسپ نکتہ یاد رکھئے کہ عبارت جلد لکھنے پر قلم جلد گھس جاتا ہے مگر آہستہ آہستہ لکھنے پر نہیں بگڑتا۔

(۵) طلباء کو ٹھیک قلم پکڑنے کا قاعدہ بتائیے یعنی اوّل قلم بہت زور سے نہ دبایا جائے کیونکہ اس سے انگلیوں پر زور پڑتا ہے لڑکا جلد تھک جاتا ہے اور خوشخطی خراب ہو جاتی ہے۔ دوم قلم کو میدان سے پاؤ انچ اونچا پکڑنا چاہیئے۔ تاکہ اس پر قابو رہے اور سیاہی سے انگلیاں نہ بھر جاویں۔ سوم چونکہ ہاتھ کی انگلیاں قدرتی طور پر جھکی رہتی ہیں۔ اس لئے اسی قدرتی حالت میں انگوٹھا اور اس کے پاس کی انگلی کے درمیان قلم آہستہ سے دبایا جائے۔ کوئی نیا طریقہ سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قلم پکڑنے کا سب سے آسان طریقہ ہے لکھتے وقت انگلیوں پر لڑکے بہت زور ڈالتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی خاص نگرانی کرنا چاہیئے۔

(۶) قلم کی سیاہی جھٹکنے کی عادت بہت عام ہے۔ اس سے نہ صرف مدرسہ کی عمارت خراب ہوتی ہے بلکہ غریب لڑکوں کا خود بھی نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک پیسہ میں صرف ایک پائی کی روشنائی کام میں آتی ہے۔ آپ یہ عادت پیدا کریں کہ لڑکے دوات کے کنارے پر قلم لگا کر سیاہی کم کر لیا کریں۔ لیکن اگر اس پر بھی جھٹکنے کی عادت دور نہ ہو۔ تو لڑکے کے بستے سے تصویر نکال کر اسی جگہ رکھئے جہاں اس کی چھینٹیں گرتی ہیں۔ تصویر خراب ہونے کے خوف سے یہ عادت دور ہو جائے گی۔ بعض لڑکے قلم میں سیاہی زیادہ بھر کر تمام انگلیاں خراب کر لیتے

ہیں۔ اور اگر پھر کم سیاہی لیجائے تو بھی انگلیاں خراب ہوتی رہتی ہیں۔ اس صورت
میں قلم اور انگلیوں کو کپڑے سے خوب پونچھ لینا چاہیے۔ اور اگر ہاتھ دھونے کی
ضرورت ہو تو دھو کر اوّل بالکل خشک کر لیا جائے۔ اس کے بعد قلم کام میں لانا
چاہیے۔ ورنہ انگلیوں کی تری سیاہی کو اپنی جانب کھینچتی رہے گی۔ قلم کو دبا کر
پکڑنے میں پسینے کی تری پیدا ہو جاتی ہے اور سیاہی انگلیوں تک پہونچ جاتی ہے۔
اس لئے اس کو نرمی سے پکڑنا چاہیے۔

(۷) لڑکوں کو خوشخطی لکھوانے کے واسطے اس طریقہ سے بٹھائیے کہ ان کے
منہ پر سامنے سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ کیونکہ اس سے آنکھ اور دماغ کو تکلیف پہونچتی ہے۔

(۸) لکھائی کی بھرمار نہ کیجیے۔ کیونکہ اس سے باقی مضامین کی تعلیم میں ہرج
ہوتا ہے اور بہت لکھنے سے انگلیاں خراب ہو جاتی ہیں۔ ایک مدرسہ میں مجھکو درجہ
الف کا ایسا لڑکا ملا جو تمام رکمٹ لکھنے کی مہارت رکھتا تھا لیکن دو حرفی الفاظ بھی
پڑھ نہ سکتا تھا۔ یہ عجیب بات پہلے بہ آسانی سمجھ میں نہ آئی لیکن بعد کو تحقیقات سے
معلوم ہوا کہ اس کو لکھائی کی مشق اس قدر کرائی گئی تھی کہ پڑھنے کے واسطے کافی
وقت نہ مل سکا۔

(۹) درجہ الف میں اس بات کی نگرانی کیجیے کہ لڑکے صحیح حروف لکھتے ہیں۔ میں
نے بارہا دیکھا ہے کہ بعض لڑکے ہندی حروف دائیں طرف سے لکھ دیتے ہیں۔ ایک
مدرسہ میں ایک مبتدی لڑکا دائیں طرف سے ایک حرف الٹا اور ایک حرف سیدھا
اس طرح لکھتا تھا क ख . ग घ - ङ وغیرہ وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں
کھیل کے طور پر الٹا سیدھا لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن پنڈت جی کی عدم توجہ کے باعث

وہ کھیل اصلی کام بن گیا۔

(۱۰) بعض مدرس خوشخطی بہت گنجان پیچ لکھواتے ہیں اور اس کے پڑھنے میں قریب قریب اسی قدر تکلیف ہوتی ہے جس قدر شکست تحریر میں اس لئے بہت کھلا ہوا لکھوانا چاہیئے۔ تاکہ نگاہ کو تکلیف نہ پہونچے بعض کتب فروشوں نے تختی سلیپ بھی تیار کئے ہیں جن کو سامنے رکھکر نقل کیجاتی ہے۔ اس صورت میں اسی سلیپ کے مطابق اصلاح بھی دینی چاہیئے۔

تختی اور تختہ۔ خوشخطی کی تعلیم تختہ سیاہ کے ذریعہ سے اس قدر عمدہ نہیں ہوسکتی جس قدر لڑکوں کی تختی پر بتانے سے۔ اس میں شک نہیں کہ تختہ سیاہ سے وقت بہت بچتا ہے۔ اور محنت بھی بہت کم ہوتی ہے لیکن حروف کی خوبصورتی ٹھیک نہیں ظاہر ہوسکتی اور نہ لڑکوں کو زیادہ نفع ہوتا ہے کیونکہ (۱) تختہ سیاہ کو کھڑا کرکے لکھا جاتا ہے تختی کو نہیں۔ (۲) تختہ سیاہ پر لکھتے وقت استاد کو خود کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ لیکن تختی پر کام بیٹھ کر ہوتا ہے اور نشست کا طریقہ کھڑے ہوکر نہیں بتایا جاسکتا (۳) تختہ سیاہ پر لکھنے میں سیاہی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر تختی پر ہوتی ہے۔ (۴) تختہ سیاہ پر چاک (کھریا) سے لکھتے ہیں اور تختی پر قلم سے۔ چاک اور قلم کی گرفت میں فرق ہے۔ (۵) حروف کے نوک پلک چاک سے ایک بار لکھنے میں ٹھیک ظاہر نہیں ہوتے۔ اس لئے اس کو تختہ سیاہ پر الٹا بھی چلانا پڑتا ہے لیکن قلم میں یہ دقت نہیں۔ اس لئے تختہ سیاہ کے ذریعہ سے تعلیم دینے میں مدرس نہ تو خود نمونہ تیار بتا سکتا ہے نہ قلم پکڑنے کا طریقہ سکھا سکتا ہے نہ ان امور سے آگاہ کرسکتا ہے کہ قلم کا قط کیسا ہونا چاہیئے اور سیاہی کیسی قلم میں کس قدر سیاہی سے خوشخطی قائم رہتی ہے اور

زیادہ یا کم سیاہی سے کیا دقت پیدا ہوتی ہے اگر اس کے متعلق علیحدہ ہدایت کی جاوے تو وقت بہت صرف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جب لڑکے خود پنڈت جی کو چاک سے الٹا لکھتے دیکھتے ہیں تو خود بھی اُلٹا قلم چلانے لگتے ہیں۔

تختہ سیاہ پر سطر کھینچنا۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ تختہ سیاہ پر خوشخطی کی تعلیم بالکل نہ دی جاوے۔ بلکہ یہ غرض ہے کہ صرف تختہ سیاہ کی تعلیم کافی نہیں ہے زیادہ تر لڑکوں کو تختی پر اصلاح دیکر یا نمونہ لکھ کر تعلیم دینی چاہیئے۔ ہاں درجہ کی عام غلطیوں کی اصلاح تختہ سیاہ پر ضرور ہو سکتی ہے اور خوشخطی کی تعلیم بھی تھوڑی بہت دی جا سکتی ہے لیکن دقت یہ ہے کہ تختہ سیاہ پر سطر کھینچنے کا کوئی انتظام نہیں تختیوں پر لڑکے پیمانہ اور پنسل کی مدد سے سطر کھینچ سکتے ہیں لیکن تختہ سیاہ پر وارنش ہوتی ہے اس لئے پنسل سے کام نہیں چل سکتا۔ اس کے علاوہ پیمانہ عموماً ایک یا نصف فٹ لمبا ہوتا ہے اور تختہ سیاہ گز بھر یا سوا گز۔ اس لئے پیمانہ سے تختہ سیاہ پر سیدھی سطر کھینچنا مشکل ہے۔ ایسے موقعہ پر نئے اور پرانے پنڈت جی دونوں چکر میں پڑ جاتے ہیں اور مجبوراً ہاتھ ہی سے بہت احتیاط کے ساتھ سیدھی سطر کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے اس لئے آپ کی آسانی کے واسطے اس کا طریقہ تحریر کیا جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ قریب قریب ہر بڑھئی کے پاس گیرو اور تیل میں بھیگا ہوا سُرخ ڈورا ہوتا ہے جو ایک طرف ایک بالشت لمبی لکڑی سے بندھا ہوتا ہے اور دوسری جانب ایک یا دو انچ چھوٹے لکڑی کے ٹکڑے سے بڑی لکڑی پر یہ ڈورا لپٹا رہتا ہے اور جب کسی تختے کو چھیل کر سیدھا کرنا ہوتا ہے تو بڑھئی اول

ڈورے کی چھوٹی لکڑی بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں دبا لیتا ہے اور بڑی لکڑی دائیں ہاتھ میں لئے ہوئے تختہ پر ڈورا کھول کر اور سیدھا کھینچکر رکھتا ہے پھر دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے اُس ڈورے کو ذرا اُٹھا کر تختہ پر چھوڑ دیتا ہے جس سے سُرخ سطر کھنچ جاتی ہے۔ آپ بھی اسی طرح موٹے ڈورے یا سُتلی کو لیکر اس کے دونوں کنارے لڑکوں سے پکڑوائیے یا ایک کنارہ اپنے ہاتھ میں رکھئیے اور دوسرا کسی لڑکے کو دیکر تختہ کے دوسری جانب کھڑا کر دیجئے۔ پھر سُتلی پر چاک رگڑ دیجئے اور بڑھیوں کی طرح تختہ سیاہ پر سُتلی رکھکر اور اُنگلی سے درمیان میں پکڑ کر چھوڑ دیجئے اس طرح تختہ سیاہ پر بہت عمدہ سطر کھنچ جاوے گی۔ ان سطروں کا درمیانی فاصلہ چاک کے قط کے لحاظ سے رکھئیے یعنی جتنا چوڑا قط ہے اسی قدر بڑا حرف ہوگا اور اسی کے بموجب سطروں کا باہمی فاصلہ ہونا چاہیئے۔

پہلے اِملا دیکھ لیجئے۔ بعض مدرسوں میں ایک مضمون ختم ہونے پر تختی کو دوبارہ صاف کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ خواہ دوسرے جانب لکھنے کی گنجائش موجود ہو۔ اس طرح لڑکوں کا وقت بہت خراب ہوتا ہے۔ اور تعلیم میں بے وجہ حرج ہوتا ہے۔ اس نقص کے حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) مدرس تختی کو ٹھیک پکڑنا نہیں سکھاتے۔ اس لئے لڑکے اُس کو دونوں طرف گھوٹ لیتے ہیں لیکن صرف ایک جانب لکھتے ہیں۔ ان کو خوف ہوتا ہے کہ تختی اُلٹنے پر دوسری طرف کا لکھا ہوا بگڑ جاوے گا۔ میں نے معائنہ کے وقت بندت جی کو یہ کہتے ہوئے اکثر سنا ہے کہ "حضور دوسری طرف لکھنے سے اِدھر لکھا ہوا مٹ جائے گا۔ اس لئے سوال پوچھنے سے پہلے املا کی جانچ کر لیجئے"۔

(۲) درجہ میں قلم کا قط یکساں نہیں ہوتا بڑے قط سے تختیاں جلد بھر جاتی ہیں اور باریک قط سے گنجایش رہتی ہے۔ اب جن لڑکوں کی تختیاں بھر گئی ہیں ان کو خواہ مخواہ دوبارہ گھوٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور باقی لڑکے بیکار رہتے ہیں۔ اس لئے مدرس سب لڑکوں سے کہدیتے ہیں کہ "تختی صاف کر لو" تاکہ کل درجہ کام میں لگ جاوے قط کی چوڑائی اور سطروں کو یکساں رکھنے پر خاص توجہ رکھنی چاہیئے۔

(۳) بعض لڑکوں کی تختیاں چھوٹی اور بعض کی بڑی ہوتی ہیں۔ گو اس دقّت کو اس طرح بھی رفع کیا جا سکتا ہے کہ جن لڑکوں کی تختیاں بڑی ہیں ان کے قلم کے قط چوڑے رکھے جاویں لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ درجہ کا قلم یکساں ہونا ضروری ہے۔ اس لئے تختیوں کا بھی برابر ہونا مناسب ہے۔

(۴) ابتدائی درجات میں بعض لڑکوں کے حروف بڑے اور بعض کے چھوٹے ہوتے ہیں اس کے لئے مدرّس کو شروع سے حروف کی لمبائی چوڑائی کا لحاظ رکھنا اور نگرانی کرنا چاہیئے۔

پنڈت جی کی دقتوں کا تیسرا سلسلہ۔ خط اور مضمون نویسی

خط نویسی میں دو خوبیاں نہایت ضروری ہیں۔ (اوّل) خط بول چال کے طرز پر لکھا ہو یعنی اگر آنکھ بند کر کے خط کی عبارت سُنی جاوے تو یہ معلوم ہو کہ لکھنے والا سامنے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ (دوم) جو کچھ مطلب ہو وہ نہایت مختصر عبارت میں لکھا ہو۔ ایک ہی بات کو بار بار دو تین مرتبہ نہ بیان کیا جاوے اگر آپ نے غالب کے خطوط دیکھے ہیں تو ان میں یہ خوبیاں صاف نظر آویں گی اس لئے

خطوں میں مشکل الفاظ تحریر کرنا یا لمبے چوڑے القاب و آداب لکھ کر طول دینا بالکل نامناسب ہے۔ خط کی تحریر سے بول چال کے طور پر بزرگوں سے ادب برابر والوں سے اخلاق اور عزیزوں سے محبت کا اظہار ہونا چاہیئے۔ مدرس ان باتوں کا کافی لحاظ نہیں رکھتے اور ہر قسم کے خطوط کی مشق نہیں کراتے نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے اتنا بھی نہیں جانتے کہ بزرگوں کے واسطے طرزِ تحریر کیسا ہونا چاہیئے اور برابر والوں کے واسطے کیسا۔ مدرس اُستاد کے نام بہت کم خط لکھواتے ہیں اس لئے لڑکے عجیب و غریب غلطیاں کرتے ہیں۔

لطیفہ (۱)۔ ایک مدرسہ میں ایک لڑکے نے اُستاد کے نام یہ خط تحریر کیا "جناب گروجی صاحب مدعمرہٗ بعد دُعائے عمر درازی کے معلوم کرو کہ خیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت سری بھگوان سے نیک چاہتا ہوں آگے حال یہ ہے کہ ہیں تم کو برسات کا حال لکھتا ہوں اُس کو پڑھ لئے اگر برسات نہ ہوتی تو فصل کیسے اُگتی اور فصل سب سوکھ جاتی اور آدمی ڈھور سب بھوکوں مر جاتے لیکن اب مینھ برس گیا ہے اور فصل سب اُگ آئی اور آدمی ڈھور سب بچ رہے ہیں۔ فقط"

لطیفہ (۲)۔ اسی طرح ایک بار طلبا سے ان کے والد کے نام خط لکھوایا جس میں علم کی خوبیاں تحریر تھیں۔ پنڈت جی نے اس مضمون پر عزیزوں کے نام خط لکھوائے تھے لیکن بزرگوں کے نام نہیں چنانچہ ایک لڑکے نے یہ عبارت تحریر کی "جناب والد صاحب قبلہ مدعمرہٗ۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے پڑھنا چھوڑ دیا یہ ٹھیک نہیں ہے دیکھو علم پڑھنے سے بڑی نوکری مل جاتی ہے" وغیرہ وغیرہ بعض لڑکے دوست کے خط میں بھی قبلہ وغیرہ عبارت لکھ دیتے ہیں۔ "میاں دوست

میں بھی ایسا مذاق مشکل جائز ہو سکتا ہے۔ یا کسی کارخانہ کو کتابیں بھیجنے کی یاد دہانی
کرتے ہیں تو ایسے دل شکن الفاظ تحریر کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو غصہ آجاتا ہے۔
بعض مدرس اس بات پر زور نہیں دیتے کہ خط میں تاریخ اور نام ضرور لکھنا چاہیے
چنانچہ لڑکے یا تو تاریخ لکھتے ہی نہیں یا اگر لکھتے ہیں تو غلط سلط۔ یہ امر بھی نہایت
دلچسپ ہے کہ لڑکے ہر خط میں یہ امر لکھنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ "یہاں خیریت
ہے" خواہ اُن کو کسی موت یا سخت حادثہ کی اطلاع دینی ہو۔

مڈل درجات کے لڑکے زیادہ تر خط نویسی کی کوئی کتاب مثلاً بھا شا پتر بودھ
یا اُردو خط نویسی کا بہت سا مضمون حفظ یاد کر لیتے ہیں اور خواہ کسی مضمون پر
خط لکھوایا جائے وہی خیالات اور وہی جملے بار بار استعمال کرتے ہیں انھیں خود
خیالات ترتیب دیکر لکھنے کی لیاقت نہیں ہوتی اور مدرس اس کا طریقہ نہیں بتاتے
مناسب یہ ہے کہ مذکورۂ بالا ہدایات کے مطابق مشق کرائی جائے اور خط کو شروع
اور ختم کرنے کے طریقے خاص احتیاط سے بتائے جائیں۔ بلکہ جہاں تک ممکن
ہو بڑے، چھوٹے اور برابر والوں کو ہر قسم کے خطوط بکثرت لکھوائے جائیں۔ تحریر
عموماً اس قدر مختصر ہونی چاہیئے کہ پوسٹ کارڈ پر آسکے۔ اس کے ساتھ ہی لفافہ
پر پتہ لکھنے کا طریقہ بھی سکھایا جاوے اور پتہ میں فضولیات شامل نہ کی جاویں۔

مضمون نویسی۔ مضمون نویسی کا جزو اعظم خیالات کی درست ترتیب
ہے اس کے واسطے سب سے پہلے خیالات کو جمع کر کے یکجا کرنا ضروری ہے۔ طلبا
کو چاہیئے کہ مضمون لکھنے سے پہلے (اوّل) کم از کم دس منٹ غور کریں کہ اس میں
کیا کیا بات لکھنی چاہیئے۔ (دوم) ان خیالات کو نہایت مختصر خاکہ کے طور پر بانرتیب

لکھ لیں تاکہ ظاہر ہو کہ پہلے فلاں بات لکھی جائے گی اس کے بعد فلاں۔ (سوم) مضمون
کی عبارت سادہ اور قواعد کی رو سے صحیح لکھیں اور جہاں تک ممکن ہو مشکل الفاظ
کے استعمال سے پرہیز کریں۔ لڑکوں کو مشکل الفاظ لکھنے کا نہایت شوق ہوتا ہے تاکہ
پڑھنے والا سمجھے کہ یہ بہت لائق ہیں اس زعم میں وہ بعض اوقات ایسے الفاظ لکھ دیتے
ہیں جن کے معنی خود ان کو معلوم نہیں ہوتے اور مطلب خبط ہو جاتا ہے لیکن جس
طرح ٹوپی کے بجائے ٹاٹ سر پر رکھ لینے سے کوئی بڑا آدمی خیال نہیں کیا جا سکتا
اسی طرح بڑے بڑے مشکل الفاظ استعمال کرنے پر لڑکا ہرگز قابل نہیں سمجھا جا سکتا
عبارت کی خوبی یہ ہے کہ بامحاورہ اور صحیح ہو اور جو بات لکھی جاوے غیر متعلق نہ ہو
جس طرح دریا کا پانی ایک ہی طرح برابر ملائے ہوئے بہتا ہے اور دیکھنے والوں
پر قدرتی اثر کرتا ہے۔ اسی طرح عبارت کی روانی بھی ہونی چاہیے۔ (چہارم) مضمون
ختم کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی ضرور کریں تاکہ لکھنے میں جو غلطیاں سہواً یا اتفاقیہ
ہو گئی ہیں وہ رفع ہو جاویں۔ لڑکے مضمون لکھ کر دہرانا ہرگز نہیں چاہتے۔ اس لئے
مدرسوں کو چاہیے کہ اس پر خاص توجہ کریں۔ یہاں مضمون نویسی کا ایک مختصر خاکہ
بطور مثال کے تحریر کیا جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ دان (خیرات) پر ایک مضمون
لکھنا ہے اس کے لئے لڑکوں کو چاہیے کہ پہلے دس منٹ غور کریں اس سے معلوم ہوگا کہ
خیرات نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ فرض ہے۔ (۲) خیرات بلا روپیہ کی ہو سکتی ہے۔
مثلاً پیاسے کو پانی پلانا یا کسی کمزور غریب کا بوجھ اٹھوا دینا ہاتھ پاؤں کی خیرات ہے۔
اندھے اور بھولے ہوئے کو راستہ بتلانا اور ہر ایک سے محبت سے بولنا زبان
کی خیرات ہے۔ دوسروں کا بھلا چاہنا دل کی خیرات ہے۔ (۳) بعض اوقات

خاموشی میں بھی خیرات ہے مثلاً آپ ریل میں سفر کر رہے ہیں اور کوئی مسافر آپ کی
گاڑی میں بیٹھنا چاہتا ہے تو اس کو اندر آنے سے نہ روکنا ضرور نیکی اور خیرات ہے۔
(۴) بد آدمیوں کو خیرات کرنا نیک لوگوں کے ساتھ بدی کرنا ہے۔ (۵) غیر حاجتمند
کو خیرات دینا بہت نقصان رساں ہے (۶) خیرات عام کرنے پر احسانمندی کا
اظہار کم ہو جاتا ہے۔ (۷) خیرات ظاہر نہ ہونے دینے پر غیر مستحق آکر دق نہیں کرتے۔
ان باتوں کو بطور خاکہ مختصر نوٹ کر لینے پر مضمون کی تحریر میں بہت مدد ملے گی
لیکچر دینے والے بھی اسی طرح نوٹ لکھ لیا کرتے ہیں۔

مضمون لکھتے وقت (۱) لڑکے اکثر بہک جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ لکھنے لگتے
ہیں۔ اس لئے پہلے خاکہ بنا لینا ضروری ہے (۲) ہندی طلباء سنسکرت الفاظ
کے اور اردو طلباء فارسی اور عربی الفاظ کے ہجے اکثر غلط کر دیتے ہیں اس کا خیال
رکھنا چاہیئے (۳) پنڈت جی مختصر نویسی کا لحاظ نہیں رکھتے اور حکم دیتے ہیں کہ مضمون
بیس یا تیس سطر سے "کم نہ ہو" چنانچہ لڑکے بہت سی فضول باتیں بھر کر بیس یا تیس
سطر پوری کر دیتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ کم نہ ہو کے بجائے "زیادہ نہ ہو" کی ہدایت
کریں کیونکہ قابلیت مختصر نویسی میں ہے طول دینے میں نہیں۔

پنڈت جی کی دقتوں کا چوتھا سلسلہ۔ امتحان کے جوابات

امتحان میں جواب لکھتے وقت لڑکے گھبرائے رہتے ہیں اور مدرس کہا کرتے
ہیں کہ "حضور امتحان میں لڑکوں کی مت کٹ جاتی ہے تبھی تو اس کا نام مت ہاں
رکھا گیا ہے۔" یہ بات کمزور لڑکوں کی حالت میں کسی قدر صحیح بھی ہے کیونکہ امتحان میں
(۱) جوابات خود دینے پڑتے ہیں اور دوسرا شخص مدد نہیں کر سکتا۔ (۲) مقررہ وقت

کے باعث جواب سوچنے کا موقع نہیں ملتا (۳) اس خوف اور گھبراہٹ میں کہ تم فیل
نہ ہو جائیں دماغ ٹھیک کام نہیں کرتا اور سوال بگڑا اور جواب دیگر ہو جاتا
(۴) ورنا کیبولر فیئر امتحان میں ہر طرف غیر لوگ ہی نظر آتے ہیں اور کمزور
اپنے واسطے قید میں سمجھتا ہے جس سے پریشانی بڑھ جاتی ہے۔

ممتحن کی ہدایات۔ اس کے علاوہ (۱) بعض اوقات لڑکے جواب
میں فاش غلطیاں کرتے ہیں جس سے خلاف امید بہت نمبر کٹ جاتے
ہیں مثلاً سوال کا نمبر غلط لکھدیا یا کاپی میں غلط سوال نہیں کاٹا (۲) بعض لڑکے
ممتحن کی ہدایتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ مثلاً پرچہ میں دس سوال دیئے ہوئے
اور ہدایت تحریر ہے کہ شروع کے چھ سوالات میں کسی تین کے جواب
مگر لڑکے سب کے جواب لکھدیتے ہیں جس سے چار غیر اختیاری سوالات کے
واسطے وقت نہیں ملتا اور وہ باہر آکر شکایت کرتے پھرتے ہیں کہ پرچہ بہت
لمبا تھا۔ اسی طرح بعض سوالات میں لکھا ہوتا ہے کہ "عبارت ذیل سے خط
فقرات کا مطلب تحریر کرو" مگر لڑکے کل عبارت کا مطلب لکھدیتے ہیں جس سے
باقی سوالات کے لئے وقت نہیں ملتا۔ (۳) اکثر لڑکے جواب ختم کرکے دہراتے
نہیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی غلطیاں رہ جاتی ہیں جن کی خبر نہیں ہوتی۔

ان دقتوں کو رفع کرنے کے واسطے سہ ماہی و ششماہی امتحان ہوتے
ہیں۔ مگر بعض مدرس بے دلی کے باعث چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر نمبر نہیں کاٹتے
اور اکثر کاپی جانچتے [illegible] لڑکے کا کام دیکھتے ہیں۔ [illegible]
پرچہ کی لیاقت کا اندازہ پہلے ہی ہو جاتا [illegible] وقت کچھ اثر

ہے۔ اس طرح لڑکے کی اصل حالت معلوم نہیں ہوتی اور نقائص قائم رہتے ہیں ڈپارٹمنٹ کے امتحان میں بھی بعض اوقات ہوشیار لڑکے اسی باعث فیل ہو جاتے ہیں چونکہ سہ ماہی اور ششماہی امتحان میں مدرس خود ہی نگراں اور خود ہی ممتحن ہوتے ہیں۔ اس لئے ڈپارٹمنٹ کے امتحان کی طرح نگرانی نہیں ہونے پاتی۔

ممتحن آپ سمجھ لیگا۔ (۱) لڑکوں میں ایک نقص یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ پہلے علیحدہ کاغذ پر جوابات کا مسودہ یا حل لکھ لیتے ہیں۔ یہ عادت بہت خراب اور بیجا شبہ پیدا کرنے والی ہے بعض لڑکے بلاٹنگ پیپر پر حل لکھ کر اُس کی نقل کر دیتے ہیں نقل میں غلطی ہونے پر ممتحن کو خواہ مخواہ شبہ ہوتا ہے کہ اُس نے کسی دوسرے لڑکے کا جواب نقل کر لیا ہے۔ اس پر نمبر کٹ جاتے ہیں (۲) بعض اوقات لڑکے جلدی میں کاپی کے دو ورق ایک ساتھ اُلٹ کر لکھنے لگتے ہیں اور ممتحن کو جب ایک ورق سادہ ملتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ جوابات ختم ہو گئے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ باقی جوابات جانچ سے رہ جائیں۔ (۳) سر رشتہ کا حکم یہ ہے کہ کاپی کے آخر میں اُمیدوار کو دستخط کرنا چاہئے مگر بعض لڑکے یا تو دستخط کرتے ہی نہیں یا دستخط کر کے پھر لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دستخط نہ کرنے پر شبہ ہوتا ہے کہ وہ یا تو کسی امیدوار کا جواب نقل کرنا چاہتے تھے جس کا موقع نہیں ملا یا نہایت بے وقوف ہیں کہ معمولی ہدایت کو بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن جو لڑکے دستخط کر کے پھر جواب شروع کر دیتے ہیں وہ نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ دستخط دیکھ کر ممتحن اگلا ورق لوٹنے کی خواہ مخواہ تکلیف نہیں کرتے۔ (۴) بعض لڑکے جوابات کی کاپیوں پر اپنا رول نمبر لکھنا بھول جاتے ہیں۔ بعض اسکول کا نام بعض ولدیت اور قومیت

بلکہ بعض خود اپنا نام بھی نہیں لکھتے۔ یا آدھا نام لکھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ خیال رکھنا چاہیے
کہ ممتحن بہت عدیم الفرصت آدمی ہیں۔ اُن کو تھوڑے عرصہ میں صدہا کاپیاں
جانچ کرنی پڑتی ہے گو ہر ممتحن نہایت ایمانداری سے حتی المقدور صحیح نمبر دیتا ہے
لیکن اس کو اس قدر فرصت نہیں کہ آپ کی غلطیوں کو درست کر سکے۔ یا صحیح مطلب
سمجھنے کے لئے وقت نکالے۔ جو لڑکے یا مدرس یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے تو لکھ دیا
ممتحن اپنے آپ سمجھ لیگا۔ نہایت غلطی کرتے ہیں۔

بال بچے مر جائیں گے۔ (۵) بعض مدرس خود امتحان میں شریک ہوتے
ہیں اور کاپی میں ممتحن کو عرضی لکھ دیتے ہیں کہ "میں غریب آدمی ہوں اگر پاس نہ ہوا
تو میرے بال بچے مر جائیں گے"۔ یہ فضول بات ہے نمبر جوابات کے واسطے ہیں
فضول درخواستوں کے واسطے نہیں اس لئے آپ کو اپنی لیاقت کا ثبوت دینا
چاہیے نہ کہ غریبی اور بیچارگی کا کیونکہ ایسی باتوں سے عدیم الفرصت ممتحن ضرور
ناراض ہوتا ہے اور اس کو امیدوار کی ناقابلیت کا پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔

ہم سے کیا چھین لیگا۔ (۶) بعض لڑکے اپنے جوابات ذو معنی الفاظ میں لکھتے
ہیں اور ممتحن کو اطمینان نہیں ہوتا کہ لکھنے والے کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ ایسے جواب پر
وہ ہرگز نمبر نہیں دیتا[1]۔ (۷) بعض لڑکے ہر سوال کا جواب غلط سلط لکھ دیتے ہیں اور
سمجھتے ہیں کہ ممتحن کچھ نہ کچھ نمبر دے ہی دیگا اور اگر نہ بھی دئیے تو ہم سے کیا چھین لیگا۔
لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ غلط جوابوں کو دیکھ کر ممتحن کا خیال خراب ہو جاتا
ہے اور وہ صحیح جواب پر بھی شبہ کرنے لگتا ہے کہ کسی سے نقل تو نہیں کر لیا۔

---

[1] نیچے بتائی تعلیمی ادبی مضمون "لڑکوں کی ایک عجیب ہوشیاری"۔

نمبر دینے میں پس وپیش کرتا ہی۔ بلکہ ذراسی غلطی پر نمبر کاٹنے کو تیار رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ان غلط جوابوں کی جانچ میں اپنی تضیع اوقات سمجھ کر امیدوار سے ہرگز خوش نہیں ہوتا۔

کاپی کا استعمال۔ (۸) بعض امیدواروں کو جواب کی کاپی کا استعمال کرنا نہیں آتا اس کے ایک جانب اردو اور دوسری جانب ہندی ہدایات چھپی ہیں۔ اُردو والے اُمیدواروں کو چاہیئے کہ اُردو کی جانب جوابات شروع کریں اور ہندی والے ہندی کی طرف۔ جو اس کے خلاف لکھتے ہیں اُن کی کم عقلی کا ممتحن کو یقین ہو جاتا ہے۔ (۹) کاپی کے ایک جانب لکھنے کا یہ مطلب ہی کہ سلسلوار ایک صفحہ پر لکھا جاوے اور دوسرا خالی رہے۔ امیدوار اس کی بھی کئی صورتیں بنا لیتے ہیں۔ بعض مقابل کے دونوں صفحوں پر جواب لکھدیتے ہیں۔ مگر اُس کے بعد اگلے دو صفحوں کو خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر ورق لوٹ کر مقابل کے دونوں صفحوں پر جواب لکھتے ہیں اس کے بعد صرف دائیں صفحہ پر۔ پھر صرف اگلے بائیں صفحہ پر غرضیکہ گو صفحہ کے ایک ہی جانب لکھا جاتا ہے۔ مگر ممتحن کو بہت دقت اور جھنجلاہٹ پیدا ہوتی ہی اور تمام کاپی کو اُلٹ کر دیکھنے میں وقت فضول برباد ہوتا ہے۔ اور یہ اندیشہ رہتا ہی کہ کوئی جواب بلا جانچ کئے ہوئے نہ رہ جاوے۔ (۱۰) بعض امیدواروں کو یہ گمان ہوتا ہی کہ ممتحن جوابات کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ صفحات اُلٹ کر اندازہ کر لیتے ہیں یعنی جس قدر زیادہ صفحے لکھے ہوں اُسی قدر زیادہ نمبر دیتے ہیں۔ اس خیال سے لڑکے کاپی کے بہت سے ورق لکھ کر خراب کر دیتے ہیں۔ مگر خیال رکھنا چاہیئے کہ گو ممتحن عدیم الفرصت ہی لیکن جواب پڑھنا اور نمبر دینا اس کا

اصلی غرض یہ وہ جواب دیکھ کر نمبر دیتا ہے۔ ورق گن کر نہیں۔ اس لئے بہت ورقوں کو لکھ کر بہت نمبر پانے کی امید کرنا بالکل خام خیالی ہے۔ ایک بار ایک امیدوار نے اسی امید پر کاپی کے شروع میں چند ورق پر جواب لکھے اور درمیان کے تمام صفحے چھوڑ کر آخر کے چند ورقوں پر پھر جواب لکھ دیے تا کہ ممتحن کو معلوم ہو کہ تمام کاپی بھری ہے اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ (۱۱) بعض امیدوار کسی سوال کا حل لکھنے کی غرض سے کاپی کے دو چار ورق کورے چھوڑ کر اگلے صفحوں پر لکھنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس سوال کا جواب بعد کو لکھیں گے۔ گر وقت نہ ملنے پر ورق کورے چھوٹ جاتے ہیں یہ بہت خوفناک ہے۔ دو چار صفحے کورے دیکھ کر ممتحن سمجھتا ہے کہ صرف ایک ہی سوال حل کیا گیا ہے۔ اس لئے امیدوار کے باقی جوابات پر نمبر نہ ملنے کا اندیشہ رہتا ہے اسی کو مدرس تقدیر کا قصور بتاتے ہیں۔ (۱۲) بعض امیدوار جیومیٹری میں کاپی کے ہر صفحہ پر شکل بناتے ہیں یہ بھی ایک حد تک تضیع اوقات ہے۔ پہلے صفحہ پر صحیح شکل بنا دیجئے۔ ممتحن باقی صفحات جانچتے وقت اس کو بآسانی الٹ کر دیکھ سکتا ہے۔ گو ہر صفحہ پر شکل بنانے سے ممتحن کو آسانی ہو جاتی ہو لیکن یہ اس قدر نہیں کہ اس کی خاطر امیدوار اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے آخر کے چند سوالات چھوڑ دے۔ (۱۳) بعض امیدوار ایک صفحہ پر شکل بنا کر کاغذ کو تھوڑا سا درمیان میں تراش دیتے ہیں اور اگلے صفحات کے صرف آدھے حصہ [illegible] یہ نہایت نامناسب ہے۔

[illegible] (۱۴) بعض امیدوار ایک ہی سوال کے دو دو تین تین جواب لکھ دیتے ہیں [illegible] ہیں کہ ممتحن ہماری قابلیت سے بہت خوش ہو کر

زیادہ نمبر دیگا۔ لیکن یہ خیال غلط ہی۔ امیدوار کی قابلیت کا اندازہ ممتحن کو اس کے طرز تحریر سے ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک ہی سوال کا ایک سے زیادہ جواب دینا زیادہ کارآمد نہیں۔ عدیم الفرصت ممتحن سوال کا پہلا جواب بغور دیکھ کر اس کے بموجب نمبر دیتا ہے اور باقی جوابات کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتا ہی۔ آپ خود سمجھئے کہ اگر کسی سوال کے واسطے دس نمبر مقرر ہیں اور ممتحن پہلے جواب ہی پر دس نمبر دے چکا ہی تو باقی جوابوں کے واسطے نمبر کہاں سے دے سکتا ہے اس کے علاوہ اُسے اتنی فرصت کہاں ہے کہ ہر ایک جواب اس غرض سے انتخاب کرے کہ کس پر زیادہ نمبر دینے چاہئیں جب آپ خود ہی انتخاب نہ کر سکے تو دوسرا شخص کیا کر سکتا ہی۔ (۱۵) بعض لڑکے جس سوال کا جواب جانتے ہیں اس کو اس قدر تفصیل سے لکھتے ہیں کہ ممتحن پڑھتے پڑھتے گھبرا جاتا ہے۔ اس تفصیل کے باعث وہ بہت سی غیر متعلق باتیں بھی تحریر کر دیتے ہیں اور فضول تحریر پر نمبر کٹ جاتے ہیں۔ (۱۶) بخلاف اس کے بعض امیدوار اس قدر مختصر لکھتے ہیں کہ مطلب ادا نہیں ہوتا اور نمبر نہیں دیئے جا سکتے۔ ایک امیدوار نے تاریخ میں ہر سوال کا جواب صرف چند سطور میں لکھدیا اور امتحان کے کمرہ سے نکل کر کہنے لگا کہ "زیادہ لکھنے سے کیا فائدہ" چنانچہ اس کو امتحان میں فیل ہونا پڑا۔ (۱۷) بعض امیدوار جواب اچھا لکھتے ہیں لیکن بالکل غیر متعلق۔ ان کو شاید معلوم نہیں ہے کہ غیر متعلق تحریر پر مطلق نمبر نہیں ملتے۔

لطیفہ۔ میرے ایک مشہور استاد ذکر کرتے تھے کہ میں ایک بار امتحان کی کاپیاں جانچ رہا تھا۔ ایک امیدوار کی عبارت اس قدر نفیس تھی کہ میں نے ہندوستانی طلباء کو ایسی عمدہ انگریزی لکھتے نہیں دیکھا۔ لکھنے والا شکسپیر یا ملٹن معلوم ہوتا تھا

اور میں نہایت خوش ہو کر بہت نمبر دینا چاہتا تھا لیکن دقت یہ تھی کہ سوال دیگر وجواب دیگر کا مضمون تھا یعنی جوابات گو غلط نہ تھے مگر سوالات سے کچھ تعلق نہ رکھتے تھے۔ آخر تک ہر جواب کی یہی حالت تھی۔ یعنی نہایت فصیح لیکن بالکل غیر متعلق مجھ کو امیدوار کی حالت پر نہایت رحم آیا اس لئے سو نمبر کے پرچہ میں صرف ایک نمبر دیکر اُس سے پیچھا چھڑایا۔ ورنہ بہ لحاظ جواب وہ ایک نمبر پانے کا بھی مستحق نہ تھا" غیر متعلق جواب لکھنے والوں کو اس قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

چونکہ حساب کے متعلق ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں مفصل۔ نقائص وہدایات درج ہو چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ مگر اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ (۱۸) ممتحن کو بعض اوقات سوال کا حل غلط اور جواب صحیح ملتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیدوار نے چالاکی سے جواب معلوم کر لیا ہے۔ ایسے لڑکے اکثر نا کامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ ممتحن باقی جوابات پر بھی کافی نمبر دینے میں پس و پیش کرتا ہے۔ (۱۹) بعض لڑکے جواب جلی قلم سے دوبارہ لکھ کر نہ صرف صحیح جواب کو غلط کر دیتے ہیں بلکہ قریب بیٹھے ہوئے امیدوار کو نقل کرنے کا موقع دیتے ہیں اور دونوں کے نمبر کٹ جاتے ہیں۔ اس لئے جلی قلم سے جواب ہرگز نہ لکھنا چاہیئے۔

(۲۰) بعض امیدوار اپنی لیاقت کے اظہار کا نہایت خوفناک طریقہ اختیار کرتے ہیں یعنی ہر جواب پر اپنا قلم اور تحریر کی روش بدلتے رہتے ہیں۔

(لطیفہ) ایک بار ایک امیدوار نے امتحان کے وقت پانچ۔ چھ قلم استعمال کئے جن میں دو تین کو وہ پہلے بھی مختلف رنگ کی سیاہیوں سے کام میں لا چکا تھا۔ جواب میں لیاقت دکھانے کو اپنے خط کی روش طرح بدل دی ورنہ جواب

مختلف قلم سے لکھا جس کی سیاہی اسکول کی سیاہی سے ملکر ہر بار مختلف رنگ کی نظر
آنے لگی ممتحن نے رجسٹرار صاحب کو رپورٹ کی کہ دو لڑکوں نے ملکر جواب لکھے ہیں
کیونکہ سیاہی کی رنگت اور طرز تحریر جابجا مختلف ہے اس پر بہت تحقیقات ہوئی اور
امیدوار کو بچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔

اگر کسی پرچہ میں وقت کے لحاظ سے سوالات زیادہ ہوں تو سمجھنا چاہیئے
ممتحن مختصر جواب چاہتا ہے لیکن اگر سوالات کم ہوں اور وقت زیادہ تو مفصل
جواب دینا چاہیئے۔

دوات کی چوری۔ ورناکیولر فائنل امیدواروں کا امتحان عموماً کسی
انگریزی مدرسہ میں ہوتا ہے اور ان کو جواب لکھنے کے واسطے سرکاری دوات ملتی
ہیں لیکن بعض لڑکے کمرے سے دوات اٹھا کر گھر لیجاتے ہیں یا توڑ کر پھینک دیتے
ہیں۔ اس قسم کی چوری یا شرارت تحصیلی مدرس کی انتظامی قابلیت پر بہت
بدنما دھبہ پیدا کرتی ہے اور نہ صرف مدرسہ بلکہ تمام ضلع کی بدنامی کا باعث ہوتی
ہے۔ ٹرینڈ مدرسوں کی قابلیت اسی میں ہے کہ اُن کے لڑکے اخلاقی برتاؤ میں
پیچھے نہ رہیں بعض امیدوار چوری تو نہیں کرتے مگر بعض ایسی حرکات کرتے ہیں
جن سے فضول شبہ پیدا ہوجاتا ہے مثلاً اپنی ڈیسک (میز) کو سرکا کر ادھر اُدھر کر دیتے
ہیں جس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا جواب نقل کرنا چاہتے ہیں۔

حساب اور جیومیٹری کا سبق

حساب کی تعلیم میں حسب ذیل امور پر خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

مقابلہ اور مشاہدہ۔ (۱) اس میں شک نہیں کہ سمجھانا نہایت اچھی بات ہے لیکن درجہ الف کے چھوٹے بچوں کو "سمجھانا" کا لے دارد"۔ اس میں لمبا چوڑا لیکچر کام نہیں دیتا بعض اوقات ایسے بچے مل جاتے ہیں کہ ایک بھی لفظ نہیں سمجھتے اور احمق کی طرح منہ تکنے لگتے ہیں اس لئے الف درجہ کے لڑکوں کو سمجھانے کی کوشش کم کیجیئے اور خود یاد کرنے بلکہ دوسروں کو یاد کرتے ہوئے سننے کا موقع زیادہ دیجئے۔ چھوٹے بچے کبھی کبھی یاد کرتے کرتے پوچھنے لگتے ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی۔ بیشک وہ موقع آپ کو خود نہایت مختصر طور پر سمجھانے کا ہے اس سے بچوں کو چھان بین کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گولیاں اور کوڑیاں اٹھا کر گنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پانچ گولیاں ہوئیں اور یہ پانچ کوڑیاں یہ پانچ کنکریاں ہوئیں اور یہ پانچ کتابیں۔ یہ پانچ لڑکے ہیں اور یہ پانچ بستے۔ غرضیکہ اس طرح مقابلہ کی خواہش خود بخود پیدا ہو کر مشاہدہ کو ترقی ہوتی ہے۔ ان کی نگرانی کے واسطے آپ کی آنکھ تمام طلبا کی طرف ہمیشہ گھومتی رہے تاکہ بے ضابطگی پیدا نہ ہو کیونکہ مدرس وہی ہوشیار سمجھا جاتا ہے جو اپنے ہاتھ سے کم اور آنکھ سے زیادہ کام لیتا ہو۔ بعض ٹرینڈ مدرس گنتی پڑھاتے وقت تختہ سیاہ پر بھی گولیوں کی تصویر بنا دیتے ہیں حالانکہ "بال فریم" سامنے ہوتا ہے یہ کام بالکل غیر ضروری ہے۔

خوشی سے لکھنا۔ (۲) ابتدائی درجات میں سوالات کا قاعدہ بنایئے مگر

ریادہ سمجھانے سے پرہیز کیجئے اس کے بجائے سادہ سوالات کی مشق کرائیے۔ لڑکوں
و قاعدے کے سوالات حل کرنے کا شوق خود بخود پیدا ہو جائے گا اُس وقت
مختصر طور پر قاعدہ سمجھا دیجئے۔ جو سوالات لڑکے غلط حل کریں اُن کا حل خود تختہ سیاہ
پر بتائیے۔ بعض ٹرینڈ مدرس تختہ سیاہ پر لکھتے وقت بالکل خاموش رہتے ہیں اور
یال کرتے ہیں کہ "لڑکے تختہ کو نہایت توجہ سے دیکھ رہے ہیں ہم کو بولنے کی کیا
نرورت ہے" یہ درست نہیں ہے درجہ کے صرف ایک یا دو لڑکے ضرور تھوڑی
ی توجہ کرتے ہیں باقی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ تختہ سیاہ پر لکھا ہوا ان کی سمجھ میں
نیں آتا اور پنڈت جی کے خوف سے وہ خود دریافت نہیں کر سکتے میں "ابتدائی
علیم کی رام کہانی" میں اپنا تجربہ لکھ چکا ہوں کہ ماسٹر صاحب کو زبان سے کہتے
ور اس کے ساتھ ہی تختہ سیاہ پر لکھتے دیکھنے پر مجھ کو اربعہ متناسبہ کا طریقہ خود بخود
علوم ہو گیا حالانکہ سمجھانے سے مدت تک نہیں آیا تھا۔ یہی حالت ہر معمولی بچہ
ی سمجھنی چاہیئے۔

عبارتی سوالات وغیرہ۔ (۳) حساب میں عبارتی سوالات سب سے زیادہ
نروری ہیں۔ عبارتی سوالات کا جو تعلق سادہ قاعدہ سے ہوتا ہے جیومیٹری میں
ہی تعلق مشقوں کا شکلوں سے ہے! ان میں قاعدوں کے روزانہ استعمال کا
لیقہ بتایا جاتا ہے اس لئے عبارتی سوالات یا مشقوں کے بغیر حساب یا جیومیٹری
ی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں گو بعض ذہین لڑکے جیومیٹری کی شکلوں کے ساتھ
شق بھی خود حل کر لیتے ہیں مگر یہ کام معمولی لڑکے نہیں کر سکتے اس لئے طلبا کی
یاقت کے بموجب تعلیم دینی چاہیئے۔ شروع ہی سے عبارتی سوالات اور مشق بتانے

سے دماغ پر زیادہ زور پڑتا ہے اور لڑکے جلد بے توجہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جب چند قاعدے یا شکلیں بخوبی معلوم ہو جاویں اس وقت عبارتی سوالات یا مشق کو حل کرنا مشاہدہ کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ متفرق مشقی سوالات سب سے زیادہ ضروری اور کارآمد ہوتے ہیں کیونکہ جیومیٹری کی شکلوں اور حساب کے قاعدوں سے بالکل علیحدہ ہونے کے باعث یہ معلوم کرنا آسان نہیں کہ ان کے حل میں کس کس قاعدے کی مدد درکار ہے۔

دوبارہ حل ۔ اگر عبارتی سوالات یا جیومیٹری کی مشق کا ایک باب ختم ہونے پر معلوم ہو کہ طلبا آپ سے قدم قدم پر مدد لیتے ہیں اور سوالات خود حل نہیں کر سکتے تو وہی سوالات دوبارہ حل کرائیے۔ طلبا اس کو پسند نہ کریں گے بلکہ نئے سوالات حل کرنا چاہیں گے مگر اس کی مطلق پرواہ نہ کیجئے اور اگر وہی سوالات دوبارہ حل کرنے پر بھی مشکل معلوم ہوں تو تیسری بار حل کرائیے۔

(**لطیفہ**)۔ میں نے ایک طالب علم کو کسر کا ایک سوال دیا جس کو وہ کچھ نہ سمجھ سکا چنانچہ اسی سوال کو بارہ دفعہ حل کرایا گیا۔ دوسرے دن لڑکے نے اسی مشق کے دس بارہ سوالات خود بخود حل کر لئے۔

چھوٹی چھوٹی مثالیں ۔ ہر مشکل عبارتی سوال کے حل کا طرز اسی قسم کی چھوٹی مثال بنا کر بتائیے۔ اس سے وہ فوراً سمجھ میں آجاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی مثالیں زبانی طور پر حل کرانے سے نیا قاعدہ بھی ٹھیک معلوم ہو جاتا ہے۔

زبانی حساب میں ضرب اور تقسیم کی صورت ۔ (۴) زبانی حساب کی ... میں مختلف پہلے جمع اور تفریق وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے سادہ اور عبارتی سو...

جوزبانی حل ہو سکتے ہیں۔ جبر مقابلہ کے سادہ اور چھوٹے سوالات۔ جیومیٹری کی
آسان مشق جن کی شکل خیال ہی میں بنا کر اُن کو حل کر دیا جاتا ہے۔ وغیرہ۔ پنڈت جی
ان کی تعلیم میں بھی غلطی کرتے ہیں پُرانے پنڈت جی خیال کرتے ہیں کہ "جغرافیہ
اور پہاڑے تو امتحان کے قریب ہی بتانے چاہئیں نہیں تو لڑکے بھول جائیں گے"۔
برخلاف اس کے ٹرینڈ پنڈت جی پہاڑوں کو اس قدر پیچیدگی سے سمجھاتے ہیں
اور بال فریم اور کوڑیوں یا گولیوں سے اس قدر سر مارتے ہیں کہ لڑکے گھبرا کر
کچھ نہیں سمجھتے اس کا ذکر اوپر کیا گیا لیکن اگر بچوں کو زیادہ دق نہ کیا جاوے تو
پہاڑے یاد کرنا بہت اچھا کھیل ہے۔ پہاڑوں کی دو قسمیں ہیں سادہ اور کسری
سادہ میں پرانے پنڈت جی صرف ضربی پہاڑوں کا استعمال کرتے ہیں مگر نئے
طرز تعلیم نے جمع اور تفریق کے پہاڑے بھی ایجاد کر دیئے ہیں۔ ضربی پہاڑے درحقیقت
جمع اور ضرب کو ملانے والی کڑی ہیں اور ذرا صورت بدل کر تفریق اور تقسیم کی کڑی
بنجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر دو کا پہاڑہ لیجئے "دو چوک ؟" "آٹھ" "دو پنجے ؟"
دس۔" "دو دہائی ؟" "بیس" وغیرہ۔ یہ ضربی پہاڑے کی صورت ہے لیکن اگر آپ
اس طرح دریافت کریں کہ دو کتنے آٹھ ؟ دو کتنے دس ؟۔ دو کتنے بیس ؟ تو یہی
پہاڑہ تقسیم کا ہو جاتا ہے۔ پہاڑہ درحقیقت ضرب و تقسیم کا پیش خیمہ ہے اس کو
سمجھنے کے واسطے (اوّل) معمولی عبارت میں اس طرح لکھئے۔

دو	دو	دو	دو	دو	دو	دو	دو	دو	دو
اکن	دونی	تیئے	چوک	پنجے	چھک	سَتّے	اَٹھے	نو	دہائی
دو	چار	چھ	آٹھ	دس	بارہ	چودہ	سولہ	اٹھارہ	بیس

اب اس عبارت کی بجائے ہندسے لکھیئے تو یہ صورت پیدا ہوگی۔

۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۲	۴	۶	۸	۱۰	۱۲	۱۴	۱۶	۱۸	۲۰

پھر دوسری اور تیسری سطر کے درمیان ہر ہندسہ پر ایک پڑی لکیر اس طرح
——— بڑھا دیجئے تو یہی پہاڑہ خود بخود بدل کر ضرب بنجاوے گا۔ یعنی

۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۲	۴	۶	۸	۱۰	۱۲	۱۴	۱۶	۱۸	۲۰

(دوم) دو کے پہاڑہ کو اس طرح سلسلہ وار عبارت میں لکھیئے۔

(۱)	(۲)	(۳)
دو	اکن	دو
دو	دونی	چار
دو	تیئے	چھ
دو	چوک	آٹھ (وغیرہ)

اس کے بعد پہلے کالم کے لفظ دو کی جگہ بدل کر تیسرے کالم میں اور تیسری کی دوسرے کالم میں اس طرح

لکھ دیجئے۔ دیکھئے خود بخود ہی آپ کی آسانی کے لئے [illegible] ہندسے گھٹ گئے ہیں۔ دیکھئے [illegible] حرف پڑھنا ہوگا [illegible] اس سے پہلے [illegible] خود بخود [illegible] حرف [illegible] کی ضرورت نہیں۔

(۲)	(۳)	(۱)
اکن	دو	[illegible]
دونی	چار	دو
تیئے	چھ	[illegible]
چوک	آٹھ	دو
پنجے	دس	دو

وغیرہ۔ یہاں پہاڑہ کا حاصل ضرب درمیان میں آگیا اور جس کالم کا نمبر تین تھا وہ شروع میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد الفاظ کے بجائے ہندسے لکھ دیجئے تو یہ صورت پیدا ہوئی۔

۲	۲	۱
۲	۴	۲
۲	۶	۳
۲	۸	۴
وغیرہ ۲	۱۰	۵

آخر میں درمیانی ہندسہ یعنی پہاڑہ کے حاصل ضرب کے درمیان اُلٹا حدب یا کوشک (بریکٹ) اس طرح ( ) بنا دیجئے۔ اس سے صورت ذیل پیدا ہوئی۔

۲)	۲	(۱
۲)	۴	(۲
۲)	۶	(۳
۲)	۸	(۴
وغیرہ ۲)	۱۰	(۵

یہی تقسیم ہے۔ اردو میں اگر آپ اوّل ہی ہر پہاڑہ بریکٹ کے ساتھ لکھیں یعنی (۱ ۲ ۲) (۲ ۴ ۲) وغیرہ اور پھر بریکٹ کے ساتھ ہندسوں کی جگہ بھی تبدیل کردیں یعنی ۱) ۲ (۲ وغیرہ تو تقسیم کی صورت آسانی سے پیدا ہو جاوے گی۔ ضرب اور تقسیم کی تعلیم کا صرف یہی طریقہ ہے کہ لڑکے اپنی اپنی سلیٹ یا تختی پر لکھتے جائیں اور آپ بھی تختہ سیاہ پر کُل پہاڑہ آہستہ آہستہ لکھتے اور طلبا کو اطمینان سے سمجھاتے جائیں

اس طرح قاعدہ سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی اور لڑکے بہت خوش ہوں گے۔

کسری پہاڑوں کی تعلیم۔ کسری پہاڑوں کی تعلیم کسی قدر زیادہ سمجھدار لڑکوں کو دیجاتی ہی۔ بال فریم کی ہر گولی کے چار ٹکڑے ہوتے ہیں جن سے پونا سوایا ڈیوڑھا ڈھام کا تصور دلایا جاتا ہے مگر ٹرینڈ مدرس عموماً کاغذ کے چار برابر ٹکڑے کرکے پون یا آدھے تختہ کاغذ کا تصور دلاتے ہیں اور اسی طرح ڈیوڑھا ڈھام وغیرہ کا پہاڑہ سمجھاتے ہیں۔ لیکن بچوں کے واسطے پون کاغذ کا تصور اسی قدر مشکل ہے جس قدر پون کتاب یا پون دوات یا پون قلم کا۔ کیونکہ ان چیزوں کا پون نہ استعمال ہوتا ہی نہ بازار میں ملتا ہے۔ اس لئے پون آنہ یا پون پیسہ وغیرہ کا تصور دلانا چاہیئے۔ اس کو لڑکے بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

حفظ کرانے کا طریقہ۔ چونکہ پہاڑے سمجھانے کے بعد حفظ کرانے کی ضرورت ہے اس لئے ہر لڑکے سے ایک ایک جزو علیحدہ کہلاتے جائیے یعنی ایک لڑکا کہے "دو اکن دو" دوسرا کہے "دو دونی چار"۔ اسی طرح درجہ بھر سے ایک ایک جزو کہلایا جاوے۔ اگر درجہ میں چھ ہی لڑکے ہوں تو پہلے لڑکے سے "دو ستے چودہ" اور دوسرے سے "دو آٹھے سولہ" کہلائیے اس طرح پہاڑہ ختم کیجئے اور پانچویں لڑکے سے پھر دوبارہ پہاڑہ شروع کیجئے اور "دو اکن دو" کہلائیے۔ حفظ کرانے کے کام میں سمجھانے کے باعث کمی نہ ہونی چاہیئے۔

پرچون اور بنیاری۔ بچوں کو آئندہ زندگی میں زیادہ حساب سے کام پڑتا ہے۔ اگر بازار سے کوئی چیز خریدنی ہے تو حساب کی ضرورت ہے۔ کسی کو تنخواہ دینی ہے تو بھی حساب کا کام ہے غرضیکہ ہر حالت میں اسی کی ضرورت ہوتی ہے

پہاڑے اس طرح یاد رکھنے چاہئیں کہ سوچنے میں وقت صرف نہ ہو۔ آپ نے پرچونی یا پنساری وغیرہ کو دیکھا ہوگا کہ اگر کوئی ایک پیسہ کا تیل یا مصالحہ مانگتا ہے تو فوراً ٹھیک تول دیتا ہے۔ بالکل ایسی ہی لیاقت آپ کے لڑکوں میں ہونی چاہیئے۔

سلیٹ اور کاپی۔ (۵) اونچے درجوں میں جہاں کاپی کا استعمال ہوتا ہے بعض لڑکے پہلے سلیٹ پر سوال حل کر لیتے ہیں اس کے بعد کاپی پر نقل کرتے ہیں اس میں کئی نقص ہیں یعنی ا۔ طلباء اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ ہوشیاری سے حل کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ غلطی ہونے پر بہ آسانی مٹا کر درست کر لیں گے اور اس کا حال کسی کو معلوم نہ ہوگا۔

۲۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہ کاغذ پر بھی کاٹ کر درست کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے تمام سوال کٹ کٹ ہو جاتا ہے اور میلے پن کی عادت پیدا ہوتی ہے ایسے کٹے سوالات پر پورے نمبر نہیں ملتے۔

۳۔ ہر سوال کو دوبارہ حل کرنا پڑتا ہے اور وقت نہ ملنے کے باعث باقی سوال رہ جاتے ہیں۔

۴۔ کاپی پر نقل کرتے وقت اگر کہیں غلطی ہو گئی تو لڑکے کو پتہ نہیں لگتا اور ممتحن کو فضول شبہ ہوتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے سے نقل کر لیا ہے۔

۵۔ طالب علم کا کام فضول بڑھ جاتا ہے اور وہ جلد تھک جاتا ہے۔

ٹرینڈ مدرسوں کو اس کی خاص نگرانی کرنی چاہیئے۔

غلط جواب اور اس کے دو وجوہ۔ (۶) جواب کی غلطی کی دو وجہ ہوتی ہیں (اوّل) لڑکے حساب کا عمل گڑبڑ کر دیتے ہیں جس سے ہندسہ کہیں کا کہیں

لکھنا پڑتا ہے۔

(دوم) ہندسہ بدخط لکھتے ہیں اور اُن کو خود ہی غلط پڑھکر جواب بھی غلط کر دیتے ہیں مثلاً دو کو سات اور آٹھ کو نو وغیرہ اور ہندی میں ایک کو سات اور پانچ کو چھ یا نو وغیرہ۔

اس لئے عمل صاف اور پورا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ابتدائی جماعت میں ہر عمل پورا لکھنا چاہیئے۔ زبانی داخل خارج کافی نہیں۔

گھٹاؤ ننانوے سوئیں سے بعض لڑکے یہ خیال کرتے ہیں کہ جو ہندسہ پہلے بولا گیا ہے وہ اوپر لکھنا چاہیئے اور جو اُس کے بعد بولا جاوے وہ نیچے۔ ایک مدرسہ میں میں نے درجہ (ب) کے لڑکوں کو تفریق کا چھوٹا سا سوال دیا یعنی ۹۹/۱۰۰ مگر بولتے وقت اس طرح کہا کہ "گھٹاؤ ننانوے سو میں سے"۔ چنانچہ ایک لڑکے نے ہندسوں کو اس طرح لکھا ۹۹/۱۰۰ دوسرے نے اس طرح ۱/۹۹ تیسرے نے اس طرح ۱/۹۹/۱۰۰

نشانات اور حوالہ۔ (۷) جیومیٹری کے واسطے آنکھ اور ہاتھ کی تربیت کی خاص ضرورت ہے۔ ہر زاویہ حتی المقدور اس قدر صحیح کھینچنا چاہیئے کہ اس میں سرمو فرق نہ ہو اور آنکھ غلطی کو فوراً بتادے۔ یہاں تک کہ چھتر اور چھہتر درجے کے زاویوں کا فرق بھی فوراً معلوم ہو جاوے اور مربع، مثلث اور باقی ہر شکل کی لمبائی چوڑائی کو آنکھ خود بتا سکے اس کے واسطے جیومیٹری کے اوزاروں سے عرصہ تک باقاعدہ مشق کی ضرورت ہے یعنی پہلے ایک شکل اوزاروں کی مدد سے بنا کر اور پھر صرف ہاتھ سے کھینچ کر دونوں کا مقابلہ کیا جاوے اور ہاتھ

کی بنائی ہوئی شکل کو پیمانہ سے ناپ کر اندازہ کیا جائے کہ وہ کتنی بڑی یا چھوٹی ہے۔ اس طرح مشق کرنے سے کچھ عرصہ میں آنکھ اور ہاتھ کو صحیح شکل سمجھنے اور کھینچنے کی عادت ہو جاوے گی۔ لیکن جب تک اوزاروں کا استعمال عرصہ تک متواتر نہ کیا جائے یہ قابلیت پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ حساب میں بھی بعض اوقات شکل کھینچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو نہایت صحت اور صفائی سے کھینچنا چاہیئے اور جیومیٹری کی طرح حساب کے حل میں بھی قدم قدم پر مختصر عبارت بطور حوالہ تحریر کرنی چاہیئے ورنہ پورے نمبر نہیں مل سکتے۔ اس کے علاوہ مختلف نشانات (مثلاً ∴ یا = یا ∵ وغیرہ) ٹھیک ایک دوسرے کے نیچے صفائی سے باقاعدہ لکھنے چاہئیں کیونکہ بعض سخت مزاج ممتحن ان نقطوں کی غلطی پر ہی کل جواب غلط کر دیتے ہیں۔

پہاڑنی کی خوبیاں اور دقت۔ (۸) پرانے پنڈت جی مدرسہ کا وقت ختم ہونے پر لڑکوں سے پہاڑوں کی پہاڑنی کراتے تھے اس میں کئی خوبیاں تھیں یعنی (۱) خود اُن کو آرام کا موقع ملتا تھا۔ درجہ کا ایک ہوشیار لڑکا سب سے علیحدہ کھڑا ہو کر پہاڑہ یاد کراتا تھا اور باقی طلبا ایک ساتھ بولتے تھے۔ پنڈت جی اپنی قمچی لئے بیٹھے ہوئے دیکھتے رہتے تھے کہ کوئی لڑکا آگے پیچھے تو نہیں بولتا ہے (۲) لڑکے بھی خوش تھے کیونکہ پہاڑنی کرانے والا بھی ان کا ساتھی لڑکا ہوتا تھا (۳) چونکہ لڑکے دلچسپ کام بار بار کرنا پسند کرتے ہیں اور پہاڑنی میں پہاڑہ کو بار بار کہنا پڑتا ہے اس لئے اُن کو کام میں زیادہ دلچسپی پیدا ہوتی تھی اور سب لڑکوں کے ملکر بولنے کا کھیل بہت لطف پیدا کرتا تھا (۴) چونکہ بچوں کی قوت حافظہ بہت زبردست ہوتی ہے

اس لئے دلچسپی کے باعث لڑکے پہاڑہ کو نہایت آسانی سے تہارنی کرتے کرتے یاد کر لیتے تھے اور عمر بھر نہیں بھولتے تھے (۵) چونکہ لڑکے کھلے میدان میں کھڑے ہوکر تہارنی کرتے تھے اس لئے یہ ایک حد تک ڈرل کا بدل ہو جاتی تھی اور لڑکوں کی تندرستی پر عمدہ اثر ہوتا تھا۔ مدرسہ کے کمزور اور چھوٹے لڑکوں کو پہاڑے سنتے سنتے خود بخود یاد ہو جاتے تھے۔ سننے کے اثر کا ذکر میں نے اوپر کیا۔

مگر موجودہ تعلیم میں اس سے چند دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں یعنی (۱) مضامین کی تعداد بڑھ جانے سے تہارنی کا وقت نہیں ملتا (۲) مختلف درجات میں کام تقسیم ہونے کے باعث ہر درجہ کی علیحدہ تہارنی پیدا ہو گئی ہے اور ایک ساتھ کام نہیں ہو سکتا (۳) مدرسہ میں تعداد طلبا اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ اُستاد پہلے سے بہت زیادہ عدیم الفرصت ہیں اگر سب لڑکوں سے ایک ساتھ تہارنی کرائی جائے تو اس قدر شور و غل ہوتا ہے کہ کام نہیں چل سکتا اور چونکہ طلبا کی دلچسپی کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں اس لئے پُرانے طرز کی تہارنی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مناسب یہ ہے کہ درجہ میں ہر لڑکے سے پہاڑہ کا ایک ایک جزو کہلوایا جائے جس کا ذکر اوپر کیا گیا لیکن جن امدادی مدرسوں میں مضامین اور طلبا کی تعداد کم ہو وہاں پُرانا طرز ضرور مفید ہوگا۔

عربی و ہندی رقوم۔ (۹) حساب میں بعض لڑکے اصلی اور تجارتی رقمیں کاٹتے ہیں یا سودا اور زرِ کل میں یا احاطہ اور رقبہ میں فرق نہیں کر سکتے اور امتحان میں غلط جواب دیکر نمبر کھو دیتے ہیں۔ مدرسین کو اس کی تعلیم پر خاص توجہ کرنی چاہئیے۔ اسی طرح بعض لڑکے عربی رقوم[1] لکھ دیتے ہیں چونکہ ان کا استعمال مدارس میں نہیں

---

[1] مثلاً عدد [illegible] وغیرہ۔

ہوتا اس لئے امتحان میں بھی ان کو کام میں نہ لانا چاہئے۔ ہندی میں روپیہ[1] آنہ پائی یا من۔ سیر۔ چھٹانک کی خاص علامتیں استعمال ہوتی ہیں۔ امتحان میں حتی المقدور ان سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

چونکہ اور اس لئے۔ (۱۰) اکثر لڑکے جیومیٹری میں "چونکہ" اور "اس لئے" کا استعمال ٹھیک نہیں کرسکتے وہ خیال کرتے ہیں کہ ہر فقرے میں یہ دونوں آنے چاہئیں نتیجہ یہ ہے کہ ان کے بے محل استعمال کے باعث امتحان میں نمبر کٹ جاتے ہیں مدرسوں کو چاہیئے کہ جس وقت لڑکے تختہ سیاہ پر شکل حل کرتے ہوں ان الفاظ پر خاص توجہ کریں اور باقی طلبائے سے غلطی درست کراکے ٹھیک استعمال بتادیں ان غلطیوں کو چھوٹی بات سمجھکر نظر انداز کردینے سے جیومیٹری کی تعلیم کا اصل مقصد مفقود ہوجاتا ہے۔

حروف اور گراف۔ آج کل ریاضی میں نئے طرز کی کتابیں رائج ہیں جن سے حساب جبر مقابلہ اور جیومیٹری کا باہمی تعلق ثابت ہوتا ہے۔ حساب میں سوالات ہندسوں میں حل کئے جاتے ہیں اور اسی طریقہ کے عام اصول کے سوالات حروف میں۔ مطلب یہ ہی کہ حساب سے عام اصول اخذ ہوکر جبر مقابلہ کے سوالات بنتے ہیں اسی طرح حساب اور جبر مقابلہ کے سوالات گراف کے ذریعہ سے حل کئے جاتے ہیں۔ گراف جیومیٹری کے طرز کا نقشہ ہی جس میں مختلف شکل کے خطوط کھینچکر جواب نکالا جاتا ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حساب جبر مقابلہ اور جیومیٹری ایک ہی جواب کی مختلف صورتیں ہیں۔

---

[1] مثلاً ر ا وغیرہ۔

جغرافیہ کا سبق اور دلچسپی

عجیب و غریب نام۔ جغرافیہ کی تعلیم کے کئی درجے ہیں تعریفات۔ سمت۔ نقشے کا استعمال۔ عرض البلد و طول البلد۔ زمین کے طبعی حالات۔ مختلف ممالک کی گورنمنٹ عوام کا طرز معاشرت وغیرہ۔ لیکن تعریفات پڑھنے اور یاد رکھنے میں طلباء کو جس قدر تکلیف اور نفرت پیدا ہوتی ہے اس قدر شاید کسی مضمون میں نہیں ہوتی اور مدرس کو اس کا پتہ نہیں لگتا کیونکہ لڑکے عموماً حافظہ سے کام لیتے ہیں اور جغرافیہ کے عجیب و غریب نام اور اُن کے حالات مثلاً پانی سے گھرا ہوا زمین سے گھرا ہوا پانی کے درمیان زمین یا زمین کے درمیان پانی وغیرہ فقرات کوشش کرنے پر بھی جلد سمجھ میں نہیں آتے اس کے واسطے میں نے "ابتدائی تعلیم کی رام کہانی" میں یہ طریقہ بتایا ہے کہ زمین پر آہستہ پانی بہا دیجئے اس وقت جو قدرتی شکلیں پیدا ہوں گی اُن سے تعریفات سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ یہ شکلیں دکھانے کے بعد لڑکوں سے دریافت کیجئے کہ "تم نے کوئی بڑی جگہ بھی دیکھی ہے جہاں پانی زمین سے گھرا ہو؟" وہ پوکھر یا تالاب کا نام بتائیں گے اس سے جھیل کا خیال دلائیے اگر آپ کے قصبہ یا موضع کے قریب دریا ہے تو وہاں کی شکلوں کا خیال دلائیے بلکہ اگر ممکن ہو تو فرصت کے وقت دریا پر لیجا کر دکھائیے کہ کہیں کہیں دو دو دھار ہو گئی ہیں جس سے درمیان میں جزیرہ پیدا ہو گیا ہے کہیں کنارہ پر زمین اونچی یا نیچی ہو جانے سے جزیرہ نما خلیج۔ خلکنائے وغیرہ بن گئے ہیں۔ اگر دریا قریب نہ ہو تو بھی بعض لڑکے ضرور کہیں نہ کہیں دریا میں نہائے ہوں گے

اس لئے بذریعہ مکالمہ تصوّر دلائیے اگر عمدہ تصوّر ہو گیا تو لڑکے شکلوں کے نام یاد رکھنے کی خود کوشش کریں گے یہی وقت صحیح نام بتانے کا ہے اس وقت آپ کو جغرافیہ کی دلچسپی کا کسی قدر اندازہ ہوگا اور اگر آپ قدم قدم پر لڑکوں کو غور و فکر کا موقع دیں اور اُن کی غلطیاں مُسکرا کر درست کرتے رہیں گے تو معلوم ہوگا کہ تعریفات کی تعلیم بھی دلچسپی سے بھری ہوئی ہے۔

زمین کی محور اور پہیہ کا چکر۔ جغرافیہ میں بعض فرضی نام ہیں جن کا خیال دلانے میں پنڈت جی کو بہت دقت ہوتی ہے۔ ان میں بعض نام ایسے ہیں جو صرف نقشہ پر نظر آتے ہیں اور ان کی اصلی صورت زمین پر کہیں نہیں ملتی مثلاً خطوط عرض البلد و طول البلد یا شمال۔ مشرق۔ جنوب۔ مغرب۔ ان کی تعلیم کا دلچسپ طریقہ آیندہ لکھا جاوے گا۔

لیکن ان کے علاوہ بعض نام ایسے ہیں کہ وہ عموماً نقشہ پر بھی نظر نہیں آتے مثلاً زمین کی محور۔ یہ ایک فرضی خط ہے جو قطب شمالی سے جنوبی تک زمین کے اندر کھنچا ہوا خیال کر لیا گیا ہے اور زمین اس کے چاروں طرف اسی طرح گھومتی ہے جس طرح پہیہ اپنی دُھری کے گرد چکّر لگاتا ہے۔ یہ خط کسی طرح نظر نہیں آسکتا اور اگر زمین کا اپنے چاروں طرف گھومنا بند ہو جائے تو فوراً غائب ہو جائے گا یا دوسرے الفاظ میں یہ کہیئے کہ زمین کی اپنی گرد گردش ہی کے باعث یہ خط پیدا ہوتا ہے اور زمین کا ہر ذرّہ اس کے چاروں طرف گھومتا رہتا ہے۔ اس خیال کو بچوں کو سمجھانا درکنار خود پنڈت جی کے واسطے سمجھنا مشکل ہے لیکن اگر آپ ایک پیسہ (یا کوئی اور گول سکّہ) کسی ہموار سطح مثلاً میز یا کتاب یا تختی پر کھڑا کر کے اور اپنی انگلیوں

کی چٹکی سے پکڑ کر گھما دیں تو گھومتے ہوئے پیسہ کے اندر محور کی شکل فوراً پیدا ہو جائے گی
اور گھومنا بند ہوتے ہی غائب ہو جائے گی۔ اس طرح پیسہ گھما کر دکھانے میں صرف
نہایت دلچسپی پیدا ہوگی بلکہ محور کا خیال بھی بچوں کے ذہن نشین ہو جائے گا۔ اگر آپ
پیسہ کے بجائے کوئی گول کڑا یا حلقہ گھما کر دکھائیں تو اس میں بھی اسی طرح محور
پیدا ہو جائے گی لیکن یہ محور سفید ہوگی۔

اُترآئن اور دکشنائن سورج۔ سمت کی تعلیم کا طریقہ آپ خود جانتے ہیں اس لئے
یہاں صرف یہ لکھنا مناسب ہے کہ آفتاب ہمیشہ ٹھیک پورب ہی سے نہیں نکلتا۔ آپ
نے پنڈتوں کی زبانی اُترآئن اور دکشنائن سورج کا نام سنا ہوگا۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ جاڑوں میں آفتاب جنوب کی طرف جھکا ہوا نکلتا ہے اور جنوب رُخ رہتا ہے
اور گرمیوں میں گوشۂ شمال کی طرف اُٹھا ہوا نکل کر چلتا ہے۔ آفتاب کا ٹھیک
مشرق سے نکلنا مختلف مقامات کے عرض البلد پر منحصر ہے مثلاً خطِ استوا پر جو مقامات
ہیں وہاں آفتاب ۲۱ر مارچ اور ۲۳ر ستمبر کو ٹھیک مشرق سے نکلتا ہے اور قریب ہر
چار روز میں ایک درجہ اوپر یا نیچے ہٹتا جاتا ہے۔ ممالک متحدہ۔ پنجاب اور کشمیر خط
سرطان سے باہر ہیں اس لئے یہاں آفتاب تھوڑا بہت جنوب ہی کی جانب جھکا رہتا
ہے گرمیوں میں بہت کم اور جاڑوں میں زیادہ ہندوستان کے جو مقامات خط
سرطان کے جنوب میں ہیں اُن پر بھی آفتاب سال میں دو بار ٹھیک مشرق سے نکلتا
ہے اور بہت جلد دکشنائن یعنی جنوب رخ ہو جاتا ہے مثلاً کلکتہ میں ۵ر جون اور ۸ر جولائی
کو بمبئی میں ۱۵ر مئی اور ۲۹ر جولائی کو۔ مدراس میں ۲۴ر اپریل اور ۱۸ر اگست کو
اور راس کماری پر ۱ر اپریل ۵ر ستمبر کو آفتاب مشرق سے نکلتا ہے اور ٹھیک

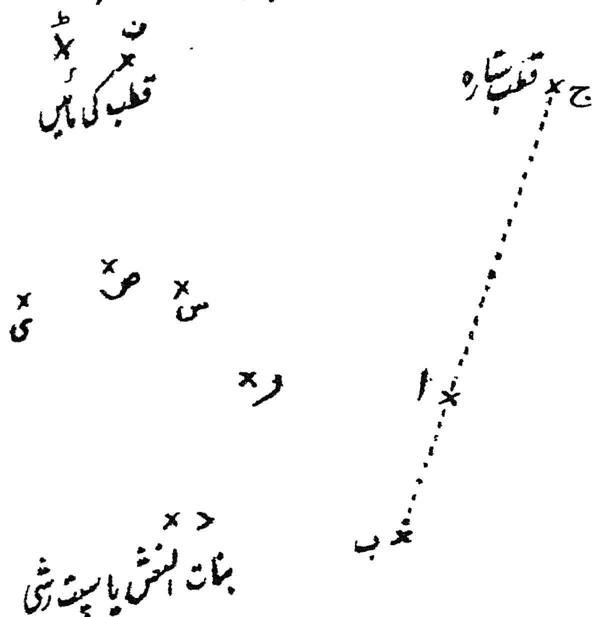
سر پر آجاتا ہے بخلاف اس کے ماہ کامل یعنی پورنماشی کا چاند گرمیوں میں جنوب ومشرق
کی جانب ہٹا ہوا رہتا ہے اور جاڑوں میں شمال ومشرق کی۔

قطب ستارہ:۔ اسی طرح قطب ستارہ بھی شمال سے بہت قریب ہے لیکن
ٹھیک شمال پر نہیں ہے اس لئے یہ باقی ستاروں کی طرح ضرور چکر لگاتا ہے گو شمال
کے نہایت قریب ہونے کے باعث اس قدر چھوٹا دائرہ بناتا ہے کہ ہماری آنکھ
معلوم نہیں کر سکتی۔ مدرس عموماً قطب ستارہ کے ذریعہ سے سمتوں کی تعلیم نہیں
کرتے اور نہ یہ آسانی کر سکتے ہیں کیونکہ مدرسہ دن میں ہوتا ہے اور قطب ستارہ
رات کو نکلتا ہے اس لئے وہ زیادہ تر قطب نما لاش کرتے ہیں۔ لیکن قطب نما
سے سمتوں کی عمدہ تعلیم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے سمتوں کا حال اسی طرح خود بخود
معلوم ہو جاتا ہے جس طرح گھڑی سے وقت کا دونوں صورتوں میں پتہ لگانے والا
ان کا غلام بن جاتا ہے اور اگر یہ نہوں تو نہ وقت سمجھ سکتا ہے نہ سمت اس لئے مناسب
یہ ہے کہ قدرتی نظارہ سے سمتوں کا پتہ لگائیے اور بوقت تعلیم اطمینان کر لیجئے کہ
طلبا موضع کے مختلف مقامات کی سمت ٹھیک پہچان گئے لڑکے صبح وشام آفتاب
کو دیکھ کر خود سمت سمجھ سکتے ہیں لیکن دوپہر کو دقت ہوتی ہے کیونکہ اُس وقت آفتاب
سر پر ہوتا ہے مگر عرض البلد اور مہینہ کا خیال رکھنے پر اس وقت بھی ضرور پتہ لگ سکتا
ہے۔ شمالی باشندوں مثلاً روس، چین، جاپان اور یورپ والوں کو اس میں
بہت آسانی ہے کیونکہ وہاں آفتاب ہمیشہ جنوب کو جھکا رہتا ہے۔ اس لئے وہ دوپہر
کو بھی سمت فوراً پہچان سکتے ہیں لیکن ہندوستان میں جہاں آفتاب سر پر آجاتا ہے
یہ آسانی نہیں ہے یہاں عرض البلد اور مہینہ کا خیال کر کے سمت کو پہچاننا پڑتا ہے مثلاً بمبئی

میں ۲۲ جون کے قریب آفتاب شمال کے جانب جھکا ہوتا ہے اور ۲۹ جولائی کے بعد جنوب کی جانب۔

دیہات والے ادھر اُدھر دیکھ کر فوراً سمت بتا دیتے ہیں کیونکہ وہ آس پاس کے درخت اور مختلف مقامات کی سمت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اِن کا خیال ہے کہ بعض اوقات آدمی کو دِشا بھرم ہو جاتا ہے یعنی سمتوں کا پتہ نہیں لگتا یہ حالت اُسی وقت ہوتی ہے جب پہچانے ہوئے مقامات نہیں ملتے اور نہ آفتاب سے پتہ چلتا ہے۔

قطب ستارہ کی پہچان ۔ قطب ستارہ کا حال پنڈت جی زبانی بتا دیتے ہیں مگر اُس کو خود نہیں پہچانتے اس لئے یہاں اس کا مختصر ذکر ضرور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس ستارہ کے چاروں طرف سات ستارے گھومتے ہیں جن کو ہندی میں سپت رشی اور عربی میں بنات النعش کہتے ہیں اِن کی مجموعی شکل چاہ چھاننے کے اُلٹے پیالے کی ہوتی ہے



جس میں چار ستارے خاص پیالے کی شکل ہیں اور تین اُس کی ڈنڈی کی صورت۔
اگر اس پیالہ کے دوسرے کنارے والے دو ستاروں سے پیالے کے مُنھ کی
جانب سیدھا خط بڑھایا جائے تو جو ستارہ سب سے پہلے چمکتا ہوا ملتا ہے وہی قطب
ہے مثلاً یہاں خط (ا۔ب) کو بڑھانے پر نقطہ (ج) پر جو ستارہ ملا وہ قطب ہے۔ (ا۔
ب۔ د۔ ر۔ س۔ ص۔ ی) سات ستارے ہیں جن میں اول چار کی مجموعی شکل چار
چھلنے کے پیالے سے ملتی ہے اور باقی تین کی شکل اُس کی ڈنڈی سے۔ عرب والوں
نے اس پیالہ کو چارپائی سے تشبیہ دی ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ اس پر نعش پڑی
ہے جس کو چاروں ستارے اُٹھائے لئے جاتے ہیں اور باقی تین ستارے مُردے کی
تین بیٹیاں ہیں جو آگے روتی ہوئی جاتی ہیں۔ ستارہ (ص) کے شمال میں دو ستارے
(ف اور ط) بھی ہیں جو نقطہ (ص) کے ساتھ قریب قریب مثلث متساوی الساقین
بناتے ہیں۔ اُن کو ہندو لوگ دھرو (یعنی قطب) کی ماں کہتے ہیں۔

گھڑی سے سمت دریافت کرنا۔ سمت دریافت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی
ہے کہ جیب گھڑی کی چھوٹی سوئی ٹھیک آفتاب کی طرف کرنے پر سوئی کے منٹ
اور بارہ کے ہندسہ کے درمیان ایک طرف شمال ہوگا اور دوسری طرف جنوب
مثلاً اگر چھوٹی سوئی دو کے ہندسہ پر ہے تو بارہ اور دو کے درمیان یعنی ایک کے
ہندسہ پر جنوب ہوگا اور اُس کے مقابل یعنی سات کے ہندسہ پر شمال اسی طرح
چار کے ہندسہ پر سوئی ہونے پر جنوب دو کے ہندسہ پر اور شمال آٹھ کے ہندسہ
پر ہوگا۔ اگر بوقت شام چھ بجے سوئی آفتاب کے مقابل کی جاوے تو تین کے ہندسہ
پر جنوب اور نو پر شمال ہوگا وعلیٰ ہذا۔ لیکن خط استوا کی دوسری جانب مثلاً ٹرانسوال

آسٹریلیا جنوبی امریکہ وغیرہ میں چھوٹی سوئی کے بجائے بارہ کا ہندسہ آفتاب کی جانب کرنے پر شمال وجنوب معلوم ہوسکتے ہیں[1]۔ اس طریقہ میں چند نقائص ہیں اوّل خود آفتاب سے سمت معلوم ہوسکتی ہے اس لئے یہ طریقہ زیادہ ضروری نہیں صرف شبہ کی حالت میں کچھ مدد دے سکتا ہے۔ دوم پنڈت جی کے پاس جیبی گھڑی چاہئے لیکن یہ معمولی مدرس کے واسطے مشکل ہے۔ سوم گھڑی کا وقت ٹھیک لوکل ٹائم (مقامی وقت) کے مطابق ہونا چاہئے کیونکہ ہر جگہ کا مقامی وقت مختلف ہوتا ہے اور ہر طول البلد میں چار منٹ کا فرق موجود ہے۔ لندن اور بمبئی کے وقت میں پانچ گھنٹے کا فرق ہوگیا ہے۔ چہارم ایّام گرما میں آفتاب ٹھیک سر پر آجاتا ہے اس وقت سمت کا گھڑی سے پتہ لگانا مشکل ہے۔ پنجم اُن مقامات پر جو خط سرطان کے جنوب میں واقع ہیں (مثلاً کلکتہ۔ بمبئی۔ حیدرآباد دکن وغیرہ) آفتاب سال میں دوبار ٹھیک سر پر ہوتا ہے اس لئے اُس وقت اس طریقہ سے ٹھیک سمت نہیں معلوم ہوسکتی۔

پیالہ کا چکر۔ سپت رشی (بنات النعش) کا چکر چوبیس گھنٹہ سے قریب ساڑھے تین منٹ پہلے پورا ہوجاتا ہے۔ اس لئے وہ مہینہ بھر تک شب کو ایک ہی وقت برابر نظر نہیں آتے بلکہ آگے بڑھتے بڑھتے جاڑے کے موسم میں کچھ عرصہ کے واسطے قطب ستارہ کے نیچے ہوجاتے ہیں اس حالت میں قطب کا پہچاننا مشکل ہے مگر دیہات والے اس وقت کہکشاں وغیرہ دیکھ کر اور خاصکر چاند کے ذریعہ سے فوراً سمت پہچان لیتے ہیں[2]۔

---

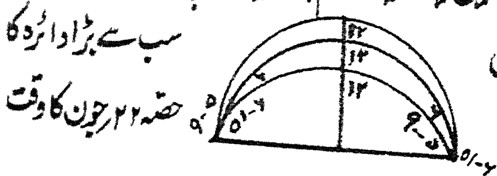
[1] دیکھو اسکاؤٹنگ فار بوائز [2] چاند کی صورت دیکھ کر تاریخ ہجری اور ہندوستانی تتھ معلوم ہوتی ہے اور اگر آسمان کو بارہ خیالی حصوں میں تقسیم کیا جائے تو وقت بھی معلوم ہوسکتا ہے (باقی نوٹ بر صفحہ آئندہ)

روشنی کا دریا۔ کہکشاں کو ہندی میں آکاش گنگا کہتے ہیں یہ لاکھوں ستاروں کا مجموعہ ہے جو عظیم فاصلہ کے باعث الگ الگ نظر نہیں آتے اور آسمان پہ ایک روشنی کا دریا بہتا معلوم ہوتا ہے اس کے خاتمہ پر ہر دو جانب دو دھار علیحدہ علیحدہ بن گئی ہیں یہ بنات النعش کے دوسری جانب آسمان میں قطب کے چارطرف گردش کرتا ہی ماہ ستمبر میں شام کو سات اور آٹھ بجے کے درمیان یہ قطب کے مشرق میں نظر آتا ہی لیکن دسمبر میں بجانب جنوب اور مارچ میں بجانب مغرب ہوتا ہی۔ اس کے ایک ہی سمت میں ایک دھار پر برج قوس ہی اور دوسری پر برج عقرب جو بچھو کا بہت بڑا ڈنک اُٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ برج عقرب اگست اور دسمبر میں بجانب جنوب چمکتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آسمان کی گردش تئیس گھنٹہ اور تقریباً ساڑھے چھپن منٹ میں پوری ہوتی ہے گویا کہ قریب سوا پندرہ دن میں ایک گھنٹہ کا فرق ہو جاتا ہے یعنی جو ستارے اکیس مارچ کو رات کے سات بجے نظر آتے ہیں وہ ٹھیک اسی جگہ تقریباً چھ مارچ کو آٹھ بجے۔ ۲۰ فروری کو نو بجے ۵ فروری کو دس بجے۔ ۲۱ جنوری کو گیارہ بجے اور ۵ جنوری کو بارہ بجے ملتے ہیں۔ تمام ستارے ایک دن اور ایک رات میں ہر چار طرف گھوم جاتے ہیں اور ساڑھے تین منٹ کے فرق کے باعث ہم کو کسی نہ کسی موسم میں ضرور نظر آتے ہیں۔ کہکشاں بھی اگر شام کو مشرق میں ہو تو قریب چھ گھنٹہ میں جنوب کی طرف آجاتا ہی اور بارہ گھنٹہ میں مغرب پہنچ جاتا ہے۔ یہ جون میں بارہ بجے شب کو مشرق کی طرف ہوتا ہی ستمبر میں بجانب جنوب اور دسمبر میں بجانب مغرب۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) چاند کے روشن و تاریک دونوں حصے چوتھی کو آسمان پر صاف نظر آتے ہیں ۱۲

آپ ستاروں کے سلسلہ کو جس طرح فراج چاہے پہچان لیجئے لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ یاد رکھیے جس سے رات کو ہمیشہ سمت اور وقت کا پتہ معلوم ہو سکے گا اور ستاروں کے مشاہدہ میں بہت دلچسپی پیدا ہوگی چونکہ خطِ استوا کی دوسری جانب قطب ستارہ نہیں ہے اس لئے وہاں چھ خاص ستاروں سے سمت کا پتہ لگتا ہے۔

آفتاب سے سمت اور وقت معلوم کرنا۔ آفتاب سے بھی سمت اور وقت آسانی معلوم ہو سکتے ہیں شاید آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ۲۲ر جون کو سب سے بڑا دن ہوتا ہے اور آفتاب صبح پانچ بجکر نو منٹ پر طلوع ہوتا ہے اور شام کو چھ بجکر اکیاون منٹ پر غروب ہوتا ہے لیکن ۲۴ر دسمبر کو سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے اور یہ ہندسے اُلٹ جاتے ہیں یعنی آفتاب چھ بجکر اکیاون منٹ پر صبح نکلتا ہے اور شام کو پانچ بجکر نو منٹ پر ڈوبتا ہے۔ اس طرح ہر بار ایک گھنٹہ اور بیالیس ۴۲ منٹ کی کمی بیشی ہو جاتی ہے یعنی ۲۱ر مارچ اور ۲۳ر ستمبر کو دن بارہ گھنٹہ کا ہوتا ہے مگر ۲۴ر دسمبر کو گھٹ کر دس گھنٹہ اور اٹھارہ منٹ کا رہ جاتا ہے اور ۲۲ر جون کو بڑھ کر تیرہ گھنٹہ اور بیالیس منٹ کا ہو جاتا ہے۔ اب آپ ایک نصف دائرہ کے بارہ برابر حصے کیجئے جو ۲۱ر مارچ اور ۲۳ر ستمبر کو دن کے بارہ گھنٹے بتاتے ہیں ان پر چھ بجے صبح سے شام کے چھ بجے تک کے نشان ڈالدیجئے پھر اس دائرے کے اوپر اور نیچے ایسے دو دائرے بنائیے کہ نیچے کا محیط دس گھنٹہ اور اٹھارہ منٹ میں اور اوپر والے کا محیط تیرہ گھنٹہ اور بیالیس منٹ میں ٹھیک ٹھیک تقسیم ہو جاویں ان پر بھی گھنٹوں کے ہندسے ڈال دیجئے شکل یہ ہوگی



سب سے بڑا دائرہ کا حصہ ۲۲ر جون کا وقت

بتاتا ہے سب سے چھوٹا ۲۲ دسمبر کا اور نصف دائرہ ۲۱ مارچ اور ۲۳ ستمبر کا۔ ہر دائرہ میں بارہ بجنے کا وقت ٹھیک نصف قطر پر ہونا چاہیے اس کے بائیں طرف گیارہ دس وغیرہ اور داہنی طرف ایک دو تین وغیرہ کے گھنٹے کے نشان برابر برابر فاصلہ پر سلسلہ وار بنا دیجیے۔ اگر آپ کو ٹھیک سمت معلوم ہے تو ان دائروں سے وقت معلوم ہو سکتا ہے اور اگر ٹھیک وقت معلوم ہے تو سمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ بارہ کے ہندسے کو ٹھیک جنوب کی طرف کر دیجیے اس وقت جس ہندسے کے اوپر آسمان میں آفتاب ہو وہی وقت ہے۔ اگر وقت ٹھیک معلوم ہے تو آفتاب کی طرف وہی ہندسہ کر دینے پر بارہ کا ہندسہ ٹھیک جنوب کی طرف آ جائے گا اور دائرہ کا مرکز شمال کی جانب ہوگا۔ یہ تینوں دائرے صرف مذکورہ تاریخوں کا وقت بتاتے ہیں چونکہ آفتاب دسمبر سے جون تک ہر روز اوسطاً ایک منٹ پہلے طلوع ہوتا ہے اور ایک منٹ بعد ڈوبتا ہے اسی طرح جون سے دسمبر تک روزانہ ایک منٹ بعد نکلتا ہے اور ایک منٹ پیشتر غروب ہو جاتا ہے گو دونوں بار ابتدا میں چار چار دن تک و اس کے بعد تین یا دو دو دن تک وقت نہیں بدلتا۔ یہ حالت قریب تین ماہ رہتی ہے اس لئے ان تین دائروں کے درمیان تقریباً ہر روز کا علیحدہ علیحدہ دائرہ بن سکتا ہے لیکن چونکہ اس میں طوالت ہے اس لئے نصف دائرہ (یا قریب کے دوسرے دائرہ) سے وقت کی کمی و بیشی کرنے پر ٹھیک وقت معلوم ہو سکتا ہے گھنٹوں کے درمیان منٹ کے نشان بھی آپ اسی طرح بنا سکتے ہیں۔ وقت پہچاننے کے لئے گھڑی کی دو سوئیاں (کاغذ کے پٹھے کی) بنا لیجیے اور دونوں مرکز کے خط پر گھڑی رکھ کر ایک کا رخ آفتاب کی جانب کر دیجیے اور دوسری کا اس کے مقابل ہندسے

پر جس بندے پر دوسری سوئی ہو وہی وقت ہے۔

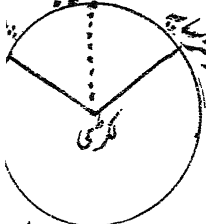
بادلوں کا نظارہ - اگر آسمان پر رات کے وقت ستارے نظر نہ آتے ہوں تو بادلوں کی رفتار اور موسم اور مقام کے لحاظ سے سمت کا پتہ لگتا ہے مغربی بنگالہ اور ممالک متحدہ میں برسات کے بادل زیادہ تر جنوب و مشرق سے مغرب کو جاتے ہیں مگر جاڑوں میں مغرب سے جنوب و مشرق کو۔ راجپوتانہ اور سندھ میں برسات میں شمال و مشرق کو اور جاڑوں میں جنوب و مغرب کو جاتے ہیں جنوبی ہند خاص کر بندھیاچل اور ست پڑا پہاڑوں کے درمیان برسات میں مغرب سے مشرق کو اور جاڑوں میں مشرق سے مغرب کو چلتے نظر آتے ہیں لیکن مشرقی بنگال اور آسام میں برسات کے زمانہ میں شمال یا شمال و مغرب کی طرف آتے ہیں اور پنجاب اور ممالک متحدہ کے شمال و مغربی ضلعوں میں جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کو بڑھتے ہیں دکن یعنی میسور کے جنوب میں ان کی رفتار برسات کے وقت شمال و مشرق کو ہوا اور جاڑوں میں جنوب و مغرب کو۔

ترائی کے اضلاع میں بادلوں کا نظارہ بہت دلچسپ ہوتا ہے اور یہ کہیں شمال کی جانب کہیں جنوب اور کہیں مشرق یا مغرب کی طرف چلتے نظر آتے ہیں یعنی اگر کسی وادی کا رخ جانب جنوب ہے تو اس سے نکل کر جنوب کی طرف مڑتے ہیں ادھر گھوم کر اپنے اصلی راستہ پر چلنے لگتے ہیں مگر اس صورت میں اُن کو لمبا راستہ طے کرنا پڑتا ہے جو ایک مقام سے نظر نہیں آسکتا اور بادل اُلٹی جانب جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

بادلوں کے صرف ایک یا دو ٹکڑوں کی رفتار پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا مناسب ہے کہ زیادہ تر کس طرف جا رہے ہیں۔ کبھی قدرتی کشش کے باعث بادل

کی رفتار بدل بھی جاتی ہے جس کو تجربہ کار آنکھیں بآسانی پہچان سکتی ہیں۔

سمت پہچاننے کا دوسرا طریقہ۔ سمت پہچاننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دھوپ میں ایک لکڑی کھڑی کر کے اُس کے چار طرف دائرہ بنائیے۔ جب لکڑی کا سایہ کسی وقت محیط تک پہنچ جائے تو وہاں ایک نشان کیجئے اس کے بعد اس وقت تک انتظار کیجئے کہ سایہ ہٹکر دوبارہ محیط پر پہنچے۔ ان دونوں نشانوں سے لکڑی تک جو محیط کا فرکز ہے خطوط کھینچئے اور اس طرح جو زاویہ لکڑی پر بنے اُس کے دو حصہ کیجئے یہ خط ٹھیک شمال کی جانب ہوگا۔ مگر اس طریقہ میں اوّل تو بہت دیر لگتی ہے۔ دوم اگر دائرہ ٹھیک نہ بنا تو سب حساب غلط ہو جاتا ہے۔ یہ دائرہ صبح کے وقت بہت بڑا بنانا ہوگا اور سایہ دوبارہ محیط پر پہنچنے کے واسطے شام تک انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر آفتاب جس قدر اونچا ہوگا دائرہ اُسی قدر چھوٹا بنے گا اور سایہ اُسی قدر جلد دوبارہ محیط پر پہنچے گا۔



خیالی خطوط اور خیالی باتیں۔ خطوط عرض البلد و طول البلد کی تعلیم میں مدرس جس قدر بے پرواہی کرتے ہیں جغرافیہ کے کسی حصہ میں نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خیالی خطوط ہیں ان کو کیا بتاویں نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے نقشہ غلط کھینچتے ہیں اور اپنی غلطی نہیں معلوم کر سکتے لیکن ٹریننڈ پنڈت جی کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور معائنہ کے وقت جب غلطی کا پتہ لگتا ہے تو وہ کبھی لڑکوں پر دانت پیستے ہیں اور کبھی ڈپٹی صاحب کی طرف خشم آلودہ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ انھوں نے آکر بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ خیال رکھئے کہ خیالی باتوں ہی سے اصلی شکل پیدا ہوتی ہے ایک گیند کو ڈورے میں لٹکا کر

گھمائیے اور اُس کے محور کے کنارے پر دیکھئے تو آپ کو ایک خیالی نقطہ معلوم ہوگا جس کے سلسلہ میں چاروں طرف گیند گھوم رہا ہے۔ اس کے دوسرے جانب بھی ویسا ہی نقطہ معلوم ہوگا۔ اس طرح اوپر سے نیچے تک نقطوں کا سلسلہ قائم ہے جس نے محور کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسی طرح ایک پیسہ یا روپیہ کو میز پر کھڑا کر کے گھمائیے تو اُس کی تمام محور صاف نظر آنے لگے گی مگر گھومنا بند ہوتے ہی غائب ہو جاوے گی ذکر اوپر کیا گیا۔ نقطہ فرضی چیز ہے مگر اسی نے درجہ بدرجہ بڑھکر اصلیت اختیار کر لی ہے جس کو جیومیٹری ثابت کرتی ہے اسی طرح کسی چیز کے برابر ٹکڑے کرتے چلے جائیے تو وہ کم ہوتے ہوتے جزو لا یتجزیٰ کے قریب پہنچ جاویں گے جس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے جزو لا یتجزیٰ بیشک فرضی چیز ہے مگر اسی نے بڑھتے بڑھتے اصلیت اختیار کر کے دنیا میں مختلف صورتیں پیدا کر دی ہیں۔ عرض البلد اور طول البلد کے خطوط گو فرضی ہیں لیکن ان پر نقشہ کا دارومدار ہے اور ان ہی سے مقامات اور وقت کا پتہ لگتا ہے چونکہ ہر نقطہ ۳۶۰ درجہ کا ہوتا ہے اس لئے قطبین کے نقطہ سے تین سو ساٹھ خطوط طول البلد کھینچکر نمبر ڈالدیئے گئے ہیں اور چونکہ زمین چوبیس گھنٹہ میں ان کے گرد گھوم جاتی ہے اس لئے ایک گھنٹہ میں ۳۶۰/۲۴ یا پندرہ خطوط طے کرتی ہے اور ایک خط چار منٹ میں یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دو طول البلد کا درمیانی فاصلہ چار منٹ میں طے ہوتا ہے اس سے ہر جگہ کا وقت معلوم ہو جاتا ہے زمین کی گردش صفر نمبر کے عرض البلد یعنی خط استوا پر ایک ہزار چالیس میل فی گھنٹہ ہے۔ نمبر بیس کے عرض البلد پر نو سو پچھتر میل فی گھنٹہ نمبر چالیس پر آٹھ سو میل ساٹھ پر پانچسو بیس میل اور اسی پر ایک سو اسی میل فی گھنٹہ ہے کیونکہ عرض البلد جس قدر اونچا ہوتا ہے زمین کا دائرہ اسی قدر

چھوٹا ہو جاتا ہے اور چونکہ چوبیس گھنٹہ میں ہی زمین کے تمام بڑے یا چھوٹے دائرہ کا چکر پورا ہوتا ہے اس لئے خط استوا کے شمال اور جنوب میں دائرہ جس قدر چھوٹا ہے خطوط طول البلد کا باہمی فاصلہ بھی اسی قدر کم ہے اور اسی کے بموجب زمین کی چال سست ہوتی جاتی ہے۔ یہ فرضی خطوط نہایت ضروری چیز ہیں مدرسوں کو ان کی تعلیم میں پہلو تہی نہ کرنا چاہیے بلکہ نقشہ شروع کرنے سے پہلے بتانا چاہیئے۔

قطب ستارہ اور عرض البلد۔ قطب ستارے سے آپ عرض البلد معلوم کر سکتے ہیں یعنی ایک ہموار تختہ یا کتاب کا پٹھا یا لکڑی اپنی آنکھ کے برابر اس طرح رکھئے کہ وہ زمین کے متوازی رہے۔ پھر دوسری لکڑی اُس پر اس طرح کھڑی کیجئے کہ ایک کنارہ آپ کی آنکھ کے برابر اور دوسرا ٹھیک قطب کی جانب ہے یہ کھڑی لکڑی تختہ کے ساتھ جس درجہ کا زاویہ بناوے گی اُس جگہ کا وہی عرض البلد ہے۔ اگر آپ لکڑیوں کے بجائے ہاتھ کی دو انگلیوں یا دونوں ہتھیلیوں کو قطب ستارہ کے جانب اور زمین کے متوازی کر کے دیکھیں تو بھی عرض البلد معلوم ہو سکتا ہے۔ خطوط سرطان و جدی پر یہ خط ۲۳½ درجہ کا زاویہ بناتا ہے مگر قطب شمالی



اور جنوبی پر ۹۰ درجہ کا خط استوا پر یہ خط زمین کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ صفر درجہ کا عرض البلد ہے۔

نقشہ سے سمت بتانا ۔ لیکن نقشہ میں شمال و جنوب اوپر اور نیچے ہوتے ہیں اس لئے تعلیم کے وقت زمین یا میز پر اس کو اس طرح بچھائیے کہ مشرق کی طرف نقشہ کی مشرق سمت بھی ہو اس حالت میں باقی تمام سمتیں خود بخود درست ہو جاویں گی چونکہ لڑکے اصلی سمت سے واقف ہیں اس لئے آپ ایک ایک طالب علم سے انفرادی سوال کر کے نقشہ کی سمتوں کو دہراتے اور اس کے ساتھ ہی نقشہ کو شمالی سمت کی طرف ذرا ذرا اٹھاتے جائیے یہاں تک کہ شمال بالکل اونچا ہو جائے اور آپ آہستہ سے نقشہ کو بورڈ پر ٹانگ دیں اس وقت لڑکے اوپر کی سمت ہی کو شمال بتاویں گے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ نقشہ کا رخ بدل دیجئے تاکہ اس کا مشرق کسی دوسری طرف ہو جائے لیکن پہلے کی طرح سمت کے سوالات کرتے رہئے اور نقشہ کے بجائے کاغذ یا تصویر یا کتاب دکھا کر سمت کا اندازہ کرائیے۔ قاعدہ ذہن نشیں ہو جائے گا۔

موضع کا نقشہ ۔ سمت کے بعد نقشہ کے مقامات پہچاننے کی ضرورت ہے۔ موضع کا نقشہ بناتے وقت اس بات کا خیال رکھئے کہ نشان اصل صورت سے ملتا ہو۔ مثلاً کنوئیں کے واسطے چھوٹا دائرہ تالاب کے لئے مربع یا مربع کا نشان موٹی سیدھی سڑک کا دو سیدھے خطوط۔ دریا کا ٹیڑھی لکیر اور پوکھرے کے لئے خط منحنی کا دائرہ ہونا چاہئے بستی کے نقشہ میں مقامات گلی بازار وغیرہ بنانے ہوں گے۔ ان کی شکلیں مستطیل اور اصلی چیزوں سے کچھ ملتی ہوئی ہونی چاہئیں۔ بوقت تعلیم لڑکوں کو تختہ سیاہ کے پاس کھڑا کر کے سوال کیجئے کہ "تم نے فلاں کنواں دیکھا ہے؟" وہ جواب دیں گے

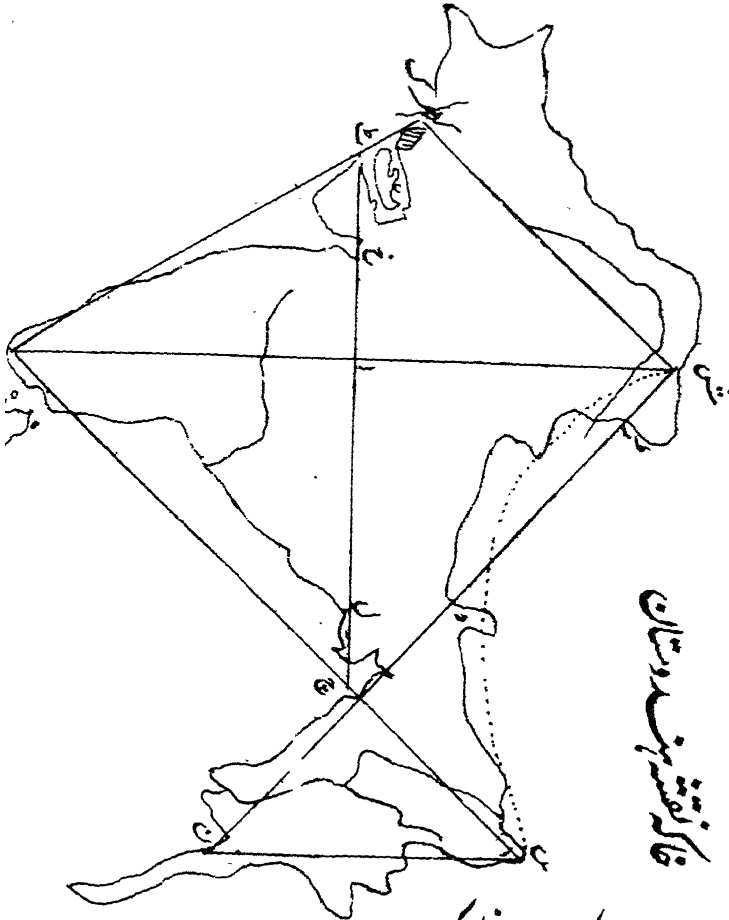
کہ "جی ہاں دیکھا ہے"۔ اس کی شکل دریافت کیجئے تو وہ اپنی بولی میں کہیں گے کہ گول گول ہے۔ پھر کہئے کہ "تختہ پر اس کی شکل بنا کر تو دکھاؤ"۔ لڑکے تختہ پر گول دائرہ کھینچ دیں گے اگر دائرہ بڑا ہو تو کہئے کہ "چھوٹی صورت بناؤ"۔ وہ نقشہ کے مطابق کنوئیں کا چھوٹا نشان بنا دیں گے۔ اسی طرح تالاب۔ سڑک۔ پوکھر۔ نہر دریا وغیرہ کے نشانات بنوا کر اور اس کے بعد نقشہ پیش کر کے سوالات کیجئے وہ سب نشان پہچان لیں گے پھر ان کی باہمی سمت دریافت کر کے اطمینان کر لیجئے کہ لڑکے نقشہ کو ٹھیک سمجھ گئے۔

نقشہ ضلع کی تمہید۔ موضع کا نقشہ ضلع اور صوبہ کے نقشہ کی تمہید ہے اس لئے اس کی تعلیم مکمل ہونی چاہیئے اول پیمانہ کے ذریعہ سے چیزوں کا باہمی فاصلہ سمجھائیے چونکہ ایک انچ ایک بیسہ کی برابر ہوتا ہے اس لئے اگر آپ ابتدا میں انچ کے بجائے ایک پیسہ کا فاصلہ بتا دیں تو طلباء کو بہت دلچسپی ہوگی۔

لیکن موضع کا نقشہ بنانے میں چند نقص دیکھے گئے ہیں۔ اول بعض مدرس کاغذ پر نقشہ نہیں بناتے بلکہ تختہ سیاہ پر فوراً کھینچ کر تعلیم کی کوشش کرتے ہیں اس میں خواہ مخواہ دیر لگتی ہے اور ٹھیک نقشہ نہیں کھنچتا ہر روز فضول محنت پڑتی ہے اور جب کاغذ پر نقشہ بنانے کا وقت آتا ہے تو بہت پریشانی ہوتی ہے۔ دوم بعض مدرس پٹواری کا نقشہ نقل کر لیتے ہیں اور کھیتوں کے نمبر بھی لکھ دیتے ہیں۔ مگر پٹواری کے رجسٹروں میں ان نمبروں کے حوالہ سے ہر کھیت کے پورے حالات یعنی کاشتکار اور مالک کے نام اور لگان کی رقم وغیرہ درج ہیں اور مدرسوں کے پاس ایسا کوئی رجسٹر نہیں اس لئے یہ محنت فضول ہے۔ اس کے بجائے مختلف نشانات مثلاً گانوں کا ہر ایک کنواں پوکھر اور راستہ وغیرہ بنانا چاہیئے تاکہ اگر ممکن ہو تو کھیتوں کے پہچاننے میں

مدد لے۔ سوم بعض مدارس میں اسی وجہ سے تین چار گز بڑے نقشے ملتے ہیں یہ اسی وقت مفید ہیں جب مدرس ہر لڑکے کو ٹھیک بتا سکے لیکن موضع کے ہر چک کے نشانات صاف طور پر دکھانے چاہئیں کہ کھیتوں کی مفصل تشریح کی ضرورت نہیں موضع کا نقشہ بڑے پیمانہ پر ضلع کے نقشہ کے برابر بنائیے اور خیال رکھیے کہ نقشہ میں بڑے مقام کا پیمانہ چھوٹا ہوتا ہے اور چھوٹے کا بڑا۔ مثلاً موضع کے نقشہ کا پیمانہ فی انچ چالیس یا پچاس گز ہوگا لیکن ہندوستان کے نقشہ کا فی انچ سو میل۔

ہندوستان کا کاٹنا۔ چونکہ نقشہ ہندوستان کا کاٹنا اسکول میں بوقت تعلیم ضروری سمجھا جاتا ہے اس لئے آسانی کے لحاظ سے اس کا طریقہ مفصل تحریر ہے۔ (۱) پہلے ایک مستطیل کاغذ لیجئے (کتاب اور کاپی کا ہر ورق مستطیل ہے۔ کاغذ کے تختے اور ورق جو بازار میں بکتے ہیں عموماً مستطیل ہوتے ہیں) اس کے بائیں طرف تہائی حصہ میں ایک کھڑی سطر ش ر کھینچئے۔ ش ر کو ا نقطہ پر دو برابر حصوں میں تقسیم کیجئے اور نقطہ ا پر دائیں جانب ا ج عمود ڈالئے اور ا ج کو ا ش کی برابر کیجئے اور ر ج اور ش ج کو ملا دیجئے اور دونوں کو بڑھا کر ر ش کی برابر ر س اور ش ن کر دیجئے۔ پھر ر کو مرکز مان کر ر ج کی دوری پر دائرہ کھینچئے اور ش کو مرکز مان کر ش ا کی دوری پر دوسرا دائرہ بنائیے۔ یہ دونوں دائرے ش ر کی بائیں جانب نقطہ ک پر ملیں گے۔ ش ک اور ک ر کو ملا دیجئے اور ر ج ا کو بڑھا دیجئے تاکہ وہ ک ر سے نقطہ ت پر ملے۔ ا ت کے نقطہ خ پر دو برابر حصے کیجئے اور ج ا میں ایک حصہ ج ل خط ت خ کی برابر کاٹ لیجئے۔ نقطہ ش کشمیر کا شمالی کنارہ ہے۔ ر راس کماری کا ا × اندور۔ ج × چٹاگام۔ ل کلکتہ۔ ن رنگون۔ ک کراچی۔



خاکہ نقشہ ہندوستان

ٹ کاٹھیاواڑ کی حد۔ ح خلیج کھمبات اور س وہ مقام ہے جہاں سالوین ندی
پہاڑوں سے نکل کر برہما میں آتی ہے۔ اب ہندوستان کی شکل کا خیال رکھتے ہ
ہدایات ذیل کے بموجب نقشہ کھینچ لیجئے۔

۱۔ خط رشش کے ہر طرف تقریباً ہر ضروری مقام کاف سے شروع ہو
ہے۔ شمال میں کشمیر۔ جنوب میں کماری (راس) مغرب میں کراچی۔ کھمبات (خلیج
کاٹھیاوار (جزیرہ نما) اور مشرق میں کلکتہ چوچٹگام سے تقریباً اسی قدر فاصلہ پر ہ

جس قدر خلیج کھمبات کاٹھیاوار کے مغربی کنارہ سے۔

۲۔ ممالک مغربی و شمالی سرحدی اور بلوچستان خط ش ک کے باہر ہیں اور کشمیر کی شمالی حد نقطہ ش کے دونوں جانب پھیلی ہوئی ہے اور اُس کے مشرق کی جانب ہندوستان کی حد کشمیر کی شمالی حد کے خط سے تقریباً زاویہ قائمہ بناتی اور ج ش کو نقطہ ڑ پر کاٹتی ہے۔ یہ شکل زینہ سے کسی قدر ملتی ہے جس کی نیچی سیڑھی کمایوں کا مشرقی و شمالی گوشہ اور اُوپر کشمیر کا نکلا ہوا کنارہ ہے۔ یہ حد نیپال کے نیچے بڑھتی ہوئی مشرق کو جاتی ہے اور اُس کے جنوب و مشرق میں خط ش ج کو نقطہ د پر دوبارہ کاٹتی ہے جو نیپال کی جنوب و مشرقی حد ہے۔ پھر یہ حد بجانب شمال رُخ کرتی ہے اور سکم کی ریاست بناتی ہوئی بجانب جنوب واپس آتی ہے اور خط ج ش کے باہر مشرق کی جانب مُڑ کر بھوٹان کے نیچے ہوتی ہوئی نقطہ س تک پہنچتی ہے اور پھر جنوب میں برہمائی حد ہرن کے سینگ کی شکل بناتی ہوئی مولمین کی جنوب کی طرف ج ا کے نصف فاصلہ کی برابر بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ خط ط ر کے تین حصے کیجیے۔ نقطہ ر کی جانب ایک تہائی خط پر منگلور ہے۔ ہندوستان کا مغربی کنارہ نقطہ خ سے نصف دائرہ بناتا ہوا منگلور پر خط ٹ ر سے ملتا ہے اور راس کماری پہنچ کر آدمی کی ٹھوڑی کی شکل بناتا ہے۔ آپ خ ٹ کو نصف قطر مان کر جنوب میں کسی قدر نصف دائرہ کی صورت (یا چڑیا کے اُٹھے سر اور گردن کی شکل) بنا دیجیے۔ یہ خلیج کھمبات کا شمالی ساحل اور کاٹھیاوار کا جزیرہ نما ہے۔

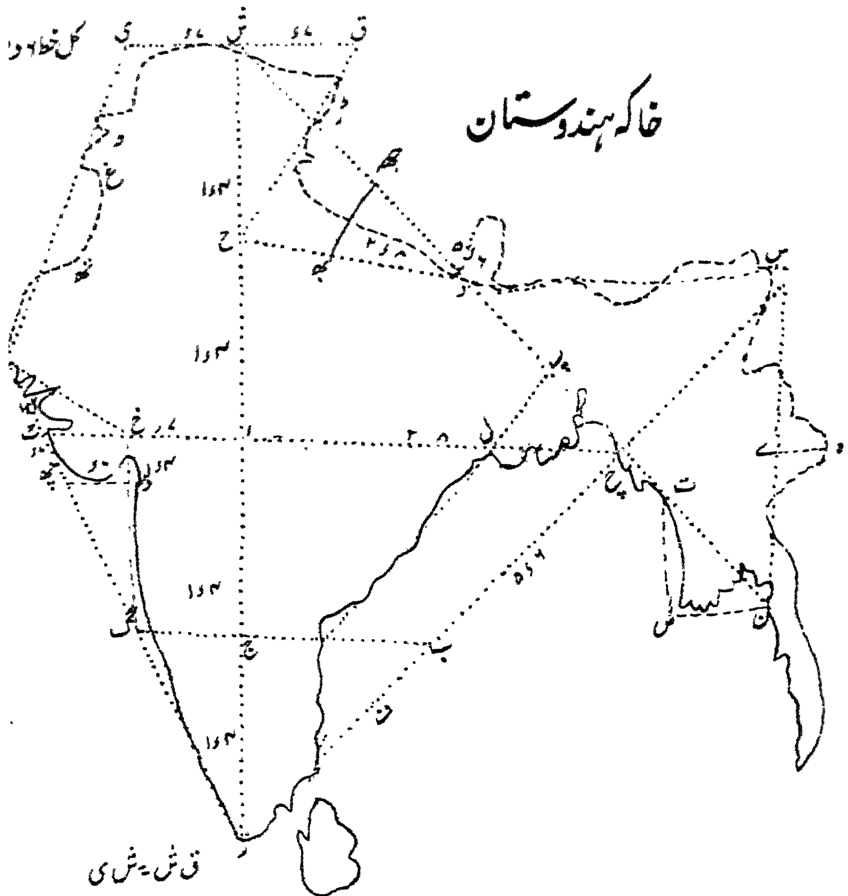
۴۔ مدراس کے جنوب میں مشرقی حد آدمی کے لٹکتے ہوئے نیچے ہونٹ (راس میرا) اور ناک (راس کیلی میر) کی صورت بناتی ہوئی خط ج ر کو کاٹتی ہے اور اُس کے

اور پھیک بنگلور کے مقابل پیشانی کی شکل بنا کر مدراس پہنچتی ہے۔ اور شمال کی طرف بڑھتی ہی لیکن دریائے کرشنا پر شمال و مشرق کی جانب جھک جاتی ہے اور ج ر کے تقریباً متوازی کلکتہ کے قریب پہنچتی ہے اور پھر مشرق کی طرف مڑکر دریائے گنگا کا دہانہ بناتی ہوئی نقطہ ج پر ملتی ہے۔ اس کانٹے میں خوبی یہ ہی کہ اگر خط ش ر کو دو ہزار میل لمبا فرض کیا جائے تو اس کے تینوں مثلثوں کا رقبہ ہندوستان کے قریب قریب برابر ہوتا ہے لیکن نقص یہ ہی کہ صوبہ مغربی و شمالی سرحدی اور آسام اور بنگال کا کچھ حصہ اس نقشہ سے خارج ہیں اور کہیں کہیں سمندر کا بڑا حصہ شامل ہوگیا ہے اس لئے دوسرا مفید کانٹا بھی دیا جاتا ہی۔

(۲) آپ پچھلی شکل میں ش ک کو نہ ملائے بلکہ نقطہ ش سے خط ا ش پر دونوں جانب زاویہ قائمہ بناتا ہوا ق ش ی خط کھینچئے اور ق ش اور ش ی کو ا ج کی برابر بنائیے پھر ی ک کو ملا دیجئے۔ اب ش ن کے د پر اور ا ش کے ح پر دو برابر حصے کرکے قوس س د ح کھینچئے اور ح ق کو ملا دیجئے اور ج ر کے ب پر اور ج د کے پ پر دو برابر حصے کرکے ب ج پر ح ا کا متوازی کھینچئے اور ب ج کے م پر دو برابر حصے کرکے پ م اور ک خ کو ملا دیجئے اور خ سے ا ج کا متوازی خط خ گ کھینچئے جو ک ر سے گ پر ملے خ گ میں خ ٹ کے نصف فاصلہ کی برابر خ ڈ کاٹ لیجئے اور خ ٹ کے متوازی ڈ چ کھینچئے پھر ب ر کے ف اور ٹھ پر تین برابر حصے کیجئے اور ف پر ف ظ عمود ڈالئے جو ب ج سے ظ پر ملے۔

لہ جیوجیاگرفی آو دی انڈین ایمپائر مصنفہ مارسین۔

ی = یسین (مقام) + ق = یارقند + ظ = نظام پٹم + ح = حصار + ب = خلیج بنگال + پ = پیاکی +
گ = گوا + م = مدراس (صوبہ) ن = بیجاپور + ڑ = کرگ + د = دارجیلنگ + و = کوہاٹ + غ = ڈیرہ
غازی خاں + بھ = بیلی بھیت + جھ = مان سرودر (جھیل) + چھ = خلیج کچھ + ڈ = ڈامن + ف = کنارہ
کارومنڈل + ہ = برہمہ کی حد + تھ = کیرتھ پہاڑ + ص = راس نگریس + ے = مانڈلے + ت = پروم +



ق ش = ش ی

= ج گ = ے ہ = ص ن = بھ جھ = ج ل

= ت ص = م ج = ج گ = ک ٹ = ط خ

اور ف ظ = ظ ج

اس خاکہ میں ہر مقررہ حرف پر یا اس کے بہت قریب حسب ذیل مقامات ہیں۔

ا = اندور	د = دارجلنگ	ف = کنارڈ کارومنڈل	ی = پیین
ب = (خلیج) بنگالہ	ڈ = ڈامن	ق = یارقند	ے = مانڈلے
پ = پلاسی	ر = راس کماری	ک = کراچی	بھ = پیلی بھیت
ت = پردم	ڑ = کڑک	گ = گوا	تھ = کیرتھر (پہاڑ)
ٹ = کاٹھیاوار	س = سالوین ندی	ل = کلکتہ	جھ = جھیل مان سرودر
ج = بیجاپور	ش = کشمیر	م = مدراس	چھ = کچھ (خلیج)
چ = چٹگام	ص = راس نگریس	ن = رنگون	کھ = کاریکال (دہانہ کاویری)
ح = حصار	ط = نظام پٹم	و = کوہاٹ	
خ = خلیج کھمبات	غ = ڈیرہ غازی خاں	ہ = برہما کی مشرقی حد	

اس خاکہ میں حسب ذیل خطوط تقریباً ۰ د-انچ کی برابر ہیں اس لئے قریب قریب باہم برابر ہیں۔

(۱) ق ش　　(۲) ش ی　　(۳) خ ٹ

(۴) خ ا　　(۵) ج گ　　(۶) م ج

(۷) ب م　　(۸) چ ل　　(۹) ن ص

(۱۰) ص ت　　(۱۱) ک ٹ　　(۱۲) بھ جھ

ہندوستان کی شکل میں نے ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں ہندوستان کی

شکل گھوڑے کے نصف جسم کی مشابہ بتائی ہے جس کا منہ برہما ہے اور گردن بنگالہ۔ برہم پتر وغیرہ ندیاں ایال۔ اڑیسہ سینہ اور جنوبی ہند بلا کھر کی ٹانگ ہے۔ پیٹھ پر کشمیر بطور کاٹھی کے اور مکر پر گجرات بطور رکاب کے ہے اس گھوڑے کا صرف اگلا حصہ جسم نظر آتا ہے اور ناک پر مولمین کے جنوب کا ملک بطور سینگ کے معلوم ہوتا ہے جزیرہ لنکا بطور گیند کے سامنے پڑا ہے اور یہ گھوڑا پولو کے ٹٹو کی طرح بحر ہند کی جانب سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ اگر آپ اس فرضی شکل کا خیال کر کے نقشہ کھینچیں تو بہت آسانی ہوگی نقشہ ہندوستان کی ایک اڑتے ہوئے پرندے سے بھی مشابہت ممکن ہے جس کا سر اور چونچ کشمیر کو فرض کیا جا سکتا ہے اور راس کماری کو دم۔ ملک کا مشرقی حصہ پھیلے ہوئے بازو کی شکل ہے جس کے کنارہ پر برہما کا چھوٹا سا پر لٹک گیا ہے مگر بجانب مغرب دوسرا بازو سکڑا ہوا ہے۔ تبت والے ہندوستان کو بھیڑ کے کندھے کی چوڑی ہڈی سے مشابہت دیتے تھے اور ہندوؤں کی مقدس کتاب وشنو پران میں اس کو کچھوے کی شکل تحریر کیا ہے اسی کتاب میں ایشیا کو کنول کے پھول کی صورت بتایا گیا ہے جس کی ڈنڈی کا مرکز ہمالیہ اور تبت کے پہاڑ ہیں۔ اس کی چھ پنکھڑیاں مشرق سے مغرب کو پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے واٹر شیڈ (فاصل آب) مختلف ملکوں کے نام سے موسوم ہیں۔ ان میں دو پنکھڑیاں شمال اور جنوب کی جانب گئی ہیں جنوبی پنکھڑی ہندوستان ہے۔

نئے صوبوں کی تصویریں۔ ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں ہندوستان کے چند صوبوں کی صورتیں بھی علیحدہ علیحدہ تحریر کی گئی تھیں مگر اس کی اشاعت کے

---

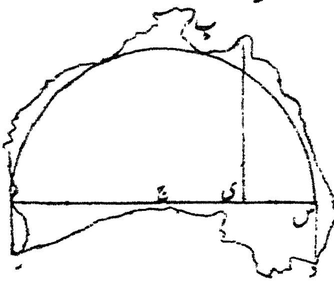
۵ دیکھئے تاریخ ہندوستان مصنفہ ہیول۔

بعد حضور شاہنشاہ جارج پنجم نے تشریف لاکر مشرقی اور مغربی بنگال کو ملا دیا اور
بہار اور اڑیسہ کا ایک علیحدہ صوبہ قائم کرکے آسام کو علیحدہ کر دیا جس سے چند
نئی شکلیں پیدا ہو گئی ہیں یہاں ان کا مختصر ذکر ضرور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ آسام
بطخ کے پانوں کی شکل ہے جس کا پنجہ بنگال کی جانب ہے بنگال کی صورت کسی قدر
بڑے مینڈک سے ملتی ہے جو ابھی سمندر سے نکل کر کنارہ پر خوش خوش بیٹھا ہوا ہے
اس کے سر سے دریاؤں کا پانی بہ رہا ہے اور جسم سے پانی کی بوندیں ٹپک کر
گنگا کے دہانے پر جزیرے بنا رہی ہیں صوبہ بہار و اڑیسہ کی شکل کسی بادشاہ کے
بُسٹ یعنی نیم قد تصویر سے ملتی ہے جس کے سر پر دریائے گنگا ہے اور گنگا کے
شمالی اضلاع بطور تاج کے رکھے ہیں۔ اس کا رخ ممالک متحدہ کی جانب ہے۔ اگر
آپ دیناپور، پٹنہ اور بانکی پور کی جگہ ایک آنکھ بنا دیں تو یہ صورت صاف نظر آتی
ہے بمبئی کی صورت ایک فوجی افسر کے ہاتھ سے ملتی ہے جو زرہ بکتر پہنے ہوئے ہے
اس کا انگوٹھا اور پہلی انگلی صاف نظر آتی ہیں۔ آپ اسی طرح ہندوستان کے
تمام اضلاع اور صوبہ جات کی شکل فرض کرکے نقشہ کشی میں آسانی پیدا کر سکتے
ہیں۔ ہندوؤں کی متبرک کتاب وشنو پران میں بھدراش کے صوبہ کو جہاں
دریائے برہم پتر ہندوستان میں داخل ہوتا ہے گھوڑے کے سر سے مشابہت دی
گئی ہے گنگا اور جمنا کے دوابہ کو مچھلی سے اور سندھ کو سؤر کی شکل سے۔ صوبہ سندھ
میں کسی زمانہ میں دریائے سندھ کے علاوہ دوسرا زبردست دریا مہران نامی بہتا
تھا جس کو ریگستان نے اب خشک کر دیا ہے۔

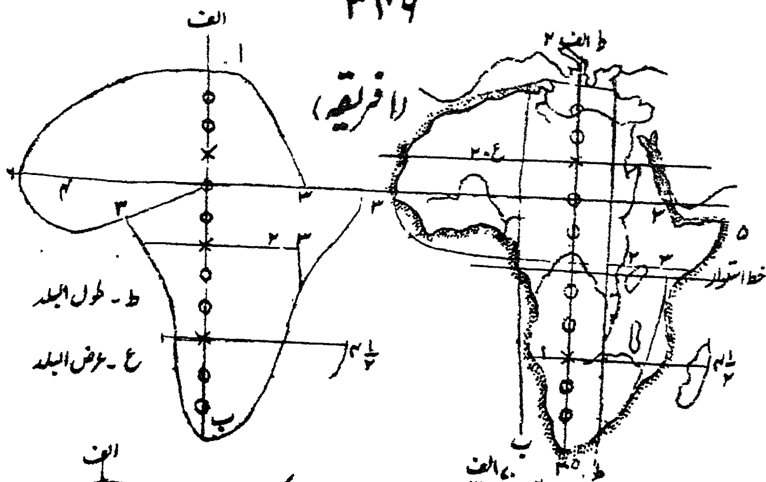
آسٹریلیا اور افریقہ کی یکساں صورت۔ بعض براعظموں کی صورت کسی قدر

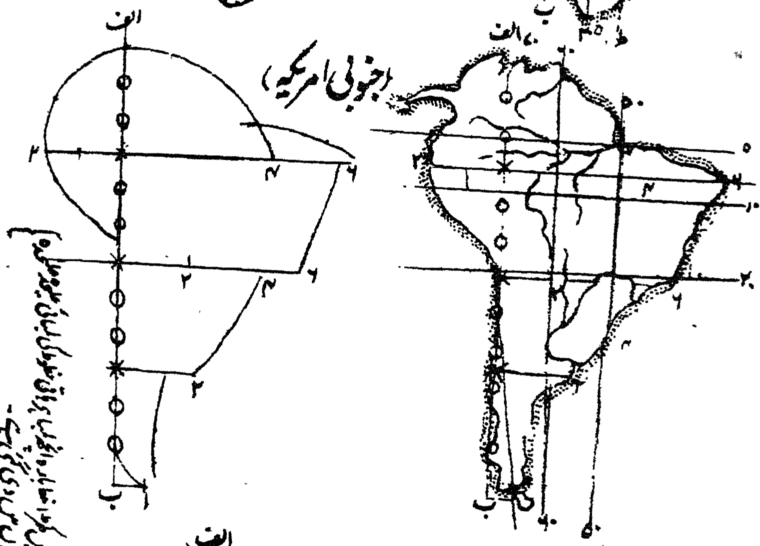
یکساں ہیں۔ اس لئے ایک کے بنانے کا قاعدہ دوسرے میں بہت مدد دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آسٹریلیا اور افریقہ کو دیکھئے۔ اگر آپ نقشہ افریقہ کے جنوب و مشرق کے گوشہ کو اس قدر اٹھا دیں کہ بحر احمر ٹھیک شمال میں آجاوے تو معلوم ہوگا کہ اس براعظم کی صورت آسٹریلیا سے بہت ملتی ہے اسی طرح جنوبی امریکہ کی مغربی حد آسٹریلیا کی جنوبی حد کی ہم شکل ہے کیونکہ سمندر نے دونوں کو اندر دبا دیا ہے۔

نقشہ کشی اور دائرہ۔ نقشہ کھینچنے میں دائرہ بھی بہت کام دیتا ہے مثلاً آسٹریلیا کے نقشہ کے واسطے اوّل نقطہ ج کو مرکز مان کر اب س نصف دائرہ کھینچے جس کا قطر ا ج س ہے پھر نصف دائرہ کو قریب پانچواں حصہ نقطہ د تک دائیں جانب اور اس سے کسی قدر کم نقطہ ہ تک بائیں جانب بڑھا دیجئے اور نصف قطر ج س کے نقطہ (ی) پر دو برابر حصے کیجئے اور اس پر خط ی ط عمود کھینچئے جو ج س کے برابر ہو پھر نقشہ کا خیال رکھ کر اس شکل پر حدود بنا دیجئے نقشہ تیار ہو جاوے گا۔



ایک نہایت دلچسپ کانٹا۔ ایک انگریز مصنف نے بارہ انچ لمبے کھڑے خط کے بارہ برابر حصے کر کے تمام براعظموں اور ملکوں کے نقشے کا کانٹا تیار کیا ہے اور اس پر مختلف لمبائی کے عمود اور دائروں کے خطوط ڈالکر ہر ملک کا علیحدہ علیحدہ نقشہ کھینچا ہے ذہین مدرسوں کی واقفیت اور دلچسپی کے واسطے میں مختلف نقشوں کے بنانے اور شکل تحریر کرتا ہوں۔ ان نقشوں میں ہندسے انچ بتاتے ہیں آپ ان کو بغور سمجھ لیجئے۔

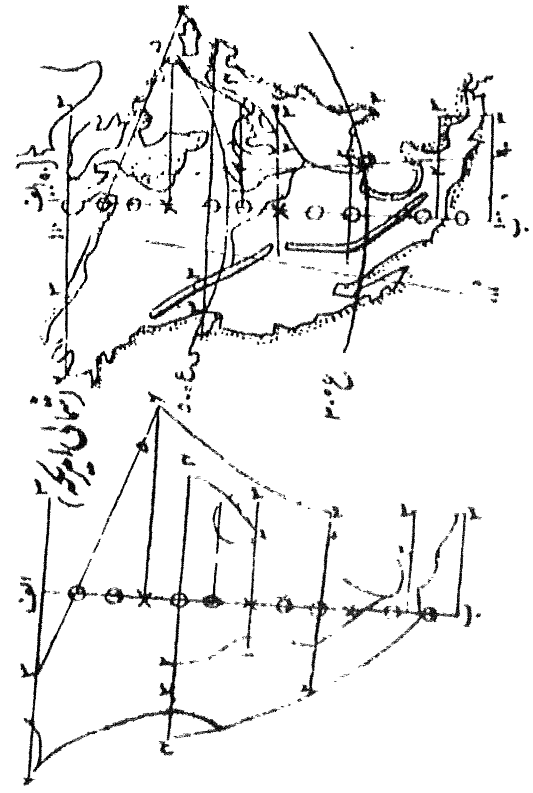

(افریقہ)
الف
ب
ط - طول البلد
ع - عرض البلد
خط استوا

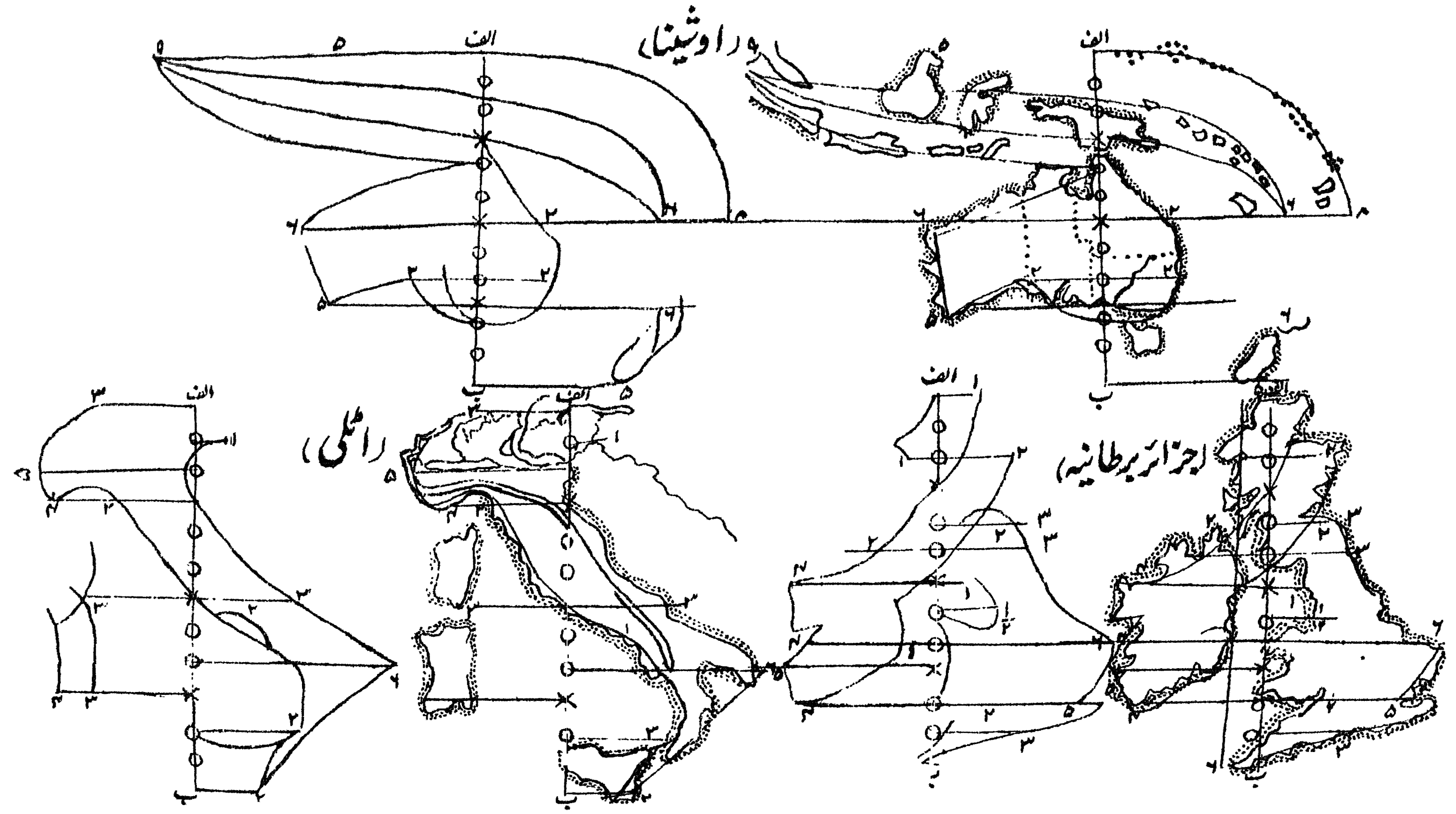

(جنوبی امریکہ)
الف
ب


(انگلینڈ)
الف

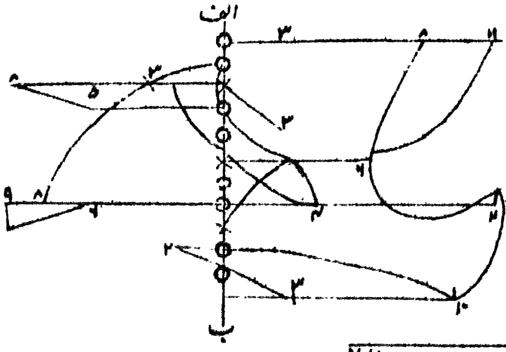
(یورپ)

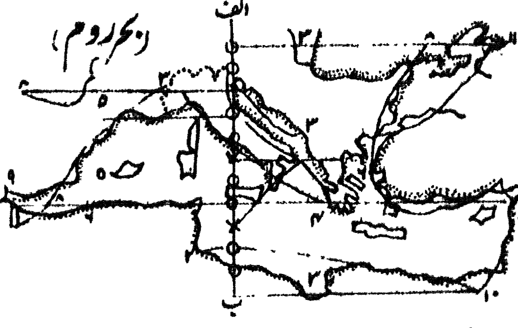
ہندوستان



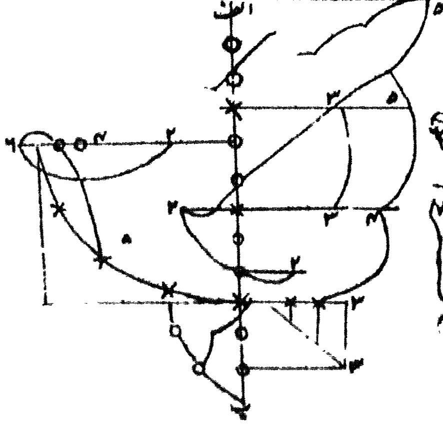


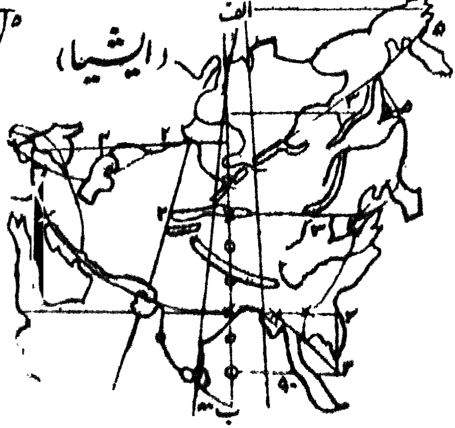
(اوشینا)
(اتلی)
(جزائر بریطانیه)



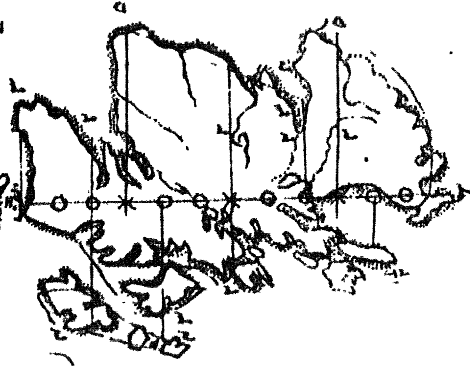


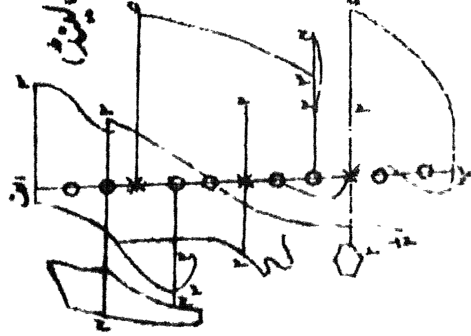
(بحرِ روم)





(ایشیا)





(اسکاٹ لینڈ)

دیوار کے رنگین نقشے۔ بعض مدرس موضع۔ ضلع۔ صوبہ اور ملک وغیرہ کی نہایت خوبصورت اور رنگین نقشے مدرسہ کی سفید دیواروں پر بناتے ہیں ضلع متھرا میں ایک لائق انسپکٹر نے ہندوستان کا نقشہ مدرسہ کی دیوار پر اس قدر خوبصورت بنایا کہ اُس پر اصل کا گمان ہوتا تھا۔ مگر دیوار کے نقشوں پر مقامات کے صرف نشانات بنانے چاہئیں۔ لڑکے اوّل اصلی نقشہ پر سب مقامات دیکھ کر پہچان لیں اور اس کے بعد دیوار کے رنگین نقشہ پر نشانات دیکھ کر مشق کریں ان نقشوں سے کئی فائدے ہیں (۱) دیوار پر نقشہ بناتے وقت لڑکے مُدرس کو مدد دیں گے اور مشاہدہ کریں گے۔ اس لئے اُن کو نقشہ کشی کی مشق ہوگی اور چونکہ مدرسہ کی پُتائی سال میں ایک یا دو بار ہوجاتی ہے اس لئے ان کو برابر مہارت ہوتی رہے گی (۲) دیوار کے نقشوں پر مشق کرنے سے بہر کاری نقشہ جات پھٹنے سے محفوظ رہیں گے (۳) طلبار کی عادت ہے کہ وہ نقشہ میں مقام بتلاتے وقت نشان پر اشارہ کرنے کے بجائے نام پر اُنگلی رکھتے ہیں اس سے ہمیشہ غلطی کا احتمال رہتا ہے اور قریب کے دو ضلعے مثلاً کانپور اور اوناو وغیرہ کے پہچاننے میں دھوکہ ہوجاتا ہے۔ یہ دقت دیوار کے کورے رنگین نقشہ کے استعمال سے جاتی رہے گی (۴) بعض لڑکے ضلع اور صدر مقام ضلع میں فرق نہیں کرسکتے یہ نقص بھی رفع ہوجائے گا اگر آپ کے مدرسہ میں ضلع یا صوبہ کا نقشہ نہ ہو تو دیوار پر کورے نقشہ کے علاوہ دوسرا نقشہ بھی کسی قدر فاصلہ پر بنا لیجئے جس میں نام لکھے ہوں۔ مگر یہ خاص ضرورت کے وقت بنانا چاہئے ہمیشہ نہیں۔

نقشہ کی تعلیم طلبا کو اس طرح تعلیم دینی چاہئے کہ وہ نقشہ دیکھ کر نتیجہ نکال سکیں اس کے متعلق مطالعہ کے ضمن میں لکھا جا چکا یہاں صرف چند امور کا ذکر کیا جاتا ہے جو صرف نقشہ کی صورت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) کسی پہاڑ کے قریب آمد و رفت کے بہت سے راستے اور ریل کی موجودگی سے ظاہر ہے کہ وہاں کسی دھات کی کان ہے۔

(۲) اگر اس کے قریب زراعتی زمین ہے تو غالباً وہاں چائے یا قہوہ کی زراعت ہوتی ہے یا مال کی درآمد و برآمد ہے۔

(۳) بہت سے قصبات اور شہروں کے باہم قریب نظر آنے پر نتیجہ نکلتا ہے کہ وہاں کی آبادی گنجان اور باشندے خوشحال ہیں۔

(۴) کئی قسم کے رستوں کی موجودگی ترقی تجارت کی دلیل ہے۔

(۵) دیہات کی کمی اس بات کا اظہار ہے کہ وہاں کاشتکاری کم ہوتی ہے اور شہر والے باہر سے اناج منگوا کر گزر کرتے ہیں۔ یا اپنے یہاں سے چیزیں بنا کر بھیجتے ہیں۔ یہ کارخانوں کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

(۶) سمندر کے کناروں کا زیادہ دندانہ دار ہونا جہازوں کی آمد و رفت اور کم از کم کناروں پر دوستک لوگوں کی جہازی زندگی کا اظہار کرتا ہے وغیرہ وغیرہ[۱]

اس طرح نقشہ سے باشندوں کی طرز معاشرت کا پتہ مل سکتا ہے اور طرز معاشرت سے عادات ضروریات، خیالات اور طرز حکومت کا جن ملکوں میں اناج کی کمی ہے وہاں کے آدمی بذریعہ تجارت دوسرے مقامات سے جنس

[۱] دیکھئے انڈین ٹیچرز گائڈ۔

لاکر استعمال کرتے ہیں (جیسے یورپ والے) ورنہ قریب کے زرخیز ملکوں پر حملہ کی کوشش کرتے رہتے ہیں (مثلاً مقامات سرحدی ہندوستان وغیرہ کے باشندے) اناج کی کمی کا باعث پتھریلی زمین، سخت سردی یا گرمی دریاؤں کی عدم موجودگی یا بارش کی کمی وغیرہ ہوتی ہیں اور نقشہ سے ان سب امور کا پتہ بخوبی لگ سکتا ہے۔ مقامی عرض البلد پہاڑوں کا رخ زمین کی بلندی اور سمندر کا فاصلہ وغیرہ سے نقشہ دیکھتے ہی بارش موسم اور پیداوار کا حال معلوم ہو سکتا ہے[1]۔ چھوٹے چھوٹے جزیروں میں سال کے ہر موسم میں بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگر لڑکوں کو اس طرح سمجھا کر تعلیم دی جائے تو آپ کو یہ کہنے کی ہرگز ضرورت نہ رہے گی کہ جغرافیہ اور پہاڑے تو امتحان کے قریب ہی بتانے چاہئیں ورنہ لڑکے بھول جاتے ہیں۔

ملک کا نقشہ۔ کسی ملک کے حالات بتاتے وقت مدرس کو یہ فرض کر لینا چاہئے کہ وہ اور اس کے طلبا اسی ملک میں کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں اس کے لئے اگر ممکن ہو تو مختلف ملکوں کی تصویریں کام میں لائے۔ علاوہ

---

[1] مثلاً (۱) شمالی اور جنوبی عرض البلد منطقات بارد میں چونکہ بہت سردی ہے اس لئے وہاں کے مقامات مثلاً سائبیریا یا شمالی یورپ و امریکہ وغیرہ میں اناج کی پیداوار نہایت کم ہونی چاہیے (۲) اراولی پہاڑ اسی طرف لمبا چلا گیا ہے جس طرف بارش کی ہوا جاتی ہے اس لئے وہ ہوا کو روک نہیں سکتا۔ لہٰذا راجپوتانہ میں بہت کم بارش ہوتی ہے (۳) دکن کی زمین بلند اور پتھریلی ہے اس لئے پانی کے ساتھ دریاؤں میں بہ جاتی ہے اور باوجود بارش اناج کم پیدا ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس کے ممالک متحدہ کی زمین پانی کو جذب کر کے تر ہو جاتی ہے اور وہاں ہمالیہ پہاڑ کے باعث بارش اچھی ہوتی ہے اس لئے اناج کافی پیدا ہوتا ہے (۴) سمندر کے قریب بارش ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اور فاصلہ کے مقامات پر کم۔

اس کے یہ بھی نہایت ضروری ہی کہ لڑکے خود نقشہ بنا دیں اور ایک نقشہ میں صرف ایک نظارہ (مثلاً صرف دریا یا صرف پہاڑ) دکھا دیں۔ مُدرس تختہ سیاہ پر رنگین کھریا سے نقشہ بنا دے اور اگر ایک چیز کے لئے مدرس اور طلبا ہمیشہ ایک ہی مقررہ رنگ کام میں لا دیں تو بہت اچھا ہے۔ یعنی بلندی کے لئے ایک رنگ دریاؤں کے لئے دوسرا۔ مقامات کے لئے تیسرا۔ سمندر کے لئے چوتھا وغیرہ۔ نقشہ کشی پر خاص توجہ کرنی چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی تاریخی جغرافیہ بھی بتانا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر نہ تاریخ ہی سے ٹھیک واقفیت ہو سکتی ہی نہ جغرافیہ سے۔ بعض مدرس نقشہ کشی اور جغرافیہ کو دو علیحدہ مضامین سمجھتے ہیں لیکن نقشہ کشی جغرافیہ کا ضروری جزو ہی اور دونوں کی تعلیم ساتھ ہونی چاہیئے۔

لالہ رام لبھایا جی۔ لڑکے جغرافیہ میں ناموں کی فہرست رٹ لیتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں یہاں تک کہ عبارت میں چھاپے کی جو غلطیاں ہوتی ہیں اُن کو بھی غلط یاد کر لیتے ہیں۔ اس لئے جن سوالوں میں ذرا بھی عقل کا کام ہوتا ہے اُس کو حل نہیں کر سکتے۔ بیشک جغرافیہ میں حافظہ کا کام بھی کافی ہے اور لڑکوں کو بہت کچھ یاد رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کے واسطے آپ کو جس قدر دلچسپی کے ساتھ ممکن ہو طلبا کو امداد دینی چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں اس کے متعلق کئی طریقے بتائے جا چکے ہیں۔ یہاں آپ کی تفریح کے لئے ایک لطیفہ سنایا جاتا ہی۔ اُمید ہے کہ آپ بھی اسی طرح طلبا کی دلچسپی اور آسانی کے طریقے ڈھونڈھیں گے۔

(لطیفہ) جغرافیہ میں ایک جگہ پنجاب کے فوجی مقامات کے نام لکھے تھے

یعنی دھلی - انبالہ - جالندہر - امرتسر - اٹک - راولپنڈی - سیالکوٹ - ملتان - لدھیانہ - پشاور۔ طلباء نے ایک بار مجھ سے دریافت کیا کہ ان کو کس طرح یاد رکھا جائے - ذرا غور کرنے پر معلوم ہوا کہ ان ناموں کو ایک خاص سلسلہ سے ترتیب دیکر ہر ایک کا پہلا حرف لینے سے خود میرا نام نکل سکتا ہے صرف دو حروف بچ رہتے ہیں۔ ان میں ایک بجائے لالہ کے کام دے سکتا ہے جو پنجاب میں معزز ہندوؤں کے نام کے ساتھ بولا جاتا ہے اور دوسرا بجائے جی کے جو پنجاب وغیرہ میں صاحب کی جگہ استعمال ہوتا ہے - صرف "پرشاد" میں "ر" کی کمی ہے اور (شین) کے بجائے "سین" ہے اس طرح پرشاد کی بجائے پساد ہوگیا - خیال آیا کہ دیہات والے رام پرشاد کو رام پساد بولتے ہیں - اس لئے یہ سلسلہ درست ہوگیا اور وہ یہ ہے -

لدھیانہ (ل بجائے لالہ) راولپنڈی امرتسر ملتان پشاور انبالہ سیالکوٹ اٹک دہلی جالندھر (ج بجائے جی) - اس طرح میرے نام کو دیہاتیوں کے طور پر ذرا غور سے بولنے پر کل فوجی مقامات کا پتہ لگ گیا اور نام و لقب کی انگریزی میں یہ صورت ہوگئی؛

L.RAMPASAD.J

لڑکے یہ معلوم کرکے بہت خوش ہوئے اور چونکہ ان کے لئے یہ ایک بالکل نئی اور عجیب جغرافیہ بات تھی اس لئے پنجاب کے فوجی مقامات کے نام کبھی نہ بھولے۔

ابتدائی تعلیم کی سیڑھیاں - ڈپارٹمنٹ نے جغرافیہ کی درجہ بدرجہ تعلیم کے متعلق کریکیولم میں مفید ہدایات تحریر کی ہیں جن کو پنڈت جی بہت کم پڑھتے

ہیں اس لئے آپ کی آسانی اور دلچسپی کی غرض سے اُن کو بھی مختصراً درج کیا جاتا ہے۔ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم کرنا ہو تو کریکیولم ملاحظہ کیجئے۔

جغرافیہ کی تعلیم میں اوّل آفتاب اور قطب ستارہ کے ذریعہ سے سمت دریافت کرنا بتائیے۔ اس کے بعد فاصلہ کا اندازہ قدم اور بالشت کے ذریعہ سے اور پھر انچ فٹ گز وغیرہ سے ناپ کر بتائیے اور صرف آنکھ سے فاصلہ پہچاننے کی مشق کرائیے پھر پیمانہ قائم کرنا سکھائیے اور یہ بتائیے کہ تختہ سیاہ پر دو چیزوں کی جگہ اور اُن کا باہمی فاصلہ پیمانہ سے کس طرح معلوم کیا جاتا ہے مثلاً دوات بکس وغیرہ کا خاکہ تختہ سیاہ پر بنا کر سمجھائیے کہ اس طرح پیمانہ سے ناپ کر سمت کا اندازہ ہوتا ہے پھر تختہ سیاہ پر مکان کی بنیاد کا خاکہ کھینچ کر دکھائیے۔ اس کے بعد درجہ کے کمرہ کا خاکہ بنوائیے لڑکے خود ناپ کر پیمانہ کام میں لادیں اور کمرہ کی مختلف چیزوں کا مقام خاکہ میں جانچ کر تحریر کریں۔ درجہ سوم میں نقشہ اور خاکہ کو ملا کر مدرسہ کا نقشہ کھنچوائیے پھر قدم کا پیمانہ لیکر اور اس کے بعد نگاہ کے اندازہ سے سلیٹ پر فاصلہ بنانا سکھائیے۔ ضلع کا نقشہ اور اس کے نشانات سمجھائیے۔ موضع سے تھانہ اور ڈاکخانہ کا فاصلہ اور سمت سمجھا کر اندازہ سے بنوائیے اور راستہ کے ادھر اُدھر جنگل۔ پوکھر جھیل وغیرہ کے نشانات بنوائیے۔ پٹواری کا نقشہ دکھا کر سمجھائیے۔ درجہ چہارم میں پچھلی مشق کرائیے اور صوبہ کا نقشہ لیکر سمجھائیے پھر ہندوستان کا نقشہ بتائیے۔ گورے نقشہ کا استعمال سکھائیے اور پڑھنے کی کتاب کے ساتھ تصاویر اور نقشہ جات استعمال کرائیے مختلف قسم کی زمین کا نباتات پر اثر۔ آمد و رفت کے راستے اور مقامی تجارت اور صنعت

وحرفت چرند اور پرندوں کی عادات۔ موسم کی کیفیت وغیرہ بتائیے۔ درجہ دوم کو جھیل۔ خلیج وغیرہ کی شکلیں دکھائے۔ پھر درختوں میں پتے پھول پھل نکلنا مقررہ وقت پر فصل پیدا ہونا کھیتوں کو سینچنے کے واسطے پانی مہیا کرنا۔ آمدورفت کے وسیلے۔ گاڑی چھکڑے۔ جانور وغیرہ کا استعمال۔ ہاٹ لگنا۔ مال کی آمدورفت پالتو جانوروں سے فائدے۔ دن رات کے گھنٹے۔ دوپہر کو سایہ کی حالت وغیرہ بتائے۔ درجہ سوم میں جھیل۔ خلیج وغیرہ کی شکل کا نقشے کے نشان سے مقابلہ۔ دریا وغیرہ کے مخرج ومنبع۔ پٹواری کے کاغذات کے بموجب زمین کی مختلف اقسام۔ سڑک کی اقسام۔ ریل کے اسٹیشن۔ ڈاک کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا۔ مختلف اضلاع کے بڑے بڑے میلے۔ چوک منڈی۔ سکے۔ دوکاندار مہاجن۔ آڑھتیے وغیرہ کے کام۔ چرندوں اور پرندوں کا طرز معاش وعادات گھڑی یا آفتاب سے وقت پہچاننا بتائیے۔ درجہ چہارم میں منظر کا نقشے سے مقابلہ۔ ریلوے اسٹیشن۔ سگنل پل وغیرہ کا مشاہدہ۔ کسی خاص کارخانے میں کام ہوتے ہوئے دیکھنا۔ موسمی نقشہ جات۔ موسم کی حالت کا مشاہدہ اور اس کا کاشت پر اثر وغیرہ بتائیے۔

تاریخ کا سبق اور عجائبات

تاریخ کے تین درجے - اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جغرافیہ پر تاریخ کی بنیاد قائم ہوتی ہے یعنی جغرافیہ ترقی پاکر خود تاریخ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مطالعہ کے ضمن میں جغرافیہ اور تاریخ کی بابت جو لکھا گیا ہے اُس کو بغور پڑھ کر تاریخ کی تعلیم دیجئے اور امور ذیل کا خیال رکھیے۔

(۱) تاریخ پڑھانے کے تین درجے ہیں۔ اوّل کل تاریخ کی موٹی موٹی باتیں اور کہانیاں بتانا جو طلباء کے واسطے خاکہ کا کام دیں۔ دوم ان موٹی باتوں کی مختصر تشریح کرنا تاکہ ہر ایک کا باہمی تعلق معلوم ہو کر تاریخی سلسلہ قائم ہو سکے سوم تاریخی واقعات کی مفصل تشریح بتانا اور ان کے وجوہ خود طلباء سے نکلوانا یعنی مختلف سلطنتوں اور زمانوں کا مقابلہ کرنا اور واقعات دیکھ کر نتیجہ اخذ کرنا اور طلباء میں یہ عادت پیدا کرنا کہ وہ تاریخی واقعات پڑھ کر خود بتا سکیں کہ فلاں واقعہ کا یہ نتیجہ ہونا چاہئے اور اس کے بعد کتاب دیکھ کر اپنے نتیجہ کی صحت کا خود اندازہ کر سکیں اور اس طرح رفتہ رفتہ موجودہ زمانہ کے واقعات کا بھی صحیح نتیجہ نکال سکیں۔ اس کے ساتھ جغرافیہ کی تعلیم بھی ہونی چاہئے اور تاریخی نقشے سبق کے ساتھ بنوانے چاہئیں۔ تاریخ کی موٹی موٹی باتوں کا مفصل حال تاریخی ڈراما کے مختلف سین میں ملاحظہ کیجئے۔

(۲) **اخبارات اور تاریخ** - لیکن اس سے پہلے ایک دلچسپ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ اخبارات موجودہ زمانہ کی نہایت مفصل تاریخ ہیں یعنی جو

واقعات آج کل اخبارات میں نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہوتے ہیں وہی سمٹ کر
آخر میں تاریخی واقعات بنجاتے ہیں اس لئے لڑکوں کو عمدہ اخبار پڑھنے اور
واقعات سے نتیجہ اخذ کرنے کی عادت ڈالئے۔ ایڈیٹر واقعات کے متعلق اپنی
رائے دیتے ہیں اور اخبار پڑھنے والے خود تو غور نہیں کرتے بلکہ اڈیٹر کی رائے کو
ہی اپنی ذاتی رائے سمجھ لیتے ہیں طلباء کو چاہیئے کہ واقعات پڑھ کر اوّل خود رائے
قائم کریں اس کے بعد ایڈیٹر کی رائے سے مقابلہ کر کے صحیح نتیجہ معلوم کرنے کی
کوشش کریں۔ روزانہ یا ہفتہ وار اخبارات کے مقابلہ میں ماہوار یا سالانہ
رسالہ جات سے تاریخی واقعات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔

(۴) ایک نہایت دلچسپ ڈراما۔ ہندوستان کی تاریخ درحقیقت ایک نہایت
دلچسپ ڈراما یعنی ناٹک ہے جس کے تین ایکٹ ہیں۔ پہلا ہندو زمانہ جس کی تاریخی مدت
قریب قریب چھ ہزار سال ہے اور غیر تاریخی کئی ہزار سال زیادہ۔ دوسرا ایکٹ
مسلمانوں کا زمانہ جس کی مدت کم و بیش چھ سو سال ہے۔ تیسرا ایکٹ انگریزوں کا
زمانہ جو تقریباً ایک سو ساٹھ سال سے قائم ہے۔ انگریزی سلطنت کی مدت سب
سے کم اور ہندو سلطنت کی سب سے زیادہ ہے لیکن انگریزی سلطنت کا زمانہ
موجودہ ہے اس لئے اس کے واقعات کی تشریح سب سے زیادہ ہے اور ہندو
زمانے کی جو پہلا ہے سب سے کم۔ اس لئے بلحاظ واقعات ہندو زمانہ سب سے
چھوٹا ہے اور بلحاظ مدت سب سے بڑا۔ بخلاف اس کے انگریزی زمانہ بلحاظ واقعات
سب سے بڑا اور بلحاظ مدت سب سے چھوٹا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی زمانہ تاریخ
میں یکایک پیدا نہیں ہو گیا بلکہ اسلامی سلطنت کی ابتداء میں کچھ عرصہ تک ہندو

سلطنتیں کمزور حالت میں قایم رہیں اور انگریزی سلطنت کے شروع میں سلطنت مغلیہ عرصہ تک کمزور موجود رہی۔ ہندو سلطنتوں کے ترک و شان کے زمانہ میں اسلامی سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی اور مسلمان بادشاہوں کے جاہ و شوکت میں انگریزی حکومت کی۔ اس کا ذکر مطالعہ کے ضمن میں کیا جاچکا ہے۔

ڈراما کے تین ایکٹ۔ اس ڈراما کے پہلے ایکٹ (یعنی ہندو زمانہ) میں ہم زیادہ تر یہ دیکھتے ہیں کہ مغرب کی طرف سے دشمن بار بار آکر پہلی قوموں کو دھکیلتے جارہے ہیں۔ پہلی کو دوسری نے ڈھکیلا دوسری کو تیسری نے تیسری کو چوتھی نے غرضیکہ ان ہزاروں سال میں ہم زیادہ تر ڈھکیلنے اور بود و باش اور ترقی تہذیب کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ اسلامی سلطنت میں بھی کئی بار ڈھکیلنے کا نظارہ ہی مگر چونکہ مدت کم ہے اس لئے بہت زیادہ نہیں لیکن اس ڈھکیلنے کا طریقہ زیادہ صاف اور نمایاں ہے۔ فاتح قوم کی بود و باش کا نظارہ بھی زیادہ صاف نظر آتا ہے اور قوموں کے باہمی تعلقات اور طرز حکومت کے مختلف حالات زیادہ تشریح سے معلوم ہوتے ہیں۔ انگریزی سلطنت کا زمانہ چونکہ سب سے چھوٹا اور مقابلتاً نہایت کم ہے اس لئے یہاں ڈھکیلنے کا زیادہ ذکر نہیں گو سرحد پر پہلے کی طرح اب بھی حملوں کی زبردست لہریں اٹھتی رہتی ہیں لیکن گورنمنٹ نے سرحدی صوبہ پر فوجی انتظام کا ایسا مضبوط بند باندھ رکھا ہے کہ ان لہروں کا ملک پر کوئی اثر نہیں ہونے پاتا اور تاریخ میں اندرونی انتظام اور طرز حکومت کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

پہلا ایکٹ

پہلا سین غیر تاریخی یا بالکل تاریکی۔ اب اس ڈرامہ کے مختلف سین ملاحظہ کیجئے۔ پہلے ایکٹ یعنی ہندو زمانہ کے پہلے غیر تاریخی سین میں عرصہ تک بالکل تاریکی معلوم ہوتی ہے۔ صرف کہیں کہیں مٹی کے برتنوں۔ پتھر یا دھات کے اوزاروں اور اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی جھلک میں یہ نظر آتا ہے کہ اُن کے بنانے والے سیاہ فام لوگ تھے جو ابتدا میں شکار وغیرہ سے اور اُس کے بعد کسی قدر زراعت سے اپنی گزر کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں رہتے تھے۔ اتنے میں مغرب کی طرف سے گورے رنگ کی ایک قوم آئی اور ان کو دھکیل کر بھگانا شروع کیا۔ ان کے خوف سے بعض باشندے پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے اور باقی نے خدمت اختیار کی۔ یہ گوری قوم آریہ تھی۔

دوسرا سین جھلملاتے چراغ۔ دوسرے سین میں ویدوں کے جھلملاتے چراغ سے ابتدا میں آریوں کا دریائے سندھ کے کنارے رہنے کا پتہ ملتا ہے۔ پھر اُن کے دہلی تک پہنچنے اور بسنے کا حال معلوم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نئی آریہ قوموں کا پہلے آریوں کو پورب کی طرف ڈھکیلنے اور جنگلوں کو صاف کرکے چھوٹی چھوٹی سلطنت قائم کرنے کا پتہ لگتا ہے پھر چھ شاستر اور اٹھارہ پُران وغیرہ کی روشنی میں طرز معاشرت کا حال معلوم ہوتا ہے اور ترقی تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔

تیسرا سین۔ چراغوں کی روشنی۔ تیسرے سین میں رامائن اور مہابھارت کے شاندار چراغوں سے روشنی نکل کر یکے بعد دیگرے کوشل دیش (یعنی اودھ)

متھرا، ہستناپور، متھلا اور مگدھ وغیرہ کی عظیم الشان سلطنتیں نظر آتی ہیں اور ہندوؤں کے اوتار یعنی سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کے پاکیزہ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ رامائن کی چمک میں جنوبی ہند اور لنکا کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بعد پردہ گرتا ہے اور ہزاروں سال تک تاریکی چھائی رہتی ہے گو کبھی کبھی تاریخی بجلی کی چمک میں سندھ وغیرہ کے قریب زبردست تہذیب اور تمدن کی صورت ضرور نظر آجاتی ہے۔

چوتھا سین۔ سولہ بادشاہ۔ یکایک چھٹی اور پانچویں صدی قبل عیسیٰ میں پھر پردہ اٹھتا ہے جو ہمارے ڈراما کا چوتھا اور تاریخی سین ہے۔ اس وقت شمالی ہند میں سولہ راجہ سلطنت کرتے نظر آتے ہیں مگدھ دیش کا فرمانروا سب سے زبردست معلوم ہوتا ہے۔ اسی سین میں مگدھ اور متھلا دیش کے دو شہزادے یعنی گوتم بدھ اور مہابیر بودھ اور جین مذاہب کے وعظ کے واسطے اٹھ کر اپنی پاکیزہ نصیحتوں کے چراغ لئے مختلف مقامات کا دورہ کرتے اور روشنی ڈالتے ہیں۔ مگدھ کا راجہ اجات سترو تخت نشین ہوتا ہے۔ دشمن اس پر پدر کشی کا الزام لگاتے ہیں وہ اپنے ماموں پرسین جیت راجہ کوشل کی لڑکی سے شادی کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ملک کی چھوٹی سلطنتیں مگدھ میں غائب ہونے لگتی ہیں اور پردہ گر کر اندھیرا شروع ہو جاتا ہے۔ اس اندھیرے میں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور ایرانی فوج پنجاب کی ندیوں کی تحقیقات کے لئے بڑھتی آتی ہے اور دریائے سندھ کا ملک سلطنت ایران میں شامل کر لیتی ہے۔ اس کے بعد پردہ گر جاتا ہے اور تمام میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔

پانچواں سین دَل بادل فوج - ڈیڑھ سو برس بعد پھر پردہ اُٹھتا ہے اور پانچواں سین شروع ہوتا ہے - اس میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی طرف سے کوئی بہادر بادشاہ دَل بادل فوج لئے چلا آرہا ہے اور بہت سے عالم و فاضل تحقیقاتی مشعلیں لئے ہوئے اس کے ہمراہ ہیں - اس بادشاہ نے جس کا نام سکندر اعظم ہے یونان سے آکر دریائے سندھ پار کیا اور راجہ پورس کو شکست دی لیکن ملک اوس کو بخش کر آگے بڑھنا چاہا کہ یونانی فوج اڑ کر کھڑی ہو گئی اور آگے بڑھنے سے انکار کیا اس روشنی کی جھلک میں مگدھ کا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نند خاندان کی بہت کمزور سلطنت ہے اور بادشاہ کا ایک رشتہ دار چندر گپت پنجاب میں آکر سکندر سے کہہ رہا ہے کہ "چلئے مگدھ کو فتح کیجئے" لیکن سکندر فوج کے انکار سے مجبور ہے اور واپسی کی تیاری کرتا ہے - اپنی کچھ فوج سمندر کے کنارے کنارے واپس کرتا ہے اور باقی فوج اپنے ہمراہ لیکر خود خشکی کی راہ لوٹ جاتا ہے - اس سین کا حال اُن ہی مشعلوں سے معلوم ہوتا ہے جو سکندر کے یونانی موّرخوں کے ہاتھ میں ہیں ورنہ ہندوستان میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں - سکندر کے جانے پر پردہ گرتا ہے اور پھر تاریکی ہو جاتی ہے -

چھٹا سین زبردست روشنی - اس کے کچھ عرصہ بعد پھر پردہ اٹھتا ہے اور چھٹا سین شروع ہوتا ہے - ایک آدمی کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چراغ نظر آتا ہے اس کا نام چانک ہے اور چراغ اُس کی مصنفہ کتاب "ارتھ شاستر" ہے - اس چراغ کی روشنی میں ملک مگدھ نظر آتا ہے اور اس کے طرز سلطنت کے حالات صاف معلوم ہوتے ہیں - نند خاندان کے آخر بادشاہ کے سر پر ہی

چندرگپت تلوار لئے کھڑا ہی اور اُس کا کام تمام کرکے خود تخت پر بیٹھتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مغرب سے ایک گھٹا آتی ہے یعنی ایک شخص فوج لئے سیدھا چلا آتا ہی۔ یہ سلیوکس یونانی حاکم ہے جو سکندر کی وفات کے بعد ملک پر قبضہ کرنے کی غرض سے آرہا ہے۔ اس کی چندرگپت سے مڈبھیر ہوتی ہے اور سلیوکس پسپا ہوکر اپنی لڑکی نذر کرتا ہے اور پانسو ہاتھی کے عوض ہندوستانی صوبے حوالہ کرکے واپس بھاگتا ہی مگر ایک ایلچی چھوڑ جاتا ہے جس کا نام میگاستھینز ہو۔ یہ فاضل ایلچی اپنی نہایت چمکتی ہوئی مشعل لئے کئی برس تک مگدھ میں روشنی پہونچاتا ہی اور انتظامی خوبیاں اور مختلف حالات دکھاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسی سین میں چندرگپت کی وفات پر اُس کا لڑکا بندوسار تخت پر بیٹھتا ہی اور پچیس یا تیس سال بعد مہاراجہ اشوک تخت نشین ہوتا ہی۔ یہ مہاراجہ مذہب تبدیل کرکے نئے نئے انتظامات رحمدلی کے ساتھ کرتا ہے اور بلا کشت وخون سلطنت کی حد افغانستان سے مدراس تک پہونچا دیتا ہے۔ پھر بودھ مذہب کی منادی کے واسطے ایشیا، یورپ اور افریقہ میں بھکشو یعنی واعظ فقرا دکھے رشن بھیجتا ہی اور ہندوستان کے مختلف اطراف میں پتھر کی لاٹ اور چٹانوں پر نہایت عمدہ اخلاقی اور مذہبی احکام کھدواتا ہے جو اُس زمانہ کے حالات پر اس وقت تک نہایت زبردست روشنی ڈال رہی ہیں۔ اشوک قریب چالیس سال با امن سلطنت کرکے مرنے سے پہلے ملک کے مغربی و مشرقی صوبے اپنے دو پوتوں میں تقسیم کرتا ہی۔ یہ دونوں منقسمہ سلطنتیں پچاس سال کے عرصہ میں کمزور ہوجاتی ہیں اور پردہ گرتا ہے۔

ساتواں سین جنگی طوفان - کچھ ہی عرصہ بعد پھر پردہ اُٹھتا ہے اور اشوک کا خاندان اُسی کمزور حالت میں سلطنت کرتا نظر آتا ہے - اس کے آخری کمزور بادشاہ راجہ برہدارتھ کو اُس کا کمانڈر انچیف پشیہ متر سنگا یکایک قتل کر دیتا ہے اور خود تخت پر بیٹھ جاتا ہے - اسی زمانہ میں ہندوستان کا مشہور سنسکرت گرمیرئین (قواعد کا مصنف) پاتانجلی بھی نظر آتا ہے قریب تیس سال بعد مغرب سے پھر فوج کا بادل اُٹھتا ہے - کابل کا یونانی حکمراں منندر (یا ملند) اُس فوج کا سردار ہے - یہ بڑھتا ہوا اودھ تک پہنچتا ہے اور پشیہ متر کو زچ کرتا ہے - اِدھر یہ لڑائی ہو رہی ہے اُدھر پنجاب کی دوسری جانب ایک بڑا طوفان نظر آتا ہے جس میں ساکا قوم کے جنگلی لوگ موسم کی سختی سے عاجز ہو کر وسط ایشیا کی یونانی سلطنتوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اُن کو تحس نحس کر کے اور متھرا تک پہنچ کر اپنی سلطنت قائم کرتے ہیں مگر کچھ عرصہ بعد مالوہ کے لوگ اُن کو شکست دیتے ہیں - پشیہ متر سنگا کا خاندان مگدہ میں بہتر سال تک حکومت کرتا ہے اور ڈراپ سین گرتا ہے -

آٹھواں سین - طوفان کی روشنی - کچھ عرصہ بعد آٹھویں بار پردہ اُٹھتا ہے اس دفعہ پشیہ متر کا کمزور خاندان نظر آتا ہے اُس کے آخری راجہ کے وقت میں دکن سے آندھرا خاندان کا راجہ فوج لئے ہوئے آتا ہے اور اس کو قتل کر کے تخت چھین لیتا ہے لیکن اسی درمیان میں پنجاب کی دوسری جانب پھر نیا طوفان نظر آتا ہے اس میں کشان قوم کے خانہ بدوش باختر اور کابل ہوتے ہوئے ہندوستان پر حملہ کرتے ہیں اور ان کا بادشاہ گدفیسز یا گشتاسپ یونانی افسروں کو فتح کرتا ہوا ہندوستان کے شمالی و مغربی حصہ پر قبضہ کر لیتا

ہر گپتا شپ کے بعد اس کا مشہور لڑکا کنشک تخت نشین ہوتا ہے اس کی سلطنت تمام اسٹیج پر ایک طرف نربدا یا کرشنا تک اور دوسری طرف ترکستان یا کوہستان الطائی تک پھیلی ہوئی ہے پشاور اس کا دارالسلطنت ہے اور کشمیر و کابل اس کے زیر نگیں ہیں۔ یہ بھی بدھ مذہب اختیار کر کے اس کی حمایت میں کوشش کرتا ہے اور کاشغر اور ختن تک قبضہ کر لیتا ہے۔ اس کے مرنے پر اس کا ولیعہد ہوشک تخت نشین ہوتا ہے اور سلطنت کی شان قائم رکھتا ہے مگر اس کے بعد واسدیو کی تخت نشینی پر شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ تاریکی چھا جاتی ہے اور قریب سو برس اندھیرا رہتا ہے۔ ڈراپ سین گر جاتا ہے۔

نواں سین۔ چمکتا ہوا جینی لیمپ طوفان اور تاریکی۔ سو برس بعد پھر پردہ اٹھتا ہے اور نواں سین شروع ہوتا ہے۔ شروع میں اسٹیج پر روشنی صاف نہیں ہے۔ مگر دھندلی روشنی ہی میں بہت تھوڑا تماشہ نظر آرہا ہے اور جیوں جیوں تماشہ ہوتا جاتا ہے روشنی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ابتدا میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مگدھ میں گپتا خاندان کی سلطنت ہے اس خاندان کے پہلے راجہ چندر گپت اول نے اپنے پڑوسی راجہ کی لڑکی سے شادی کر کے سلطنت کو مستحکم کر لیا ہے۔ اس کا لڑکا سمدر گپت نہایت نامی اور شاندار بادشاہ ہوتا ہے گانے بجانے میں لائق۔ علم حرب میں مشاق۔ عالم اور شاعر ہے اور شروع زمانہ میں ممالک متحدہ وسط ہند اور بنگالہ پر قبضہ کر کے جنوب کی جانب رخ کرتا ہے اور نربدا تک ملک لے لیتا ہے۔ یہ راجہ بھی الہ آباد میں پتھر کی لاٹ پر کتبہ کا چمکتا ہوا چراغ چھوڑ جاتا ہے جس کی روشنی اب تک موجود ہے اور پچھلے حالات بتاتی ہے۔ اس کے بعد

چندر گپت دوم وکرمادت کے لقب سے تخت نشین ہوکر ساکا راجاؤں سے کاٹھیاوار چھین لیتا ہے۔ اس کے زمانہ میں ایک شخص جگیا لیپ لئے ہوئے ملک چین سے براہ ختن پہنچتا ہے اور وکرمادت کی وفات تک یعنی چودہ برس ہندوستان میں رہ کر حالات لکھتا ہے اور سمندر کے راستہ سے واپس جاتا ہے۔ اس کا نام فاہیان ہے جس کی تحریرات کی روشنی میں بہت حالات معلوم ہوتے ہیں اس کے بعد وکرمادت کے لڑکے کمار گپت کے آخر زمانہ سلطنت میں وسط ایشیا سے پھر خوفناک طوفان اٹھتا ہے اور اس کے جانشین اسکند گپت کو شکست دیکر گپتا سلطنت کو منتشر کر دیتا ہے۔ یہ ہُن قوم کے ظالم ہیں جو چالیس ملکوں پر قبضہ کرکے رعایا کو نہایت آزار پہنچاتے ہیں اور وہ سخت تنگ ہوکر بغاوت پر آمادہ ہوجاتی ہے مالوہ اور مگدھ کے راجہ بے رحم ہُن سردار مہر گل کو شکست دیتے ہیں اور وہ بھاگ کر کشمیر میں پناہ لیتا ہے۔ اس کے بعد اسٹیج پر روشنی کم ہونے لگتی ہے اور صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہوحق اور گڑبڑ ہو رہی ہے جس سے تاریخی تماشہ کا پتہ ٹھیک نہیں چلتا مگر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھانیشور کا راجہ پربھاکر مالوہ کی ماتحتی سے آزاد ہوکر ہُن لوگوں سے لڑتا ہے پھر اس کا لڑکا راج وردھن تخت نشین ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کے رشتہ دار مہاراجہ قنوج کو مالوہ کا راجہ حملہ کرکے قتل کرتا ہے۔ اس پر راج وردھن قنوج پہنچ کر راجہ مالوہ کو بھگا دیتا ہے اور خود قبضہ کر لیتا ہے۔ اسی زمانہ میں مغربی بنگالہ کا متعصب راجہ ششانک بودھوں پر بہت ظلم کرتا ہے اور گیا کے مشہور بودھی درخت کو بھی کاٹ کر پھینک دیتا ہے مگر راج وردھن جنگ کے

اُس کو شکست دیتا ہی۔ اس پر شیش ناگ صلح کر لیتا ہی اور راج وردھن کو اپنے لشکر میں بطور مہمان بلا کر دغابازی سے قتل کر ڈالتا ہی۔ یہ خبر پاتے ہی راج وردھن کا چھوٹا بھائی ہرش وردھن فوج کشی کر کے بنگالہ کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہُن قوم کے گڑبڑ میں اسی برس کے قریب گزر جاتے ہیں بالآخر چراغ گل ہو کر تاریکی پھیل جاتی ہی اور ڈراپ سین گرتا ہے۔

دسواں سین۔ چمکتے ہوئے لیمپ۔ جب پھر پردہ اُٹھتا ہی تو ڈراما کا دسواں سین شروع ہوتا ہی۔ اسٹیج پر ایک لیمپ سے روشنی نکلتی ہی جو کتاب ہرش چرتر کی صورت میں اُس کے مصنف "بان" کے ہاتھ میں ہی۔ چند چراغ خاص مہاراجہ ہرش وردھن کے پاس ہی رکھے ہیں یہ اُس کی مصنفہ کتب رتناولی وغیرہ ہیں۔ مہاراجہ نہایت شان و تجمل سے قنوج کے تخت پر بیٹھا ہوا ہی اور شمالی ہند دریائے ستلج تک اُس کے زیر نگیں ہی۔ کچھ عرصہ بعد تخت شاہی جنوب کو مع فوج روانہ ہوتا ہے لیکن وہاں کا راجہ ملکیسن برسر پیکار ہو کر راجہ ہرش کو واپسی پر مجبور کرتا ہے۔ مہاراجہ ہرش ہر پانچویں سال قنوج اور الہ آباد میں دربار کرتا ہے جس میں اُس کے ماتحت راجہ شریک ہو کر اظہار اطاعت کرتے ہیں اور مہاراجہ ہمیشہ گنگا جمنا کے سنگم پر دولت کثیر خیرات کیا کرتا ہے۔ اس وقت مغرب کی جانب سے نہایت تیز روشنی بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص تحقیقات کا چمکتا ہوا لیمپ لئے ہوئے پشاور کی طرف سے چلا آرہا ہی۔ یہ شخص ہیان تسانگ سیاح ہی جو پندرہ سال تک اپنا لیمپ لئے ہوئے ہندوستان میں جا بجا

سیر کرتا اور حالات پر روشنی ڈالتا ہی۔ اس روشنی میں مگدھ کا دار السلطنت
ویران نظر آتا ہی اس کی وجہ ہُن قوم کا ظلم اور بربادی ہی۔ پندرہ سال سیر
کرکے اور ہرش کے دربار میں شریک ہونے کے بعد ہیان تسانگ جس طرف
سے آیا تھا اُسی طرف لیمپ لئے ہوئے واپس جاتا ہی۔ دو سال بعد مہاراجہ
ہرش کو اُس کا وزیر ارجن قتل کر ڈالتا ہے اور خود تخت پر بیٹھتا ہی لیکن سلطنت
بکھر جاتی ہی۔ تاریکی پھیل جاتی ہے اور ڈراپ سین گرتا ہی۔

گیارہواں سین۔ جابجا تخت۔ بڑی بڑی بادشاہت دھیمی روشنی۔ قریب پچاس
سال تاریکی کے بعد پردہ پھر اٹھتا ہے اور گیارہواں سین شروع ہوتا ہے۔
اس میں چوتھے سین کی طرح ملک میں جا بجا کئی تخت بچھے ہوئے نظر آتے
ہیں۔ سندھ میں مسلمان محمد قاسم کی ماتحتی میں فوج لئے چلے آرہے ہیں اور راجہ
داہر کو قتل کرکے اسلامی سلطنت قائم کرتے ہیں جس کی سرحد غائب شدہ
دریا ہکرا ہی مگر اس سلطنت کا خاص ہندوستان پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس کے
قریب سو برس بعد دکن میں راجہ اموگھ ورش پیدا ہوتا ہے جس کو مسلمان دنیا
کے چار بڑے بادشاہوں میں شمار کرتے ہیں۔ باقی تین سلطانِ روم، فغفور
چین اور خلیفہ بغداد ہیں۔ اس کے سو برس بعد قنوج کے پرہار راجپوتوں کا
ستارہ عروج پر ہوتا ہے اور وہ اپنی سلطنت مہاراجہ ہرش کے برابر وسیع
کر لیتے ہیں مگر بنگالہ سے پال خاندان کے راجہ آکر اُن کو نیچا دکھاتے ہیں۔ راجہ
اموگھ ورش کا دکن میں خاتمہ ہوتا ہے اور جنوبی دکن میں چولا خاندان عروج
پا کر اپنی سلطنت برہما تک پہنچاتا ہے۔ بندیل کھنڈ اور باندہ میں چندیل خاندان

حکمراں ہوتا ہے اور دھار میں مشہور راجہ بھوج اپنی سلطنت قائم کرتا ہے یہ لمبا سین قریب چار سو برس قائم رہتا ہے مگر روشنی ہر جگہ بہت دھیمی ہے۔ بار بار اندھیرا ہو جاتا ہے اور پھر کچھ روشنی نظر آتی ہے طوائف الملوکی ختم نہیں ہونے پاتی کہ ڈراپ سین گرتا ہے۔

بارھواں سین۔ سترہ طوفان۔ اس کے بعد بارھویں بار پردہ اٹھتا ہے لیکن وہی طوائف الملوکی پھر نظر آتی ہے اس وقت ہماری نظر دریائے سندھ کی جانب ہے وہاں سبکتگین اور جیپال سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سبکتگین کے لڑکے محمود غزنوی اور جیپال سے جنگ ہوتی ہے اور جیپال دوبارہ شکست پاتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند لوگ مشعلیں لئے ہوئے افغانستان سے جلد جلد چلے آتے ہیں اور اُن کے پیچھے ایک زبردست فوج ہے جس کا سردار محمود غزنوی ایک ہاتھ میں تلوار لئے اور دوسرے ہاتھ میں اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوئے جھپٹا آرہا ہے۔ راستہ میں تلوار سے لوگوں کو مارتا کاٹتا اور اونٹوں پر قیمتی دولت لادتا ہوا کچھ عرصہ بعد واپس جاتا ہے۔ مشعلیں البیرونی وغیرہ کے ہاتھ میں ہیں جن کی تحریرات سے محمود کے حملہ کا پتہ لگتا ہے[1]۔ محمود اسی طرح سترہ بار حملے کرکے اور ملتان کانگڑہ۔ قنوج۔ متھرا وغیرہ کے مندر اور شہروں کو لوٹ کر غزنی میں بہت سی دولت لے جاتا ہے اور مفید کاموں میں صرف کرتا ہے اور بالآخر پنجاب پر قبضہ کر لیتا ہے۔ چونکہ محمود کے حملے آندھی کے طور پر ہوئے ہیں اس لئے ہندوستان کی طوائف الملوکی پر کوئی اثر نہیں

---

[1] محمود کے حملوں کا پتہ [illegible] سے ملا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ [illegible] ہے۔

پڑتا۔ اُس کی واپسی پر وہی پہلی حالت قائم ہوجاتی ہی اور پردہ گرتا ہے۔

آخری سین۔ طوفان اور خاتمہ۔ قریب ڈیڑھ سو سال بعد پھر پردہ اٹھتا ہی یہ ہندو زمانہ کا آخری سین ہے۔ افغانستان سے دوبارہ طوفان اٹھتا ہی اور شہاب الدین غوری محمود کی سلطنت پر قابض ہو کر ہندوستان پہنچتا ہی اور اوچھ کی رانی کی دغابازی سے سندھ پر قبضہ کر کے محمود کے آخری جانشین خسرو ملک کو پنجاب سے نکال دیتا ہے لیکن خود تھانیسور کے قریب پرتھوی راج سے شکست پاکر بھاگتا ہے مگر کچھ عرصہ بعد دوبارہ لوٹ کر پرتھوی راج کو قتل کرتا ہی اور دہلی۔ بنارس۔ گجرات۔ بندیل کھنڈ گوالیار اور قنوج وغیرہ میں اپنی سلطنت قائم کرتا ہی۔ بہت سے راجہ اُس کے خوف سے قنوج وغیرہ چھوڑ کر راجپوتانہ کی دیوار میں جا چھپتے ہیں اور جودھپور وغیرہ میں ریاستیں قائم کر کے بود و باش اختیار کرتے ہیں۔ تیرھواں سین ختم ہو کر ڈراپ سین گرایا جاتا ہے اور تاریخ ہند کا پہلا ایکٹ یعنی ہندو سلطنت کا زمانہ ختم ہوتا ہی۔

تاریخ ہند کا دوسرا ایکٹ۔ ناظرین ہندوستان کے تاریخی ڈراما کا پہلا ایکٹ میں نے آپ کے روبرو پیش کر دیا۔ اگر آپ اسی طرح اسلامی سلطنت کے ہر خاندان کے زمانہ سلطنت کو ایک سین مان لیں تو دوسرا ایکٹ تیار ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہلے سین میں شہاب الدین غوری کا قتل اُس کے غلام قطب الدین کا بادشاہ ہونا اور دہلی کی مسجد بنوانا۔ التمش کی تخت نشینی رچنگیز خان کا طوفان اور ریشیا ور پر قبضہ۔ پھر رضیہ بیگم کا تخت پانا اور قتل ہونا۔ ناصر الدین کی سریر آرائی۔ غیاث الدین غلام وزیر کی مدد سے سلطنت کا انتظام اور اُس کے بعد

غیاث الدین کا تخت پر جلوس اور میواتیوں سے مقابلہ۔ بنگالہ کی بغاوت۔ مغلوں کا حملہ اور سلطان کے لڑکے کا قتل۔ سلطان کا انتقال۔ اس کے بعد کیقباد آخری بادشاہ کی مے نوشی اور قتل اور اس طرح غلام خاندان کا خاتمہ ہوکر ڈراپ سین گر ایا جانا دکھایے۔ دوسرے سین میں خلجی خاندان کی ترقی اور سلطنت کا تمام ہندوستان میں پھیلنا دکھا کر تیسرے سین میں خاندان تغلق کے حالات۔ سلطنت کا بگڑنا۔ دہلی میں تیمور لنگ کا طوفان اور بربادی سید خاندان کو با اختیار بنانا اور تیمور کی واپسی دکھایئے۔ چوتھے سین میں سیدوں کی چند روزہ سلطنت۔ لودی خاندان کا بادشاہ ہونا۔ سکندر لودی کے زمانہ میں سخت زلزلہ۔ امراء کا ابراہیم لودی کے خراب برتاؤ سے تنگ آکر بابر بادشاہ کو کابل سے بلانا۔ بابر اور ابراہیم کی پانی پت میں معرکہ آرائی اور چند گھنٹوں میں ابراہیم لودی کا قتل اور خاندانِ لودی کا خاتمہ دکھایئے۔ پانچویں سین میں بابر کی تخت نشینی۔ رانا سانگا وغیرہ سے معرکہ آرائی اور انتقال دکھا کر ہمایوں کی تخت نشینی۔ شیر شاہ سے لڑائی، اور جلا وطنی اور شیر شاہ کا تخت دہلی پر جلوس دکھایئے۔ چھٹے سین میں شیر شاہ کی جنگ و جدل کے بعد اُس کے خاندان کی کمزور حالت اور طوائف الملوکی۔ ہمایوں کی واپسی تخت نشینی اور انتقال اور اکبر کی تاجپوشی دکھایئے۔ ساتویں سین میں اکبر۔ جہانگیر شاہجہاں کے زمانہ میں آہستہ آہستہ سلطنت کا سمٹ کر قابو میں آنا اور ترقی حالات ظاہر کیجیے۔ آٹھویں سین میں اورنگ زیب کی تخت نشینی سلطنت کی ترقی کا آخری زبردست نظارہ دشمنوں کا پیدا ہونا اور اورنگ زیب کا آخر

عمر میں دکن کے جھگڑوں میں مبتلا رہنا بہادر شاہ کی سلطنت کا مختصر زمانہ پھر سلطنت
کا بکھرنا اور مرہٹوں کے ابتدائی حالات دکھلائیے۔ نویں سین میں بہادر شاہ
کے جانشینوں کی نازک حالت۔ مرہٹوں کی خود مختاری۔ نادر شاہی طوفان
دہلی میں قتلِ عام۔ احمد شاہ ابدالی کے پے در پے حملے اور مرہٹوں کی شکست
دکھائیے۔ دسویں سین میں مرہٹہ سلطنت کا بکھرنا اور مختلف راجاؤں اور نوابوں
کا پیدا ہو کر ملک کو باہم تقسیم کر لینا اور بادشاہ دہلی کو محض گڈا بنا کر رکھنا۔ ملک
میں بدامنی اور جنگ و جدال ٹھگوں اور پنڈاریوں کے جابجا ظلم۔ یورپین
سوداگروں کا انتظام اور اسلامی سلطنت کا آہستہ آہستہ خاتمہ دکھا کر ایکٹ
ختم کیجئے۔

تاریخ ہند کا تیسرا ایکٹ۔ اسی طرح تیسرے ایکٹ یعنی انگریزی سلطنت
کا ایک ایک سین لیجئے۔ پہلے سین میں یورپین اقوام یعنی پرتگیز فرانسیسی ڈین
اور ڈچ کا ہندوستان میں آنا۔ شاہ ہند کی اجازت سے مختلف مقامات پر
کوٹھیاں بنانا اور حفاظت کے واسطے چھوٹی سی فوج رکھنا۔ ڈین کی تجارت
سے دست برداری پرتگیزوں کی گوا وغیرہ پر حکومت اور ظلم کے بعد ہندوستان
کی تجارت سے علیحدگی دکھائیے۔ دوسرے سین میں ڈچ۔ انگریز اور فرانسیسیوں
کا باہمی تجارتی مقابلہ اور ایک دوسرے کو زک دینے کے لئے مقامی سلطنتوں
کے باہمی جنگ و جدال میں شریک ہونا آخر میں انگریزوں کی کامیابی کلائیو
کا شاہ عالم سے بنگالہ کی دیوانی حاصل کرنا اور فرانسیسیوں کی ہندوستان سے
دست برداری دکھا کر سین ختم کیجئے۔ تیسرے سین میں انگریزوں کا دیسی ریاستوں

سے مقابلہ اور ملک گیری۔ ویلور اور ٹراونکور کی بغاوت۔ مرہٹہ سلطنت کا خاتمہ اور برہما کی پہلی لڑائی دکھائیے۔ چوتھے سین میں ملک کا اندرونی انتظام۔ مختلف ریاستوں کا مختلف اوقات میں آہستہ آہستہ برٹش عملداری میں داخل ہونا اور غدر ۱۸۵۷ء اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ دکھائیے۔ پانچویں سین میں لارڈ کیننگ سے لارڈ لٹن تک کے زمانہ کے واقعات یعنی ریاستوں سے جدید تعلقات۔ بہار کا قحط۔ ڈیوک آو ایڈنبرا کا سفر ہندوستان۔ لارڈ میو کا افسوسناک قتل۔ شاہنشاہِ ایڈورڈ ہفتم کی بحیثیت پرنس آو ویلز ہندوستان میں تشریف آوری۔ ملکہ معظمہ کا خطاب قیصر ہند اختیار کرنا اور دہلی میں عظیم دربار دکھائیے۔ چھٹے سین میں جنوب میں بلا کا قحط۔ لارڈ رپن کا اخبارات کو آزادی دینا اور ہندوستانیوں کو مقامی انتظامِ سلطنت میں ابتدائی اختیارات دے کر لوکل سیلف گورنمنٹ قائم کرنا اور نہایت نیک نامی کے ساتھ ہندوستان سے واپس ہوتا دکھائیے۔ ساتویں سین میں لارڈ ڈفرن کے زمانے سے لارڈ کرزن تک کے زمانہ کے واقعات اور دہلی کا دوسرا دربار دکھائیے۔ آٹھویں سین میں لارڈ منٹو اور لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ کے واقعات۔ حضور ملک معظم جارج پنجم کی اول بحیثیت شہزادہ ویلز اور پھر بحیثیت شہنشاہ ہند دوبار تشریف آوری۔ دہلی کا عظیم الشان دربار۔ رعایا کی لذہی اور محبت سے بھری ہوئی شاہی اسپیچ۔ بنگالہ وغیرہ کی از سر نو تقسیم دہلی کا دارالسلطنت مقرر ہونا وغیرہ وغیرہ دکھا کر سین ختم کیجئے۔ نویں سین میں جرمنی کی خوفناک جنگ اور ہندوستان میں شرکتِ جنگ کے واسطے رعایا کی اُمنگ

حضور ملک معظم کا فرمان۔ ہندوستانیوں کو بذریعہ کونسل جدید اختیارات ملنا دکھائیے۔ دسویں سین میں لارڈ ریڈنگ کا تقرر۔ رعایا کی دلدہی کی بیحد کوشش۔ ڈیوک آف کناٹ اور شہزادہ ایڈورڈ پرنس آف ویلز کی تشریف آوری اور رعایا کی دلدہی۔ لارڈ ارون کا تقرر اور حالات لارڈ ولنگڈن کی تشریف آوری اور انتظامات اور ہندوستانیوں کو مزید اختیارات کا ملنا نان کو آپریشن کا زور اور خاتمہ دکھا کر ڈراپ سین گرائیے اور تیسرا ایکٹ ختم کرکے تاریخ کا خاتمہ کیجیے۔ ان تینوں ایکٹ میں آپ کو اپنی کتاب کے تاریخی واقعات کے بموجب کمی و بیشی کا اختیار ہے۔

(۴) تاریخ اور ضرب المثل۔ تاریخ کا غور سے مطالعہ کرنے پر تمام ضرب المثلوں کے عملی ثبوت ملتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ دولت کی ہوس ہیچ ہے کیونکہ دولتمندوں پر بعض اوقات ایسی مصیبت آجاتی ہے کہ غریب آدمیوں کو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا یہاں تک کہ دولت ہی کے باعث اپنے بال بچوں کی بلکہ خود اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور وہی لوگ جو کسی وقت خوشامد کرتے تھے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ اس کے متعلق مطالعہ کے ضمن میں بحث ہو چکی ہے۔

(۵) تاریخی نقشے۔ تاریخ کی تعلیم میں نقشۂ ہندوستان ہمیشہ طلباء کے پیش نظر رکھیے اور حتی المقدور تاریخی اٹلس کام میں لائیے بلکہ طلباء خود تاریخی نقشے تیار کریں اور آپ ان کی غلطیاں بغور دیکھ کر درست کرتے رہیں۔ تاریخی نقشہ میں طلباء چند غلطیاں کرتے ہیں (اوّل) جس سلطنت یا واقعہ کا نقشہ بناتے ہیں صرف اُسی کو ظاہر کرتے ہیں اور ہندوستان کا باقی حصہ خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ اُن کو

مکمل نقشہ بنانے پر مجبور کیجئے اُس زمانہ کی دوسری سلطنتوں کا حال طلباء اپنی تاریخ کی کتاب میں تلاش کر کے نقشہ کی تکمیل کریں اور کنشک ۔ گپتا ۔ ہُن محمود غزنوی شہاب الدین محمد غوری وغیرہ وغیرہ کے زمانہ میں باقی ہندوستان میں جو جو بادشاہ تھے اُن کے ممالک کو بھی نقشہ میں ظاہر کریں کیونکہ یہ حدود کا کام دیتے ہیں ۔ دوم بڑی کاپی پر چھوٹے پیمانہ کے نقشے بنا دیتے ہیں اس طرح نہ صرف کاغذ فضول برباد ہوتا ہے بلکہ طلباء ایک ہی پیمانہ کے غلام ہو جاتے ہیں اور چھوٹے نقشہ کے باعث ہاتھ میں صفائی نہیں آنے پاتی ۔ سوم بعض طلباء بنائے ہوئے نقشہ کا نہ پیمانہ لکھتے ہیں نہ سُرخی اِس سے نقشہ بے معنی ہو جاتا ہی اس کے واسطے

(۱) کورے نقشے بار بار دکھا کر دریافت کیجئے کہ یہ کس کس سلطنت کا زمانہ ظاہر کرتے ہیں ۔

(۲) بعض تاریخی واقعات مثلاً چینی سیاحوں کے سیر کے مقامات یا سکندر اعظم ۔ محمود غزنوی ۔ محمد غوری ۔ نادر شاہ ۔ احمد شاہ وغیرہ کے حملے اور واپسی کے نقشے علیحدہ بنائیے اور آنے اور جانے کے راستوں کو کسی مقررہ نشان سے ظاہر کیجئے جس کی تشریح نقشہ کے گوشہ میں ہو ۔ نقشوں کے بنانے میں بادشاہوں کی تصاویر کا استعمال مزید دلچسپی کا باعث ہوگا ۔

واقعات وسنہ یاد رکھنے کا آسان طریقہ ۔ چہارم ۔ تاریخی نقشہ کے مختصر واقعات کو طلباء مقابل صفحہ پر درج نہیں کرتے ۔ لیکن ان کے بغیر نقشہ ہرگز مکمل نہیں ہی ۔ یہ واقعات فہرست کے طور پر لکھنے چاہئیں (۱) بادشاہوں کے

نام۔ (۲) سن جلوس (۳) لڑائیاں مع سن، نام فریقین وجہ اور نتیجہ۔ یہ واقعات کتاب کی عبارت میں نہ لکھے جاویں بلکہ سلسلہ وار نمبر ڈال کر مختصراً تحریر کرنے چاہئیں۔

جغرافیہ کی طرح تاریخی نام اور سن وغیرہ کو بھی یاد رکھنے میں طلباء کو بہت دقت ہوتی ہے۔ خاصکر سلسلہ سلطنت اور سن یا نام وغیرہ یاد نہیں رہتے لیکن (۱) اگر آپ طلباء سے صحیح اور مکمل تاریخی نقشے کھنچواتے رہیں تو اُن کی ذہانت پر عمدہ اثر پڑیگا اور واقعات بآسانی یاد رہیں گے اس میں کاپی پر لکھے ہوئے واقعات کا سلسلہ معلوم ہو کر یادداشت کو بہت مدد ملے گی (۲) اس کے علاوہ واقعات کے سن الٹ پلٹ کر بھی یاد ہو سکتے ہیں مثلاً سنہ ۱۱۹۰ء، سنہ ۱۲۹۰ء، سنہ ۱۳۹۰ء، سنہ ۱۴۹۰ء، سنہ ۱۵۹۰ء، سنہ ۱۶۹۰ء، سنہ ۱۷۹۰ء، سنہ ۱۸۹۰ء میں دہلی کے تخت کے مالک کون کون تھے۔ اسی طرح علیحدہ زمانہ کی بابت الٹ پلٹ کر پوچھنے سے سن یاد رہ سکتے ہیں۔ (۳) ہمنام لوگوں کی بابت دریافت کرنے سے سن یاد کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ (۴) کوئی فرضی فقرہ بنا لینے پر نہایت خوبی سے سلسلہ یاد رہ سکتا ہے مثال کے طور پر ایک نہایت مفید فرضی لطیفہ سنئے (لطیفہ) کسی تحصیلی مدرسہ میں ایک رئیس لڑکے کے پاس ایک ہکلا ملازم تھا جس کا نام غلام تھا۔ ایک بار لڑکے کو تاریخ میں اسلامی خاندانوں کا سلسلہ یاد نہیں رہا۔ اُس کی تاریخ کی کتاب دوسرا لڑکا لے گیا تھا اس لئے اُسے نہایت تشویش ہوئی۔ مجبوراً ایک خط ماسٹر صاحب کے نام لکھ کر ہکلے ملازم کو دیا اور کہا کہ "جواب لے آ" خط میں ماسٹر صاحب سے صرف یہ التجا تھی کہ "براہِ نوازش اسلامی

خانداتوں کے نام سلسلہ وار لکھ دیجئے میری کتاب فلاں لڑکا لے گیا ہی اور کل امتحان ہی۔ ہکلا خط لے کر ماسٹر صاحب کے گھر پہونچا اور دروازہ کھٹ کھٹا کر آواز دی۔ (ہکلا چلاکر) م ۔ م ۔ م ماسٹر صاحب ! (ماسٹر صاحب اندر سے) کون ہی؟ (ہکلا چلاکر) غ ۔ غ غلام ۔ خ خ ۔ سلام ہماسٹر صاحب نے باہر آکر خط پڑھا اور ہکلے سے کہا کہ "تم نے جو ابھی جواب دیا ہے خط کا بھی یہی جواب ہی۔ جاؤ۔" ماسٹر صاحب یہ کہہ کر اندر چلے گئے اور مسٹر غلام بیگ بینی؟ دو گوش واپس آئے۔ لڑکے نے دریافت کیا کہ "کیا جواب لایا؟" (ہکلا) کُ ۔ کُ کچھ نہیں۔ (لڑکا) ماسٹر صاحب نے کیا کہا؟ (غلام) مَ ۔ مَ ۔ مَ ۔ ماسٹر صاحب نے مُ ۔ مُ ۔ مجھ سے کہدیا کہ تم نے جو کَ ۔ کَ ۔ کہا ۔ خَ ۔ خ ۔ خت کا بھی یہی جَ ۔ جَ ۔ جَ ۔ جواب ہے۔ (لڑکا ناراض ہو کر) ابے تو نے کیا کہا ہے (غلام) مَ ۔ مَ ماسٹر صاحب نے پَ ۔ پَ پوچھا کِ ۔ کِ ۔ کِ کون ہے کِ ۔ کِ کیا کام ہی (لڑکا) تو نے کیا جواب دیا؟ (غلام) کُ ۔ کُ ۔ کچھ نہیں (لڑکا جھنجلا کر) کمبخت کچھ تو کہا ہوگا (غلام) مَ ۔ مَ میں نے تو کَ ۔ کَ کہا ۔ (لڑکا) ٹھیک ٹھیک بتاؤ کیا کہا؟ (غلام) غ ۔ غ غلام ۔ خت ۔ سلام (لڑکا) یہ کیا بات ہوئی؟ (غلام) سَ ۔ سَ سلام کر کے اپنا نَ ۔ نَ نام بتا دیا اور کَ ۔ کَ کہدیا کہ خَ ۔ خَ خت لایا ہوں (لڑکا) کچھ اور مطلب ہوگا (غلام) مَ ۔ مَ میں کیا جانوں۔ یہ کہہ کر ہکلے صاحب نے تو اپنی راہ لی اور لڑکا بار بار غ ۔ غ غلام ۔ خت ۔ سلام کہتا اور سوچتا رہا۔ چونکہ اس کو خاندانوں کے نام معلوم تھے صرف سلسلہ یاد نہیں تھا اس لئے غور کرتے کرتے معلوم ہوا کہ پہلے غ

سے ماسٹر صاحب کا مطلب غزنوی ہی دوسرے غ سے غوری تیسرا غلام خاندان ہی۔ خ سے خلجی۔ ت سے تغلق۔ س سے سید۔ ل سے لودی۔ ا سے افغان اور م سے مغل ہیں۔ اس طرح نوکر کی ہکلاہٹ ناخواندگی اور خود اس کے نام نے مل کر سلطنت اسلامیہ کے تمام خاندانوں کا سلسلہ بتا دیا چونکہ خاندانِ مغلیہ کا اصلی رُعب و داب اور سلسلۂ سلطنت افغان یعنی سور خاندان کے بعد ہوا اس لئے لودی کے بعد چند روزہ مغلیہ سلطنت کو علیحدہ نہیں کیا گیا۔

تاریخی تُک بازی۔ لیکن حافظہ کا زبردست مددگار شاعری اور اُس سے بھی زیادہ تُک بازی ہے۔ میں شروع کتاب میں لکھ چکا ہوں کہ بچوں کو تُک بازی میں نہایت دلچسپی ہوتی ہے خواہ وہ بے معنی کیوں نہ ہو اس لئے تاریخی ناموں کو یاد رکھنے میں اس سے ضرور مدد لینی چاہیئے۔ دہلی کے اسلامی خاندانوں کے نام یاد رکھنے کا طریقہ تحریر کر دیا گیا۔ اسی طرح بہمنی خاندان کی پانچ سلطنت۔ بدر۔ برار۔ بیجاپور۔ احمد نگر۔ گولکنڈہ کے پہلے حروف سے "غ۔ غ غلام" کی طرح "ب۔ ب باگ" بن جاتا ہی۔ تاریخ انگلینڈ میں پانچ مصاحبین کی وزارت کیبل (CABAL) منسٹری کے نام سے مشہور ہی۔ اس لفظ کے ہر حرف سے ہر منسٹر کے نام کا پہلا حرف ظاہر ہوتا ہی۔

میں نے ایک علیحدہ کتاب میں ہندو مسلمان اور انگریزی زمانہ سلطنت کے چند نام مع سنہ وغیرہ طلباء کی تفریح طبع کی غرض سے نظم کر دیئے ہیں اور جغرافیہ کی تصویریں بھی دے دی ہیں۔ مجھ کو شاعری کا دعویٰ نہیں بلکہ خیال ہی کہ اس

سے بہتر تک بازی آپ خود بھی کر سکتے ہیں اس لئے محض یادداشت کی غرض سے آپ خود مشکل سنہ یا نام یا واقعات کو نظم کر لیجئے۔ نظم ایسی ہونی چاہئے جو بچوں کو دلچسپ ہو خواہ آپ خود پسند نہ کریں۔

تاریخ کا دلچسپ و مفید خاکہ - ایک انگریز مصنف نے واقعات کو یاد رکھنے کا ایک اور دلچسپ طریقہ بتایا ہے۔[۱] اس کو اپنی رائے کے مطابق کسی قدر تبدیل کر کے لکھا جاتا ہے۔

ایک ورق کاغذ پر چھ برابر خط مستقیم اوپر نیچے کھینچئے اور ہر خط کو پیمانہ سے ناپ کر پانچ برابر حصوں میں تقسیم کر لیجئے اس طرح تمام خطوط کے تیس برابر حصے ہو جائیں گے۔ آج کل عیسوی سن کی بیسویں صدی ہے یعنی اس سن کو جاری ہوئے دو ہزار سال ہوئے اور قبل سن مسیح کے ایک ہزار سال تک آریوں کے ہندوستان میں آنے کے تاریخی حالات معلوم ہیں یعنی ہندوستان کے تاریخی واقعات کا تین ہزار سال تک ٹھیک ٹھیک پتہ چلتا ہے گو حال کی تحقیقات سے کچھ حالات پانچ ہزار سال کے بھی معلوم ہوئے ہیں۔ اس طرح برابر حصے کرنے پر خطوط کا ہر حصہ سو برس کی تاریخ بتائے گا۔ شروع زمانہ میں ہندوستان کی تاریخ زیادہ تر تاریک ہے اس لئے کئی خطوط خالی رہیں گے لیکن جس قدر زمانہ گزرتا جائے گا اسی قدر زیادہ واقعات سے خطوط بھرتے جائیں گے۔ اب ہر حصہ کے دس دس حصے اور کیجئے اور اُن کے موجب واقعات کے عنوان تحریر کیجئے۔ تو تمام تاریخ پر آپ کا قابو ہو جائے گا اور نقشہ پر نگاہ ڈالتے ہی کل واقعات کا زمانہ معلوم ہو سکے گا۔

---

[۱] انسٹرکشن اِن سیکنڈری اسکولز۔

نہایت دلچسپ تاریخی نقشہ۔ میں نے ابتدائی تعلیم کی رام کہانی میں گنتی کے دو نقشے دئے ہیں جن سے کھیل ہی میں نہایت آسانی سے بچوں کو ہندسوں کے نام معلوم ہو جاتے ہیں۔ یہاں ایک نہایت دلچسپ تاریخی نقشہ دیا جاتا ہے جس سے ہندوستان کے ہر صوبہ میں ہزارہا سال تک تاریخ کا پتہ لگتا ہے اور نگاہ ڈالتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صوبہ اور صدی میں کون قوم حکومت کرتی تھی۔ آپ گنتی کے نقشہ کی طرح یہاں بھی کسی صدی کے خانہ سے نیچے کی طرف اپنی اُنگلی لائے اور دوسری انگلی کسی صوبہ کے خانہ سے سیدھی بڑھائے جس خانہ میں یہ دونوں انگلیاں زاویہ قائمہ بناتی ہوئی ملیں اُس صوبہ اور صدی میں وہی قوم حکومت کرتی تھی مثلاً چھٹی صدی عیسوی میں پنجاب کے حاکم ہُن اور گوجر تھے اور سترھویں صدی میں مغل۔ اس طرح ہر صدی اور صوبہ کی حکومت کا حال فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور یہ نقشہ دائیں بائیں جانب ہر صوبہ کی مکمل تاریخ بتاتا ہے۔ اور اگر انگلی اوپر سے نیچے کی طرف لائیں تو ہر صدی میں تمام ہندوستان کی پوری تاریخ ظاہر کرتا ہے۔

یہ نقشہ نہ صرف مڈل کلاس کے لڑکوں کے واسطے بلکہ ہائی اسکول اور کالج کے طلباء کے لئے بھی نہایت مفید ثابت ہوگا۔

انگریزی سلطنت کی خرابیاں۔ تاریخ کی تعلیم میں طلباء کو سوالات کا موقع ضرور دینا چاہئے۔ اُن کے شکوک رفع کرنے سے سبق میں دلچسپی اور آسانی پیدا ہوتی ہے۔ خاص کر موجودہ سلطنت کے متعلق اعتراضات رفع کرنا ہر مدرس کا فرض ہے مثال کے طور پر یہاں چند بڑے بڑے اعتراضات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(پہلا اعتراض) اس زمانہ میں اناج بہت مہنگا ہو گیا ہے اس لئے غریب آدمیوں کو بہت تکلیف ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں آپ اوّل بذریعہ سوال و جواب یہ ذہن نشین کرائیے کہ سکہ میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ یہ چھوٹی سی چیز ہے اس کو جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں اور اس کے عوض جو چاہیں خرید سکتے ہیں لیکن اناج یا ترکاری کے عوض ہر چیز نہیں خریدی جا سکتی مثلاً بزاز کو ترکاری کی ضرورت نہ ہو تو وہ اس کے بدلے میں کپڑا کیوں دے گا اور اگر دے بھی دیا تو ڈھیروں ترکاری کا کیا کریگا سوائے اس کے کہ وہ خود بھی اس کو فروخت کرتا پھرے اب تک صرف کپڑا بیچتا تھا ترکاری لینے پر دو چیزیں ہو گئیں۔ علاوہ اس کے اناج ترکاری وغیرہ گل سڑ سکتے ہیں۔ ان کو چوہے خراب کر سکتے ہیں لیکن سکے کو نہیں اس لئے لین دین کے واسطے سکہ سب سے اچھی چیز ہے۔ اب لڑکوں سے دریافت کیجئے کہ ایسی عمدہ چیز کا سستا ہونا اچھا ہے یا مہنگا لڑکے ضرور کہیں گے کہ سستا ہونا اچھا ہے۔ آپ جواب دیجئے کہ سستا ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اگر کسان کو پہلے ایک من اناج دینے پر ایک روپیہ ملتا تھا تو اب چار روپیہ ملنے چاہئیں یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ سکہ کے سستے ہونے پر اناج بلکہ ہر چیز مہنگی ہونی چاہئے ورنہ وہ سستا نہیں ہو سکتا اس کے بعد سمجھائیے کہ اگر روپیہ مہنگا ہو تو اناج سستا ہو گا اور جس کھیت کی آمدنی اب بیس روپیہ ہے وہ صرف دو چار روپیہ رہ جاوے گی۔ اس لئے اگر زمیندار کو دو ہزار روپیہ سال کا منافع ہے تو وہ دو سو یا چار سو روپیہ سال رہ جاوے گا آپ مثال کے طور پر روئی کے سستے ہونے کا

حال بتائیے جو کچھ عرصہ ہوا چار یا پانچ سیر بکنے لگی تھی اور اس کے باعث تمام کسان اور زمیندار نہایت پریشان ہو گئے تھے۔ اگر ہر چیز اسی طرح سستی ہو جاوے تو کاشتکاروں اور دیہاتیوں کی کیا حالت ہوگی روپیہ کے سستے ہونے کے باعث ہی جو مزدور کسی زمانہ میں دن بھر محنت کر کے صرف دو پیسے پاتا تھا اب چار یا چھ آنے وصول کرتا ہے اور جو زمیندار یا کاشتکار نہایت غریب اور محتاج تھے اب مالدار ہو گئے ہیں۔

کسی زمانہ میں مقام سوروں ضلع ایٹہ کے قریب ایک موضع کے کسی کاشتکار نے بوہرے سے ایک روپیہ قرض لیا۔ اس کے ادا کرنے کے واسطے فصل تیار ہونے پر ایک چھکڑا چنے لے گیا۔ لیکن بوہرہ راضی نہ ہوا اور بولا کہ "نقد روپیہ لا" کسان زار زار روتا تھا لیکن بوہرہ کسی طرح رضامند نہ تھا موضع والوں نے اس کو رائے دی کہ سوروں کے بازار میں چنے فروخت کر کے بوہرے کا قرضہ ادا کر دے چنانچہ کسان سوروں گیا اور تین روز تک وہ کل چنے ایک روپیہ میں بیچنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کسی نے نہ خریدا۔ بالآخر بیچارہ کسان مایوس ہو گیا اور چنے بازار ہی میں چھوڑ کر روتا ہوا گھر آیا۔ اس کے بعد اس پر کیا گزری یہ کچھ نہیں معلوم لیکن ظاہر ہے کہ اس کو اپنا مکان یا کھیت یا مویشی فروخت کر کے قرضہ ادا کرنا پڑا ہوگا۔ اس قدر چنے جن کو اس زمانے میں ایک روپیہ کے عوض کسی نے نہ خریدا اس وقت پچاس یا ساٹھ روپیہ میں بآسانی فروخت ہو سکتے ہیں اور ایسے پچاس یا ساٹھ بوہروں کا قرضہ ادا ہو سکتا ہے۔

(دوسرا اعتراض) گورنمنٹ ہندوستانیوں کو اونچے عہدے نہیں دیتی
اس کے جواب میں آپ لڑکوں سے دریافت کیجیے کہ تمہارے یہاں جتنے حاکم
آیا کرتے ہیں مثلاً نائب تحصیلدار۔ تحصیلدار۔ ڈپٹی کلکٹر۔ ڈپٹی انسپکٹر۔ کلکٹر
وغیرہ ان سب میں ہندوستانی زیادہ ہیں یا انگریز۔ تو اُن کو ضرور کہنا
پڑے گا کہ ہندوستانی زیادہ ہیں۔ اُن کو سمجھائیے کہ اب بڑے
عہدوں پر بھی ہندوستانی مقرر ہوتے لگے ہیں یعنی کلکٹر۔ جج
چیف جسٹس یہاں تک کہ بعض گورنر بھی ہندوستانی ہو چکے
ہیں اور ڈپٹی کلکٹر تو شاید ہی کوئی انگریز ہو۔
(تیسرا اعتراض) ہندوستانیوں سے سرکار بہت ٹیکس وصول کرتی ہے
اس کے جواب میں سمجھائیے کہ ان ٹیکسوں کے روپیہ سے مدرسے کھولے
جاتے ہیں۔ سڑکیں بنائی جاتی ہیں شہروں میں روشنی ہوتی ہے۔ شفاخانے
جاری کیے جاتے ہیں اس سے سب لوگوں کو آرام پہنچتا ہے۔ لگان اور
ٹیکس ہی کی بدولت تمام محکموں کا خرچ چلتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے
سفرنامہ روم و شام میں ٹیکس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ تذکرہ کیا ہے
وہ لکھتے ہیں کہ "قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کسی کو یورپین
اور ایشیائی تمدن کی تصویر ایک مرقع میں دیکھنی ہو تو یہاں دیکھ سکتا ہے
کتب فروشوں کی دوکانوں کی سیر کرو تو ایک طرف یک نہایت وسیع دوکان
ہے۔ سنگ مرمر کا فرش ہے شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریاں ہیں کتابیں
جس قدر ہیں مجلد اور جلدیں بھی معمولی نہیں بلکہ عمدہ مطلا اور مذہب۔ مالک

دوکان پر کرسی لگائے بیٹھا ہے۔ دو تین کم سن خوش لباس لڑکے ادھر ادھر کام میں لگے ہیں تم نے دوکان میں قدم رکھا ایک لڑکے نے کرسی لا کر سامنے رکھ دی اور کتابوں کی فہرست حوالہ کی۔ قیمت فہرست میں مذکور ہے اور اس میں کمی وبیشی کا احتمال نہیں۔

" دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوتروں پر کتابوں کا بے قاعدہ ڈھیر لگا ہے۔ زمین کا فرش اور وہ بھی اس قدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ قیمت چکانے میں گھنٹوں کا عرصہ درکار ہے۔

" اسی طرح ہر پیشہ وصنعت کی دوکانیں دونوں نمونہ کی موجود ہیں عام صفائی اور ترتیب وزینت کا بھی یہی حال ہے۔ غلطہ کو دیکھو تو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دوکانیں بلند اور آراستہ۔ سڑکیں وسیع اور ہموار کیچڑ اور نجاست کا کہیں نام نہیں۔ بخلاف اس کے استنبول میں اکثر سڑکیں ناصاف اور بعض بعض جگہ اس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

" اس شہر میں آکر ایک سیاح کے دل میں غالباً جو خیال سب سے پہلے آتا ہو گا وہ یہ ہو گا کہ اس عظیم الشان دارالسلطنت کے دو حصوں میں اس قدر اختلافِ حالت کیوں ہے۔ چنانچہ میرے دل میں سب سے پہلے یہی خیال آیا۔ میں نے اس کے متعلق بہت کچھ بحث وتفتیش کی۔ باشندوں کے اختلاف حالت کا سبب تو میں نے آسانی سے معلوم کر لیا یعنی مسلمانوں کا افلاس اور دوسری قوموں کا تموّل۔ لیکن سڑکوں اور گزرگاہوں کی ناہمواری اور غلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پا سکتا تھا اس لئے میں نے ایک معزز

ترکی افسر یعنی حسیب آفندی پولس کمشنر سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں۔ بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلطہ میں یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں اس لئے میونسپلٹی ان رقموں کو فیاضی سے صرف کرسکتی ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جس کی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے یا اب ان کو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اس کے لئے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔"

(چوتھا اعتراض) گورنمنٹ انگریزوں کو ولایت سے بلا کر اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرتی ہے اور ان کو ہزاروں روپیہ تنخواہ دیتی ہے۔ اس سے ہندوستان کا بہت سا روپیہ باہر نکلا جاتا ہے اور ملک غریب ہوا جاتا ہے۔

اس کے جواب میں آپ کو اسلامی زمانہ کے واقعات بتانے چاہئیں۔ مثلاً سلطنت مغلیہ میں جب تک باہر کے لائق آدمیوں کو اعلیٰ مراتب ملتے رہے اور غیر ممالک کے منتخب لوگ عزت اور دولت کے لالچ میں ہندوستان آتے رہے سلطنت کا کام نہایت خوبی اور استقلال سے ہوتا رہا لیکن اورنگ زیب کے آخر زمانہ میں ان لوگوں کی قدردانی میں کمی ہوگئی اور منتظم مدبروں کی آمد بند ہوگئی۔ بادشاہ کی صحبت میں بہت معمولی لیاقت کے آدمی رہنے لگے جن کو اپنے بزرگوں کی اعلیٰ قابلیت پر تو نہایت ناز تھا لیکن خود لیاقت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف دشمن پیدا ہو گئے اور طوائف الملوکی شروع ہو گئی

اسی طرح اگر یورپ کے منتخب لوگوں کو ہندوستان آنے کی ہمت نہ دلائی جاوے
تو انتظام سلطنت میں بہت خلل واقع ہو خاصکر اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان کا
راستہ چاروں طرف سے کھلا ہوا ہی اور غیر ممالک کے دشمنوں کو بہ آسانی ملک تباہ
کرنے کا موقع مل سکتا ہی۔

(پانچواں اعتراض) پہلے زمانہ میں لوگوں کو جائداد انعام ملتی تھی جس
سے اُن کی اولاد پشتہا پشت نفع اُٹھاتی مگر اب یہ انعام موقوف ہو گیا اس کے
جواب میں پہلے اعتراض کا جواب دیکھیئے پچھلے زمانہ میں ہندوستان کی لاکھوں
بیگھے زمین غیر فزروعہ پڑی رہتی تھی اُس کو انعام دینا آسان اور ضروری تھا
تاکہ کاشت میں ترقی ہو مگر آج کل عمدہ زمین غیر فزروعہ ملنا مشکل ہی۔ یہ صحیح نہیں
ہی کہ اب جائداد کا ملنا موقوف ہو گیا کیونکہ غدر ۱۸۵۷ء میں سینکڑوں وفادار آدمیوں
کو جائدادیں انعام ملی ہیں اور اُن کی اولاد اب بھی اُن پر قابض ہے پچھلی جنگ
عظیم کے زمانہ میں بھی بہت لوگوں کو جائداد عطا ہوئی ہے۔

یہ شاید بہت کم مدرّسوں کو معلوم ہے کہ انگریزی زمانہ میں کروڑوں
روپیہ کی چاندی اور سونا غیر ممالک سے ہندوستان میں آچکا ہی اور مشن
کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں بڑے اور چھوٹے مدرسے ہندوستان میں موجود ہیں
جن کا خرچ امریکہ اور انگلینڈ والے خود ادا کرتے ہیں۔

انگریزی سلطنت میں بڑی خوبی یہ ہے کہ خوش انتظامی کے باعث رعایا
کو نہایت امن وامان نصیب ہے اسی آسائش کی وجہ سے عمارت کا طرز بالکل
بدل گیا ہی۔ پرانے زمانہ کے مکانات میں پوشیدہ کوٹھریاں اور بخاریاں بہت

ہوتی تھیں جن میں نہ صرف اُن کی دولت چھپا کر رکھی جاتی تھی بلکہ خطرہ کے وقت مالک مکان اور ان کے بیوی بچے بھی چھپ جاتے تھے۔ ان کے علاوہ ہر گانوں میں گڑھی یعنی مختصر سا قلعہ ہوتا تھا جس میں بیٹھ کر دشمن سے مقابلہ کیا جاتا تھا مگر آج کل کوئی ایسا دشمن نہیں ہے جس کے واسطے گڑھی بنانے کی ضرورت ہو اس لئے معمولی طرز کی عمارتیں بننے لگی ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے پنڈاری۔ ٹھگ اور ڈاکوؤں سے ملک کو صاف کرکے ریل۔ سڑک۔ تار۔ پل۔ نہر وغیرہ کا جال بچھا دیا ہے اور بیسیوں ویران موضعوں کو آباد کرکے رعایا کی زندگی تبدیل کردی ہے۔ اگر آپ ستی اور بچہ کشی وغیرہ کے خوفناک حالات یا ٹھگوں یا پنڈاریوں کے ظلم کے قصے لڑکوں کو سنادیں تو معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ نے ان کو دور کرکے ہندوستان پر کس قدر احسان کیا ہے۔

تاریخ کی تعلیم کے آٹھ قاعدے۔ تاریخ پڑھانے کے واسطے اول مدرس میں حب وطن اور اس کے ساتھ ہی سچائی کی تلاش ہونی چاہیئے دوسرے شوق سے پُر اثر الفاظ میں واقعات اور لوگوں کے حالات بتانے چاہئیں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ لڑائی فلاں سن میں ہوئی اور فلاں شخص نے فلاں ملک پر قبضہ کرلیا۔ تیسرے بوقت تعلیم تاریخی واقعات کو موجودہ حالات کے حوالہ سے سمجھانا چاہیئے۔ چوتھے لڑکوں کو بھی بار بار بولنے کی رغبت دلانی چاہیئے یہ ٹھیک نہیں ہے کہ وہ چپ چاپ سنتے رہیں۔ پانچویں لڑکوں کو اس امر کا شوق دلانا چاہیئے کہ وہ یکساں یا مخالف واقعات کا ذکر کرکے مقابلہ کریں اور

---

[1] دیکھئے ہاؤ ٹو اسٹڈی اینڈ ٹیچ ہسٹری

ان سے نہ صرف اخلاقی نتیجہ نکالیں بلکہ سبب بھی تلاش کریں۔ چھٹے بوقت تعلیم جغرافیہ کا حوالہ اور حب وطن کے راگ اور نظم بھی جا بجا بیان کرنے چاہئیں چھوٹے بچوں پر نظم کا بہت عمدہ اثر ہوتا ہے۔ ساتویں لڑکوں کو کتاب کا غلام نہ ہونے دیا جائے بلکہ اپنی یادداشت سے کہانی لکھنے کا شوق دلایا جائے۔ آٹھویں لڑکوں کا خیال ایک ہی سلسلہ پر قائم رکھنا چاہئے اس سے بہت جلد تاریخی واقعات سمجھ میں آجاتے ہیں اور نہایت آسانی سے قابلیت بڑھتی ہے۔

جرمنی میں مدرس کی قصہ گوئی کی قابلیت ہی اس کا آخر امتحان ہے اور وہاں نارمل اسکول میں اس پر بہت زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم میں صرف ایک سو سولہ مقررہ تاریخیں واقعات کے متعلق بتائی جاتی ہیں۔ پہلے درجہ میں ترسٹھ اور دوسرے میں ترپن جو استاد سچائی کی تلاش نہیں کرتا وہ کبھی کامیاب تاریخ داں نہیں ہوسکتا۔

کب۔ کہاں۔ کیوں۔ ہر تاریخی واقعہ میں تین سوالات کے جواب ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ (۱) کب ہوا (۲) کہاں ہوا (۳) کیوں ہوا۔ کب کے جواب میں واقعہ کا سال بتانا چاہئے مگر خیال رکھئے کہ بچے وقت کو الٹا گنتے ہیں یعنی فلاں واقعہ کو آج سے کتنے دن ہوئے۔ کہاں کے جواب میں نقشہ کام میں لائے۔ اگر تاریخی مقامات تک پہنچنا میسر نہ ہو تو نقشہ ہی اس کا بدل ہوسکتا ہے کیونکہ لڑکوں کو جس تاریخی واقعہ کا مقام معلوم نہ ہو وہ نہ سمجھ میں آتا ہے نہ یاد رہتا ہے اس لئے نقشہ کے بغیر کبھی تاریخ کی کتاب کا مطالعہ نہ کرنا چاہئے

آپ واقعات کو وقت کے لحاظ سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں اور مقامات کے لحاظ سے بھی۔ کیوں کے جواب میں بعض اوقات ایک مقام کے واقعات کا سبب دوسری جگہ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ (۱) آب، ہوا، خوراک اور زمین کا تاریخی واقعات پر کیا اثر ہوتا ہے (۲) انسانی طبیعت اور قدرتی حالات واقعات پر کیا اثر ڈالتے ہیں (۳) بعض قومی عادات اور زمانہ کی موجودہ روش کس طرح تاریخ کو تبدیل کرتی ہیں (۴) نامی گرامی شخصوں کا ذاتی اثر تاریخ پر کیا ہوتا ہے (۵) بعض وقت تاریخ کا سلسلہ کس طرح اتفاقیہ تبدیل ہو جاتا ہے۔

تاریخی نتیجہ سمجھنے کے واسطے امور ذیل کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے:

(۱) وقت اس قدر آہستہ نتیجہ نکالتا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا۔ مثل مشہور ہے کہ جب باپ کا گھڑا بھر جاتا ہے اُس وقت ڈوبتا ہے۔ یہی حالت ہر نیک کام کی بھی ہے۔

(۲) اگر تاریخی کہانی عمدہ طور پر بیان کی جاوے تو اُس کا نتیجہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔

(۳) قدرت کے قانون پر چلنے ہی سے قدرت پر قابو ہو سکتا ہے۔

(۴) وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جن کو تحقیقات اور مشاہدہ کی خواہش ہے اور فرصت بھی ہے اور ذریعہ بھی۔ اس طرح قدرت ۔ انسان ۔ اتفاقات اور آزادانہ کام کی قوت سے تاریخ بنتی ہے۔

ترقی کی سات شرطیں اور قومی ترقی و تنزل کی پہچان۔ قوموں کی ترقی کے

واسطے سات باتوں کا ہونا ضروری ہی۔ اوّل ہمت۔ دوسرے سادہ روی تیسرے سچائی۔ چوتھے ایثار نفسی۔ پانچویں عاقلانہ معقول فیصلہ چھٹے تجارت کی آزادی ساتویں نج کی پاکیزہ زندگی۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ فلاں قوم ترقی کررہی ہی یا تنزل پر ہے تو اُس کے آدمیوں میں تلاش کیجئے کہ یہ خوبیاں ترقی پر ہیں یا نہیں اور اُس کے بڑے عہدہ داروں کی نج کی زندگی قابل عزت ہی یا نہیں ہی یعنی (۱) کیا اُن کے خیالات سچے دل سے ہیں یا بناوٹی (۲) اُن کا فیصلہ معقول ہوتا ہے یا نہیں (۳) وہ مستقل مزاج ہیں یا نہیں (۴) اُن کے ہر کام میں سچائی ظاہر ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہی تو یقیناً قوم ترقی کر رہی ہے۔ بخلاف اس کے جس قوم کے علی عہدہ دار (۱) صرف نیک نامی کی فکر میں رہتے ہیں یا (۲) باتیں بنانا خوب جانتے ہیں لیکن کام نہیں کرتے یا (۳) شہرت کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ قوم ضرور تنزل کی حالت میں ہی۔

جرمنی کا بے نظیر طریقۂ تعلیم۔ جرمنی میں تاریخ کا طریقہ تعلیم نہایت بے نظیر اور دلچسپ ہی۔ ہر مدرس کو چاہیئے کہ اس طریقہ سے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم دے اور دیکھے کہ لڑکے کس قدر جلد ترقی کرتے ہیں۔

اُس ملک میں تاریخ کی ابتدائی تعلیم نامی آدمیوں کی سوانح عمری سے شروع ہوتی ہی اور مدرس لڑکوں کی ریڈروں ہی سے اس کے متعلق مضمون تلاش کر لیتا ہی۔ پڑھاتے وقت۔

---

(۱) مدرس سبق کو قصہ کے طور پر نہایت جوش سے بیان کرتا ہی اور لڑکے

سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب بڑی اچھی کہانی سنا رہے ہیں۔ وہ نقشہ بھی دکھاتا جاتا ہے اور موجودہ زمانے کے آدمیوں کے حوالہ سے سوانح عمری کے واقعات سمجھاتا جاتا ہے جس سے لڑکے ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔

(۲) اس کے بعد لڑکے اسی کہانی کو باری باری سے خود دہراتے ہیں اُس وقت مدرس سوالات کرکے اُن کی یادداشت تازہ کرتا رہتا ہے اور لڑکوں کے جواب ہی سے کہانی کا نتیجہ نکلواتا ہے اور واقعات کا سبب بتاتا ہے۔ لڑکے اسی قسم کے واقعات جو انسانی زندگی میں ہوئے سوچ کر بتاتے ہیں۔ یا اگر پہلے اس کے موافق یا مخالف واقعات پڑھ چکے ہیں تو اُن کا حوالہ دیتے ہیں۔

(۳) اس کے بعد لڑکوں سے وہی کہانی لکھوائی جاتی ہے جس سے اُن کو مضمون نویسی کی عمدہ مشق ہو جاتی ہے۔

ایک نہایت ضروری شرط۔ تاریخ کی ابتدائی تعلیم میں ایک نہایت ضروری شرط جرمنی میں یہ بھی ہے کہ مدرس سوانح عمری بیان کرتے وقت نامی لوگوں کی صرف خوبیاں اور شریفانہ کام بیان کرتے ہیں جس سے لڑکے بہت خوش ہوتے ہیں اور خود بھی تقلید کرنا چاہتے ہیں۔

مگر ہمارے ملک میں اس کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا اور بعض ہندو مدرس شروع ہی میں اورنگ زیب وغیرہ کی برائیاں کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور مسلمان بعض ہندو راجوں کی۔ اس سے بچوں کے اخلاق پر بہت خراب اثر پڑتا ہے اور وہ برائیوں کی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ بچوں کے سامنے شروع میں

ہمیشہ خوبصورت نمونہ پیش کرنا چاہئے ۔ اور ہمیشہ یہ سمجھانا چاہئے کہ دُنیا بہت
اچھی جگہ ہے اور انسان نے تجربے کر کے اس کو بہت ترقی پر پہنچایا ہے ۔
علاوہ اس کے ہر کام کی نیکی یا بدی کا اندازہ ملک کی رسمیات سے
ہوتا ہے جو ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں اور اُن کے اثر کو روکنا قریب قریب ناممکن
ہے ۔ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہندو سمندر کا سفر کرتا یا غیر قوم کے ساتھ کھانا کھا لیتا
تو فوراً ذات سے خارج کیا جاتا تھا مگر اب اس کی سختی بہت کم ہو گئی ہے ۔
اسی طرح چچا زاد بہن سے شادی کرنا ہندوؤں میں سخت جرم ہے مگر دوسری
قوموں میں رائج ہے اس لئے اگر کوئی ہندو اس کی ممانعت کرے یا مسلمان
اسے جائز سمجھے تو اس کو بُرا کہنا سخت غلطی ہے ۔ یہی حالت پُرانے بادشاہوں
اور نامی آدمیوں کی ہے ان کی خوبی یا بُرائی کا اندازہ اُسی وقت ٹھیک
طور پر معلوم ہو سکتا ہے جب آپ اُن کے زمانہ کی رسمیات سے بخوبی واقف
ہوں ۔ لیکن جب تک آپ کو رسمیات سے کافی واقفیت نہ ہو کم از کم بچوں کے
سامنے کسی کو بُرا نہ کہئے ۔ بُرائی کرنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور بچے بالآخر سبق ہی سے نفرت
کرنے لگتے ہیں ۔

ڈرائنگ کی تعلیم

موجودہ تعلیمی نقائص ۔ ڈرائنگ بہت دلچسپ لیکن اختیاری مضمون ہے
اس لئے افسوس ہے کہ لڑکے اس کو بہت کم لیتے ہیں صرف پہاڑی اضلاع میں

جہاں زبان دیگر اردو بہت مشکل معلوم ہوتی ہی اس کا رواج عام ہی مگر باقی اضلاع میں نہیں۔ اس کی تعلیم کا عام طریقہ یہ ہے کہ پنڈت جی نے چھپی ہوئی کاپی کے خطوں اور شکلوں کی بُری بھلی شکل لڑکوں سے کھنچوالی اور آخر میں دستخط کر دیئے اگر کوئی شکل بہت بھدّی کھنچی تو بشرط فرصت لکھ دیا کہ "خراب ہے" اور بس کام ختم ہوگیا نتیجہ یہ ہے کہ لڑکوں کی نہ ذہانت درست ہوتی ہی نہ قوّتِ مشاہدہ ترقی پاتی ہی۔ نہ شکل کی ترتیب اور خوبصورتی سمجھنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ وہ نہ اچھی یا بُری شکل میں تمیز کر سکتے ہیں نہ اپنے گھر کی چیزوں کو سلیقہ اور ترتیب سے رکھنا جان سکتے ہیں

ابتدائی بات چیت۔ ابتدا میں ڈرائنگ کی تعلیم بات چیت سے کی جاوے طلباء سے پہلے شکل کی لمبائی چوڑائی دریافت کیجئے پھر مختلف حصوں کی بابت گفتگو کیجئے کہ فلاں کس قدر بڑا ہے اور فلاں کتنا چھوٹا۔ اگر ڈرائنگ بک پر نیلے رنگ کے مربعے کھنچے ہیں تو لڑکے اُن کو گن کر بتا سکتے ہیں کہ شکل کا فلاں خط اتنے مربعوں پر ہے اور فلاں اتنے پر لیکن اگر مربعے نہیں ہیں تو اپنے پیمانہ سے اندازہ کر کے جواب دے سکتے ہیں شکل کے ایک خط کا دوسرے خط سے فاصلہ ضرور دریافت کیجئے کیونکہ لڑکے اسی میں زیادہ غلطی کرتے ہیں۔ اس گفتگو اور بحث کو سبق کا ضروری جزو سمجھئے اور شکل کھینچنے سے پہلے اُس کے ہر حصّہ کا تناسب اور تعلّق طلباء کے ذہن نشین کر دیجئے۔

ابتدائی درجوں میں ڈرائنگ۔ ابتدا میں سلیٹ کو کام میں لائیے

بازار میں اس قسم کی سلیٹ بھی بکتی ہے جس پر ایک جانب چھوٹے چھوٹے مربعے
کھنچے ہوتے ہیں مگر یہ سلیٹ قیمتی ہوتی ہے۔ اگر طلبا اس کو نہ خرید سکیں تو پیمانہ
کی مدد سے ہی شکلیں کھنچوائیے۔ لڑکے خوشخطی کے سبق کی طرح ڈرائنگ
کی شکل بھی نمونہ دیکھ کر بنا دیں اور جہاں تک ممکن ہو لکھ کر نہ مٹا دیں لیکن
یہ سطریں صرف ابتدائی درجوں میں کھنچنی چاہئیں اور وہ بھی بہت تھوڑے
عرصہ تک اونچے درجات میں ہرگز نہیں۔ ابتدا میں نمونہ کے برابر شکل بنائی
جاوے۔ اس وقت آپ خود بھی اسی شکل کو تختہ سیاہ پر بنا کر دکھائیے بلکہ اگر
ممکن ہو تو اس کے ہر حصہ کی لمبائی اور چوڑائی بھی درج کر دیجئے۔ اس کے
بعد املا کی طرح سلیٹیں بدلوائیے اور اپنی کھنچی ہوئی شکل کے ایک ایک
حصہ پر چاک سے نشان کرکے لمبائی اور چوڑائی بتاتے جائیے۔ لڑکے نمونہ
کے مطابق پیمانہ سے ناپ کر جہاں غلطی ہو اسی جگہ سلیٹ پر ضرب کا نشان
لگا دیں۔ اس کے بعد املا کی طرح غلطیوں کی تعداد لکھوا کر اور خود سرسری
نگاہ ڈال کر سلیٹیں واپس بدلوا دیجئے اور اپنے سامنے غلطیاں درست
کر لیجئے۔ لڑکوں کو یہ ضرور ہدایت کر دیجئے کہ وہ ضرب کا نشان یا اس کی
میزان نہ مٹا دیں صرف اپنی غلطیاں درست کر دیں۔ اس کے بعد اگر
تعداد طلبا کم ہے تو آپ خود دیکھ لیں کہ لڑکوں نے درستی کر لی یا نہیں اور
اگر زیادہ ہے تو ہدایت کر دیجئے کہ ہر لڑکا جس نے غلطیاں نکالی تھیں اس سلیٹ
کو دوبارہ دیکھے اور اطمینان کر لے کہ شکل درست ہو گئی اور کوئی غلطی
نہیں رہی۔ اس کے واسطے سلیٹوں کو دوبارہ بدلوا کر جانچ کرانے میں کوئی

ہرج نہیں۔اس کے بعد آپ نیچے درجات میں غلطیوں کی تعداد اور صفائی کے بموجب طلبار کو نمبر بھی دے سکتے ہیں۔ شروع میں گفتگو کرتے وقت اس امر کی کوشش کیجئے کہ شکل میں جو خطوط برابر ہیں اُن کا پیمانہ لڑکے برابر سمجھ لیں اور جو بڑے چھوٹے ہیں اُن کا علیحدہ۔

(۱) تیلیاں اور اُن کا استعمال۔ ابتدا میں طلبار کو شکل کھینچنے میں اس طرح دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ مختلف پیمانوں کی تیلیاں کھیل میں جمع کر لیں اور بوقت تعلیم اُن سے سلیٹ پر شکل بنانے کی کوشش کریں یعنی ہر تیلی کو احتیاط سے سلسلہ وار سلیٹ پر اُنگلی سے دبا کر اُس کے برابر خط کھینچیں۔ تیلیوں کو ہٹاتے ہی شکل بنی ہوئی ملے گی۔ اس کی مشق سے ہاتھ کا نینا بھی بند ہو جاوے گا اور تیلیوں سے پیمانہ کا اندازہ اور ایک ہی پیمانہ کی مدد سے مختلف شکلوں کا کھینچنا آجاوے گا گو اس صورت میں تیلیوں کا مہیا ضرور ساتھ رکھنا پڑے گا۔

(۲) پیمانہ اور فری ہینڈ۔ جب پیمانہ کی مدد سے شکل کھینچنی آجاوے تو ایسی شکلیں لیجئے جن میں پیمانہ کے ساتھ کچھ فری ہینڈ کا بھی کام ہو یعنی دائرے وغیرہ کھینچنے پڑیں طلبار اُن کو صرف نگاہ سے اندازہ کرکے بنا دیں اور چھوٹے خطوط کھینچنے میں پیمانہ سے مدد نہ لیں۔

(۳) فری ہینڈ۔ اس کے بعد ہر خط فری ہینڈ کھینچیں۔ کاپی یا سلیٹ بدلنے پر لڑکے صرف آنکھ کی مدد سے غلطی پہچاننے کی کوشش کریں مگر اس وقت آپ کو ذرا زیادہ توجہ سے کام کرنا اور لڑکوں کی جانچ کی موزوں سیکھو

کو دیکھ کر بتانا ہوگا کہ فلاں غلطی نشان کرنے سے رہ گئی ہے۔ اس طرح لڑکوں کی آنکھوں کو تربیت ہوگی اور وہ خود سب غلطیاں پہچان سکیں گے۔

(۴) **فری ہینڈ اور یادداشت** ۔ فری ہینڈ کی مشق ہونے کے بعد لڑکے شکل کو ایک بار دیکھ کر سمجھ لیں اور کاپی اُلٹ کر رکھ دیں پھر محض یادداشت سے شکل کھینچیں اور اصل سے ملا کر غلطی درست کریں۔ آسانی کے واسطے اوّل شکل کے ایک ایک حصّہ کی مشق کی جاوے۔ اس کے بعد پہلا اور دوسرا حصّہ ملا کر شکل کھینچی جاوے۔ پھر تیسرا حصّہ ملا دیا جاوے اس طرح یادداشت سے پوری شکل کی مشق رفتہ رفتہ کی جاوے۔

(۵) **اصل کی شکل** ۔ اس کے بعد اصل چیز کو سامنے رکھ کر شکل بنانے کی کوشش کی جاوے ابتدا میں سادہ چیز مثلاً کتاب ۔ سلیٹ ۔ صندوق وغیرہ کو دیکھ کر مستطیل یا مربع کی شکل بنائی جاوے پھر اُس کا ایک گوشہ اپنی جانب رکھ کر مختلف زاویوں کی شکل کھینچی جاوے۔ جب ان کی بھی مشق ہو جائے تو گول اور لمبوتری چیزیں مثلاً دوات ۔ لیمپ ۔ گھڑا ۔ گلاس وغیرہ کی شکل بنائی جاوے۔

(۶) **بڑی چھوٹی شکلیں** ۔ اس کے بعد کوئی پتّہ یا پھول طلباء کو دیجئے اور اُن کو ہدایت کیجئے کہ وہ اُس کی شکل اصل سے بڑی یا چھوٹی خواہ نصف یا ڈیوڑھی یا دوگنی بنا دیں۔ اِس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اُستاد کی نگرانی اور طلباء کی بار بار مشق سے آنکھوں کو تربیت ہوگی۔ اور وہ پتّہ یا پھول دیکھتے ہی پہچان سکیں گے کہ اس کی ڈیوڑھی شکل اتنی بڑی ہوگی

چاہیے۔

(۷) فاصلہ کا اندازہ۔ اس قدر مشق کے بعد فاصلہ کا اندازہ سمجھنا چاہیے ایک سلیٹ کو پاس اور دوسری کو ذرا دور رکھ کر اور باہمی تناسب دیکھ کر شکل بنائی جاتی ہیں۔ اس طرح کچھ عرصہ تک دو دو چار چار چیزیں مختلف مقامات پر رکھ کر شکلیں کھینچی جاویں لیکن ابتدا میں یہ سب برابر ہونی چاہئیں بڑی چھوٹی نہیں۔ اس قدر مشق ہو جانے پر دو بڑی چھوٹی چیزیں مختلف فاصلہ پر رکھ کر ڈرائنگ کھینچا جاوے۔ پھر ان کو دیکھ کر صرف حافظہ سے شکل بنائی جاوے اور پہلی شکل سے مقابلہ کر کے درست کی جاوے جب اس کی بھی مشق ہو جاوے تو کئی چیزوں کی یکجائی شکل بنائی جاوے۔

مدرس کی جانچ کی خوبی۔ مدرس کی جانچ کی خوبی یہ ہے کہ شکل دیکھتے ہی آنکھ بتاوے کہ لڑکے نے فلاں جگہ پر غلطی یا غلط کر دی ہے اور اس کی درستی فلاں طور پر ہو سکتی ہے۔ آپ طلباء کی خوشخطی تو یہی جگہ پہچان لیتے ہیں لیکن خوشخطی میں حروف کی چند مقررہ صورتیں ہیں اور ڈرائنگ میں کوئی شکل مقرر نہیں۔

آخر درجہ۔ ڈرائنگ کے آخر درجہ میں شکلوں میں رنگ کرنا اور مختلف طور پر شید یعنی روشنی اور سایہ دکھانا ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کی تعلیم آپ کے مدرسہ میں نہیں ہوتی اس لئے یہاں بحث کی ضرورت نہیں۔

مفید ہدایات ۔ حسب ذیل امور غور سے سمجھ کر اُن کی تعمیل کیجئے ۔

(۱) ڈرائنگ میں تصویر صحیح بنانے سے زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ آنکھ اور ہاتھ پر قابو ہو اس کے لئے پنسل کی نوک ٹھیک ہونی چاہیئے زیادہ سخت پنسل اچھی نہیں ہوتی ۔

(۲) لڑکے شکل کھینچتے وقت کاغذ کو ادھر اُدھر گھماتے رہتے ہیں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہاتھ ہی کو گھمانا مناسب ہے ۔

(۳) ڈرائنگ میں بہت سا کچھ ہیچ کر دینے سے محنت برباد ہو جاتی ہے ۔ ایسا کام جس سے عقل پر زور نہ پڑے بیجان مشین بھی کر لیتی ہے برخلاف اس کے اس امر کی ضرورت ہے کہ کام جلد اور صحیح ہو اور تصویریں مختلف اشیاء کا فاصلہ صاف نمایاں ہو اور فاصلہ کے لحاظ سے بڑی چھوٹی شکلیں ٹھیک طور پر بنائی جاویں ۔

(نوٹ) فری ہینڈ اور ماڈل ڈرائنگ میں ہر شکل بنانے سے پہلے پنسل وغیرہ کا استعمال بخوبی سمجھا دینا چاہیئے یہ ٹھیک نہیں کہ مدرس نے خود شکل بنا دی اور لڑکوں نے نقل کر دی ۔

کری کیولم کی ہدایات ۔ کریکیولم کی حسب ذیل ہدایات خاص توجہ کے قابل ہیں

(۱) تختہ سیاہ پر ڈرائنگ بڑا کھینچا جاوے یہ تختہ سیاہ تین فٹ لمبا اور تین فٹ چوڑا ہونا چاہیے تاکہ لکھتے وقت بازو بہ آسانی کھیل سکے اور طلباء کو بیس فٹ تک صاف نظر آوے ۔

(۲) ڈرائنگ میں جس قدر بے ساختگی ممکن ہو کام میں لائی جاوے یعنی بازو

سیدھے رہیں لیکن ادھر ادھر کم زیادہ ہو کر جا سکیں اور مدرس تختہ سے کم از کم دو فٹ کے فاصلہ پر رہے۔

(۳) ڈرائنگ کی کاپیوں سے یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ طلبا رسلسلہ وار مشاہدہ اشیاء میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ تصاویر اصل کے بموجب ہوں تو بہتر ہے لیکن جہاں فرق ہو وہاں پیمانہ دیا جائے اس لئے مدرس کو سبق اشیاء اور ڈرائنگ کا سبق ملا کر دینا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہو ان کے تعلیم کے گھنٹے باہم ساتھ ہونے چاہئیں۔

(۴) دیسی مدارس میں سبق اشیاء بتاتے وقت مدرس چند امور طلبا کو بتا دے اور اس کی بڑی شکل تختہ سیاہ پر کھینچ کر ذہن نشین کرے طلبا اس کی نقل کاپی پر کریں یا دوسری چیزوں کا جو وہ پڑھتے ہیں اسی طرح ڈرائنگ کھینچیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ خود مدرس کے ڈرائنگ میں زیادہ غور اور مشاہدہ کا اظہار ہونا چاہیے تاکہ تصویر کی پوری شکل سامنے آجائے اور جو بات لڑکوں کو بتائی ہے وہ ہو بہو نظر آنے لگے۔

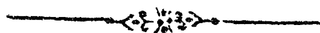
(۵) تختہ سیاہ پر سفید کھریا سے ڈرائنگ کھینچنا چاہیے لیکن اگر مکعب صورتوں کا خاکہ کھینچنا ہو تو رنگین کھریا استعمال ہو سکتی ہے۔ کھریا کا رنگ جہاں تک ممکن ہو اصل چیز کے مطابق ہونا چاہیئے۔

(۶) جہاں سیاہ سطح پر صاف چیز بنانا مشکل ہو وہاں سفید یا بادامی کاغذ کھریا کا کام دے سکتا ہے۔

(۷) کتاب میں ڈرائنگ بنانے کے لئے ایچ۔ بی۔ پنسل کام میں لانی چاہیئے۔

(۸) پھلوں کا ڈرائنگ کئی حصّوں میں علیحدہ علیحدہ بنانا مفید ہے۔
(۹) جہاں تک ممکن ہو ڈرائنگ کھینچنے سے پہلے سطریں ہرگز نہ کھینچی جاویں اور جہاں سخت ضرورت ہو وہاں بھی جس قدر کم سطروں سے کام چلے اتنی ہی کھینچنی چاہئیں۔

غلطیوں کی صورت۔ ڈرائنگ کی تعلیم میں غلطیوں کی تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں اوّل ڈرائنگ کھینچنے کے بجائے لڑکے شکل کا عکس کر لیتے ہیں۔ دوم ابتداء میں مربع خانوں میں بلحاظ آسانی کام کرنا شروع کرتے ہیں لیکن آخر میں اُن کے غلام بنجاتے ہیں اور سادہ کاغذ پر ڈرائنگ نہیں کھینچ سکتے۔ سوم کاغذ کو درمیان میں دُہرا کرکے پہلے نصف دائیں جانب ڈرائنگ بناتے ہیں اور پھر نصف بائیں جانب اس سے دونوں جانب کا ڈرائنگ خراب ہو جاتا ہے اور تناسب قائم نہیں رہتا۔ مناسب یہ ہے کہ احتیاط سے وسطی خط کھینچا جائے اور تناسب کا لحاظ رکھ کر دائیں بائیں طرف کے حصّے سلسلہ وار ساتھ ساتھ بنائے جاویں۔ جو پنسل استعمال کی جاوے وہ نہ نہایت سخت ہو نہ بہت نرم۔



اشیاء کا مشاہدہ

مشاہدے کی حد۔ مشاہدہ اشیاء سے زیادہ دلچسپ اور مفید کوئی مضمون نہیں ہے دیکھئے سراغ رسانی کے ناولوں میں کس قدر دلچسپی بھری ہوتی ہے جس وقت سراغ رساں اشیاء کے مشاہدہ سے مجرم کا پتہ لگاتا ہے اور شطرنج کے طور پر ایک صورت واقعہ سے دور تک نتیجہ نکالتا جاتا ہے تو نہایت حیرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ مشاہدہ کی ترقی یافتہ صورت ہے لیکن چونکہ آپ کو مشاہدہ کی ابجد سے کام ہے اس لئے اسی کی بابت ذکر کرنا ضروری ہے۔

دیہات والوں کا مشاہدہ۔ مشاہدہ کل حواسوں سے ہوتا ہے لیکن اس میں زیادہ تر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ آنکھ کو باقی حواس کی مدد سے اس قدر تجربہ کار بنا دیا جائے کہ کسی چیز کو دیکھتے ہی نتیجہ ٹھیک معلوم ہو سکے اور دوسرے حواسوں کو جانچ کی ضرورت نہ رہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ تجربہ کار دیہاتی درخت کے پھل کو دیکھتے ہی بتا دیتے ہیں کہ یہ میٹھا ہے یا کھٹا آسمان کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ مینہ برسنے والا ہے یا نہیں۔ گائے یا بھینس کو دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس کے اتنے بچے ہو چکے ہیں۔ اتنی عمر ہے اور اس قدر دودھ دیتی ہے پکے ہوئے کھیت کو دیکھ کر اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس میں اتنا اناج ہوگا۔ اسی طرح کھڑے ہوئے درخت کی لکڑی کا وزن۔ پھلے ہوئے درخت

کے پھلوں کا وزن۔ راس دیکھ کر اناج کا وزن مویشی کی صورت دیکھ کر اُس
کے سُست یا محنتی اور کمزور یا مضبوط ہونے کا حال فوراً بتا دیتے ہیں یہ سب
مشاہدہ کا نتیجہ ہے۔

مشاہدہ کا آسان طریقہ۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہی کہ کچھ عرصہ تک چیز
کو پیش نظر رکھا جاوے اور طلبار کی دلچسپی اوّل مشاہدے میں پیدا کیجا وے۔
اسٹرو ڈکشن میں لکھا جا چکا ہے کہ بچے چھوٹے چھوٹے جانور مثلاً چوہی۔ چڑیاں
بلی وغیرہ کو چلتے پھرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اس لئے مشاہدہ کا سبق
ان ہی سے شروع کیا جاوے۔ طوطے اور کبوتر پالے جاتے ہیں۔ چوہے اور بلی
بھی ہر جگہ موجود ہیں اس لئے چھوٹے بچوں کو اوّل ان کا سبق دیجئے اور ایک دن
پہلے بتا دیجئے کہ کل فلاں جانور پر سبق ہو گا۔ لڑکے اس کو خود دیکھیں اور اپنے
ساتھیوں سے بات چیت کر لیں۔ دوسرے دن درجہ میں سبق دیا جاوے
اُس وقت جہاں تک ممکن ہو ہر لڑکے کے پاس ایک ایک عدد اصلی چیز موجود
ہو یا اگر اصل نہ مل سکے تو اُس کا کھلونا یا تصویر ضرور ہو۔ اگر زیادہ تعداد میں
اصلی چیز نہ ملے تو کم از کم ایک عدد آپ کے پاس ضرور ہونا چاہئے۔ لڑکوں کے
پاس لکھنے کے واسطے کاپیاں ہونی چاہئیں سبق شروع کرنے سے پہلے
آپ لڑکوں کی واقفیت کی جانچ کیجئے اور صرف اُن کے حافظہ سے کام لیجئے
اُس کے بعد چیز کو دکھائیے اور مختلف حصّوں کی صورت اور رنگت کی بابت علیحدہ
علیحدہ سوال کیجئے۔ سوال ہمیشہ کند ذہن لڑکے سے شروع کرنا چاہئے۔ اس
کے بعد درجہ بدرجہ ذہین لڑکوں سے دریافت کیا جاوے۔ سب سے زیادہ

ذہین لڑکے کا نمبر پیچھے آنا چاہئے وہ بے صبری کرے گا اور بلا پوچھے بول اٹھے گا
لیکن اُس کو روکنا چاہئے۔ اُس کو روکنے اور دلچسپی قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے
کہ لڑکے کو اپنے پاس بٹھا کر اُس کی معرفت باقی طلباء سے سوالات کئے جائیں
یعنی آپ لڑکے کو سوال بتا دیں اور وہ خود درجہ سے پوچھے۔ اگر ایک سے
زیادہ ذہین لڑکے ہوں تو اُن سب کو اپنے پاس بٹھائیے اور سلسلہ وار ایک
ایک کی معرفت سوال کیجئے۔ غبی لڑکے بھی بلی۔ چوہے۔ پھل وغیرہ کی رنگت
اور صورت بتا سکتے ہیں مگر باقی باریکیوں کی بابت ٹھیک جواب نہیں دے سکتے۔

تختہ سیاہ کی دلچسپی۔ تختہ سیاہ کے ذریعہ سے دلچسپی کا یہ طریقہ ہے
کہ آپ لڑکوں سے جواب نکلوائیے اور اُس پر لکھتے جائیے یعنی لڑکے جواب بتاتے
جاویں اور آپ تختہ پر لکھتے جاویں۔ اس سے لڑکوں کو جواب دینے کی ہمت
ہوتی ہے۔ صحیح جواب کو آپ تختہ سیاہ پر لکھیں اور لڑکے کاپی پر نقل کر لیں۔
یہ ضروری نہیں کہ کل مضمون ایک ہی دن میں ختم کر دیا جائے بلکہ اگر دو
تین روز میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تعلیم دی جاوے تو زیادہ مناسب ہے لیکن
جس قدر سبق روزانہ پڑھایا جاوے اُس کو اُسی وقت دہرا بھی لیا جاوے اور
جس روز مضمون ختم ہو اُس روز شروع سے آخر تک دہرانا چاہئے۔

سبق میں تین باتیں۔ سبق اشیاء میں تین امور کا لحاظ رکھنا چاہئے
(اول) دلچسپی پیدا کرنا (دوم) طلباء کو سوال کرنے کی ہمت دلانا (سوم) تختہ
سیاہ پر تصویر بنانا۔ دلچسپی کا طریقہ بتایا گیا لیکن اس کا اصل گر پنڈت جی کا خود
دلچسپی لینا ہے کیونکہ دلچسپی پیدا ہونے پر طلباء کو بھی سوال کرنے کی جرأت ہوتی

ہی۔ بوقت تعلیم ایسا طرز اختیار کرنا چاہئے کہ لڑکے خیال کرنے لگیں کہ ہم جو بتاتے ہیں پنڈت جی وہی بات تختہ سیاہ پر لکھتے ہیں اور کچھ نہیں اس کے لئے پنڈت جی کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو خود بہت کم بولیں اور جو کچھ سمجھانا ہو وہ اس قدر مختصر الفاظ میں بتا دیں کہ لڑکوں کو اطمینان رہے کہ پنڈت جی کتاب سے نہیں سمجھاتے بلکہ خود بتا رہے ہیں یعنی دو چار الفاظ میں لڑکوں کی غلطی درست کردی اور پھر اُن ہی سے نکلوانا شروع کیا درجہ (الف) میں تختہ سیاہ پر چیز کی تصویر اور مختصر نام کے سوا کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تصویر میں طلباء کو اُس وقت لطف پیدا ہوگا جب آپ سبق پڑھانے کے بعد کہیں کہ "آؤ اس چیز کی تصویر تختہ سیاہ پر بنا دیں"۔ اس وقت یہ آخر لیکن نیا کام بہت دلچسپی پیدا کریگا۔ اگر کوئی لڑکا تصویر میں غلطی نکالے تو اُس پر ناراض نہ ہونا چاہئے لیکن اس امر کا خیال رکھئے کہ اگر اصل چیز موجود ہی تو سبق کے شروع میں اُس کی تصویر تختہ سیاہ پر بنانا محض تضیع اوقات ہی اور نام بھی صرف اُس حالت میں لکھنا چاہئے جب لڑکے پڑھ سکیں۔

درجہ الف اور ب کا مشاہدہ۔ درجہ الف اور ب کو تعلیم دینے میں صرف بات چیت سے کام لینا چاہئے۔ ہر بات ایک ایک اُنگلی پر گننے جائیے زیادہ سے زیادہ آٹھ دس باتیں لڑکوں کو بتائی جاویں گی اس کے واسطے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کافی ہیں۔ اونچے درجات میں اوّل چیزوں کا

باہمی مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد عام اصول پہچاننا اور نتیجہ نکالنا۔ طلباء کو ٹھیک پیمائش کی قابلیت بھی پیدا کرنی چاہیئے۔

سبق مشاہدہ میں نقص اور اُس کا انتظام۔ عموماً پرانے پنڈت جی مشاہدہ اشیاء کے سبق کا مطلب نہیں سمجھتے۔ وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ "آج کل کی تعلیم دو کوڑی کی ہے نہ لڑکوں کو لیاقت کی بات بتائی جاتی ہے اور نہ دنیا میں کام آنے کی۔ جب دیکھو یہی پڑھایا جاتا ہے کہ "یہ کتا یہ بلی یہ چوہا" اور اس پر ڈپٹی صاحب کہتے ہیں کہ سبق پڑھاؤ بھلا ہم کیا خاک پڑھاویں کون نہیں جانتا کہ بلی کے دو آنکھیں ہوتی ہیں اور کتے کے چار پاؤں پھر اس میں بتانے کی کیا بات ہے"۔ بخلاف اس کے ہمارے ٹرینڈ پنڈت جی نیچے سے اوپر تک ہر درجہ کو ہر بات بتانے کی کوشش کرتے ہیں اور تختہ سیاہ کو گھستے گھستے دُبلا کر دیتے ہیں لیکن لڑکے کچھ نہیں سمجھتے۔ وجہ یہ ہے کہ انتخاب مضمون کی پانچ شرطوں میں کبھی نہ کسی شرط کی کمی ہو جاتی ہے۔ شرطیں یہ ہیں کہ مضمون سبق جماعت[۱] کی استعداد کے مطابق وقت[۲] کے مناسب مفید[۳] دلچسپ[۴] اور صحیح[۵] ہونا چاہیئے پنڈت جی پہلی۔ دوسری اور چوتھی شرط کے قائم رکھنے میں اکثر غلطی کرتے ہیں۔ سبق کی معمولی اور پہچانی ہوئی باتوں میں وقت خراب نہ کیا جاوے مثلاً اگر درجہ اوّل کو کتے پر سبق دینا ہے تو تعلیم سے بیشتر سوچ لینا چاہیئے کہ لڑکے کن باتوں سے واقف ہیں یعنی دانت چہرہ لمبا

اُس پر دو آنکھیں ایک ناک۔ ادھر اُدھر دو لمبے کان (۲) منھ میں دانت (۳) کان پھٹ پھٹاتا ہے (۴) ایک پیٹ۔ چار ٹانگیں اور ایک دُم ہوتی ہو (۵) پنجوں میں ناخن ہوتے ہیں (۶) دُم ہلاتا ہی (۷) روٹی پوری۔ گوشت کھاتا ہی (۸) بھونکتا ہی۔ ان باتوں کے سمجھانے میں وقت خراب کرنے کی ضرورت نہیں اطمینان کے واسطے صرف دو چار سوال کرکے دریافت کرلینا کافی ہو مگر ان کے علاوہ چند ادر امور مثلاً کُتوں کے مختلف رنگ یا اُن کی شکار کی عادت یا کُتے اور آدمی کے پانی پینے کے طرز میں اختلاف یا اُس کا معمولی قد وغیرہ جن کو اس درجہ کے لڑکے کم جانتے ہیں بتانے کی ضرورت ہے۔ ان امور کا مشاہدہ کرائیے اور تختہ سیاہ پر نمبر ڈال کر لکھئے اور طلباء کو کاپیوں پر لکھوا دیجئے لیکن طوالت کے ساتھ نہیں نہ یہ کوشش کیجئے کہ آج ہی تمام باتیں بتا دی جائیں۔ صرف اس قدر تعلیم دیجئے کہ ایک دن میں یاد رہ سکے۔ سبق کے آخر میں بتائی ہوئی باتوں کا گنوا دینا یادداشت میں بہت مدد دیتا ہی مثلاً کتے کے سبق میں لڑکوں سے کہئے کہ آج تم نے چار باتیں سیکھیں (۱) کتے کے جسم پر بال ہوتے ہیں (۲) معمولی کتا تین فٹ لمبا اور دو فٹ اونچا ہوتا ہی (۳) خرگوش وغیرہ کا شکار کرتا ہے (۴) بہت وفادار جانور ہے۔ دوسرے دن سبق شروع کرنے سے پہلے ان ہی چار باتوں کو بذریعہ سوالات دریافت کرلیجئے۔ بس یہی آپ کے پہلے سبق کا انجام ہے اور دوسرے سبق کی تمہید۔ اگر درجہ میں زیادہ لڑکے ہوں تو یہی چار باتیں ایک ایک کرکے سب سے دریافت کرلیجئے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ سوال کو دُہرا کر کیسے پوچھیں۔ بے سلسلہ دہرانے سے

حافظہ اور ذہانت کو بہت مدد ملتی ہے جس طرح دیوار کے اندر سلسلہ وار اینٹیں
لگا دینے پر تمام دیوار کمزور رہتی ہے لیکن بے سلسلہ روڑے لگانے سے مضبوط
ہو جاتی ہے اسی طرح بوقت تعلیم سلسلہ وار سوال کرنے اور دُہراتے وقت
بے سلسلہ پوچھنے سے لڑکوں کی یاد داشت پختہ ہو جاتی ہے۔

سبق اشیاء کے نقائص۔ سبق اشیاء کی تعلیم کے چند نقائص کریکولم
میں نہایت دلچسپی سے درج ہیں آپ کے مدرسہ میں کریکولم کی چھپی ہوئی کاپی موجود ہوگی
اگر مفصل دیکھنا ہو تو اُس کو ملاحظہ کیجئے۔ یہاں اُس کا صرف خلاصہ دیا جاتا ہے۔

(۱) بعض مدرس اصل شے کے بجائے سبق بذریعہ تصویر یا نمونہ پڑھا
دیتے ہیں گویا سبق شے پر نہیں پڑھاتے بلکہ اُس کی تصویر یا نمونہ پر یا کتابی
بیان پڑھاتے ہیں۔ آپ تصویر یا نمونے کے ذریعہ سے کسی شے کے بیان
کو زیادہ دلچسپ بنا سکتے ہیں لیکن اشیاء کے سبق میں اصلی شے کا موجود ہونا
لازمی امر ہے۔ ابتدا میں مدرس کو بذریعہ سوالات درجہ سے دریافت کر لینا
چاہئے کہ ان کی واقفیت اُس شے کی نسبت کہاں تک ہے۔ پھر شے کی اُن
خاصیتوں کو غور سے دیکھنا چاہئے جن کو وہ اب تک نہیں دریافت کر سکے۔
انجام سبق پر طلباء سے بطور نتیجہ اخذ کرانا چاہئے کہ اشیاء کی مختلف خاصیتوں
اُن کے استعمال سے کیا تعلق ہے۔ کسی جانور کی عادتوں کا ان کے استعمال
سے کیا تعلق ہے۔ کسی جانور کی عادتوں کا اُس کی بناوٹ اور رہن سہن سے
کہاں تک ربط ہے۔ کسی پودے کی نشو و نما کا اُس کے حصوں سے کیا تعلق ہے۔

(۲) ایسے سبقوں کے پڑھانے میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ مدرس

بچوں کو لیکچر دیا کرتے ہیں اور اُن کو عملی کام میں شریک نہیں کرتے۔ اشیاء کے سبقوں کی بڑی غرض یہ ضرور ہے کہ بچوں کی معلومات بڑھے لیکن ایک ہی سبق میں بہت سی باتیں سنتے سنتے بچے گھبرا جاتے ہیں اس لئے صرف وہی باتیں بتانی چاہئیں جن کو وہ خود چیز کی دیکھ بھال سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر ایسی باتیں بہت زیادہ ہوں تو سبق کو چند حصوں میں تقسیم کر لیا جاوے مثلاً ٹکٹوں پر مشاہدہ کا سبق ہو سکتا ہے لیکن اس قسم کی باتیں کہ چٹھیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ کیونکر پہنچتی ہیں پڑھنے یا انشا پردازی کے سبق میں بتائی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح مختلف پودوں کے اُگنے کے سبق بذریعہ اسباق مشاہدہ پڑھائے جا سکتے ہیں لیکن یہ بات کہ کسی خاص ملک میں کون کون فصلیں کس کس ترتیب سے پیدا ہوتی ہیں جغرافیہ کے سبق میں پڑھائی جا سکتی ہیں۔

"یہ عمدہ اصول ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی بات پر توجہ دلائی جاوے بلکہ ہر بات کے لئے کافی وقت دیا جاوے تمثیلوں کی بھرمار نہ ہو لیکن جس چیز پر سبق ہو وہ حتی المقدور اس قدر مقدار میں ہو کہ ہر ایک طالب علم کے پاس اس کا ایک ایک نمونہ دیکھ بھال کے لئے موجود رہو۔

سوالات کیوں کئے جاتے ہیں۔ سبق کے شروع میں ابتدائی سوالات کرنے چاہئیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ بچوں کو اس سبق میں کیا آتا ہے اور

کیا نہیں۔ دورانِ سبق میں اس غرض سے سوالات پوچھنے چاہئیں کہ
بچے شئے کو غور سے مشاہدہ کریں اور اُس کی خاصیتیں دریافت کرنے
کے لئے اپنی طبیعت لڑاویں۔ سبق کے ہر حصّہ کے بعد اور اُس کے خاتمہ
پر مُدرس کو امتحانی سوالات کرنے چاہئیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو باتیں
بتائی گئی ہیں وہ اُن کے ذہن نشین ہو گئیں یا نہیں۔ جب سبق کا ایک
حصّہ ختم ہو جائے تو طلباء کو بھی سوال کرنے کا موقع دیا جائے۔ مدرس کی
زبان آسان اور عام فہم ہو کتابی نہ ہو۔ صرف اُن ہی اصطلاحات کو استعمال
کرنا چاہئے جو لڑکوں کے مفید مطلب ہوں۔ ان مشاہدہ کے سبقوں سے
یہ بھی منشا ہے کہ بچوں کی قوت گویائی اور انشا پردازی میں ترقی ہو۔ اس
لئے یہ مناسب ہے کہ بچے مشاہدے کے نتائج صحیح طور پر بیان کر سکیں ان سبقوں
کا مطلب صرف و نحو اور مضمون نگاری سکھانے کا نہیں ہے لیکن یہ مطلب بھی
نہیں کہ لڑکوں کے غلط فقروں کی درستی نہ کی جائے ابتدائی درجات میں
یہ اسباق مدرسوں اور شاگردوں کی باہم گفتگو کے طور پر ہونے چاہئیں۔
درجہ ۱۔ اور ۲ میں طلباء سے اشیاء کا نام لکھوایا جاوے اور جہاں تک ممکن
ہو تصویریں بھی کھنچوائی جاویں۔ درجہ ۳ اور ۴ میں آسان واقعات لکھوائے
جاویں اور تصویریں بنوائی جاویں۔ ابتدا میں لڑکے مدرس کے تختہ سیاہ
کے خاکوں کی نقل کر لیا کریں لیکن بتدریج اپنی زبان میں واقعات قلمبند

کرنے کے خوگر ہوں۔

تعلیم کا طریقہ۔ تعلیم بتدریج مشکل ہونی چاہئے۔ ابتدائی درجہ میں ان سبقوں کے پڑھانے کا صرف یہی مدعا ہوگا کہ بچوں کو ارد گرد کی چیزوں کا صحیح علم حاصل کرنے میں دلچسپی پیدا ہو۔ سبق مختصر اور دلچسپ ہوں۔ سوالات محض اس غرض سے کئے جاویں کہ بچے چیزوں کو بغور دیکھنے بھالنے کے عادی ہوں۔ درجات ۱ اور ۲ میں ایسی اشیاء کا انتخاب کیا جاوے کہ جن میں ابتدائی درجات کی نسبت لڑکوں کو زیادہ سوچنا پڑے اور بچے چیزوں کے فرق اور مشابہت کو دریافت کرسکیں۔ ارتباط اور تعلقات کی طرف توجہ دلائی جائے اور سوالات بھی کئے جاویں مثلاً کسی چیز کی خاصیتوں کا استعمال سے کیا تعلق ہے یا کسی جانور کی بناوٹ کا اس کی یادداشت سے کیا تعلق ہے یا کسی پودے کی نشو و نما کا کیا طریقہ ہے۔ درجات ۳ و ۴ میں قوائے عقلیہ پر اور بھی زیادہ زور ڈالا جائے۔ اشیاء کی درجہ بندی کی جاوے۔ نتائج نکلوائے جائیں۔ عام اصول اخذ کرائے جائیں اور چیزوں کی ٹھیک ٹھیک لمبائی اور چوڑائی دریافت کرنے کی عادت ڈلوائی جائے۔

"مدرس طلباء کے سامنے تختہ سیاہ پر جب تصویر کھینچ کر دکھاتا ہے تو طلباء کو سبق بڑا دلچسپ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کام پہلے نہ کیا جائے بلکہ جب بچے شئے کا مشاہدہ کر لیں تب تصویر بنا کر دکھائی جائے۔ ان تصویروں میں تکلف کی ضرورت نہیں ان کی بڑی خوبی صرف یہ ہے کہ مشکل چیز کے الگ الگ ٹکڑے بذریعہ سادہ خطوط دکھا سکیں تاکہ بچہ کا جی نہ اکتائے اس لئے جس قدر کم

خطوط ہوں بہتر ہی۔ جب تجربہ کرنا ہو تو پہلے سے یہ نہ بتایا جائے کہ کیا نتیجہ ہوگا۔ بلکہ جب تجربہ ختم ہو جائے تو بچوں سے دریافت کیا جائے کہ اس سے تم نے کیا سیکھا تاکہ اُن کو دلیل کرنے اور نتیجہ اخذ کرنے کی عادت پیدا ہو۔

سب سے مقدم یہ ہی کہ مدرس کو اپنے کام میں دلچسپی لینی چاہئے اور سبق تیار کرکے پڑھانا چاہئے۔ یہ سمجھ لینا بڑی غلطی ہے کہ مجھے تو یہ مضمون خوب آتا ہی تیار کرنے کی حاجت نہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ محض کتابی واقفیت سے کام نہیں چلتا بلکہ شے کو دکھانا بھالنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ لڑکوں کو کس ترتیب سے پڑھایا جاوے کہ وہ خود شے کے خواص صحیح دریافت کر سکیں وہ جو علم حاصل کریں طبیعت لڑا کر۔ ورنہ مشاہدے کے سبقوں سے زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔"

ٹمپرنس کی بات چیت

ٹمپرنس کی تعلیم میں گمراہی۔ صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم نے یہ حکم جاری فرمایا ہی کہ پنڈت جی طلباء سے ٹمپرنس یعنی پرہیزگاری اور اعتدال کی زندگی بسر کرنے کے متعلق بات چیت کریں اور جن باتوں سے تندرستی خراب ہو یا عمر کم ہونے کا خوف ہو اُن سے بچوں کو متنبہ کرتے رہیں چونکہ اس کے متعلق کوئی خاص کتاب مدرسہ میں نہیں ہوتی اس لئے ننانوے فیصدی

مدارس میں اس کی تعلیم بھی نہیں ہوتی بلکہ پنڈت جی کو عموماً یہ بھی نہیں معلوم ہی کہ ٹمپرنس کی تعلیم کریکیولم میں شامل ہی۔ اگر کسی مدرس کو اس کا حال معلوم بھی ہوا تو وہ یہ نہیں سمجھتا کہ کس وقت کس طرح اور کیا بات چیت کرنی چاہئے اس لئے اس کے متعلق مختصر تحریر ضرور دلچسپی کا باعث ہوگی۔

تعلیم کا وقت۔ ٹمپرنس کی تعلیم آپ جب چاہیں دے سکتے ہیں بشرطیکہ دوسرے مضامین کا ہرج نہ ہو مدرسہ کے وقت سے پیشتر یا بعد بھی آپ طلباء سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ کبھی لڑکے راستہ میں مل گئے کبھی حاجات ضروری سے فارغ ہونے کی غرض سے کسی کنوئیں تک آپ کے ساتھ گئے کسی تعطیل میں آپ کے پاس آ بیٹھے یا آپ ہی کسی لڑکے کے والد یا چچا سے ملنے گئے اور لڑکا بھی مل گیا۔ یہ سب موقعے ٹمپرنس کی بات چیت کے واسطے مناسب ہیں۔ یہ ضرورت نہیں ہے کہ جب درجے کے سب لڑکے موجود ہوں اُسی وقت بات چیت کی جاوے بلکہ کبھی کسی سے کبھی کسی سے گفتگو کرتے رہیے۔ ہاں ایسے لڑکوں سے جو حقہ یا شراب پیتے ہیں یا کوئی اور نشہ کرتے ہیں یا جن کی نیک چلنی میں شبہ ہی یا جو ضرورت سے زیادہ محنت کرتے ہیں یا چاٹ کے بہت شوقین ہیں یا کھانے پینے۔ نہانے دھونے یا سونے میں بے اعتدالی کرتے ہیں آپ کو ضروریات چیت کر کے عیب چھڑانے کی خاص کوشش کرنی چاہیے۔

تعلیم میں احتیاط اور انتظام - لیکن اس تعلیم میں چند امور کی احتیاط ضروری
ہی۔ اوّل آپ کو کسی وقت بھی ناراض نہ ہونا چاہیئے بلکہ سہولیت سے بُری عادت
کے خراب نتیجے بتانے چاہئیں۔ دوم جو عادت پڑ گئی ہی وہ آہستہ آہستہ چھوٹ
سکتی ہی اس لئے جلدی نہ کیجئے اور اگر کوئی لڑکا اپنی عادت چھوڑنے کی
کوشش کرے تو اُس کو ہمّت دلائیے اور ہمدردی کیجئے بلکہ اگر دوسرا لڑکا
اُس کی عادت چھوڑنے پر ہنسے تو فوراً تنبیہ کیجئے تاکہ پھر کسی کو ہمت نہ ہو۔
یاد رکھئے کہ عادت چھڑانے کا آسان طریقہ اس کی ہنسی کرنا ہی اس لئے
اگر مذاق کیا جائے تو خراب عادت کا۔ سوم اگر اس بات کا یقین ہو جائے
کہ کسی لڑکے کی خراب عادت کا حال دوسرے لڑکوں کو معلوم نہیں ہی تو
اُس سے تنہائی میں بات چیت کیجئے اور خراب عادت کا خراب نتیجہ سمجھائیے
ساتھیوں کے سامنے ذلیل کرنے سے ضد پیدا ہوتی ہے اور لڑکا یہ سمجھ کر
کہ "بدنامی تو ہو ہی گئی اب کوئی ہمارا کیا کرلے گا" اپنی عادت میں زیادہ
پکا اور ضدی ہو جاتا ہے۔ چہارم بعض اوقات تنہائی میں لڑکے کے خاص
دوستوں کی معرفت خاموشی سے سمجھانے پر بھی عادت دور ہو سکتی ہی۔
پنجم نشہ بازوں کے قصّے سُنانے سے جن میں خراب عادت سے تباہی کا ذکر
ہو بہت اچھا اثر ہوتا ہی بشرطیکہ آپ کا طرز بیان پُر اثر اور دلچسپ ہو۔ ششم
بعض اوقات لڑکے کے والدین سے اُس کی خراب عادات کا ذکر کرنا اور خاموشی
سے امداد طلب کرنا بھی بہت مفید ہوتا ہے لیکن پہلے والدین کو اطمینان دلانا
ہوگا کہ آپ لڑکے کو بدنام کرنا نہیں چاہتے۔ اس کے واسطے دو امور کی احتیاط

ضروری ہے اوّل والدین سے تنہائی میں ذکر کیجئے دوسرے محبت کے ساتھ بات چیت کیجئے۔ کسی قسم کی سخت کلامی یا طعنہ زنی یا اکڑبازی نہ دکھائیے نہ یہ دھمکی دیجئے کہ "دیکھو جی اگر لڑکے نے یہ عادت فوراً نہ چھوڑی تو اُس کا نام خارج کر دیا جائے گا!" ہفتم لڑکے سے اُس کی بدچلنی یا آوارگی کا ذکر کرتے ہوئے ہرگز نہ شرمانا چاہئے بلکہ اس کے نقصانات کا مفصل ذکر کرنا چاہیے اکثر بچے محض اس باعث آوارہ ہو جاتے ہیں کہ اُن کو بدچلنی کے نقصانات معلوم نہیں ہوتے اور والدین اور استاد شرم کی وجہ سے اُن کا ذکر نہیں کرتے۔

مدرّس کی خوبیاں۔ اس کے علاوہ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ کو لڑکوں سے جس عادت کی شکایت ہو وہی عادت خود آپ میں موجود نہ ہو۔ بعض مدرّس حُقہ پیتے ہیں یا تمبا کو کھاتے ہیں یا کسی نہ کسی نشہ کے خود عادی ہوتے ہیں یہ ضرور باعثِ افسوس ہے۔ لیکن خود اپنی عادت کی وجہ سے بُری چیز کی بُرائی بتانے میں ہرگز نہ شرمائیے بلکہ جو جو نقصانات آپ کو اپنے تجربہ سے معلوم ہوئے ہیں اُن کو نہایت ہمت کے ساتھ ظاہر کیجئے اور اگر کوئی لڑکا اعتراض کرے کہ "پنڈت جی اگر یہ نشہ بُرا ہے تو آپ کیوں کرتے ہیں" تو آپ صاف کہہ دیجئے کہ "ہم تو پھنس کر بھگت رہے ہیں تم کیوں مصیبت میں پڑتے ہو"۔ یہ ضرور نہیں کہ جس لڑکے کے والدین یا اُستاد نشہ باز ہوں اُن کی اولاد یا شاگرد بھی نشہ باز ہو جائیں صحبت کا اثر بیشک ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ جن میں حُقہ پینے والے یا نشہ باز والدین نے اپنے لڑکوں کو اُس کی عادت نہ ہونے دی اور لڑکے عمر بھر شکر گزار رہے۔

خراب عادت کی ابتداء۔ نشہ بازی، حقہ بازی یا چلم پینی کی عادت خراب صحبت سے دو طرح پیدا ہوتی ہے یا تو لڑکا ایسے ساتھیوں میں مل جاتا ہے جو عمر میں اُس سے کچھ بڑے ہیں اس صورت میں یہ لڑکا بھی بڑا پن دکھانے کے لئے اُن کی عادتیں اختیار کر لیتا ہے تاکہ بڑے لڑکے اس کو چھوٹا وغیرہ نہ سمجھیں یا وہ اپنے ہم عمر نشہ باز یا بدچلن لڑکوں میں پھنس جاتا ہے اور اگر ان کی عادت اختیار نہیں کرتا تو یہ اُس کا مذاق کرتے ہیں کوئی کہتا ہے "کیا آپ تو فرشتہ بن گئے" کوئی کہتا ہے کہ "واہ واہ تو سوچتے ہی کھا کے تو جی چلی" کوئی کہتا ہے کہ "بھائی اِن مہاتما سے بچے رہنا یہ سب کو نہ لے ڈوبیں" کوئی ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ "ابے آ تو ہوا بے۔ ہوش میں آ دیکھ تو کیا مزہ ہے" یہ ساتھی اس سے اب تک ہنسی کرتے رہتے ہیں اس سے لڑکا ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ آیندہ منہ بگاڑ کر بات کریں یا ناخوش ہو کر منہ پھیر لیں اس لئے اُن کو خوش کرنے کے واسطے یہ بھی اپنی عادت بگاڑ لیتا ہے اور یہ بیچ میں پڑ جاتا ہے۔

دلچسپ نکتہ۔ یہاں ایک دلچسپ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ شروع میں کوئی لڑکا نشہ بازی سے خوش نہیں ہوتا۔ شراب اور افیون وغیرہ سخت کڑوی چیزیں ہیں اور مشکل تمام حلق سے اُترتی ہیں۔ تمباکو سے جی متلانے لگتا بلکہ قے ہو جاتی ہے۔ نشہ سے ایسا چکر آتا ہے کہ زندگی وبال ہو جاتی ہے مگر بیچارہ نوآموز لڑکا اپنے کمبخت ساتھیوں کو خوش کرنے کی غرض سے ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ پھر جس قدر عرصہ گزرتا ہے آہستہ آہستہ تکلیف

بھی کم ہوتی جاتی ہی اور بالآخر عادت بلکہ لت پڑ جاتی ہی۔

وحشیوں کی ایجاد۔ آپ لڑکوں کو نشہ کے خراب نتیجے بتائیے۔ قریب قریب سب نشے وحشیوں کی ایجاد ہیں مہذب قوموں نے وحشیوں کو تہذیب سکھائی لیکن اُن کی وحشیانہ عادتوں کی خود تقلید کرنے لگے۔ یورپ والوں نے امریکہ کے وحشیوں کو لڑائی میں تمباکو پی پی کر دشمنوں پر تھوکتے دیکھا تھا۔ یہ تمباکو کو عیب چیز سمجھ کر اوّل تحفہ کے طور پر دکھانے کے واسطے یورپ میں لائے لیکن بدقسمتی سے کچھ عرصہ بعد تمام مہذب دنیا اس کی غلام ہوگئی۔ شراب کا استعمال تاریخی زمانہ سے پہلے سے ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی وحشیوں کی ایجاد ہے[1]۔ یہی حالت باقی نشوں کی ہی۔ آپ کو ہر نشہ کے نقصانات باتوں باتوں میں بتانے چاہئیں مثلاً

(۱) تمباکو زہر ہی جس سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی ہے۔ کان ناک اور دل کے ایسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں کہ عمر بھر پیچھا نہیں چھوٹتا۔

(۲) شراب سے زندگی کم ہو جاتی ہی۔ جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ رازداری کی قوت نہیں رہتی اور شرابی بھید کی سب باتیں کہدیتا ہے۔ عورتوں کے

---

[1] شراب کے متعلق ایک یہ روایت ہی کہ شاہ جمشید والی ایران کی ایک کنیزک نے شاہی عتاب کے باعث خودکشی کا ارادہ کیا اور محل کے توشہ خانہ میں سڑے ہوئے انگوروں کے مٹکوں سے جن کو زہر سمجھ کر مقفل کر دیا گیا تھا کسی طرح تھوڑا سا عرق لیکر پی گئی لیکن جب اس سے سرور پیدا ہوا تو روزانہ پینے لگی۔ یہ بات زیادہ عرصہ تک نہ چھپ سکی اور رفتہ رفتہ تمام شاہی خاندان نے سرور کی خاطر اُس شراب کو پینا شروع کر دیا بلکہ تازہ انگور منگوا کر شراب تیار کرنے لگے۔ بالآخر سلطنت تباہ ہوئی اور ضحاک نے جمشید کو قتل کر کے تخت چھین لیا ۱۲

اولاد پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے۔ اکثر فالج۔ سکتہ۔ جنون۔ دماغی امراض کوڑھ یا خارش وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۳) بھنگ سے آدمی مجنوں اور کاہل ہو جاتا ہی۔

(۴) چرس سے کلیجہ جل جاتا ہی اور تمام وقت کھانستے اور تھوکتے ہی گزرتا ہی۔ اس کی بدبو سے دماغ چکرا جاتا ہے۔

(۵) افیون سے ہاتھ پاؤں بلکہ تمام جسم کی طاقت جاتی رہتی ہی اُٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ گھنٹوں پاخانہ میں بیٹھا پڑتا ہی پھر بھی اجابت نہیں ہوتی لیکن اگر کبھی دست جاری ہو گئے تو جان بچنا مشکل ہو جاتا ہی۔ افیونی مرگی کے مریض کی طرح پانی سے ڈرنے لگتا ہے اور نہانے سے سخت گھبراتا ہی مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں اور اگر کسی وقت افیون نہ ملے تو اُس کی جان پر آبنتی ہے۔

چانڈو گانجہ وغیرہ کی بھی یہی حالت ہے۔ ان سب میں بدبو ایسی ہے کہ دور تک پہنچتی ہی اور نشہ باز کے پاس بیٹھا نہیں جاتا۔

حضور کوئی تمباکو نہیں پیتا۔ میں نے معائنہ کے وقت جب کبھی ٹمپرنس کا ذکر کیا تو پنڈت جی نے زیادہ تر یہی جواب دیا کہ "حضور یہاں کوئی لڑکا تماکو نہیں پیتا ہے" گویا کہ اس کی تعلیم محض اسی باعث ملتوی کر دی جاتی ہی مگر یہ بہت اچھی بات ہے کہ آپ کے لڑکے اس وقت نشہ نہیں کرتے لیکن اس سے غالباً آپ بھی یہ نتیجہ نہیں نکالیں گے کہ وہ آیندہ کبھی نشہ باز نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں کہ جو بات بچپن میں سمجھا دی جاتی

ہی اُس کا مستقل اثر آیندہ زندگی میں قائم رہتا ہے اس لئے نشہ بازی کے نقصانات اس وقت ذہن نشین کر دیجئے تاکہ آیندہ زندگی میں لڑکے ان کے اثر سے محفوظ رہیں۔

اعتدال کی زندگی۔ لیکن اعتدال کی زندگی میں نشہ جات سے پرہیز کرنا ہی شامل نہیں ہے بلکہ ہر کام کی زیادتی سے بچنا بہت ضروری ہے بہت زیادہ کھانا بہت سونا بہت جاگنا بہت محنت کرنا کوئی اور کام اس قدر زیادتی سے کرنا کہ اس سے تندرستی خراب ہونے کا اندیشہ ہو بے اعتدالی میں شامل ہیں اس کے ساتھ ہی بہت کم کھانا بہت کم سونا بہت کم محنت کرنا یا بہت کم جاگنا بھی بے اعتدالی ہے۔ ہر کام کی حد سے زیادہ زیادتی اور حد سے زیادہ کمی کا ایک ہی اثر ہوتا ہے۔

تعلیم میں بے اعتدالی۔ اب تعلیم میں بے اعتدالی کا خیال کیجئے یہ اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ پنڈت جی شروع اور درمیان سال میں لڑکوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں لیکن جہاں امتحان کا وقت قریب آیا اور جان کھپانا شروع کیا۔ دن بھر نہ خود پڑھانے سے ہٹتے ہیں نہ لڑکوں کو چھوڑتے ہیں۔ شام کو حاجات ضروری کے واسطے تھوڑی چھٹی دے دی اور رات ہوتے ہی پھر بلا کر بارہ یا ایک بجے تک پیستے رہے۔ شروع میں بے پرواہی اور آخر میں سخت جانکاہی دونوں بے اعتدالی میں شامل ہیں۔ اگر آپ شروع سال سے ہی یکساں محنت کریں تو زیادہ تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی اور آپ کا کام عمدہ ثابت ہو گا۔

ورزش اور کھیل کی تعلیم

باقاعدہ کھیل اور ورزش کا اخلاق پر اثر۔ یہ بار بار تجربہ کیا گیا ہے کہ تندرستی
کی نگرانی اور ورزش کی عادت کا اخلاق پر بہت عمدہ اثر پڑتا ہے جب لڑکا
اپنی تندرستی اور خوبصورتی بڑھتے دیکھتا ہے تو اس کو قائم رکھنے کا شوق
پیدا ہوتا ہے اور جن امور سے تندرستی خراب ہوتی ہے ان سے بچنا چاہتا ہے
اس کا اخلاق کی درستی پر بہت زبردست اثر ہوتا ہے۔ آپس میں جماعت بنا کر
کھیلنا اخلاق حاصل کرنے کا نہایت آسان طریقہ ہے اس سے ہمت پیدا ہوتی
ہے اور ہر لڑکا اپنی جماعت کی فتح میں اپنی کامیابی خیال کرتا ہے اور اپنے
افسر کی اطاعت کرنا ضروری سمجھتا ہے حالانکہ وہ افسر بھی اسی کا ساتھی لڑکا
ہے۔ آپس میں کھیلنے سے سچائی اور ایمانداری کا سبق ملتا ہے اور لڑکا جانتا ہے
کہ بے ایمانی سے کام نہیں چل سکتا اس لئے کام میں خود بخود دلچسپی پیدا
ہوتی ہے اور کامیابی کے واسطے وہ جی توڑ کر محنت کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اس
کو دوسروں کی ناراضی یا سختی برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور
باقاعدہ کھیلوں کے باعث غصّہ پر قابو ہو جاتا ہے۔ ناکامیابی پر خوش
رہنا پڑتا ہے اور آیندہ کامیابی کی فوراً امید ہوتی ہے اطاعت۔ قواعد کی
پابندی ہمت۔ بردباری۔ استقلال اپنے بھروسے پر کام کرنے اور
بے غرضانہ کوشش کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ہر طالب علم ایماندار سچا

عالی ہمت اور عزت دار بن جاتا ہے[1] اور ہر دم تیار رہنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے
کیونکہ کھیل میں گیند کے آنے اور اس کو مارنے یا قابو میں لانے کے واسطے لڑکا مختلف
صورتوں میں ہر وقت تیار رہتا ہے۔ لیکن یہ بات ایک دن میں نہیں آسکتی
سال یا دو سال تک ایمانداری سے باقاعدہ متواتر کھیل میں شریک ہونے
اور اس کے ساتھ ہی استاد کی زیر نگرانی شرافت کا برتاؤ سیکھنے کی ضرورت ہے۔

جسمانی تعلیم۔ اس لئے ہر مدرس اپنے درجہ کی ڈرل اور ورزش کا
اسی طرح جوابدہ ہے جس طرح باقی مضامین کا۔ اس کے لئے چند امور ضروری
ہیں اوّل) ڈرل اور ورزش روزانہ کرانی چاہئے۔ ایسی ورزش سے جو
جو ایک روز کی جائے اور پھر ہفتہ بھر تک نہ ہو کچھ فائدہ نہیں۔ (دوم) ورزش
اس قدر سخت نہ ہونی چاہئے کہ بچّہ جلد تھک جائے بچّہ کی قوت سے زیادہ
کام لینے پر خواہ وہ دماغی ہو یا اخلاقی یا جسمانی سخت نقصان ہوتا ہے۔
اس کے لئے ڈمبل ورزش میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ کھیل بھی ہونی چاہئیں
اور جہاں کرکٹ فٹ بال یا ہاکی کا سامان ہو وہاں ان کو ضرور کھیلنا چاہئے۔
زیادہ دماغی محنت سے پیٹ کی مختلف بیماریاں مثلاً قبض وغیرہ پیدا
ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے فٹ بال عمدہ علاج ہے۔

مولوی صاحب بندگی۔ لیکن دیسی مدارس میں بہت کم کھیل ہوتے ہیں
اور ورزش کی تعلیم عام طور پر صرف ایک نائب مدرس کے سپرد کر دی جاتی
ہے۔ وہ مدرسہ ختم ہونے پر منتخب لڑکوں کو اوّل ایک لمبی قطار میں ترتیب دیتا

[1] مفصل دیکھو انڈین ٹیچرز گائیڈ۔

ہے اور پھر دو یا چار قطاریں بنا کر اور "دو ہتی ہو" وغیرہ کا ہر حکم کئی بار دہرا کر مشق کراتا ہے۔ اُس وقت یہ خیال نہیں کرتا کہ ہر لڑکا اپنا جسم اور بازو ٹھیک اُٹھا کر کام کرے بچوں کا نہ جسم سیدھا ہوتا ہے نہ بازو کڑے اور پھرتیلے نہ چال ڈھال درست نہ حکم کی تعمیل چست۔ غرضیکہ تمام ورزش ڈھیلی ڈھالی ہوتی ہے۔ اس کے ختم ہونے پر باقاعدہ ڈسمس کرنے کے بجائے چھوٹے پنڈت جی صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ "جاؤ" اور لڑکے تالیاں بجاتے ہوئے قطار چھوڑ کر بستوں کے پاس دوڑ جاتے ہیں اور اپنی اپنی کتابیں اٹھا کر "منشی جی رام رام" "پنڈت جی پالاگن" یا "مولوی صاحب بندگی" کہتے ہوئے گھر چل دیتے ہیں۔

مناسب یہ ہے کہ مدرس اپنے اپنے درجہ کو علیحدہ ورزش سکھائیں اور اس کو تعلیم کا ضروری جزو سمجھیں۔ ورزش کی کتابیں چھپی ہوئی تصویریں موجود ہیں۔ اگر ان تصویروں کو دیکھ کر لڑکوں کے بازو وغیرہ سے ٹھیک ٹھیک کام لیا جاوے اور وہ بعینہ تصویر کے مطابق کھڑے ہو کر کام کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر ہو یا بیٹھک میں سخت محنت پڑتی ہے اور ڈرل کا کام اس قدر آسان نہیں جس قدر پنڈت جی سمجھتے ہیں۔ کریکیولم سے معلوم ہوگا کہ باقی مضامین کی طرح ڈرل کا کورس بھی ہر درجہ کے واسطے مختلف ہے اس لئے ہر درجہ کی ڈرل علیحدہ ہونی چاہیے اور ٹائم ٹیبل اس کے موجب بنانا چاہیے۔ مدرسہ کے صرف چند منتخب لڑکوں کو ڈرل سکھانا اور باقی کو محروم رکھنا نہایت نامناسب ہے۔ خاتمہ پر مختلف قطاروں کی ایک قطار اسی طرح بنانا چاہیے جس طرح ڈرل شروع کرنے پر بنائی گئی تھی اس کے بعد ڈسمس

کا حکم دینا چاہیے لیکن طلبار کا تالیاں بجانا بالکل فضول ہے۔

ہنسی مذاق ۔بعض اوقات ڈرل کرتے وقت لڑکے ہنستے رہتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ مدرسہ میں روزانہ ڈرل نہیں ہوتی کیونکہ مشق نہ ہونے پر طلبار کو نئے طرز سے ہاتھ پاؤں چلانے میں قدرتی طور پر ہنسی آجاتی ہے۔

سکھانا اور دکھانا ۔ایک نقص یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب معائنہ کے وقت پنڈت جی ڈرل دکھاتے ہیں تو ایک حکم کئی بار بولتے ہیں گو یا کہ ڈرل کی مشق کراتے ہیں۔حالانکہ اس وقت صرف ایک بار حکم دینا کافی ہے تاکہ ڈپٹی صاحب کو طلبار کی چستی اور مدرس کی تعلیم کا اندازہ ہو سکے۔

قوت کا خیال اور خیال کی قوت ۔ڈرل کی تعلیم میں کئی امور پر توجہ کی ضرورت ہے (۱) اوّل یہ کہ عام طور پر طلبار کی صرف اسی قدر توجہ کافی سمجھی جاتی ہے کہ وہ حکم سمجھ کر تعمیل کر دیں لیکن ورزش کرتے وقت اُن کو یہ بھی ضرور خیال کرنا چاہیے کہ ان کے جسم کے فلاں فلاں حصہ میں قوت آرہی ہے اور فلاں اعضا پھرتیلے ہو رہے ہیں۔اس خیال کا اُن کے جسم پر بہت عمدہ اثر پڑتا ہے (۲) دوم ڈرل ایسے وقت یا ایسی جگہ نہ کرانی چاہیے جہاں بہت گرمی یا بہت سردی ہو۔ورزش سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور اگر دھوپ میں کھڑے ہوکر یا سخت گرمی کے وقت ڈرل کرائی گئی تو کمزور طلبار کو تے ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پسینہ آنے پر سرد ہوا جسم میں درد پیدا کر دیتی ہے۔

(۳) تیسرے جہاں تک ممکن ہو ڈرل ہمیشہ ایک ہی مقررہ وقت پر ہونی چاہیے۔آپ کو مقررہ وقت پر بھوک لگتی ہے مقررہ وقت پر آپ حاجات ضروری سے

فارغ ہوتے ہیں۔ مقررہ وقت پر سوتے ہیں جس سے تندرستی قائم رہتی ہے
اسی طرح روزانہ ورزش کرنے والوں کے جسم کو مقررہ وقت پر ورزش
کی ضرورت ہے صرف اسی طریقہ سے تندرستی میں ترقی ہو سکتی ہے
ہائے تھک گئے۔ (۴) چوتھے صرف ایک ہی قسم کی ڈرل کراتے
رہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ اس سے اعضا جلد تھک جاتے ہیں پنڈت جی
کو چاہئے کہ تھوڑی دیر بازو کی ڈرل (نمود وغیرہ) کرادیں تھوڑی دیر بیٹھک کی کچھ دیر پاؤں
کی ڈرل (مارچنگ وغیرہ) تاکہ جسم کے تمام اعضا کو باری باری سے کام کا موقع ملے کسی
خاص عضو پر زیادہ محنت پڑ جانے سے لڑکے جلد گھبرا کر کہنے لگتے ہیں کہ "ہائے تھک گئے"
(۵) پانچویں پنڈت جی کو ڈرل سکھاتے وقت خود چہل قدمی سے پرہیز
کرنا چاہئے اگر کوئی لڑکا غلطی کرتا ہو تو اس کا نام لیکر غلطی بتا دینی چاہئے لیکن خود
اپنی جگہ سے صرف اس وقت ہلنا چاہئے جب آپ دیکھیں کہ بتانے پر بھی لڑکا
غلطی درست نہیں کر سکتا اور آپ کو اس کا سر یا کندھا پکڑ کر خود پوزیشن
ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

چپت بازی۔ (۶) چھٹے بعض اوقات ڈرل کے وقت ٹہلتے ٹہلتے
پنڈت جی لڑکوں کے چپت بھی رسید کرتے جاتے ہیں یہ بہت نامناسب ہے
ورزش میں لڑکوں کے اعضا کام کر رہے ہیں لیکن آپ کی مارپیٹ سے یہ
مضبوط ہونے کے بجائے زیادہ کمزور ہو جاتے ہیں اور اس طرح ڈرل کا
اصل مطلب حاصل نہیں ہونے پاتا۔

انگریزی حکم۔ (۷) ساتویں اگر آپ ڈرل کے حکم انگریزی میں دیتے

ہیں تو پہلے ان کا ٹھیک تلفظ کسی انگریزی داں سے دریافت کر لیجئے کیونکہ جب آپ انگریزی داں حکام کے روبرو غلط تلفظ کرتے ہیں تو اُن کو ابتدا ہی سے آپ کی ناقابلیت کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بے وجہ آپ کے کام میں نقص دیکھنے لگتے ہیں اس کے علاوہ کوئی افسر اگر خود صحیح تلفظ کے ساتھ وہی حکم دے تو لڑکے نہیں سمجھتے اس لئے انگریزی کے بجائے اُردو الفاظ میں حکم دینا زیادہ مناسب ہے۔ میں نے اس مضمون میں ڈرل کے چند احکام اردو میں لکھدیئے ہیں اُن کو یاد کر لیجئے۔

دماغ کی تفریح۔ (۸) آٹھویں پہلے لکھا جا چکا کہ ڈرل کے بعد ہی طلباء کو کوئی ایسا کام نہ دیا جائے کہ جس میں زیادہ غور کرنا یا باریک کام مثلاً ڈرائنگ وغیرہ کی شکل کھینچنا یا حساب نکالنا پڑے۔ ورزش میں جسم تھکتا ہے اور اُس کا اثر دماغ پر پہنچتا ہے۔ تھکے ہوئے دماغ سے محنت لینا اُس کو کمزور کر دینا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ورزش کے بعد طلباء تھوڑی دیر ٹہلیں تاکہ دماغ کو تفریح ہو اور وہ کام کرنے کے قابل ہو جاویں ورزش کے گھنٹے میں یہ ضروری نہیں کہ تمام وقت کام لیا جاوے بلکہ وقت کا چہارم یا زیادہ حصہ لڑکوں کی تفریح کے واسطے بھی ضروری ہے۔ ڈرل کے واسطے صرف بیس یا پچیس منٹ بہت کافی ہیں۔

(۹) نویں بہت زیادہ ورزش نہ کی جاوے کیونکہ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اگر ایک ہی کام کی مشق کئی بار کرائی جاوے تو اسی اندازہ سے باقی کام کم کر دیا جائے۔ جن لڑکوں کا جسم زیادہ کمزور ہے اُن کو تھوڑی

ورزش کے بعد آرام کا کافی موقع دیجئے اور قطار سے علیحدہ کر دیجئے۔

(۱۰) دسویں تعطیل کے زمانہ میں لڑکے کھیلتے کودتے ہیں اس لئے اُن کی ورزش خود ہو جاتی ہے لیکن آپ اُن کو ہدایت کر دیجئے کہ اگر وہ چاہیں تو مقررہ وقت پر خود ورزش کر لیا کریں۔

جمناسٹکس۔ ورزش کی ترقی یافتہ صورت جمناسٹکس ہے چھوٹی عمر میں اس کی تعلیم شروع کرنے پر لڑکوں کا جسم بہت جلد قابو میں آجاتا ہے مگر زیادہ عمر میں دقت ہوتی ہے۔ اگر اس کام کو مدرس پہلے خود سیکھنے کی کوشش کرے تو طلباء کو بھی سکھا سکے گا بعض اوقات پنڈت جی کی ناواقفیت کے باعث لڑکے ہاریزنٹل بار سے گر پڑتے ہیں پول جمپ ہائی جمپ وغیرہ میں بھی یہی حالت ہوتی ہے اس لئے پنڈت جی کو اس کی نگرانی کے واسطے نہ صرف ہر دم تیار رہنا چاہیئے بلکہ ان کھیلوں سے اوّل خود واقف ہونا چاہیئے۔ تمام کھیل اور ورزشوں میں استقلال کے ساتھ مشق اور نگرانی کی ضرورت ہے اسی سے رفتہ رفتہ ترقی ہو سکتی ہے۔

طلباء کو ورزش کے بعد اس امر کا بھی موقع دینا چاہیئے کہ اگر وہ چاہیں تو دودھ یا کوئی اور مقوّی غذا کھا پی لیں کیونکہ یہ ان کی تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے۔

عجیب و غریب ڈرل۔ ڈرل کا مضمون ختم کرنے سے پہلے ناظرین کی تفریح کے واسطے ایک عجیب ڈرل کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں پنڈت جی کی انگریزی سے ناواقفیت اور ایجاد بندہ کی زیادتی نے عجیب لطف پیدا کر دیا چونکہ اس کے

ضمن میں بعض عام نقائص کا ذکر ہوا اس لئے اس قصہ پر خاص توجہ کرنی چاہیے۔
ایک مدرسہ میں پنڈت جی "لیفٹ" کو "لے فٹ" "ایکسٹینڈ" کو "اے کس ٹنڈ"، "کوئک مارچ" کو "کگ مارچک"، "رائٹ ہوئیل" کو "رائٹ ہب یل" بولتے تھے اور "کگ مارچاک" کے معنی علیحدہ ہونا سمجھتے تھے۔ اب ڈرل ملاحظہ کیجئے۔ پنڈت جی کا پہلا حکم "ڈریس اپ" ہوا جس پر لڑکے "سلو مارچ" کی حالت میں آگے بڑھنے لگے اس کے بعد "ڈریس بیک" کا حکم ملا جس پر لڑکے پیٹھ کی طرف الٹے چلنے لگے۔ اس کے بعد "سینٹر کلوز" کیا گیا اور لڑکوں نے پنڈت جی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس کے بعد "کگ مارچاک" کا حکم ہوا جس کے پاتے ہی لڑکے پیچھے اچھل کر اپنی جگہ پر چلے گئے۔ پھر "رائٹ ٹرن" پر لڑکے کندھے اٹھاکر اور دائیں جانب ناچ کر گھوم گئے اور "لفٹ ٹرن" پر اسی طرح بائیں جانب ناچ کر گھوم گئے۔ پھر سادہ ڈنڈ کا حکم دیا گیا اور لڑکوں نے ایک ساتھ چار چار ڈنڈ کر ڈالے۔ اس کے بعد پنڈت جی نے گنتی کرائی اور وہ اس طرح کہ ہر لڑکے کے پیٹ پر انگلی رکھ کر خود کہتے گئے کہ "تو ایک۔ تو دُو۔ تو تین" اس کے بعد "ہاف ٹرن" کا حکم دیا گیا اور پنڈت جی نے آنکھیں چلاتے ہوئے اور سر ہلاتے ہوئے اس طرح حکم دیا کہ گویا وہ کسی سے مذاقاً باتیں کر رہے ہیں۔ لڑکے اس حکم کو پاتے ہی چار چار کی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ جن میں ایک لڑکا رائٹ ٹرن۔ تھا اور باقی ہاف رائٹ ٹرن۔ اسی مدرسہ میں جب دوسری بار جانے کا اتفاق ہوا تو پنڈت جی کی ڈرل میں کچھ تبدیلی ملی یعنی اول تو وہ لڑکوں پر انگلی رکھکر

خود ایک - دو - تین - چار کہہ گئے اس کے بعد لڑکوں پر انگلی رکھتے گئے اور لڑکے اپنا نمبر خود بولتے گئے پھر "فارم" کا حکم ملا جس پر لڑکے چار چار کی قطار میں ہوگئے اس کے بعد "رائٹ ہینڈ سلوٹ"، "لیفٹ ہینڈ سلوٹ" کرایا گیا اور لڑکے دونوں ہاتھ پھٹ پھٹانے لگے - اس کے بعد "ایکس ٹینڈ" اور پھر "اٹ تی ہور" کرائی گئی اور تھوڑا سا کام باقاعدہ کیا گیا مگر ڈرل ختم ہونے سے پہلے سینٹر کلوز کرایا گیا - اس پر لڑکوں نے حلقہ بنایا اور پنڈت جی حلقے کے اندر گھس گئے - پھر "کک مارچ" کا حکم ہوا جس پر لڑکے علیحدہ علیحدہ ہو کر ایک قطار میں کھڑے ہوگئے - پھر "ڈریس اپ" کا حکم دیا گیا اور لڑکے آگے بڑھنے اور پہیل کے طور پر دائرے میں مڑ کر چلنے لگے - پھر "ڈریس بیک" پر اُلٹے چلے اور "سلو مارچ" پر بھی یہی کام کیا گیا -

ڈرل کے دلچسپ نقائص - یہ عجیب ڈرل انگریزی الفاظ بلا سمجھے ہوئے استعمال کرنے کا دلچسپ گو افسوسناک نتیجہ ہے - انگریزی الفاظ کا غلط تلفظ معمولی بات ہے اور یہ نقص بھی معمولی ہے کہ نمبر کے وقت اگر پنڈت جی لڑکوں کے پیٹ پر انگلی نہیں رکھتے تو دور سے اشارہ کرتے رہتے ہیں یا جب لڑکے نمبر بولتے ہیں تو پنڈت جی قطار کی برابر آگے بڑھتے اور لڑکوں کو دیکھتے جاتے ہیں - ایک جگہ کھڑا رہنا ان کے واسطے ناممکن ہو جاتا ہے - ڈنڈ کے حکم پر بھولے پنڈت جی کے لڑکوں نے ایک ساتھ چار مرتبہ ڈنڈ کر ڈالے مگر مدرس عموماً ڈنڈ کے حکم پر ایک دو - تین - چار کہنے میں ضرورت سے زیادہ دیر لگاتے ہیں اور لڑکے اکڑتے ہوئے پڑے رہتے ہیں بھولے پنڈت جی نے ڈرل

اُلٹ پلٹ کر نہایت عجیب صورت پیدا کر دی مگر عام مدرس ڈرل کا کام تھوڑا بہت آگے پیچھے کر دینا زیادہ گناہ نہیں سمجھتے ۔مثلاً پہلے ہنور کر دی یا ڈنڈے سیلنٹر کلوز کیا یا نہ کیا۔ بعض مدرس یہ خیال کرتے ہیں کہ ڈرل میں طلبار کی تعداد جفت ہونی چاہئے یعنی دو یا چار سے تقسیم ہو سکے ۔

(لطیفہ) ایک بار ایک مدرسہ میں پنڈت جی نے "نمبر چار" کہلایا ۔آخر میں دو لڑکے رہ گئے تو اُن سے کہدیا کہ "جاؤ بیٹھو" چنانچہ اُس روز اُن بیچاروں کو ڈرل نہیں سکھائی گئی !۔

خوفناک اُستاد۔ جرمنی کے مشہور مضمون نگار اور شاعر گاتھ کا قول ہے کہ "دنیا میں سب سے زیادہ خوفناک چیز وہ اُستاد ہے جو صرف اتنا ہی علم رکھتا ہو جس قدر اُسے لڑکوں کو بتانا ہے"! لیکن جو اُستاد اس قدر بھی نہ جانتا ہو وہ اُس سے بھی زیادہ نکما اور خوفناک ہے ۔اس لئے ڈرل کی تعلیم سے پہلے خود ڈرل سیکھ لیجئے تاکہ بھولے پنڈت جی کی طرح آپ کا مضحکہ نہ اُڑے اور لڑکوں کی مٹی پلید نہ ہو۔

ڈرل کے اُردو الفاظ۔ آپ کی آسانی کے لئے ڈرل کے چند اُردو الفاظ لکھے جاتے ہیں گو یہ انگریزی الفاظ کا ہو بہو ترجمہ نہیں لیکن ان سے حکم کا مطلب سمجھنے میں لڑکوں کو ضرور آسانی ہوگی۔

احکام انگریزی	احکام اُردو
(۱) فال ان	(۱) قطار بناؤ
(۲) رائٹ ڈریس	(۲) دائیں طرف سے فاصلہ

احکام انگریزی	احکام اردو
(۳) نمبر	(۳) نمبر بولو
(۴) آڈ ون پیس فارورڈ	(۴) طاق ایک قدم آگے
(۵) ایون ون پیس بیک	(۵) جفت ایک قدم پیچھے
(۶) فارم فورز	(۶) چار کی قطار
(۷) ریفارم ٹو ڈیپ	(۷) دو کی قطار بناؤ
(۸) کوئک مارچ	(۸) جلدی چلو
(۹) سلو مارچ	(۹) آہستہ چلو
(۱۰) رائٹ ہوئیل	(۱۰) دائیں طرف گھومو۔
(۱۱) لیفٹ ہوئیل	(۱۱) بائیں طرف گھومو
(۱۲) رائٹ ٹرن	(۱۲) دائیں طرف مڑ جاؤ
(۱۳) لیفٹ ٹرن	(۱۳) بائیں طرف مڑ جاؤ
(۱۴) رائٹ اباؤٹ ٹرن	(۱۴) پیٹھ کی طرف مڑ جاؤ
(۱۵) سینٹر کلوز	(۱۵) دائرہ بند کرو
(۱۶) ایکسٹینڈ	(۱۶) پھیلو
(۱۷) رائٹ ہینڈ سیلوٹ	(۱۷) دائیں ہاتھ کا سلام
(۱۸) ڈریس اپ	(۱۸) ہاتھ بھر فاصلہ
(۱۹) ڈسمس	(۱۹) چھٹی

کھیل اور صحبت۔ ورزش کی طرح آپ کو لڑکوں کے کھیل جاننا اور ان

میں شریک ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ یہ خیال رکھئے کہ لڑکے کے چال چلن کا اندازہ کھیل ہی میں عمدہ ہوسکتا ہے اور اس کے نقص بھی کھیل ہی میں دور ہوسکتے ہیں لیکن کھیل کے وقت محبت جوش اور ہمدردی قائم رکھنا مدرس کا اصلی فرض ہے۔ خاص کر فریق مقابل سے۔

کھیل کے عام نقائص ۔ آگر آج کل کھیل میں چند عام نقائص ہیں یعنی (۱) طلباء بہت شور مچاتے ہیں گیند ان کی جانب آئی اور یہ چلّانے لگے دوسری جانب گیند گئی اور یہ چیخ اٹھے۔ کوئی شور کر رہا ہے کہ "جلدی کرو۔ دیکھو دیکھو" کوئی کہتا ہے کہ "گیند نہ جانے پائے" کوئی بولتا ہے "واہ وا شاباش" کوئی شور مچاتا ہے "دوڑو دوڑو" اگر دو چار تماشائی ہوئے تو وہ علیحدہ ہڑبونگ مچاتے ہیں اور سب کھلاڑی اور تماشائی کھیل کے میدان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جسمانی کھیل میں ہاتھ پاؤں سے کام لیا جاتا ہے زبان سے نہیں اس لئے حتی المقدور خاموش رہنا چاہئے کیونکہ بلا ضرورت بک بک سے اخلاق پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔

(۲) دوسرا نقص یہ ہے کہ جس طرح ڈرل میں مدرس انگریزی کی ٹانگ توڑتے ہیں اور غلط سلط انگریزی الفاظ بولتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی کھیلوں کے شوق میں ہندوستانی کھیل بالکل بھول جاتے ہیں خیال رکھنا چاہئے کہ دیہاتی طلباء اپنے کھیلوں سے زیادہ مانوس ہیں اور وہ اپنے ہمسایہ لڑکوں کو ہندوستانی کھیل کھیلتے دیکھتے ہیں اس لئے ان ہی میں دلچسپی بھی رکھتے ہیں انگریزی کھیل کا سبق اُن کو نیا معلوم ہوتا ہے اور ابتداء

ہیں وہ اس کو ناپسند سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی کھیل کا سامان قیمتی ہوتا ہے جس کی خریداری بہ آسانی ممکن نہیں اس لئے دیسی کھیلوں کو بالکل ترک کر دینا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

(۳) تیسرا نقص یہ ہے کہ روزانہ مشق میں ہوشیار لڑکے نئے سیکھنے والوں کو بالکل موقع نہیں دیتے۔ کبھی اُن کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں کبھی گیند پہنچنے ہی آگے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ کبھی مقابل کے لڑکے سے کہتے ہیں کہ "گیند ہماری طرف بھیجو"۔ کبھی گیند کو خود ہی مارتے ہوئے دوڑے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کمزور کو موقع نہ دینا خود غرضی اور کج اخلاقی ہے جس سے محبت کافور ہو جاتی ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ اگر دو فریق باقاعدہ کھیل کے واسطے تیار ہوتے ہیں تو ابتدا ہی سے محبت کی بجائے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ فریق مقابل ہمارا واقعی دشمن ہے اس کو کسی نہ کسی طرح ضرور زک دینا چاہئے۔ اس کے واسطے

(۱) جب کھیلنے والے لڑکوں کا انتخاب ہوتا ہے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ دوسری طرف کے لڑکے کمزور اور ہمارے کھلاڑی عمدہ کھیلنے والے ہوں تاکہ فریق ثانی کو جلد شکست ہو جائے۔ اس کے واسطے کبھی تو اُن لڑکوں کو جو مدرسہ میں نہیں پڑھتے چپ چاپ شریک کر لیتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سب اُن کے اسکول ہی میں پڑھتے ہیں۔ کبھی فریق ثانی کے ہوشیار لڑکوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں کہ وہ کھیل میں شریک

نہ ہوں یعنی یا تو اُن کو ذلیل کرتے ہیں تاکہ وہ ناراض ہوکر علیحدہ ہوجائیں یا اُن کے کھیلنے میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں۔ غرضیکہ اس قسم کی کوشش کرتے ہیں کہ فریق ثانی کا ہوشیار لڑکا کسی طرح کھیلنے نہ پاوے۔ (لطیفہ) ایک مدرسہ میں ہر فریق یہ کوشش کرتا تھا کہ فلاں ہوشیار لڑکا ہماری طرف سے کھیلے۔ بالآخر قرعہ اندازی سے اُس کو ایک جانب شریک کرلیا گیا۔ اس پر فریق مقابل نے یہ کوشش کی کہ "یہ لڑکا کسی طرح کھیل میں شریک نہ ہو ورنہ ہم ہار جائیں گے۔" چنانچہ ایک لڑکے نے جھپٹ کر اس کھلاڑی کی ٹانگ میں دو تین ڈنڈے مار دئیے۔ اس پر کھلاڑی صاحب قابو سے باہر ہوگئے اور انہوں نے بھی اُس کو ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا۔ مقدمہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے روبرو پیش ہوا اور دونوں لڑکے کھیل سے خارج کئے گئے۔ اس طرح سازش کرکے لڑکوں نے کھیل کی بجائے دشمنی پیدا کرلی۔ یہ نہ خیال کیا کہ کھیل میں فتح یا شکست کی زیادہ وقعت نہیں اور سازش کرکے شکست دینا نہایت ذلیل کام ہی۔

(ب) جب کھیل شروع ہوتا ہے تو بعض لڑکے فریق مقابل کی شان میں ایسے دل شکن الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ سخت ناگوار ہوتا ہی اور ترکی بہ ترکی جواب ملنے پر لڑائی ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا ہونے لگتا ہی جس سے نہ کھیل کا لطف قائم رہتا ہے نہ محبت۔ اس طرح کھیل کی اخلاقی تعلیم بالکل مفقود ہوجاتی ہی۔

(ج) فریق مقابل کو شکست دینے کی غرض سے لڑکے سچائی کا خون

کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں ایک فریق چلا اٹھتا ہے "آؤٹ" دوسرا کہتا ہے "ناٹ آؤٹ"۔ اس لئے بار بار امپائر (ثالث) کو فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور جس فریق کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے وہی ناخوش ہوجاتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لڑکے گیند کو مارتے ہی چلا اٹھتے ہیں کہ "آؤٹ" اور دوسرے بغیر دیکھے بھالے چلاتے ہوئے دوڑتے ہیں "ناٹ آؤٹ" اس طرح بے وجہ لڑائی شروع ہوجاتی ہے اور کھیل کا اصلی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

کھیل میں حکام کو دھوکہ۔ اس کے علاوہ حکام بالادست کو بھی بعض اوقات دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جب دو مقامی فریق کسی افسر کے سامنے میچ کھیلنا چاہتے ہیں تو جس فریق کا افسر موجود ہوتا ہے وہ دوسری پارٹی سے پہلے طے کرلیتا ہے کہ "آج ہمارا افسر آیا ہے اُس کے سامنے ہارنے سے ہماری سخت بدنامی ہوگی اس لئے آج تم شکست کھالو جب تمہارا افسر آوے گا تو ہم کھیل میں ہار جائیں گے" اس طرح کھیل میں دھوکہ، مکاری، سازش اور چالاکی کی تعلیم حاصل کی جاتی ہے جس سے اخلاق تباہ ہوجاتا ہے۔ انعام کے موقع پر بھی بعض درجہ کے لڑکے اس قسم کے دھوکہ اور شرارت سے کام لیتے ہیں گو خوش قسمتی سے دیسی مدارس میں ایسی مثالیں زیادہ نہیں ہیں۔ شہر کے انگریزی مدارس کے طلباء اس قسم کی ذلیل حرکت کو اکثر ذلیل نہیں سمجھتے[1] یہ امر نہایت افسوس کے قابل ہے۔

---

[1] ایک بار ایک رنجیدہ جو ہم سے پاس ہوا بہت عمدہ تجویز کی تھی کہ "سرگروہ سے کہہ دی کہ انسپکٹر صاحب کے روبرو ہمارے اسکول کی بازی فلاں فریق سے ہو میں پہلے انتظام کروں گا۔ فریق مخالف ہم سے ہار مان لے اس طرح ہم کو کامیابی میں مطلق دقت نہ ہوگی" چونکہ یہ تجویز بہت ذلیل تھی اس لئے کھیل ہی نہ...

کھلاڑی لڑکوں کا اخلاق ۔ مجھ کو اس امر کا نہایت ناگوار تجربہ ہوا ہی کہ جو تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ مدرس یا لڑکے کھیل میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں وہ اکثر بے ادب ۔ کج خلق ۔ کام چور ۔ بدتہذیب اور جھگڑالو ہو جاتے ہیں ۔ ایسے لڑکے پڑھنے میں اکثر کمزور رہوتے ہیں اور امتحان میں کامیاب ہونا ان کے واسطے محال ہو جاتا ہی ۔ ماں باپ یا استاد کا ادب کرنا اُن کی شان کے خلاف ہوتا ہی ۔ بات بات پر جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہی جس سے اخلاق تباہ ہو جاتا ہے اور وہ ہرگز کامیاب زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہتے ۔ اس طرح کھیل کی تعلیم کا اصلی مقصد حاصل نہیں ہوتا ۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہی کہ پنڈت جی خود کھیل میں شریک ہونا کسر شان سمجھتے ہیں اس لئے اُن کی عدم موجودگی میں طلبار کی رہنمائی نہیں ہو سکتی ۔ لڑکے بات بات پر لڑتے اور دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور یہ دھوکہ بازی رفتہ رفتہ اُن کی عادت میں داخل ہو جاتی ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہی کہ اُستاد کی عدم شرکت کے باعث مدرسہ کے صرف چند لڑکے جو پڑھنے سے جی چراتے ہیں کھیل میں شریک ہوتے ہیں اور باقی طلبار کتاب کے کیڑے بنے رہتے ہیں اور کھیل سے دور بھاگتے ہیں جس سے نہ اُن کی جسمانی تندرستی ٹھیک ہوتی ہی نہ سوسائٹی میں کامیاب زندگی بسر کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ رنجیدہ اور پشیمان رہتے ہیں ۔ کھلاڑی لڑکے اپنے واسطے منتخب سمجھ کر قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مدرسہ کی شان اور عزت اُنھیں پر منحصر ہی اس لئے وہ اکثر گستاخ ہو جاتے ہیں ۔ اگر پنڈت جی خود بھی کھیل

میں شریک ہوا کریں تو طلباء اُن سے محبت کرنے لگیں گے اور سینکڑوں لڑکے
کامیاب زندگی کے قابل ہو جائیں گے اور کھیل اور تعلیم دونوں میں نمایاں
ترقی ہوگی۔ ہیڈ مدرس کی شرکت پر نائب مدرسوں کو بھی شوق پیدا ہوگا اور
مدرسہ کی اخلاقی حالت درست ہو جائے گی۔

ورزش اور کھیل بھی بیشک تعلیمی مضمون ہیں اس لئے پنڈت جی کا تمام
مضامین کی تعلیم میں لڑکوں کے ساتھ مل کر کام کرنا لیکن کھیل کی تعلیم میں شرکت
سے شرمانا اور گھبرانا ضرور تعجب پیدا کرتا ہے۔

مدرسہ میں لڑکیاں

نوجوان دیش بھگت ۔ نوجوان ٹرینڈ مدرسوں کو دیش بھگتی یعنی ملک
کی خدمت کا نہایت شوق ہوتا ہے اور وہ ضرور دل سے چاہتے ہیں کہ کوئی
ایسا کام کریں کہ ملک کی ترقی ہو لیکن یہاں بھی عقل سلیم دھوکہ کھاتی ہے اور
وہ پڑھے لکھے مگر ناتجربہ کار نوجوانوں کی طرح ملک کی خدمت جوشیلے مضامین
پڑھنے جوشیلے لیکچر سننے اور حکام یا گورنمنٹ کی نکتہ چینی کرنے میں سمجھتے ہیں اور
خاموشی سے خدمت کرنے کا طریقہ بالکل نہیں جانتے نوجوانی کے جوش میں
اُن کو سب سے زیادہ نام اور شہرت حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے وہ
اکثر اخباروں میں مشہور ہندوستانیوں کے نام پڑھتے ہیں اس لئے اُن کو

شوق ہوتا ہی کہ ہمارا نام بھی اخباروں میں چھپ جائے لیکن اصلی خدمت کا خیال
بہت کم ہوتا ہی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اپنے موضع یا قصبہ کے لڑکوں کو تعلیم دینا
ملک کی خدمت نہیں ہی؟ مگر وقت یہ ہے کہ پنڈت جی کو اس کام کی تنخواہ ملتی
ہی اس لئے وہ تعلیم کو ملکی خدمت نہیں سمجھتے بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نوکر
ہیں اس لئے خواہ مخواہ یہ بیگار کرنی پڑے گی لیکن اگر وہ کار منصبی ہی کو ملکی خدمت
سمجھیں تو خاص دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے۔ مثال کے واسطے لڑکیوں کی تعلیم دیکھئے
یہ اسی قدر ضروری ہے جس قدر لڑکوں کی کیونکہ تعلیم یافتہ مائیں اولاد کی
پرورش اور تربیت عمدہ کر سکتی ہیں اور دنیا کے نشیب و فراز زیادہ سمجھ سکتی
ہیں اس لئے میرے خیال میں اگر آپ لڑکیوں کی تعلیم پر توجہ نہ کریں تو اپنا فرض
منصبی ادا نہیں کرتے نہ ملک کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر آپ کے قصبہ میں لڑکیوں
کا مدرسہ علیحدہ موجود ہی تو زیادہ مضائقہ نہیں ورنہ آپ کی عدم توجہ ضرور
قابل اعتراض ہی۔ ملک کی آبادی میں نصف سے زیادہ عورتیں شامل ہیں
اس لئے مردوں کو تعلیم دینا اور عورتوں کو محروم رکھنا زیادہ سے زیادہ
نصف ملک کی خدمت کرنا ہے اور باقی نصف کے حق میں گنہگار رہنا۔ گورنمنٹ
نے آپ کی آسانی کے واسطے اجازت دے دی ہی کہ آٹھ دس سال عمر تک
کی لڑکیاں لڑکوں کے مدرسہ میں پڑھ سکتی ہیں اور اگر آپ کی بیوی پڑھی لکھی
ہی تو اس کو بھی لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے مدرسہ نسواں میں جگہ مل سکتی ہے۔
امریکہ اور یورپ میں چھوٹے بچوں کی تعلیم عورتوں ہی کے ذمہ ہے کیونکہ ان
کی طبیعت کا اندازہ اور تربیت مرد عمدہ نہیں کر سکتے لیکن چونکہ ہندوستان میں

تعلیم یافتہ استانیاں بہت کم ملتی ہیں اس لئے خود آپ کی توجہ کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے آپ کو خود تعلیم نسواں میں دلچسپی لینی چاہئے۔ آپ کی توجہ سے موضع میں نہ صرف تعلیم یافتہ استانیاں پیدا ہو سکتی ہیں بلکہ سینکڑوں مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر کے ملک کی تہذیب میں ترقی کر سکتی ہیں اس لئے آپ لڑکیوں کی تعلیم بھی اپنے ذمہ لیکر لائق استانیاں پیدا کیجئے اور ہندوستان میں تہذیب کو ترقی دیجئے یہی آپ کی اصلی خدمت ہے اور یہی باعث قدر و منزلت۔

مہذب اور غیر مہذب قومیں۔ ہر ملک کی تہذیب کی جانچ کئی باتوں سے کی جاتی ہے۔ اس کی پہلی پہچان صفائی ہے یعنی ملک جس قدر زیادہ مہذب ہوگا اس کے باشندے اسی قدر زیادہ صاف اور ستھرے ملیں گے مثلاً یورپ کے باشندے سخت سردی پڑنے پر بھی بہت صاف رہتے ہیں اور میلے آدمی سے وہاں ہر شخص نفرت کرتا ہے بخلاف اس کے تہذیب کا درجہ جس قدر نیچے گرتا جاتا ہے اسی قدر گندگی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وحشی قومیں نہایت گندہ رہتی ہیں۔ ہندوستان کی تہذیب کا درجہ قدم قدم پر بدلتا ہے بعض جگہ آدمی نہایت صاف ستھرے رہتے ہیں اور بعض مقامات کے نہایت میلے۔ تہذیب کی دوسری پہچان خاموشی ہے۔ مہذب ملکوں میں کھیل کود اور بول چال میں خاموشی کا لحاظ رکھا جاتا ہے ریلوے اسٹیشن پر دیکھئے تو ہزاروں مسافر اس قدر خاموشی سے گاڑی سے اترتے اور سوار ہوتے ہیں کہ گویا شہر خموشاں ہے ہزاروں آدمی کھیل کا تماشا دیکھتے ہیں مگر اس قدر چپ چاپ کہ گویا کوئی آدمی نہیں۔ مگر غیر مہذب اور جنگلی آدمی بے انتہا غل مچاتے ہیں

اور جس قدر تہذیب بڑھتی ہے شور و غل کم ہوتا جاتا ہے تہذیب کی تیسری پہچان **برداشت کی قوت** ہے یعنی مہذب ملکوں کے باشندے عام طور پر مخالفت کی برداشت کرتے ہیں یہ نہیں کہ کسی نے رائے خلاف دی اور فوراً غصہ میں اُبل پڑے یا مخالف کی پوری بات سُنی بھی نہیں اور لڑنے کو تیار ہوگئے اور تعصب کا اظہار اس قدر کیا کہ فریق ثانی کی ہر دلیل پر خواہ وہ کتنی ہی معقول ہو اعتراض کر دیا۔ تہذیب کی چوتھی پہچان **شیریں کلامی** ہے یعنی جس قدر تہذیب زیادہ ہوگی اُسی قدر کم دل شکن الفاظ استعمال کئے جائیں گے مہذب آدمی مخالفت بھی ایسے نرم الفاظ میں کرتے ہیں کہ فریق ثانی کے دل پر صدمہ نہیں ہوتا بخلاف اس کے جس قدر تہذیب کم ہوتی جاتی ہے اُسی قدر بات بات پر سخت کلامی بڑھتی جاتی ہے اور گالی گلوج تک نوبت پہنچ جاتی ہے جاہل اور غیر مہذب لوگوں کا بات بات پر گالیاں بکنا شیوہ ہوتا ہے مہذب ملکوں کے آدمی اپنی خوش اخلاقی سے دشمن کو غلام بناتے ہیں اور غیر مہذب اپنی سخت کلامی سے دوست کو بھی بے وجہ دشمن بنا لیتے ہیں۔ تہذیب کی پانچویں پہچان **وقت کی قیمت** ہے یعنی مہذب ملکوں کے باشندے اپنے ایک ایک منٹ کی قدر کرتے ہیں اور ہر کام کو مقررہ وقت پر باقاعدہ کرنے میں خوش ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے جس قدر تہذیب کم ہوتی جاتی ہے اُسی قدر وقت کی بے قدری بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وحشی قوموں میں وقت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ وقت کی قدر کے ساتھ ہی تہذیب کی چھٹی پہچان جو سب سے زیادہ ضروری ہے **عورت کی قدر و منزلت** ہے اُس کا ذکر

علیحدہ شنیئے۔

تہذیب کی اصلی پہچان۔ ہر ملک کی تہذیب کی اصلی جانچ عورت کی حالت سے کی جاتی ہی اور اُس کی خرابی یا عمدگی کے لحاظ سے باشندوں کو وحشی نیم وحشی۔ نیم مہذب۔ مہذب یا اعلیٰ درجہ کا شائستہ سمجھا جاتا ہی۔ وحشی ملکوں میں عورت کی قدر اسباب یا گائے بیل سے زیادہ نہیں ہوتی اُس کو ذرا سی ناراضی پر خاوند قتل کر ڈالتا ہے بلکہ سخت وحشی تو بوقت ضرورت عورت کو کھا بھی لیتے ہیں۔ اس سے اونچے درجہ کے نیم وحشی قوموں میں عورت کو جانور کے برابر تو نہیں سمجھا جاتا لیکن نہایت نیچے درجہ کے غلام کی حالت میں رکھا جاتا ہے اسی طرح جس قدر زیادہ مہذب قوموں کو دیکھئے اسی قدر عورت کی عزت زیادہ نظر آتی ہے یہاں تک کہ یورپ کی نہایت شائستہ قوموں میں عورت کی بے انتہا قدر کی جاتی ہے۔ مرد اُس کی قریب قریب پرستش کرتے ہیں اور اُس کے آرام کے خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ہندوستانی عورتیں جاہل رہتی ہیں اور قیدی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں اس لئے اُن کو خواندہ اور تربیت یافتہ بنانا سررشتہ تعلیم کا خاص فرض ہی آپ کو چاہئے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا شوق دلادیں اور والدین کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ لڑکوں کے ساتھ چھوٹی لڑکیوں کو بھی مدرسہ بھیجیں۔ مگر خیال رکھئے کہ لڑکیوں کی تعلیم دینے کے واسطے بڑی لیاقت چاہیے اس کے لئے آپ کو پہلے دیہات والوں کو اپنی نیک چلنی کا اطمینان دلانا پڑے گا ورنہ وہ لڑکیوں کو ہرگز نہ بھیجیں گے۔ کچھ عرصہ تک آپ کا برتاؤ دیکھکر

آپ کی نیک چلنی کا یقین ہو سکتا ہی زبانی باتوں سے کام نہیں چل سکتا ۔ دیہات والے پورا اطمینان ہونے کے بعد لڑکیوں کو مدرسہ بھیجیں گے ۔ دوسرے آپ کا فرض ہی کہ محنت کرکے تھوڑے زمانے میں لڑکیوں کی تعلیم درست کردیں ۔ مدرس عام طور پر یہ چاہتے ہیں کہ جو طالب علم پڑھنے آوے وہ برابر حاضر رہے لیکن لڑکیاں مدرسہ میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتیں کیونکہ اوّل اُن کو گرہستی کا کام سیکھنا اور گھر پر والدہ کو امداد دینا ہے اور یہ اُن کے خیال میں پڑھنے سے زیادہ ضروری ہے ۔ آپ خود جانتے ہیں کہ شادی کے بعد لڑکی کو سسرال میں روٹی پکانا اور گھر کا کام کرنا پڑتا ہے ۔ اس لئے اس کا سیکھنا نہایت ضروری ہی ۔ دوم جب ان کی والدہ کام میں مشغول ہیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں رکھنا فرض ہو جاتا ہے ۔ اس سے نہ صرف والدہ کو کام میں آسانی ہوتی ہے بلکہ لڑکیاں بچوں کی پرورش کرنا سیکھتی ہیں ۔ اس کے علاوہ لڑکوں کی طرح ان کو بھی تھوڑا بہت وقت کھیلنے کے واسطے چاہیئے ۔ گو بچہ کو گود کھلانا بھی اس وقت ایک حد تک کھیل ہی اس لئے آپ کو تھوڑے عرصہ میں لڑکیوں کا تعلیمی کورس پورا کردینا چاہیئے لیکن گھر کے کام میں ہرج نہ ہو ۔ تیسرے جب تک لڑکی مدرسہ میں بیٹھی ہے کم از کم اس وقت تک آپ یا آپ کے شاگرد کسی قسم کی گالی یا بیہودہ ہنسی مذاق نہ کریں کیونکہ والدین اس کے کبھی روادار نہیں ہو سکتے ۔ چوتھے لڑکیوں کے والدین سے آپ کسی قسم کا انعام یا سیدھا[1] وغیرہ ہرگز طلب نہ کریں بخلاف اس کے لڑکی کو کھلونے وغیرہ والدین یا ڈپٹی صاحب سے دلاکر خوش

---

[1] یعنی آٹا دال وغیرہ

رکھیں۔ پانچویں اگر درمیان تعلیم میں اس کی والدہ کسی کام کے لئے بلاوے تو نہ روکیں کیونکہ لڑکی پر جس قدر والدہ کا اختیار ہے والد کا نہیں اگر آپ کے خیال میں لڑکی کو بار بار بلانے سے تعلیم کا بہت حرج ہوتا ہے تو نرمی سے اس کے والد کے معرفت سمجھا دیں سختی سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ چھٹے پڑھاتے وقت لڑکی پر نہ غصہ ظاہر کریں نہ ماریں۔ ساتویں اس کی تعلیم کا مقابلہ لڑکوں کی تعلیم سے کرتے رہیں اور یہ خیال رکھیں کہ لڑکی کسی سال فیل نہ ہو کیونکہ لڑکوں کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں اگر وہ فیل ہو گئے تو ایک سال مدرسہ میں اور ٹھہر سکتے ہیں لیکن لڑکی بڑی ہوتے ہی چلی جاوے گی۔ آٹھویں چونکہ والدین لڑکیوں کا زیادہ تر غیر لوگوں میں جانا یا بیٹھنا پسند نہیں کرتے اس لئے مدرسہ میں ہر شخص کو آنے جانے کی اجازت دینا بدنامی کا باعث ہے۔ لوگوں کی آمد رفت سے تعلیم کا بہت حرج ہوتا ہے۔

لڑکیوں کو عمدہ تعلیم دینا ملک کی زبردست خدمت ہے اور جو مدرس اس کو "سچے" دل سے انجام دیتے ہیں وہ یقیناً ملک کے "سچے خیر خواہ" اور "اصلی دیش بھگت" ہیں۔

کاٹھ کی ہانڈی۔ گورنمنٹ کی اجازت ہے کہ مدرس کی بیوی یا رشتہ دار عورتوں کو اگر کافی لیاقت ہو تو لڑکیوں کے مدرسہ میں بغرض تعلیم مقرر کیا جاوے اور ان کے خاوند یا رشتہ دار مدرس کو حتی المقدور قریب کے مدرسہ میں جگہ دی جاوے اس کا ذکر مختصراً اوپر کیا گیا۔ یہ محض اس لئے ہے کہ دونوں مل کر بہت شوق سے ترقی تعلیم کی کوشش کریں۔ مگر بعض مدرس اس سے بیجا فائدہ

اُٹھاتے ہیں یعنی تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب حکام بازپرس کرتے ہیں تو کبھی انسپکٹریس صاحبہ سے شکایت کرتے ہیں کہ حضور میرا تبادلہ نہ کیا جاوے ورنہ لڑکیوں کا مدرسہ تباہ ہو جاوے گا۔ کبھی بہانہ کرتے ہیں کہ مجھ کو دو مدرسوں کا کام کرنا پڑتا ہے اس میں ایسا ہی کام ہوگا کبھی دیہات والوں کی سفارشیں لاتے ہیں کہ اس مدرس کی وجہ سے دونوں مدرسے چل رہے ہیں اس کا تبادلہ نہ کیا جاوے۔ کبھی یہ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر میرا تبادلہ ہو گیا تو میں اپنی بیوی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا چاہے اُس کی نوکری جائے یا رہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر خیال رکھئے کہ آپ دونوں کو اسی وجہ سے تنخواہ دی جاتی ہے کہ دونوں مدرسوں کی تعلیمی حالت درست ہو۔ ممکن ہے کہ شروع میں آپ کی ایسی درخواستوں پر حکام رحم اور ہمدردی کا اظہار کریں لیکن کاٹھ کی ہانڈی ایک بار چڑھتی ہے اور ایسی بے پروائی پر کسی نہ کسی دن ضرور نقصان اُٹھانا اور روزگار سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

ملک کی خدمت اور اسکاوٹنگ

شیطان چلتا پرزہ۔ دوکاندار اور فرشتہ۔ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ پنڈت جی کی عقل سلیم ملک کی خدمت میں بھی غلطی کرتی ہے وہ اخباروں کے دھواں دھار جوشیلے مضمون اور نکتہ چینی پڑھ کر آپس میں باتیں کر لینا یا لیڈروں کی جوشیلی اسپیچیں دوستوں کو سنا کر خوش ہو جانا ملک کی خدمت سمجھتے ہیں

اور اگر زیادہ بڑھے تو یہ شوق پیدا ہوا کہ ہمارا نام بھی کسی طرح اخبار میں چھپ جائے۔ حالانکہ مدرس کی اصلی خدمت مدرسہ میں طلبا کو تعلیم دینا ہے۔ بیشک اس میں شہرت نہیں ہے لیکن ملک اور قوم کی آئندہ بہبودی ضرور منحصر ہے آپ کے شاگرد ہی بڑے ہو کر نامی گرامی آدمی بنیں گے کوئی تعلقہ دار ہوگا کوئی عہدہ دار کوئی ملک کا لیڈر اور کوئی خدمت گزار اسی طرح آپ کی بدولت ملک کی ترقی ہوگی اور جیسا آپ اپنے شاگردوں کو بنا دیں گے ویسا ہی تمام موضع قصبہ بلکہ بعض اوقات تمام ضلع اور صوبہ پر اثر پیدا ہوگا۔ نیکی کرنے والے چار قسم کے ہوتے ہیں اول وہ جو خدمت یا نیکی کچھ نہیں کرتے لیکن اپنی چکنی چپڑی باتوں سے یا خالی ہری دوڑ دھوپ سے لوگوں کو دھوکہ دیکر امید کرتے ہیں کہ وہ اُن کو بہت نیک اور سچے خدمت گزار اور زبردست ملکی ہمدرد سمجھیں گے اور احسانمند ہوں گے دوسرے وہ لوگ جو کام ضرور کرتے ہیں لیکن برائے نام اور امید یہ رکھتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے خدمت گزاروں کی برابر اُن کی عزت ہوگی۔ تیسرے وہ جو خدمت کے برابر ہی شہرت اور تعریف چاہتے ہیں اور اگر یہ نہ حاصل ہو تو بددل ہو جاتے ہیں اور کام چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھے وہ جو نہایت خاموشی کے ساتھ دل وجان سے خدمت کرتے ہیں لیکن نہ شہرت کی خواہش رکھتے ہیں نہ کسی کا احسان چاہتے ہیں۔ چوتھے قسم کے شخص بیشک خیرخواہ اور فرشتہ صفت ہیں۔ تیسرے قسم کے آدمیوں کو دوکاندار سمجھنا چاہیے جو نیکی فروخت کر کے شہرت اور نیک نامی خریدنا چاہتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ چالاک

اور چلتے پرزے ہیں جو روپیہ کا مال دیکر دور روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اوّل الذکر یقیناً شیطان ہیں جو محض بے ایمانی اور دھوکہ بازی سے لوگوں کو گرویدہ کرنا اور نیکی کی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو ملک کی خدمت کا شوق ہے تو فرشتہ بنکر کام کیجئے دوکاندار یا شیطان بنکر نہیں اس کے واسطے اوّل کام کرنے کی لیاقت حاصل کیجئے مگر پہلے یہ سوچئے کہ آپ کس قسم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ملک کی خدمت ہزاروں طریقہ سے ہو سکتی ہے اور اس کے واسطے آپ کو اسی طرح تجربہ حاصل کرنا ہوگا جس طرح تعلیم دینے کے واسطے آپ نے پہلے ٹریننگ حاصل کی تھی۔ قابلیت ہو جانے پر خاموشی سے کام شروع کیجئے شہرت کا خیال نہ کیجئے کیونکہ سچے ہمدرد شہرت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے لیکن وہ مشہور ضرور ہو جاتے ہیں میں نے اوپر لکھا ہے کہ ملک کی خدمت ہزاروں طرح ہو سکتی ہے۔ بیکس کو ضرورت کے وقت مدد دینا ہی سچی خدمت ہے اور بیکس صرف وہی نہیں ہے جو کھانے پینے سے محتاج ہو۔ جاہل بہ لحاظ علم بیکس ہے مریض بہ لحاظ تندرستی کپڑا نہ ملنے پر ننگا بیکس ہے اور کھانا نہ ملنے پر بھوکا۔ ریل کا مسافر بھی ریل میں جگہ نہ ملنے پر بیکس ہے۔ اس طرح ہر شخص بہ لحاظ ضرورت جس کو وہ رفع نہ کر سکے بیکس ہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں کو بھی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نہایت بیکسی کی حالت میں غریب لوگوں کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔ ہمایوں بادشاہ کو دشمن سے بچنے کے واسطے ایک سقہ سے مدد مانگنی پڑی اگر وہ مدد نہ دیتا تو ہمایوں ضرور گرفتار ہو جاتا اور غالباً سلطنت

مغلیہ کا قبل از وقت خاتمہ ہو جاتا اسی طرح امیر آدمی گھر میں چور یا ڈاکو جانے
پر اپنے ملازمین اور ہمسایوں کی مدد کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ
بیکسی کی حالت ہر وقت اور ہر شخص پر پیدا ہو سکتی ہے اس کے رفع کرنے
کے واسطے ہر دم تیار رہنا اور موقع ملتے ہی مدد کرنا سچی خدمت گزاری ہے۔
ملک کی ضروریات کا ایک بڑا چھپر ہے اور تمام چھپر کو کوئی آدمی تنہا نہیں
اُٹھا سکتا۔ لیکن ہر شخص کا فرض ہے کہ اُس کو اُٹھانے میں حتی المقدور مدد
دے۔ گورنمنٹ نے اُستادوں کو ملک کی خدمت کا یہ کام دیا ہے کہ وہ جہالت
دور کریں اور لڑکوں کو تعلیم دیکر دنیا میں کامیاب اور خوش زندگی گزارنے
کے قابل بناویں اگر آپ کو اس کے علاوہ بھی خدمت کا وقت اور توفیق
ہے تو کسی ایسے کام کو انتخاب کیجئے جس سے آپ کے تعلیمی فرائض میں ہرج
نہ ہو۔ پھر اُس کام کے واسطے بھی کافی ٹریننگ اور تجربہ حاصل کیجئے۔ مثلاً
اگر آپ مریضوں کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو حکمت سیکھئے اگر ڈوبتے کو
بچانا چاہتے ہیں تو تیرنا سیکھئے اگر زخموں کی مرہم پٹی کرنا چاہتے ہیں تو اس کا
طریقہ سیکھئے وغیرہ وغیرہ اور لیاقت حاصل ہونے پر سچے دل سے مدد کیجئے
آپ کی شہرت خود بخود ہو جائے گی۔ جو لوگ ملک کے انتظامات میں دخل
دینا اور خدمت کرنا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ پہلے نہ صرف ہندوستان
کی بلکہ افغانستان چین۔ جاپان۔ یورپ۔ جنوبی افریقہ اور باقی اُن ملکوں
کی جہاں ہندوستانی رہتے ہیں تاریخ اور جغرافیہ کا بغور مطالعہ کریں اور
علم سیاست پر [illegible] سے بخوبی واقفیت حاصل کریں۔

کامیابی کے دشمن۔ لیکن خدمت گزاری سے پہلے آپ کو کئی باتیں
نی ہونگی اوّل اکڑ بازی۔ خدمتگذار کو قدم قدم پر ہزاروں قسم کے
خوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے کبھی ایسے شخص مل جاتے ہیں جن کا اس
ت کے باعث نقصان ہوتا ہے (مثلاً مفت دوائی تقسیم کرنے پر
کاندار دں کا ریل میں مسافروں کو جگہ دینے پر دوسرے مسافروں
آرام کا وغیرہ وغیرہ) اور یہ لوگ ہابچ ہوتے ہیں۔ ان کی ناراضی پر
رنے سے کام بگڑ جاتا ہے اسی لئے ہمیشہ برداشت کی عادت ڈالنی
ہے اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ دوسرے تعصب۔ جو
شخص خدمتگزاری کے واسطے کھڑا ہوتا ہے اس کے واسطے ہندو۔ مسلمان
سائی۔ یہودی۔ ہر شخص برابر ہے ورنہ وہ ملک کا سچا خدمت گزار نہیں
سکتا۔ تیسرے بدگمانی۔ خدمت گزاری کے وقت جس طرح قدم قدم
دشمن ملتے ہیں اسی طرح دوست بھی ملیں گے۔ اگر ان کا اطمینان نہیں
گیا یا امداد لینے میں بے پرواہی کی گئی تو کام میں بہت دقتیں پیدا
یں گی اس لئے اس بات کی نہایت ضرورت ہے کہ آپ شروع میں
شخص کو اپنا دوست سمجھیں اور جب تک وہ مخالفت نہ کرے اس سے
گمانی نہ کریں۔ چوتھے فضول فکر اور پریشانی۔ یہ جلد بازی سے پیدا
تی ہی اس لئے شروع سے اطمینان رکھیئے کہ "ہمتِ مرداں مدد خدا"
سچا مسئلہ ہی اور خدا آپ کا ضرور مددگار ہے اس لئے پریشانی اور گھبراہٹ
سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس سے ناکامیابی کا اندیشہ پیدا ہوتا ہی۔ پانچویں

غیر مستقل مزاجی۔ بعض اوقات آپ کو کام میں ایسی دقتیں پیش آویں گی کہ اُن سے بچنا مشکل ہو اور یہ معلوم ہو گا کہ کامیابی کی مطلق امید نہیں رہی۔ لیکن ہمت نہ ہارنا چاہیئے اور اپنے اصول پر استقلال سے قائم رہنا چاہیئے اور جس کام کو اختیار کیا ہے اُس کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے جو شخص غیر مستقل مزاجی سے کام کرتے ہیں اُن کی محنت برباد ہو جاتی ہے اور آخر میں لوگ اُن کا مذاق کرتے ہیں۔ جھوٹی تعریف کی خواہش جو لوگ کسی کام پر تعریف کے منتظر یا تعریف ہونے پر مغرور ہو جاتے ہیں اور نہ ملنے پر بیدل ان کا تمام کام بگڑ جاتا ہے اور کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔ غرور یقیناً ناکامیابی کا پیش خیمہ ہے۔

پنڈت جی کا نیا خیالی دشمن۔ ان کے علاوہ خود پنڈت جی یہاں بھی ایک نیا خیالی دشمن پیدا کر لیتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم تو چھوٹے آدمی اور نہایت غریب ہیں ہم کیا دیش کی سیوا کریں گے ہمیں پوچھتا کون ہے۔ لیکن یہ نہیں خیال کرتے کہ دنیا میں جتنے نامی گرامی رفارمر یا ملکی خدمت کرنے والے گزرے ہیں وہ یا تو خود غریب تھے یا اُن کو غریب بننا پڑا ہے۔ دیکھئے سری کرشن جی مہاراج نے لڑکپن میں گائے چرائیں۔ بہت سے پیغمبر بھی مویشی چراتے تھے۔ حضرت عیسیٰ مسیح نے بڑھئی کا کام کیا محمد صاحب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے چار یاروں کو بھوک کے باعث کئی بار پیٹ سے پتھر باندھنے پڑے اور اُن کے پاس ایک یا دو چٹائی اور مٹی کے برتن کے سوا کچھ نہ تھا۔ سری رامچندر جی مہاراج کو شاہی چھوڑ کر چودہ برس کے واسطے جنگل میں فقیری اختیار کرنی پڑی اُس وقت راون

کو مار سکے اسی طرح گوتم بدھ جی کو شاہی چھوڑ کر عمر بھر کے واسطے فقیری قبول
کرنی پڑی۔ آج کل بھی قریب قریب سب نامی رفارمر ایسے ہی ہیں جن میں
کوئی لنگوٹی باندھے ہے کوئی وکالت یا ریاست چھوڑ بیٹھا ہے کسی نے
پنشن چھوڑ دی ہے اور کسی نے تجارت۔ غرضیکہ یہ سب غریب بن گئے
ہیں اُس وقت ملک کی خدمت کو تیار ہوئے ہیں۔ لیکن آپ خود غریب ہیں
اس لئے آپ رفارمروں کی بہت سی تکالیف سے بچے ہوئے ہیں کیونکہ
امیر کو آرام چھوڑ کر غریب بننے میں بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن جو پہلے ہی
غریب ہی اُس کو کیا تکلیف ہے۔ اس کے علاوہ سچا دولتمند وہی ہو جو کچھ
پس انداز کر سکے اس کی مثال ایک بڑے اور ایک چھوٹے حوض سے دی
جا سکتی ہی بڑے حوض میں چار بڑے سوراخ ہیں جن سے پانی نکل جاتا ہی
اور وہ جلد خالی ہو جاتا ہے لیکن چھوٹے حوض میں ایک چھوٹا سا سوراخ
ہی جس سے بمشکل تمام تھوڑا پانی نکلتا ہے اور وہ عرصہ تک بھرا رہتا ہے
اس لئے درحقیقت چھوٹا حوض بڑے سے زیادہ دولتمند ہے۔ اسی طرح
جو غریب پس انداز کر سکے وہ اُس امیر سے زیادہ دولتمند ہے جس کا خرچ
آمدنی سے زیادہ ہو۔ دولت سے اس قدر عزت نہیں ہوتی جس قدر ذاتی
قابلیت نیک چلنی اور خوش اخلاقی وغیرہ سے ہوتی ہے بخلاف اس کے
دولتمندی سے اکثر نئی نئی مصیبت پیدا ہوتی ہیں مثلاً ڈاکہ زنی۔ آرام
طلبی کے باعث سینکڑوں بیماریاں۔ غرور کج خلقی وغیرہ وغیرہ لیکن غریب
آدمی ان بلاؤں سے محفوظ ہیں۔ جو شخص اپنی خود عزت کرتا ہی اُس کی

سب عزت کرتے ہیں اس لئے اپنی غریبی سے ہرگز خوف نہ کھائیے بلکہ یہ خیال کیجئے کہ اس کے باعث آپ کو ملکی خدمت کی زیادہ قابلیت ہوگئی ہے بلکہ بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے جو امیروں کو ہرگز حاصل نہیں۔

سچے دوست کی پہچان۔ اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ آپ کا سب سے سچا دوست وہ ہے جو آپ کے عیب بتاوے۔ نقص اور عیب ایک قسم کی بیماریاں ہیں جن کا پتہ آپ کو خود ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا ہر شخص اپنے ہر کام کو اچھا سمجھتا ہے مگر دوسروں کے کام میں عیب نکالتا ہے اس لئے جو شخص آپ کے کام میں عیب ظاہر کرے وہ درحقیقت شفیق ڈاکٹر یا حکیم کے طور پر آپ کے مرض کی تشخیص کرتا ہے اور پہلے ہی سے بتا کر خراب نتائج سے بچنے کا موقع دیتا ہے ایسے شخص کا آپ کو دل سے شکرگزار ہونا چاہئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کا دشمن بھی ایک قسم کا زبردست مددگار ہے کیونکہ وہ نہ صرف آپ کے عیوب اور کمزوریوں کو رفع کرتا ہے بلکہ حملہ سے بچنے کے واسطے تیار کر کے آپ کی ہمت و قوت بڑھانے کا موقع دیتا ہے سچا خدمتگزار وہی ہے جو اپنے دشمنوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔

ٹریننگ کا نہایت دلچسپ اور آسان طریقہ۔ جنرل بیڈن پاول نے ملک کی خدمت کے واسطے ٹریننگ حاصل کرنے کا ایک نہایت آسان اور دلچسپ طریقہ ایجاد کیا ہے جس کا نام اسکاؤٹنگ ہے۔ ملک کے خیرخواہ اور قابل خدمت گذار کو اسکاؤٹ کہتے ہیں اور خدمت گذار لڑکے کو بوائے اسکاؤٹ ہندوستان میں جابجا ان کی جماعتیں خدمت کے واسطے قائم ہوتی جاتی

ہیں۔ آپ کی آسانی کے لئے اسکاؤٹنگ کا کچھ حال چیف کمشنر اسکاؤٹ کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"بوائے اسکاؤٹ اس جماعت کا نام ہے جو لڑکوں کو بہت سی باتیں سکھاتی ہے جو فرصت کے وقت نہ صرف اُن کی دلچسپی کا باعث ہوتی ہیں بلکہ اس قابل بنا دیتی ہیں کہ وہ مصیبت میں دوسرے کی مدد کر سکیں لیکن جب تک ہم کو علاوہ کتابی علم کے مفید و کارآمد اصول نہ معلوم ہوں ہم مفید نہیں ہو سکتے مثلاً (۱) جب تک ہم خود قواعد حفظانِ صحت سے واقف نہ ہوں دوسروں کو تندرستی کے متعلق ہدایت نہیں کر سکتے۔ (۲) اگر ہم یہ نہ جانیں کہ پٹی کس طرح باندھی جاتی ہے یا خون کا بہنا کس طرح روکا جاتا ہے تو ضرورت کے وقت کسی کو مدد نہیں دے سکتے (۳) اگر ہم کسی غیر مانوس جنگل میں جا پڑیں اور راستہ پر غور نہ کریں کہ کون کون درخت یا ستارے کہاں سے تھے تو یقیناً راستہ بھول جائیں گے۔ ہوشیار اسکاؤٹ ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔

طریقہ ذیل سے لڑکے اپنا کام کرتے ہیں۔

تقریباً تیس یا چالیس لڑکوں کی ایک جماعت بنائی جاتی ہے اور پھر اُسے پیٹرولوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ایک پیٹرول میں آٹھ لڑکے ہوتے ہیں اُن میں ایک بڑا لڑکا سردار ہوتا ہے جسے پیٹرول لیڈر کہتے ہیں۔ ٹروپ کا سردار ایک افسر ہوتا ہے جسے اسکاؤٹ ماسٹر کہتے ہیں اور اُس کی مدد کے لئے ایک یا دو اسسٹنٹ اسکاؤٹ ماسٹر ہوتے ہیں۔ اسکاؤٹ ماسٹر اور اس کے اسسٹنٹ

پٹیرول لیڈر کو اسکاوٹنگ سکھاتے ہیں اور پھر پٹیرول لیڈر لڑکوں کو تعلیم دیتے
ہیں۔ پٹیرول لیڈر اپنے پٹیرول کے لڑکوں کا خود انتخاب کرتا ہے کیونکہ
اچھے لڑکے اسکول میں اُس کے دوست ہوتے ہیں جن کو وہ اپنے ساتھ رکھنا
چاہتا ہے اور ہمارا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ ایک ساتھ مل کر کام کریں۔ ہر لڑکے
کو کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ ٹروپ میں سب سے بہتر ہو۔ قبل اس کے کہ
کوئی اسکاوٹ بنے اُس کو ایک عہد کرنا پڑتا ہے اور بوائے اسکاوٹ کے
قوانین اور علامات سیکھنے کی ضرورت ہے۔"
عہد اور قوانین حسب ذیل ہیں۔

اسکاوٹ کا عہد

"میں اپنی عزت کی قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ میں خدا، بادشاہ اور ملک کی
عزت کروں گا۔ دوسرے آدمیوں کی ہر وقت مدد کروں گا۔ اسکاوٹ
کے قوانین کا پابند رہوں گا۔"

اسکاوٹ کے دس قوانین

(۱) اسکاوٹ کی عزت پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی اسکاوٹ عزت
کی قسم کھا کر کوئی بات کہے تو اُس کو بالکل سچ سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح
افسر اسکاوٹ کی عزت پر بھروسہ کر کے کام سپرد کرے تو اسکاوٹ کا فرض
ہے کہ اُس کو ٹھیک طور پر انجام دے۔ اسکاوٹ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

(۲) اسکاوٹ بادشاہ کا وفادار افسروں اور والدین کا مطیع اور ملک کا خیرخواہ ہوتا ہے اور ہر مصیبت میں اُن کا ساتھ دینا اُس کا فرض ہے۔

(۳) اسکاوٹ کا فرض ہے کہ دوسروں کی مدد کرے چاہے اس کو اپنی خوشی و آرام حتیٰ کہ حفاظت تک کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ اُسے لوگوں کی جان بچانے اور بیماروں اور زخمیوں کی مدد کرنے کے واسطے ہر دم تیار رہنا چاہیئے اور روزانہ کسی نہ کسی کے ساتھ کوئی نیکی ضرور کرنی چاہیئے۔

(۴) اسکاوٹ سب کا دوست اور ہر اسکاوٹ کا بھائی ہے وہ غریبوں کو ہرگز حقیر نہ سمجھے اور نہ امیروں پر حسد کرے۔

(۵) اسکاوٹ کو سب کے ساتھ نہایت تہذیب اور خلق سے پیش آنا چاہیئے اور لوگوں سے کسی خدمت کا کوئی بدلہ نہیں لینا چاہیئے۔

(۶) اسکاوٹ کو جانوروں سے محبّت کرنا اور اُن کو حتیٰ المقدور درد اور تکلیف سے بچانا چاہیئے۔

(۷) اسکاوٹ کو اپنے پٹرول لیڈر اور اسکاوٹ ماسٹر کا حکم بلا چون و چرا ماننا چاہیئے خواہ وہ حکم اُس کو پسند ہو یا ناپسند۔

(۸) اسکاوٹ کو ہر حالت میں خوش و خرّم اور زندہ دل رہنا چاہیئے اور ہر حکم خندہ پیشانی سے فوراً بجالانا چاہیئے۔

(۹) اسکاوٹ کو کفایت شعار ہونا چاہیئے تاکہ ضرورت کے وقت دوسروں کی مدد کرسکے اور خود دوسروں پر بار نہ ہو۔

(۱۰) اسکاوٹ کو بات چیت، کام، اور خیال میں نہایت پاک و صاف

ہونا چاہئے۔

دیس بھگتی یعنی حب وطن کی ٹریننگ کلاس "جس وقت لڑکے نے بوائے اسکاؤٹ کے متعلق سادہ دستور العمل سیکھ لئے وہ اسکاؤٹ ہوجاتا ہے اور وردی پہن سکتا ہے لیکن صرف کپڑے پہن لینے سے اصلی اسکاؤٹ نہیں بن سکتا کیونکہ جب تک اسکاؤٹ میں (۱) ہمدردی (۲) سچائی (۳) اطاعت شعاری اور (۴) صفائی نہ ہو وہ اصلی اسکاؤٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد اُسے کوشش کرکے اور چیزیں سیکھنی چاہئیں اور تب وہ اسکاؤٹ دوم درجہ کا ہوگا اور بعد میں اسکاؤٹ اوّل درجہ کا۔ اگر وہ تیرنے سواری کرنے سائیکل چلانے۔ کھانا پکانے۔ پیمائش۔ فرسٹ ایڈ۔ سگنل دکھانے باغبانی۔ کشتی بانی۔ جان بچانے۔ فوٹوگرافی۔ اور ایسی ہی بہت سی چیزوں میں مہارت پیدا کرلے تو تمغہ اور اسناد بھی حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن ان سب سے زیادہ ضروری چیز اسکاؤٹ کے قوانین ہیں جن پر اُسے انتہائی کوشش سے کاربند رہنا چاہئے۔ اسے روزانہ کوئی نہ کوئی نیکی کسی سے کرنی چاہئے خواہ وہ مرد عورت۔ لڑکا یا جانور ہی کیوں نہ ہو۔ اسکاؤٹ دغا بازی کبھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس طرح زندگی بسر کرتا ہے کہ لوگ اُسے باعزت اور اچھے چال چلن کا لڑکا سمجھیں کیونکہ بوائے اسکاؤٹ کا یہ مطلب نہیں کہ تم سپاہی ہو بلکہ نیک اور کارآمد آدمی ہو۔ تم کو فوج یا پولس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ تم کسی طرح گورنمنٹ کے ماتحت ہو۔ گورنمنٹ اس کام کو صرف اس لئے ترقی دینا چاہتی ہے کہ یہ لڑکوں کے

لئے بہت مفید ہی۔ اسکاؤٹ کو کوئی افسر کسی بلوے یا فساد یا ہنگامہ میں مدد
دینے کے لئے نہیں بلا سکتا۔ صرف اسکاؤٹ ماسٹر آگ یا طوفان کے وقت
جان و مال بچانے کے لئے بُلا سکتا ہی لیکن وہ بھی والدین یا سرپرست
کے خلاف مرضی نہیں۔ کھیل اور پریڈ میں شرکت نہ کرنے کے لئے کوئی
سزا مقرر نہیں ہی۔ اگر یہ خیال ہو کہ برائے اسکاؤٹ کے کام سے تعلیم میں
کوئی ہرج ہو گا تو غلط ہی کیونکہ ہفتہ میں صرف دو یا تین گھنٹے پریڈ میں صرف
ہوتے ہیں اور تعلیم اس طرح ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے
کے قریب روزانہ صرف ہو۔ اسکاؤٹ ماسٹر کسی لڑکے کو اُس کے والدین
کی مرضی کے خلاف برائے اسکاؤٹ بننے کے لئے مجبور نہیں کرسکتا۔ لڑکوں
کو چاہئے کہ اپنے والدین کی مرضی سے اسکاؤٹنگ کے اصول سمجھ کر اس میں
بخوشی حصہ لیں۔"

اسکاؤٹنگ کا ملک کی خدمت سے وہی تعلق ہی جو نارمل اسکول یا ٹرننگ
کلاس کا دیہاتی یا قصباتی مدرسوں سے اسکاؤٹنگ دوسرے الفاظ میں
دیش بھگتی یا حبّ وطن کی ٹرننگ کلاس ہی۔

ہندوستانی اسکاؤٹ۔ لیکن ہندوستانیوں کے واسطے اسکاؤٹنگ
کا صرف نام ہی نیا ہے ورنہ اس کا کوئی کام نیا نہیں ہے کیونکہ (۱) اسکاؤٹ
کے پاس ایک لمبی لکڑی ہوتی ہے جس پر فٹ اور انچ کے نشانات بنے ہیں
یہ لکڑی بہت سے کاموں میں مدد دیتی ہے مثلاً سہارا لینا۔ دشمن سے حفاظت
کرنا اونچی جگہ پر چڑھنا۔ اندھیرے میں راستہ معلوم کرنا۔ فاصلہ یا اونچائی

ناپنا۔ دریا پار کرنے کے لئے بیڑا بنانا "بجوکا" بنانا۔ زخمی کو سہارا دینا۔ انگلی بنانا۔ پانی کی گہرائی معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح ہندوستان کے ہر دیہاتی کے پاس بھی ایک مضبوط لکڑی ہوتی ہے جو اس کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ اس پر اکثر اسکاؤٹ کی لکڑی کی طرح ایک ایک بالشت یا کم وبیش فاصلہ پر پیتل کا تار منڈھوا لیا جاتا ہے وہ لکڑی اسکاؤٹ کا پرکام دے سکتی ہے۔ (۲) اسکاؤٹ اپنی آنکھوں اور چہرے کی حفاظت کی غرض سے ٹوپ یا عمامہ سر پر پہنتا ہے ہندوستان میں دیہاتی کے سر پر بھی پگڑی یا عمامہ ہوتا ہے جو اس غرض کو پورا کرتا ہے (۳) اسکاؤٹ کا کوٹ یا قمیص اور اسی طرح ہندوستانی دیہاتی کی مرزائی یا کرتا لمبائی میں زیادہ بڑے نہیں ہوتے تاکہ بوقت ضرورت کسی کام کو دوڑ کر کرنے میں دقت نہ ہو (۴) دیہاتی کی دھوتی اسی طرح بندھی ہوتی ہے کہ وہ زانو سے نیچے نہیں پہنچتی اور اس کے ایک حصہ سے کمر کسی رہتی ہے تاکہ وہ ہر دم مستعد رہے اسی طرح اسکاؤٹ کا نکر (KNICKER) صرف زانو تک پہنچتا ہے اور کمر پر پیٹی کسی رہتی ہے۔ (۵) انگلینڈ میں سردی کے باعث اسکاؤٹ کو موزے اور جوتے پہنے پڑتے ہیں مگر ہندوستان گرم ملک ہے اس لئے یہاں دیہاتی بہ آسانی ننگے پاؤں کام کر سکتا ہے اور وہ تندرست نہیں رہتا۔ (۶) ہندوستان کے دیہاتی اپنی بات کی عزت کرتے ہیں دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں کھلے میدانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جانوروں اور آدمیوں اور درختوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے اسکاؤٹ سے

ہرگز کم نہیں ہیں۔ جنرل لارڈ بیڈن پاول نے اسکاؤٹنگ جاری کرکے اُس کو باقاعدہ اور آسان کر دیا ہی ورنہ ہندوستانیوں کے واسطے یہ ہرگز نئی چیز نہیں ہے۔

سچا اسکاؤٹ وہی ہے جو اپنے ہمجنس کی مدد کے واسطے ہردم تیار رہتا ہی اور مسکراتے ہوئے نہایت خوشی سے فرض ادا کرتا ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہی دوسروں پر اپنی نیکی ظاہر نہیں ہونے دیتا۔

اسکاؤٹ کے سبق۔ اس کے واسطے ہر اسکاؤٹ کو حسب ذیل ٹرننگ حاصل کرنی چاہیئے۔

(اوّل) جانوروں کی خصلت سے واقفیت حاصل کرنا۔

(دوم) باہر کھلی ہوئی ہوا میں رہنا۔

(سوم) نہایت پرانے زمانے کے بہادروں کی طرح اپنی عزّت اور بات کا لحاظ کرنا۔

(چہارم) ہردم جان بچانے کو تیار رہنا۔

(پنجم) ان سب باتوں کے لئے خود اپنی تندرستی کا نہایت لحاظ رکھنا۔

(ششم) اپنے ملک کا سچّا خیر خواہ ہونا۔

یہ چھ سبق بخوبی جاننے پر اسکاؤٹ ملک کا اصلی خدمت گذار اور سچّا دیش بھگت بن جاتا ہے[1]۔

---

[1] میری مصنفہ کتاب "سچا دیش بھگت" میں ان امور پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ مصنف

بورڈنگ ہاؤس کی زندگی

صبح کا وقت۔ صبح کا وقت ہے چلئے بورڈنگ ہاؤس کی سیر کریں سکول دس بجے شروع ہوتا ہی اس وقت سب لڑکے اپنے اپنے کمرے میں ہونگے۔ دیکھئے یہ لڑکے ضروری حاجات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ بچھونے سلیقہ سے لپیٹ کر رکھدیئے گئے ہیں کوئی لڑکا بال کاڑھ رہا ہے کوئی کتابیں ٹھیک کر رہا ہی کوئی پڑھنے کو تیار ہے لیکن سب کو کچھ انتظار ہے۔ ہیں یہ گھنٹی کس لئے بجی؟ دیکھئے اس کے بجتے ہی لڑکے کمروں سے نکل کر قطار میں کھڑے ہو گئے ہیں ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ ان کی گنتی کے واسطے سامنے کھڑے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کوئی لڑکا غیر حاضر نہیں ہے۔ ہر لڑکے کا ایک نمبر مقرر ہے اسی سلسلہ سے سب کھڑے ہو گئے ہیں۔ سب نے اپنا اپنا نمبر سلسلہ وار بولا ہی یہ ان کی صبح کی حاضری کا طریقہ ہے۔ اس کے بعد سب اپنے کمروں کو واپس گئے۔ دیکھئے کمرے میں ہر لڑکے کے واسطے تھوڑا سا ناشتہ موجود ہی۔ اس طرح سب کی روزانہ چھوٹی سی دعوت ہو جاتی ہی۔ اور بورڈنگ کے ملازم اپنے فرض منصبی سے کوتاہی نہیں کرتے۔ کھانے کا سامان بازار سے آتا ہے اور ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ خریداری سے پہلے اس کو خود دیکھ لیتے ہیں کہ عمدہ اور سستا ہی اور کوئی چیز ایسی نہیں ہی جو بچوں کی تندرستی کو مضر ثابت ہو۔

ریڈنگ روم - پندرہ منٹ میں لڑکے ناشتہ سے فارغ ہو گئے اس
وقت پونے سات بجے ہیں اور تمام بورڈر اپنی اپنی کتابیں لیکر کروں سے
باہر نکل آئے ہیں یہ ریڈنگ روم کی جانب جارہے ہیں چلئے ہم بھی ساتھ چلیں
دیکھئے ریڈنگ روم میں پہنچیں اور میزیں موجود ہیں ایک میز پر کچھ تعلیمی اخبار
اور رسالے بھی رکھے ہیں الماری میں چھوٹی سی لائبریری ہے سپرنٹنڈنٹ
صاحب بھی موجود ہیں - لڑکے اپنے درجہ والوں کے ساتھ بیٹھ کر سبق کا مطالعہ
کرنے لگے ہیں بعض طلباء پچھلے سبق کو دہراتے ہیں اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں
آتی تو سپرنٹنڈنٹ صاحب سے پوچھ لیتے ہیں - لیکن حتی المقدور خود کوشش
کر کے مطلب حل کرتے ہیں اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کو زیادہ تکلیف نہیں دیتے بعض
لڑکے اپنے درجہ والوں سے سبق کے متعلق بات چیت کر رہے ہیں - بعض
ڈکشنری میں مشکل الفاظ تلاش کر رہے ہیں - چھوٹے لڑکوں کی مشکل بڑے
لڑکے حل کر دیتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب طلباء بھائیوں کی طرح نہایت
محبت سے بخوشی امداد کے واسطے تیار رہتے ہیں - اب ساڑھے آٹھ بج گئے
لڑکے مطالعہ کر چکے دیکھئے انہوں نے کتابیں سنبھالیں اور سپرنٹنڈنٹ صاحب
کی اجازت سے اپنے اپنے کمرے کی طرف روانہ ہوئے وہاں میز پر کتابیں
رکھدیں اور کوئی لڑکا باورچی خانہ کے قریب حمام میں جا کر نہانے کے
واسطے تیار ہوا اور کوئی منہ ہاتھ دھونے لگا۔

باورچی خانہ کی سیر - چلئے ہندوؤں کے باورچی خانہ کی سیر کریں
یہاں ملازم کام میں مشغول ہیں - کہار منجھے ہوئے برتن چوکے کی طرف لئے

جاتے ہیں چوکے میں برہمن رسوئیا کھانا پکا رہے ہیں چھوٹے چھوٹے چوکوں کی قطار لڑکوں کے بیٹھنے کے واسطے سامنے بنی ہو جس کے درمیان ایک چھوٹی سی پگڈنڈی بھی نظر آتی ہو تا کہ آنے جانے میں کسی کو شکایت نہ ہو کہ "میرا چوکا چھو گیا" اسی طرح کہار بھی کھانے کے وقت پینے کے واسطے پانی دیں اور کسی کو اعتراض نہ ہو۔ اس وقت پندرہ سولہ لڑکے کھانا کھانے بیٹھ گئے ہیں ایک رسوئیا روٹی بنانے میں مشغول ہے دوسرا لڑکوں کو کھانا پرس رہا ہو آئیے دیکھیں کھانا کیا بنا ہے۔ کھانے کے واسطے روٹی دال و ترکاریاں دہی یا چٹنی۔ چاول اور پاپڑ ہیں۔ یہ چیزیں بدلتی رہتی ہیں روٹی اور دال یا چاول تقریباً روزانہ پکائی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ کبھی پاپڑ اور کبھی میٹھے چاول وغیرہ بھی لڑکوں کے ذائقہ اور شوق کے بموجب بنوائے جاتے ہیں۔ لڑکے کھانے کا خرچ ماہ بماہ جمع کرتے ہیں اور سامان کی خریداری کا انتظام ہر مہینہ کسی ایک لڑکے کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ یہ لڑکا روپیہ کا حساب باقاعدہ رکھتا ہو اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کو جانچ کرا دیتا ہو جس قدر خرچ ہوتا ہے ہر ایک بورڈر سے اسی حساب سے روپیہ وصول کر لیا جاتا ہو۔ چھوٹے لڑکوں سے کھانے کا خرچ کم لیا جاتا ہے اور بڑے لڑکوں سے خوراک کے اندازہ کے مطابق کچھ زیادہ۔ ہر مہینہ روپیہ پیشگی وصول کیا جاتا ہو لیکن اگر کسی بورڈر کے مکان سے خرچ آنے میں دیر ہو جاتی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو کھانا نہ ملے یا کسی قسم کی تکلیف ہو۔ لیجئے لڑکے کھانا کھا چکے ایک کہار ان کے ہاتھ دھلا رہا ہے دوسرے نے جھوٹے

برتن اُٹھا کر چوکا لگا دیا اور فوراً برتن مانجھ کر صاف کر دیئے۔ دیکھئے پندرہ یا سولہ لڑکوں کی دوسری جماعت نہا دھو کر کھانا کھانے کے واسطے تیار ہو گئی۔ مدرسہ کا وقت قریب ہی سب لڑکے کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں جا رہے ہیں۔ اب چلئے مسلمانوں کے مطبخ کو بھی دیکھیں۔ یہاں لڑکوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے مگر ایک دسترخوان بچھا ہے اور لڑکے اُس کے ہر چہار طرف بیٹھے ہوئے ساتھ مل کر کھا رہے ہیں ان کی خوراک بھی حتی المقدور سادہ ہے اور ان کے خرچ کا حساب بھی اسی طرح رہتا ہے جس طرح ہندوؤں کا۔ ان کی خوراک میں حسب ضرورت قورمہ۔ کباب وغیرہ بھی شامل ہیں۔ لیکن کسی ایسے جانور کا گوشت نہیں ہے جو دوسری قوم کی دل شکنی کا باعث ہو۔ ان کے ملازم علیحدہ ہیں۔ اب لڑکوں نے کھانا کھا لیا اور اپنے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے پہنے اور مدرسہ جانے کی تیاری کرنے لگے دیکھئے مدرسہ کی گھنٹی بجی اور لڑکے کتابیں لئے ہوئے مدرسہ چلے گئے اُدھر ملازموں نے کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا اور دوسرے وقت کی تیاری شروع کر دی۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب اکثر دونوں باورچی خانوں کی صفائی اور کھانے کا ملاحظہ کیا کرتے ہیں تاکہ لڑکوں کی تندرستی خراب نہ ہونے پاوے۔

تعطیل کا دن۔ مگر یہ تو بتائیے تعطیلوں میں لڑکے مدرسہ نہیں جاتے اس وقت کیا کرتے ہیں؟ تعطیل کے روز ریڈنگ روم کھلا رہتا ہے۔ بعض لڑکے اخبار پڑھتے ہیں۔ بعض بورڈنگ ہاؤس کی لائبریری سے کتاب لیکر مطالعہ کرتے ہیں اور بعض دلچسپ کھیل کھیلتے ہیں اور جب کھیل سے جی اُکتا جاتا ہے

تو اپنے کمرے میں آکر آرام کتاب پڑھتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی لڑکا ریڈنگ روم میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کے سامنے اپنا مضمون پڑھکر سناتا ہی اور درجہ کے باقی لڑکے اُس پر اپنی اپنی رائے دیتے ہیں۔ کبھی بہت سے لڑکے سپرنٹنڈنٹ صاحب کے ہمراہ کسی میدان میں اسکاؤٹنگ سیکھتے ہیں اور قدموں کے نشان دیکھ کر بتاتے ہیں کہ فلاں جانور یہاں ہوکر فلاں جانب گیا ہے اور فلاں طرف سے آیا ہے اور یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ جانور دوڑتا ہوا گیا ہے یا آہستہ۔ کسی شکار کے پیچھے گیا ہے یا شکاری سے بچنے کے لئے بھاگا ہی۔ اس کے پیچھے شکاری کتے تھے یا کوئی اور جانور۔ پھر فرسٹ ایڈ کا سبق سیکھتے ہیں۔ جھنڈیوں سے بات چیت کرتے ہیں اور ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن سے ذہانت کو ترقی ہو اور جسمانی کمزوری رفع ہو یہ لڑکے تعطیل کے روز فٹ بال۔ ہاکی اور کرکٹ بھی کھیلتے ہیں اور اُس وقت سپرنٹنڈنٹ صاحب خود کھیل میں شریک ہوتے ہیں جس سے نہ صرف انتظام قائم رہتا ہی بلکہ طلبا کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ چال چلن درست ہوتا ہے اور ہمّت بندھی رہتی ہی۔

مدرسہ سے واپسی۔ مدرسہ کا وقت ختم ہوگیا آئیے بورڈنگ ہاؤس کی پھر سیر کریں۔ یہاں ملازموں نے لڑکوں کے لئے کھانا تیار کرلیا ہی لیجئے لڑکے بھی واپس آگئے اور مُنھ ہاتھ دھو کر تھوڑا سا کھانا کھایا اور کچھ دیر بعد سب مل کر کھیلنے کو میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ اگر کھیل میں کسی لڑکے کے چوٹ لگ جاتی ہی تو ہر لڑکا مدد کو دوڑتا ہے کوئی پٹی لاتا ہے کوئی دوا کے

لئے بھاگا جاتا ہے۔ کوئی مریض کے پنکھا جھلتا ہے کوئی دوڑ کر سپرنٹنڈنٹ صاحب کو بلا لاتا ہے۔ یہ لڑکے باہم اس طرح امداد دیتے ہیں گویا کہ سب حقیقی بھائی ہیں۔ بیماری کے وقت بھی اسی طرح تمام بورڈنگ ہاؤس کے لڑکے تیمارداری کے واسطے تھوڑا تھوڑا وقت صرف کرتے ہیں۔ دیکھئے گھنٹی بجی اور سب لڑکے بورڈنگ کی طرف جانے لگے۔

کھانا۔ پڑھنا۔ سونا۔ اب چھ بج چکے۔ کھانے کا وقت آگیا۔ لڑکے صبح کی طرح باری باری سے کھانا کھانے لگے ہیں۔ شام کا کھانا اسی قسم کا ہے جس طرح صبح تھا۔ گو کبھی کبھی اُس وقت بھی کوئی نئی چیز تیار ہو جاتی ہے۔ گھنٹی دوبارہ بجی لڑکے کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اور اپنے اپنے کمروں میں آگئے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کمرہ میں جاکر پھر حاضری لی اور لڑکے اپنا سبق یاد کرنے لگے کوئی پچھلا سبق دُہرا رہا ہے۔ کوئی اگلے سبق کا مطالعہ کر رہا ہے کوئی سوالات حل کر رہا ہے۔ کوئی تاریخ دیکھ رہا ہے۔ کوئی جغرافیہ پڑھ رہا ہے لیکن یہ لڑکے رات کے وقت حتی المقدور اٹلس کا مطالعہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کے باریک حروف سے آنکھوں کو نقصان ہوتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہر طالب علم اپنے اپنے کام میں مشغول ہے چھوٹے لڑکے نو بجے تک پڑھتے ہیں اور بڑے ساڑھے دس بجے تک۔ اس کے بعد کسی کو پڑھنے کی اجازت نہیں سپرنٹنڈنٹ صاحب آخر میں دوبار گشت لگا کر دیکھتے ہیں کہ کوئی لڑکا مقررہ وقت سے زیادہ جاگ کر اپنے دماغ کو کمزور نہیں کرتا۔ کبھی رات کو دو یا تین بجے بھی سپرنٹنڈنٹ صاحب گشت

لگا کر دیکھتے ہیں کہ سب بورڈر آرام سو رہے ہیں اور چوکیدار پہرہ پر حاضر ہیں۔

بورڈنگ ہاؤس کی دلچسپ زندگی۔ بورڈنگ ہاؤس کی زندگی نہایت دلچسپ ہے اس میں لڑکے خود دل کی بہنسی خوشی سے زندگی کا طریقہ سیکھتے ہیں گو یہ اجنبی ہیں لیکن بھائیوں کی طرح رہتے ہیں ہر لڑکا اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے لیکن سب ملکر ساتھ کھاتے ہیں۔ ساتھ پڑھتے ہیں ساتھ رہتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کا کیا خرچ ہے۔ حساب کتاب کی لڑائی نہیں روپیہ پیسہ کا جھگڑا نہیں لین دین کا بکھیڑا نہیں۔ ہر لڑکا اپنے خرچ کا ایک حد تک مختار ہے۔ منتظم ماہ بماہ بدلتے رہتے ہیں اور ہر لڑکے کو حساب اور انتظام کے تجربہ کا موقع ملتا ہے جس سے وہ آئندہ کامیاب زندگی کے قابل بنجاتا ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کے لڑکے ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور نہایت بے فکری سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تعطیل ہونے پر ان کو گھر جانے کی اجازت ملجاتی ہے اور اس کے بعد پھر وہی خوش زندگی بسر ہوتی ہے۔

دماغی ورزش۔ بورڈنگ ہاؤس میں علمی مباحثے ہوتے رہتے ہیں پہلے ایک مضمون انتخاب کر لیا جاتا ہے اور ایک ہفتہ بعد اس پر بحث ہوتی ہے۔ اس کے واسطے ایک جلسہ منعقد ہوتا ہے جس کے صدر انجمن سپرنٹنڈنٹ صاحب ہوتے ہیں اور اگر وہ شریک نہ ہو سکے تو کوئی لائق اور منتظم لڑکا منتخب کر لیا جاتا ہے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ جلسہ میں انتظام قائم رکھے و بحث و مباحثہ میں تہذیب و متانت سے گفتگو کی جائے۔ کسی قسم کی بیہودہ گوئی نہ ہونے پائے نہ ہو۔ جلسہ میں ہر لڑکے کا فرض ہے کہ وہ صدر انجمن کے حکم کی تعمیل کرے

اور اگر وہ تقریر کے وقت کسی فقرے یا الفاظ کو بے قاعدہ یا نامناسب خیال کریں تو اُس کو تسلیم کرے۔ یا اگر کسی تقریر کے واسطے دس یا پانچ منٹ کا وقت دیں تو مقررہ وقت ختم ہوتے ہی خاموش ہو جاوے۔ اس کے بعد مقرّرہ مضمون پر مباحثہ شروع ہوتا ہے۔ پہلے ایک لڑکا تائید میں دلائل پیش کرتا ہے اس کے بعد دوسرا تردید کرتا ہے۔ پھر باقی لڑکے باری باری سے مخالف یا موافق رائے ظاہر کرتے ہیں اور آخر میں صدر انجمن فیصلہ کرتا ہے۔ غرضیکہ جس طرح میدان میں کرکٹ یا فٹ بال کھیلا جاتا ہے اسی طرح بورڈنگ ہاؤس کی انجمن میں دماغی کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ ہر لڑکا اپنے فریق کی کامیابی میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور ناکامیاب سے ہرگز دل برداشتہ نہیں ہوتا۔ غرضیکہ جو اخلاقی فائدے میدان میں بازی لگا کر کھیلنے سے ہوتے ہیں وہی ہوسٹل کی انجمن میں کسی مضمون پر بحث کرنے سے اس طرح لڑکوں کی طبیعت نہایت بشاش رہتی ہے اور زندگی کا اصلی لطف میسّر ہوتا ہے۔

سپرنٹنڈنٹ کی نگرانی۔ کسی غیر شخص کو بورڈنگ ہاؤس میں بلا منظوری شب باشی کی اجازت نہیں بلکہ سپرنٹنڈنٹ صاحب دن کے وقت بھی غیر آدمیوں کو بورڈنگ میں آنے کی اجازت بہت چھان بین کے بعد دیتے ہیں اور طلبا کے داخلہ میں احتیاط کرتے ہیں۔ لڑکوں کی تندرستی اور بورڈنگ ہاؤس کی نگرانی کے لئے ایک ڈاکٹر بھی مقرر ہے اور لڑکے یہاں ایسے خوش ہیں کہ ان کا بورڈنگ سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا

کیونکہ یہاں سے زیادہ آرام و تفریح کا موقع کہیں نہیں ہے۔ ہر دم ہیں یہیں ہر جا خوشی و خرمی۔ ہر وقت آرام و اطمینان نہایت بے فکری سے زندگی گذرتی ہے۔ اور اس آرام کی قدر اُس وقت معلوم ہوتی ہے جب لڑکے مدرسہ چھوڑ کر دنیا کی کشمکش میں پڑتے ہیں۔

بے لطف زندگی۔ تحصیلی مدارس کا بھی قریب قریب ایسا ہی طریقہ ہے۔ یہاں کھانا سادہ ہوتا ہے اور لڑکے آٹا دال وغیرہ اپنے گھر سے لے آتے ہیں۔ لیکن دیسی مدارس کے بورڈنگ ہاؤس میں لڑکوں کی زندگی لطف سے نہیں گزرتی ہے گو سونے جاگنے اور پڑھنے کے اوقات اور قواعد کاغذ پر تحریر ہیں لیکن ان کی پابندی کا ذکر نہیں۔ جب دیکھئے لڑکوں کے سامنے کتاب موجود ہے۔ رات کے گیارہ بارہ بجے تک کتاب کے کیڑے بنے ہوئے جاگتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات مدرس بھی اُن کو پڑھاتے رہتے ہیں۔ ڈپٹی صاحب سے کہتے ہیں کہ "حضور اگر اتنی محنت نہ کریں تو امتحان کا نتیجہ خراب ہو جائے گا۔ لڑکے فیل ہو گئے تو بستی والوں کو کیا منھ دکھائیں گے اور قصبہ میں ہماری کیا عزت رہے گی۔ اس کے علاوہ حضور بھی ناراض ہونگے۔" مگر ان کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ آرام و تفریح کے بعد جس قدر کام ایک گھنٹہ میں ہو جاتا ہے برابر پڑھتے رہنے سے چار گھنٹے میں بھی پورا نہیں ہو سکتا بلکہ تعلیم بدمزہ ہو جاتی ہے اور لڑکوں کی دلچسپی جاتی رہتی ہے۔ وہ تعلیم کا مقصد صرف امتحان پاس کر لینا سمجھتے ہیں اور پاس ہو کر ترقی علم کا نام نہیں لیتے اور کچھ عرصہ میں سب بھول جاتے ہیں۔ ان کا دماغ کمزور اور ذہانت کافور ہو جاتی ہے

بورڈنگ ہاؤس کی ایسی غمناک زندگی کے باعث لڑکے کامیابی کا اصلی طریقہ نہیں پہچان سکتے۔ بول چال کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ ضرورت کے وقت غیر کی مدد نہیں کر سکتے اور خود اپنی مدد کے قابل نہیں ہوتے۔ جب امتحان پاس کر کے کسی ہائی اسکول میں پہنچتے ہیں تو بھدّے اور بیوقوف سمجھے جاتے ہیں حالانکہ درجہ کا کوئی لڑکا محنت اور کبھی کبھی علمیت میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ کو چاہیئے کہ تعلیم کے ساتھ طلباء کو تفریح کا کافی موقع دیں اُن کو کتاب کا کیڑا ہرگز نہ بننے دیجئے تاکہ وہ آیندہ کامیاب زندگی بسر کر سکیں اور آپ کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

آئینہ کی چمک

(یعنی کتاب کا لُبِ لباب)

(۱) **نقص**۔ نئے طریقہ تعلیم سے طلباء کو کافی فائدہ نہیں ہوتا۔

وجہ۔ ٹرینڈ مدرس سبق پڑھاتے وقت (۱) تختہ سیاہ پر ضروری اور غیر ضروری باتیں سب لکھ دیتے ہیں (۲) صرف نارمل اسکول کے نوٹ اور انشائے کے ذریعہ سے کام کرنا چاہتے ہیں عقل سلیم کو دخل نہیں دیتے (۳) جو کام دس منٹ میں ختم ہو اُس میں آدھ گھنٹہ ضائع کر دیتے ہیں (۴) سبق کو بازیگر کی طرح پڑھاتے ہیں اور لڑکوں کو خود سمجھنے کا موقع نہیں دیتے (۵) پڑھاتے وقت انگریزی یا فارسی الفاظ بہت استعمال کرتے ہیں

اور سبق مشکل ہو جاتا ہے (۶) ذرا ذرا سی بات پر لڑکوں کو شاباشی دیتے ہیں جس سے اس کی قدر جاتی رہتی ہے (۷) لڑکوں کے بجائے خود ہی کام کرنے لگتے ہیں اور بچوں کو تماشہ دیکھنے کا کام رہ جاتا ہے۔

انتظام - ان امور کا لحاظ رکھنا چاہئے اور حتی المقدور لڑکوں ہی سے کام لینا اور خود نگرانی کرنا چاہئے۔

(۲) **نقص** - ٹرینڈ نائب مدرس کا پرانے ہیڈ مدرس سے میل نہیں ہوتا۔

وجہ - وہ پرانے مدرس کو دقیانوسی خیال کرکے بات بات پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں۔

انتظام - خیال رکھنا چاہئے کہ بہت سی باتیں جو نارمل اسکول میں نہیں بتائی جاتیں صرف تجربہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اس لئے پرانے تجربہ کار مدرس نکتہ چینی کے قابل نہیں بلکہ قدر و منزلت کے لائق ہیں۔

(۳) **نقص** - ٹرینڈ مدرسوں کا اپنے افسروں سے میل نہیں ہوتا۔

وجہ - وہ افسروں سے بات بات پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر حرف نہیں آ سکتا۔

انتظام - غور کرنا چاہئے کہ جو بات مدرس افسر سے کہہ رہا ہے اگر یہی بات اس کے شاگرد خود اس سے کہیں تو وہ خوش ہوگا یا ناخوش۔ اگر ناخوش ہوگا تو یہ ضرور بری بات ہے۔

(۴) **نقص** - مدرسہ میں فریق بندی پیدا ہو کر جھگڑا ہونے لگتا ہے۔

وجہ۔(۱) دو نائب مدرس کسی لڑکے کی شادی وغیرہ پر اپنی اپنی آمدنی کی کوشش کرتے ہیں اور ہیڈ مدرس انتظام نہیں کر سکتے ہیں۔

(۲) بعض نائب مدرس فریق بندی کو تفریح کا باعث سمجھتے ہیں۔(۳) بعض مدرس سمجھتے ہیں کہ سیدھی طرح تبادلہ نہیں ہوتا تو لڑ پڑنے سے ضرور ہو جائے گا۔

انتظام۔ ہیڈ مدرس کو (۱) جھگڑالو اور لالچی نائب مدرسوں کی خاص نگرانی کرنی چاہئے (۲) متانت اور محبت سے ثابت کر دینا چاہئے کہ وہ دونوں فریق کے خیر خواہ ہیں (۳) ایک نائب مدرس کی دوسرے سے غیبت نہ کرنی چاہئے

(۵) نقص۔ مدرسہ میں طلبا کی حاضری کم رہتی ہے۔

وجہ۔ ٹرینڈ مدرس سمجھتے ہیں کہ میلہ تماشہ یا والدین کی محبت وغیرہ کا بہانہ کر دینے پر ڈپٹی صاحب ہم کو بے قصور سمجھیں گے۔

انتظام۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کام دکھانے سے لیاقت ثابت ہوتی ہے باتیں بنانے سے نہیں۔

(۶) نقص۔ لڑکے اکثر میلے رہتے ہیں۔ بعض کی ناک بہتی ہے اور بعض کا گلا کھلا ہوتا ہے۔

وجہ۔ مدرس خیال کرتے ہیں کہ ابھی یہ بچے ہیں۔

انتظام۔ خیال رکھنا چاہئے کہ (۱) مدرسہ میں بچے ہی پڑھنے آتے ہیں بڈھے نہیں (۲) اگر لڑکوں کو بچپن میں صفائی کی عادت نہ ڈالی گئی تو وہ ہمیشہ گندے رہیں گے (۳) گندے رہنے سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۴) بدسلیقہ آدمی کی کوئی عزت نہیں کرتا۔

(۷) **نقص**۔ بعض لڑکے مدرسہ میں زیور پہن کر آتے ہیں۔

وجہ۔ پنڈت جی خیال کرتے ہیں کہ اس میں والدین اور مدرس کی نیک نامی اور مدرسہ کی عزت ہے۔

انتظام۔ اس خیال کو غلط سمجھنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ زیور کے باعث بچوں کی جان جاتی ہے۔

(۸) **نقص**۔ والدین کا فضول روپیہ خرچ ہوتا ہے لیکن تعلیمی ترقی نہیں ہوتی۔

وجہ۔ مدرس (۱) کمیشن کے لالچ سے لڑکوں کو کنجیاں اور غیر ضروری کتابیں خرید دیتے ہیں (۲) زیادہ فیس وصول کر لیتے ہیں (۳) حکام کی خاطر تواضع کے بہانے سے دام جمع کر لیتے ہیں۔

انتظام۔ خیال رکھنا چاہئے کہ (۱) لڑکوں سے برائے نام فیس لی جاتی ہے اس لئے تعلیم میں والدین کا زیادہ خرچ کرانا مناسب نہیں (۲) بچی مدرس کو کسی نہ کسی روز خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔

(۹) **نقص**۔ مدرسہ میں پوائنٹر اکثر ٹوٹا ہوا ملتا ہے۔

وجہ۔ اس کو لڑکے استعمال نہیں کرتے بلکہ پڑھاتے وقت پنڈت جی قینچی کا کام لیتے ہیں۔

انتظام۔ پوائنٹر سے قینچی کا کام ہرگز نہ لینا چاہئے بلکہ بوقت تعلیم طلبا کو اس کے استعمال کا موقع دینا چاہئے۔

(۱۰) **نقص** ۔ مدرسہ کے فرش ٹاٹ بہت جلد پھٹ جاتے ہیں۔

وجہ ۔ مدرس (۱) اُن پر میز اور کرسی بچھا کر جوتے پہنے ہوئے بیٹھتے ہیں (۲) ذرا اُدھڑ جانے پر مرمّت نہیں کراتے اور سررشتہ سے نیا ٹاٹ ملنے کا انتظار کرتے ہیں (۳) اگر ایک پٹی خراب ہو گئی تو تمام ٹاٹ کو ردی خیال کرتے ہیں۔

انتظام ۔ ٹاٹ پر میز اور کرسی لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر ایک یا دو پٹیاں خراب ہو جاویں تو سررشتہ کی منظوری لیکر باقی کا نیا چھوٹا ٹاٹ بنوا لینا چاہئے۔

(۱۱) **نقص** ۔ مدرسہ کی تصاویر اور نقشہ جات جلد خراب ہو جاتے ہیں اور لڑکوں کو ان میں دلچسپی نہیں رہتی۔

وجہ ۔ مدرس ان کو ہمیشہ کھلا رکھتے ہیں جس سے گرد جم جاتی ہے اور یہ میلے اور بدنما ہو جاتے ہیں۔

انتظام ۔ ان کو ضرورت کے وقت کھولنا چاہئے۔ اونچے درجات میں مشاہدے کی غرض سے یہ کھلے رکھے جا سکتے ہیں لیکن اُن کو روزانہ صاف کرنا چاہئے۔

(۱۲) **نقص** ۔ مدرسہ کی گھڑی بہت جلد خراب ہو جاتی ہے۔

وجہ ۔ پنڈت جی اسے زیادہ کوک دیتے ہیں اور خود ہی کھول کر مرمّت کرنے لگتے ہیں۔

انتظام ۔ گھڑی کو مقررہ وقت پر صرف اس قدر کوکنا چاہئے جس قدر

ضرورت ہی۔ اگر گھڑی خراب ہو جائے تو کسی ہوشیار گھڑی ساز کو دکھانا چاہیئے۔

(۱۳) **نقص**۔ مدرسہ کے اصلی لوٹے اور تالے غائب ہو جاتے ہیں اور اُن کے بجائے خراب تالے اور لوٹے ملتے ہیں۔

وجہ۔ بعض مدرس چارج دیتے وقت ان کو بدل دیتے ہیں۔ اور بعض پہلے مدرس کو بے وجہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے یہی چارج میں دئیے تھے۔

انتظام۔ خیال رکھنا چاہیئے کہ سرکاری مال بدل لینے پر چور ضرور پکڑا جاتا ہی اور سخت سزا پاتا ہی۔

(۱۴) **نقص**۔ مدرسہ کی پرانی سرکاری کتابیں بہت ردی حالت میں ملتی ہیں۔

وجہ۔ مدرس ان کو مطالعہ کے کام میں کبھی نہیں لاتے اور کہتے ہیں کہ "یہ بدل گئیں اب ان سے کیا کام رہا۔"

انتظام۔ ہر پرانی کتاب کی علحدہ جلد بندھوا کر اور باقاعدہ نمبر ڈال کر رکھنا اور بوقت فرصت مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے مدرس کی بہت سی دقتیں رفع ہو سکتی ہیں۔

(۱۵) **نقص**۔ مدرسہ میں باغیچہ نہیں ہوتا یا اگر ہوتا ہی تو خراب۔

وجہ۔ بعض مدرس (۱) خیال کرتے ہیں کہ سرکار کو باغیچہ کے واسطے علحدہ روپیہ دینا چاہیئے (۲) نفع کی غرض سے باغیچہ کی زمین کاشتکار کو اُٹھا دیتے ہیں۔

انتظام ۔ (۱) باغیچہ کی درستی کاشتکار لڑکوں سے کرانی چاہیئے اس سے اُن کے قوتِ مشاہدہ کو بہت ترقی ہوتی ہی (۲) ہر مدرس کو اپنے درجہ کی کیاریاں علٰحدہ رکھنی چاہئیں۔

(۱۶) **نقص** ۔ مدرس لڑکوں کو مہینے کے شروع میں داخل کرتے ہیں اس کے بعد نہیں۔

وجہ ۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ (۱) اوسط نکالنے میں دقت ہوگی (۲) رجسٹر کے صفحہ میں جگہ نہیں رہی ہی اس لئے لڑکے کا نام کہاں لکھا جاوے۔

انتظام ۔ ان وجوہ کو فضول سمجھنا چاہیئے اور تعلیمی آئینہ کی ہدایات کے بموجب کام کرنا چاہیئے۔

(۱۷) **نقص** ۔ تعداد طلبا بڑھ جاتی ہی لیکن مدرسہ کی ترقی نہیں ہوتی۔

وجہ ۔ بعض مدرس (۱) خاص زمانے میں مثلاً ڈنڈا چوتھ کے تیوہار پر یا اکتیس[۳۱] مارچ کے قریب تعداد طلبا بڑھا دیتے ہیں اور وقت گذر جانے پر پھر خارج کرنا شروع کر دیتے ہیں (۲) لڑکوں کے فرضی نام لکھ لیتے ہیں۔

انتظام ۔ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ کارروائی ایمانداری کے خلاف ہی اور پتہ لگ جانے پر مدرس کو بہت نقصان اُٹھانا پڑتا ہی۔

(۱۸) **نقص** ۔ لڑکوں کی تاریخ پیدائش اکثر غلط تحریر ہوتی ہی۔

وجہ ۔ مدرس ہندی تاریخوں سے انگریزی تاریخ مطابق کرنے کا طریقہ نہیں جانتے۔

انتظام ۔ تعلیمی آئینہ کی ہدایات سمجھ کر تاریخ نکالنا چاہیئے۔ اور سارا ایسے

(یا پندرہ نوچھین'' وغیرہ کے گربا درکھنے چاہئیں۔

(۱۹) **نقص** ۔ درجہ الف میں لڑکے بہت عرصہ تک رُکے رہتے ہیں اور اس کا پتہ نہیں لگتا۔

وجہ ۔ مدرس لڑکوں کا نام کاٹ کر دوبارہ داخل کرلیتے ہیں اور اس طرح نمبر داخلہ بدل جاتا ہی۔

انتظام ۔ بٹے کا نشان بنا کر نئے نمبر کے ساتھ پرانا نمبر داخلہ بھی مع تاریخ لکھنا چاہیے۔

(۲۰) **نقص** ۔ طلباء کے سارٹیفکٹ اکثر غیر مکمل ہوتے ہیں۔

وجہ ۔ مدرس سارٹیفکٹ کا خانہ ''دیگر کیفیت'' خالی چھوڑ دیتے ہیں۔

انتظام ۔ اس خانہ میں لڑکے کی زبان اور معافی فیس وغیرہ کا حال لکھ دینا چاہیے اور اگر کوئی اور امر ضروری ہو تو اُس کو بھی درج کر دینا چاہیے۔

(۲۱) **نقص** ۔ مدرسہ کا اسباب بعض اوقات کھو جاتا ہی اور پتہ نہیں لگتا۔

وجہ ۔ مدرس فہرست اسباب کو ٹھیک لکھنا نہیں جانتے۔

انتظام ۔ ایک نمبر پر صرف ایک ہی چیز لکھنی چاہیے اور وہی نمبر اُس چیز پر بھی ڈالنا چاہیے اُس کی علیحدگی یا نیلام کے وقت رجسٹر میں فوراً اندراج کرنا چاہیے۔

(۲۲) **نقص** ۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب کو پہلے معائنہ پر جو نقص نظر آتے ہیں وہی دوسرے معائنہ پر بھی ملتے ہیں۔

وجہ ۔ مدرس پرچہ معائنہ کو اس طرح موڑ کر چپکا دیتے ہیں کہ اُس کے

کھولنے پر پھٹ جانے کا ڈر رہتا ہے اس لئے وہ حتی المقدور اس کو کھولنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

انتظام۔ پرچہ معائنہ کو اس طرح چپکانا چاہئے کہ اُس کی کتابی صورت قائم رہے اور پھر اُسے ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۲۳) نقص۔ نئے ٹرینڈ مدرس سررشتہ کو لمبی چوڑی عرضیاں بھیجتے رہتے ہیں۔

وجہ۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہر عرضی پر پورا لحاظ کرنا اور مدرس کو بات بات پر مدد دینا ڈپٹی صاحب کا فرض ہے۔

انتظام۔ خیال رکھنا چاہئے کہ ڈپٹی انسپکٹر صاحب نہایت عدیم الفرصت افسر ہیں اس لئے اُن کے بھروسہ پر بیٹھا رہنا اور ہر بات پر اُن سے مدد مانگنا مدرس کی ناقابلیت کا ثبوت ہے۔ صرف سخت ضرورت کے وقت عرضی بھیجنی چاہئے اور وہ بھی نہایت مختصر الفاظ میں۔

(۲۴) نقص۔ امدادی مدرسوں کو شکایت رہتی ہے کہ منیجر تنخواہ نہیں دیتا۔

وجہ۔ مدرس صرف نقد دام کی قیمت لگاتے ہیں سیدھے یا دکشنا کی نہیں۔

انتظام۔ خیال رکھنا چاہئے کہ آٹا دال۔ کپڑا۔ دکشنا وغیرہ پنڈت جی کو اسی باعث ملتا ہے کہ وہ لڑکوں کو پڑھاتے ہیں اس لئے اُس کو تنخواہ میں شامل کرنا چاہئے۔

(۲۵) نقص۔ والدین اور مدرس میں بعض اوقات شکر رنجی پیدا

ہو جاتی ہے۔

وجہ۔ مدرس (۱) قانون کا سخت برتاؤ کرتے ہیں (۲) مدرسہ کے وقت اگر کوئی ملنے آتا ہی تو اُس کو جھڑک دیتے ہیں (۳) لڑکے کو مدرسہ کے وقت والدین کے بلانے پر بھی نہیں جانے دیتے (۴) بچوں کو بات بات پر مارتے ہیں (۵) بچوں سے کہتے ہیں کہ "ہم کو پرواہ نہیں کہ تم فلاں زمیندار کے لڑکے ہو" (۶) بچوں سے پیسے یا سیدھے منگواتے ہیں (۷) دیہاتی لوگوں کے تمسک لکھ کر عدالت میں گواہی دیتے ہیں اور فریق ثانی سے دشمنی پیدا کر لیتے ہیں۔

انتظام۔ ان امور سے حتی المقدور پرہیز کرنا چاہئے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

(۲۶) **نقص**۔ مدرس اور لڑکوں میں محبت نہیں ہوتی۔

وجہ۔ وہ (۱) لڑکوں کو لیاقت کے خلاف اونچے یا نیچے درجہ میں داخل کر لیتے ہیں (۲) کبھی امتحان میں بہت سختی کرتے ہیں اور لڑکے فیل ہو جاتے ہیں (۳) کاہل اور کمزور لڑکوں میں فرق نہیں کرتے (۴) لڑکوں کی دلچسپی قائم رکھنے کی کوشش نہیں کرتے (۵) کمزور لڑکوں پر کم توجہ کرتے ہیں (۶) بوقت تعلیم طلباء کو مارتے ہیں (۷) بعض مدرس ذہین لڑکوں کے وظیفہ کا روپیہ خود ہضم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انتظام۔ ہر درجہ میں (۱) کسی ذہین لڑکے کو مانیٹر مقرر کر کے کاپیوں کی تقسیم وغیرہ کا کام لینا چاہئے (۲) ہر لڑکے پر ہمیشہ نگاہ رکھنی چاہئے (۳)

کمزور لڑکوں کو اپنے قریب بلکہ سامنے بٹھانا چاہیئے۔(۴) ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لالچ کا انجام بہت خراب ہوتا ہے۔

(۲۷) **نقص**۔ مدرسہ کا انتظام بہت گڑبڑ رہتا ہے۔

وجہ۔ مدرس کو انتظام کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا۔

انتظام۔ ہیڈ مدرس کو (۱) غصہ پر قابو رکھنا چاہیئے (۲) ہمیشہ انصاف سے کام لینا چاہیئے (۳) بچوں اور ماتحتوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہیئے (۴) حکم کم دینا چاہیئے لیکن تعمیل ہر حکم کی کرانی چاہیئے (۵) ہمیشہ خوش کلامی سے پیش آنا چاہیئے۔

(۲۸) **نقص**۔ درمیان سال تبادلہ ہونے پر ٹرینڈ مدرسوں سے تعلیمی کورس ختم نہیں ہوتا۔

وجہ۔ وہ پچھلے مدرس کی تعلیم کی خرابیاں نکالتے ہیں اور کورس شروع سے پڑھانے لگتے ہیں۔

انتظام۔ پچھلے مدرس کی نکتہ چینی نامناسب ہے اس سے دونوں کو نقصان کا اندیشہ ہے۔

(۲۹) **نقص**۔ ٹرینڈ مدرس بددلی سے سبق کا چند روز مطالعہ کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔

وجہ۔ وہ بوقت مطالعہ لمبے چوڑے نوٹ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور چند روز میں گھبرا جاتے ہیں۔

انتظام۔ صرف نہایت مختصر نوٹ لکھنے چاہئیں لمبے چوڑے نہیں۔

(۳۰) نقص۔ لڑکوں کے معنی پوچھنے پر پرانے مدرس ناراض ہو جاتے ہیں اور نئے مدرس غلط معنی بتا کر خاموش کر دیتے ہیں۔

وجہ۔ وہ سبق کا مطالعہ کرنا بے عزتی کا باعث سمجھتے ہیں۔

انتظام۔ تعلیمی آئینہ میں ہر مضمون کے مطالعہ کا مفصل طریقہ تحریر ہے۔ اس کو سمجھ کر کام کرنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہئے کہ جو شخص زیادہ مطالعہ کرتا ہے وہی زیادہ لائق ہے۔

(۳۱) نقص۔ دیہاتی لڑکے ز۔ ف۔ ق وغیرہ کا تلفظ ٹھیک نہیں کر سکتے۔

وجہ۔ مدرس سمجھتے ہیں کہ دیہاتی لڑکے تو اسی طرح بولیں گے۔

انتظام۔ دیہاتی لڑکوں کی زبان درست کرنا مدرس کا خاص فرض ہے اس لئے ایسے الفاظ کی کافی مشق کرانی چاہئے۔

(۳۲) نقص۔ مدرس لڑکوں کو آسان الفاظ کے مشکل معنی خواہ وہ دوسری زبان کے ہوں یاد کرا دیتے ہیں۔

وجہ۔ وہ (۱) ہر لفظ کے معنی بتانا ضروری سمجھتے ہیں (۲) اختصار کے لحاظ سے لفظ کے بجائے لفظ بتانا پسند کرتے ہیں۔ اور معنی کے واسطے جملہ کا استعمال طول عمل سمجھتے ہیں۔

انتظام۔ صرف اُن ہی الفاظ کے آسان معنی بتانے چاہئیں جن کو لڑکا نہیں سمجھتا ہو ہر لفظ کے نہیں۔

(۳۳) نقص۔ ٹرینڈ مدرس سبق شروع کرتے ہی لڑکوں کو پھٹکارتے ہیں کہ "تم کو ذرتہ نہ پڑھانا چاہئے تھا"

وجہ ۔ (۱) ان کے تمہیدی سوالات کے ایک سے زیادہ جواب ہوتے ہیں اور لڑکے مدرس کی طبیعت کے مطابق جواب نہیں دے سکتے (۲) مدرس درجہ الف کے لڑکوں سے نمبر کہلاتے ہیں جن کو بعض اوقات گنتی بھی پوری یاد نہیں ہوتی۔

انتظام ۔ (۱) جب لڑکوں کے نام معلوم ہوں تو نمبر کہلانے کی ضرورت نہیں (۲) تمہید مختصر۔ موزوں۔ دلچسپ اور مفید ہونی چاہئے ۔ (۳) سوالات بہت سوچ سمجھ کر کرنے چاہئیں۔

(۳۴) نقص ۔ بعض اوقات لڑکے سبق نہیں سمجھتے اس پر ٹرینڈ مدرس طریقہ تعلیم کو بُرا بتانے لگتے ہیں۔

وجہ ۔ مدرس سبق کو خاتمہ پر ٹھیک نہیں دُہراتے ۔

انتظام ۔ خیال رکھنا چاہئے کہ سبق کو دہرانا اسی قدر ضروری ہے جس قدر پڑھانا۔

(۳۵) نقص ۔ زبان دیگر میں لڑکے اکثر کمزور ہوتے ہیں۔

وجہ ۔ (۱) ٹرینڈ مدرسوں کو زبان اوّل پر زیادہ توجہ ہوتی ہے ۔

(۲) وہ خود بھی زبان دیگر سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے ۔

انتظام ۔ زبان دیگر پر خاص توجہ رکھنی چاہئے اور کتب اور اخبارات کا خود مطالعہ کرکے لیاقت بڑھانی چاہئے۔

(۳۶) نقص ۔ املا میں باقاعدہ کام کرنے پر بھی لڑکوں کی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔

وجہ - کوئی لڑکا ایک غلطی کرتا ہے کوئی دوسری (۲) لڑکے دائیں بائیں تختی دیکھ کر غلط ہجے لکھ لیتے ہیں (۳) تختیاں بدلوانے پر لڑکے غلطیوں پر نشان لگانے کی کم فکر کرتے ہیں اور اس امر کی زیادہ کہ دوسرے لڑکوں نے اُن کی غلطیاں کس قدر نکالی ہیں۔

انتظام - تعلیمی آئینہ کی ہدایات کے بموجب تختیاں اس طرح بدلوانی چاہئیں کہ وہ طلباء کی پشت کی جانب پہنچیں۔

(۳۷) **نقص** - خوشخطی میں طلباء حروف کی نوک پلک درست نہیں کر سکتے۔

وجہ - لڑکے (۱) خوشخطی کے واسطے ایک سطر سیدھی اور دوسری ٹیڑھی کھینچتے ہیں اس سے ایک جانب کے حروف بڑے ہو جاتے ہیں اور دوسری جانب چھوٹے (۲) کاپی خوشخطی کی باریک نقطوں کی سطروں کا مطلب نہیں سمجھتے (۳) باریک قلم سے چھوٹے حروف لکھنے کے بہت شوقین ہوتے ہیں اور ان کو بہت خوبصورت سمجھتے ہیں (۴) مدرس ج اور ص یا ب اور ہ وغیرہ کے استعمال کا فرق ٹھیک نہیں جانتے۔

انتظام - تعلیمی آئینہ کی ہدایات کے بموجب قلم کے قط کی چوڑائی اور حروف کا استعمال ٹھیک بتانا چاہئے۔

(۳۸) **نقص** - بوقت تعلیم لڑکوں کو بار بار تختی گھوٹنی پڑتی ہے۔

وجہ - (۱) مدرس اس خوف سے کہ کہیں دوسری جانب لکھنے سے حروف نہ بگڑ جاویں تختی پر ایک ہی طرف لکھواتے ہیں - (۲) لڑکوں کے قلم کا قط یکساں نہیں ہوتا (۳) تختیاں یکساں برابر نہیں ہوتیں (۴) ابتدائی درجات

میں لڑکے بہت بڑے حروف لکھ کر تختی دھو ڈالتے ہیں۔

انتظام۔ ان امور کی نگرانی کرنی چاہیے اور تختی ٹھیک پکڑنا بتانا چاہیے۔

(۳۹) **نقص**۔ خط نویسی میں طلباء کو القاب و آداب اور تحریر کا طریقہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔

وجہ۔ مدرس ہر قسم کا خط لکھنے کی صبر سے کافی مشق نہیں کراتے اور لڑکوں کو بھگا دیتے ہیں۔

انتظام۔ خط نویسی کی کافی مشق کرانی چاہیے اور مختصر خط نویسی سکھانی چاہیے تاکہ لڑکے پوسٹ کارڈ پر اپنا مطلب بہ آسانی لکھ سکیں۔

(۴۰) **نقص**۔ امتحان میں بعض ہوشیار لڑکے فیل ہو جاتے ہیں۔

وجہ۔ (۱) اُن کو امتحان کے طریقہ کی کافی مشق نہیں ہوتی وہ (۲) بعض سوالات و ہدایات کو بغور نہیں پڑھتے (۳) جواب لکھ کر نہیں دہراتے (۴) پہلے علیحدہ کاغذ پر جواب حل کرکے کاپی پر نقل کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور امتحان میں اس کا موقع نہیں ملتا (۵) ایک جواب ختم ہونے پر غلطی سے اگلا ورق کورا چھوڑ دیتے ہیں (۶) جوابات بدخط اور گھیچ پیچ لکھتے ہیں جن کو ممتحن نہیں پڑھ سکتا (۷) ایک ہی سوال کا جواب دو دفعہ لکھ دیتے ہیں۔

انتظام۔ اس کے متعلق خاص تعلیم دینی چاہیے اور ہوشیاری سے جواب لکھنے کی عادت پیدا کرنے کے واسطے ہر دوسرے یا تیسرے ہفتہ ایک بار سوال دے کر جواب کا طریقہ بتانا چاہیے اور لڑکوں کے جواب کے نقص سمجھانے چاہئیں۔

(۴۱) نقص۔ ممتحن بعض اوقات جواب صحیح ہونے پر بھی نمبر نہیں دیتے۔

وجہ۔ سوال کا حل غلط ہوتا ہے یا اس قدر کٹا ہوا کہ اس کو جواب کی صحت کا اطمینان نہیں ہوتا۔

انتظام۔ چونکہ علیحدہ حل کرکے نقل کرنے میں غلطی ممکن ہے اور نہ کرنے میں صفائی نہیں رہتی اس لئے روزانہ مشق میں صفائی کی عادت ڈالنی چاہئے۔

(۴۲) نقص۔ امتحان میں اس قدر وقت نہیں ملتا کہ تمام سوالات حل کئے جاسکیں۔ کام کم ہوتا ہے لیکن محنت زیادہ۔

وجہ۔ بعض لڑکے اول جواب کا مسودہ تیار کرتے ہیں پھر اس کو صاف کرکے لکھتے ہیں۔

انتظام۔ جواب دوبار لکھنے اور صاف کرنے کی عادت نہ ڈالنی چاہئے۔

(۴۳) نقص۔ بعض لڑکے بلا مسودہ تیار کئے جواب نہیں لکھ سکتے۔

وجہ۔ وہ روزانہ مشق میں تختی یا سلیٹ پر جواب لکھ کر کاپی پر نقل کیا کرتے ہیں۔

انتظام۔ تختی یا سلیٹ پر لکھ کر نقل کرنے کی عادت نہ ڈالنی چاہئے۔

(۴۴) نقص۔ لڑکوں کو حساب اور جیومیٹری کے سمجھنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔

وجہ۔ بعض مدرس (۱) تختہ سیاہ پر سوال حل کرتے وقت خاموش رہتے ہیں (۲) جیومیٹری کی شکلوں اور شقوں کی تعلیم لفظ بات ساتھ ساتھ نہیں

ہیں (۳) مشکل سوال کو دو تین بار حل کرا کے ذہن نشین نہیں کرتے (۴) چھوٹے درجوں میں بال فریم وغیرہ کے ذریعہ سے سبق کی طرح بتاتے ہیں اور چھوٹے بچے بیوقوفوں کی طرح تماشہ دیکھتے ہیں۔

انتظام۔ ان سب امور کا خیال رکھنا چاہیے اور تعلیمی آئینہ کی ہدایات کو بغور سمجھ لینا چاہیے۔

(۴۵) **نقص**۔ بعض اوقات تختہ سیاہ کے ذریعہ سے عمدہ تعلیم نہیں ہوتی۔

وجہ۔ ٹرینڈ مدرس تختہ سیاہ سے اس قدر کام لیتے ہیں کہ لڑکے کچھ نہیں سمجھتے۔

انتظام۔ تختہ سیاہ سے صرف اُس وقت کام لینا چاہیے جب اس کے بغیر کام نہ چلے۔

(۴۶) **نقص**۔ اونچے درجہ کے لڑکے کاپی پر سوال حل کرتے وقت عمل گڑبڑ کر دیتے ہیں۔

وجہ۔ اُن کو سلیٹ پر سوالات حل کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر سلیٹ کی غلطی مٹا دی جاتی ہے اور کاپی کی نہیں۔

انتظام۔ اونچے درجات میں سلیٹ سے کم کام لینا چاہیے۔

(۴۷) **نقص**۔ لڑکے نقشہ غلط کھینچتے ہیں۔

وجہ۔ مدرس طول البلد اور عرض البلد کا استعمال نہیں بتاتے۔

انتظام۔ (۱) طول البلد اور عرض البلد کا استعمال بتانا چاہیے اور مقامی

وقت اور دن کی لمبائی چوڑائی اور موسم وغیرہ کی پہچان کا طریقہ بھی سمجھانا چاہیے
(۲) نقشہ کی صورت اوّل خود مشاہدہ کرکے لڑکوں کو سمجھانی چاہیے۔

(۴۸) نقص۔ موضع کے نقشہ سے لڑکوں کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

وجہ۔ مدرس (۱) تختہ سیاہ پر خراب نقشہ کھینچ کر تعلیم دیتے ہیں پہلے سے تیار نہیں رکھتے (۲) پٹواری کے نقشہ کی نقل کر دیتے ہیں اور کھیتوں کے نمبر لکھ دیتے ہیں جن کو وہ خود نہیں سمجھتے۔

انتظام۔ بستی کے مکانات۔ اسکول۔ چوپال۔ پوکھر۔ راستہ وغیرہ کا نقشہ بناکر دکھانا اور شکل سمجھانا چاہیے۔ اگر کھیتوں کو ظاہر کیا جائے تو ہر کھیت کا حال پیشتر خود معلوم کر لینا چاہیے۔

(۴۹) نقص۔ تاریخ کی تعلیم میں طلبار کو دلچسپی نہیں ہوتی۔

وجہ۔ بہت سے سنہ اور نئے نئے ناموں کے باعث لڑکوں کا خیال نہیں جمتا اور وہ سلسلہ نہیں سمجھ سکتے۔

انتظام۔ (۱) ہندوستان کی تاریخ ڈراما کے طور پر سمجھانی چاہیے۔ (۲) اخبارات کو موجودہ زمانہ کی تاریخ سمجھ کر دیکھنا چاہیے اور ایڈیٹر کی رائے پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنی رائے آزادانہ قائم کرنی چاہیے۔ (۳) ہر واقعہ کو علیحدہ علیحدہ اس طرح سمجھانا چاہیے کہ مختلف حکومت میں اس کے مختلف مدارج سلسلہ وار معلوم ہو سکیں (۴) مختلف ضرب المثلوں کو تاریخی واقعات سے ثابت کرنا چاہیے (۵) تاریخی نقشہ بنانے کا شوق دلانا چاہیے (۶) اگر نظم میں ڈراما اور سنہ یاد کرائے جائیں تو بہت دلچسپی اور آسانی ہوتی ہے

(۷) ابتدا میں نامی شخصوں کی سوانح عمری بتانی چاہیے اور ریڈر کی نظم اُس کے متعلق سنانی چاہیے (۸) شروع میں نامی لوگوں کی صرف خوبیاں بتانی چاہئیں۔

(۵۰) **نقص**۔ لڑکوں کے تاریخی نقشے نہ صاف ہوتے ہیں نہ صحیح۔

وجہ۔ وہ (۱) بڑی کاپی پر چھوٹے نقشے بناتے ہیں اور ایک ہی پیمانہ کے غلام بن جاتے ہیں (۲) نقشہ کا پیمانہ اور سُرخی وغیرہ نہیں لکھتے۔

انتظام۔ مدرس (۱) کورے نقشے دکھا کر طلباء سے دریافت کریں کہ یہ کس زمانہ سلطنت کے ہیں (۲) سیّاح اور حملہ آوروں کے نقشے بنا کر دکھاویں (۳) چھوٹے نقشہ کو بڑے پیمانہ پر بنانے کا طریقہ سمجھاویں۔

(۵۱) **نقص**۔ لڑکے خوبصورت اور بدصورت ڈرائنگ میں تمیز نہیں کر سکتے۔

وجہ۔ مدرس ڈرائنگ کی تعلیم میں چھپی ہوئی کاپیوں کے خطوط اور شکلوں کی نقل کھنچواتے ہیں سمجھاتے کچھ نہیں۔

انتظام۔ اوّل خطوط کا باہمی فاصلہ اور لمبائی چوڑائی وغیرہ ذہن نشین کرانا چاہیے پھر طلباء کی غلطیوں پر نشان کرنا اور اُن کو درست کرانا چاہیے آخر میں یادداشت سے ڈرائنگ کھنچوانا چاہیے۔

(۵۲) **نقص**۔ لڑکوں سے ڈرائنگ ٹھیک نہیں کھنچ سکتا۔

وجہ۔ (۱) وہ عکس کرنے کے عادی ہوتے ہیں (۲) کاغذ کے چھوٹے مربع خانوں کے غلام بن جاتے ہیں (۳) شکل کو پہلے ایک جانب بنا لیتے

ہیں اس کے بعد دوسری جانب کھینچتے ہیں جس سے تناسب قائم نہیں رہتا (۴) ربڑ بہت استعمال کرتے ہیں اور بار بار شکل بناتے اور بگاڑتے ہیں۔

انتظام۔ (۱) طلباء کو ان امور سے روکنا چاہئے (۲) اُن کو ہدایت کرنی چاہئے کہ مدرس کی بلا اجازت ربڑ کا استعمال نہ کریں (۳) درجہ میں صرف دو یا تین ربڑ کے ٹکڑے رکھنے چاہئیں۔

(۵۳) نقص۔ ٹرینڈ مدرس ڈرائنگ کی کاپیوں پر کبھی یہ لکھ دیتے ہیں کہ "بہت خراب ہی" لیکن اصلاح نہیں دیتے۔

وجہ۔ وہ ڈرائنگ کا مطالعہ خود نہیں کرتے۔

انتظام۔ بلا مطالعہ کئے تعلیم نہ دینی چاہئے۔

(۵۴) نقص۔ سبق اشیاء کی تعلیم سے لڑکوں کو مشاہدہ کی قابلیت نہیں ہوتی۔

وجہ۔ مدرس (۱) اس میں خود دلچسپی نہیں رکھتے (۲) اصل کے بجائے تصویر اور نمونہ سے کام لیتے ہیں (۳) بذریعہ سوال وجواب لڑکوں کے مشاہدہ کا اندازہ نہیں کرتے (۴) خود لکچر کے طور پر پڑھاتے ہیں اور لڑکے یہ خیال کرکے پرواہ نہیں کرتے کہ پنڈت جی جو باتیں بتاتے ہیں وہ ہم کو پہلے ہی معلوم ہیں۔

انتظام۔ (۱) مطالعہ کے وقت خود بغور مشاہدہ کرنا چاہئے (۲) بوقت تعلیم حتی المقدور اصل شے دکھانی چاہئے (۳) لڑکوں سے سوالات کرکے ان کے مشاہدہ اور واقفیت کا اندازہ کرلینا چاہئے۔

(۵۵) نقص۔ ٹمپرینس کی تعلیم مدارس میں نہیں ہوتی۔

وجہ۔(۱) مدرس کو خود معلوم نہیں کہ ٹمپرینس کے متعلق کیا گفتگو کیجائے اور کس طرح (۲) وہ خیال کرتے ہیں کہ سب ڈپٹی صاحب اس کے متعلق پرچہ معائنہ میں کچھ نہیں لکھتے پھر ہم کیوں سر کھپائیں۔

انتظام۔(۱) لڑکوں سے بوقت فرصت بات چیت میں بے اعتدالی کے نقصانات بتاکر ان کی عادات کی نگرانی کرنی چاہیئے یہ تعلیم چلتے پھرتے بھی ہو سکتی ہی (۲) سب ڈپٹی صاحب کی خاموشی کا خیال نہ کرنا چاہیئے اُن کے افسر اس کی خود نگرانی کریں گے۔

(۵۶) نقص۔ ورزش کی تعلیم سے طلبار کو فائدہ نہیں ہوتا۔

وجہ۔(۱) تمام درجوں کی تعلیم صرف ایک مدرس کے سپرد کردی جاتی ہی (۲) روزانہ ورزش نہیں سکھائی جاتی (۳) مدرس ورزش کے انگریزی الفاظ نہیں سمجھتے اور غلط کام سکھا دیتے ہیں۔

انتظام۔(۱) ہر درجہ کی ڈرل کلاس ٹیچر کو روزانہ خود سکھانی چاہیئے۔ (۲) انگریزی الفاظ کا صحیح تلفظ اور مطلب بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہیئے ورنہ ہندوستانی زبان میں ڈرل کے حکم دینے چاہئیں۔

(۵۷) نقص۔ لڑکوں کو ورزش میں دلچسپی نہیں ہوتی۔

وجہ۔ مدرس (۱) ورزش روزانہ نہیں سکھاتے (۲) ایک ہی کام بار بار کراتے رہتے ہیں (۳) لڑکوں کو غلطی پر بیٹ ڈالتے ہیں (۴) ایک ہی دن میں اس قدر ورزش کراتے ہیں کہ لڑکے تھک جاتے ہیں۔

انتظام۔ ان امور سے پرہیز کرنا چاہئے اور ورزش روزانہ سکھانی چاہئے۔

(۵۸) **نقص**۔ کھیل میں زیادہ دلچسپی لینے والے لڑکے تعلیم میں قابل
کج خلق۔ بے ادب۔ جھوٹے اور جھگڑالو بن جاتے ہیں۔

وجہ۔ پنڈت جی اُن کے ساتھ کھیل میں شریک نہیں ہوتے! اور مدرسہ
کے صرف چند لڑکے کھیل میں مشغول رہتے ہیں باقی طلبار کتاب کے کیڑے
بن جاتے ہیں۔

انتظام۔ مدرس کو (۱) ہمیشہ کھیل میں شریک ہونا چاہئے اور نگرانی
کرنی چاہئے کہ لڑکے فریق مقابل سے نہایت محبت اور ایمانداری سے برتاؤ
کریں (۲) مدرسہ کے تمام لڑکوں کو کھیل میں شریک کرنا چاہیئے۔

(۵۹) **نقص**۔ لڑکیوں کو مدرسہ کی تعلیم سے کافی فائدہ نہیں ہوتا۔

وجہ۔ (۱) مدرس لڑکیوں کی تعلیم پر خاص توجہ نہیں کرتے اور والدین
کو تعلیم کا شوق نہیں دلاتے (۲) معلّمہ کو تعلیم دینے کی لیاقت نہیں ہوتی۔

انتظام۔ تعلیمی آئینہ کی ہدایات کی تعمیل کرنا چاہئے۔

(۶۰) **نقص**۔ لڑکیوں کو اُن کے والدین مدرسہ سے جلد اُٹھا لیتے ہیں۔

وجہ۔ (۱) مدرس لڑکیوں کو آہستہ آہستہ اسی قدر مدت میں تعلیم
دینا چاہتے ہیں جس قدر لڑکوں کو۔ لیکن لڑکیوں کو گرہستی کا کام سیکھنا
ضروری ہے اس لئے والدین اُن کو زیادہ عرصہ تک مدرسہ نہیں بھیجتے (۲)
پردہ کے باعث لڑکیاں مدرسہ نہیں آسکتیں۔

انتظام۔ (۱) لڑکیوں کی تعلیم خاص توجہ کے ساتھ جلد ختم کرنی چاہئے

(۲) ان سے سیدھا وغیرہ نہ طلب کرنا چاہئے (۳) ان پر نہ سختی کرنی چاہئے نہ ان کے سامنے گالی بکنا چاہئے (۴) ان کی موجودگی میں غیر لوگوں کو حتی المقدور مدرسہ میں نہ آنے دینا چاہئے۔

(۶۱) **نقص**۔ مدرس ملک کی خدمت کا شوق رکھتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے۔

وجہ۔ وہ (۱) اخبارات میں گورنمنٹ کی لمبی چوڑی شکایتوں کو پڑھ لینا ہی خدمت سمجھتے ہیں (۲) شہرت کے خیال کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں (۳) خاموشی سے خدمت کرنا نہیں جانتے۔

انتظام۔ (۱) خیال رکھنا چاہئے کہ اسکول میں تعلیم دینا ملک کی اصلی خدمت ہے اور عمدہ کام کرنے والے کی شہرت خود بخود ہو جاتی ہے (۲) اسکاوٹنگ کی تعلیم دینی چاہئے اس سے خدمت کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔

(۶۲) **نقص**۔ دیسی مدارس کے لڑکے زندگی کی کشمکش سے بخوبی واقف نہیں ہوتے اور شہر کی زندگی میں دقت محسوس کرتے ہیں۔

وجہ۔ ان کو بورڈنگ ہاؤس میں تفریح کا موقع نہیں ملتا اور دن رات پڑھنے کے سوا کوئی کام نہیں رہتا۔

انتظام۔ بورڈنگ ہاؤس میں کھیل اور تفریح کا کافی انتظام کرنا چاہئے

نوٹ۔ نقائص نمبر ۲-۳-۴-۲۵-۲۶-۲۷-۳۵-۴۰-۴۱-۴۲-۴۷-۴۹-۵۰-۵۲-۵۳-۵۶-۵۷-۵۸-۶۱- کل ۱۹ نقائص انگریزی مدرسوں میں بھی ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ سولہ نقائص یعنی نمبر ۱-۵-۶-۸-۱۱-۱۷-۱۸-۲۲-۲۹-۳۳-۳۷-۴۴-۴۵-۵۱-۵۴-۵۵- بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کی وجوہ دوسری ہیں۔

اور ہر کام مقررہ وقت پر کرنے کی تاکید اور نگرانی کرنی چاہئے۔

ضمیمہ

(۱)

انگریزی مدرسوں کے چند نقائص

میں نے اس کتاب میں جو تعلیمی و انتظامی نقائص تحریر کئے ہیں اُن سے انگریزی مدارس کے اساتذہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ مگر چند نقائص مجھکو خاص طور پر انگریزی مدرسوں میں ملے ہیں اور اب چونکہ بعض تحصیلی مدارس میں بھی انگریزی تعلیم کے واسطے ٹیچر مقرر ہو گئے ہیں اور انگریزی اختیاری مضمون ہے اس لئے اُن کا مختصر ذکر نہایت ضروری ہے۔ اکثر ٹیچر

(۱) کھیل اور ڈرل پر کافی توجہ نہیں کرتے انگریزی مدرسوں میں اس کی جوابدہی صرف ڈرل ماسٹر پر سمجھتے ہیں حالانکہ ڈرل ماسٹر صرف اُن کو مدد دینے کے واسطے مقرر ہے۔

(۲) طلباء سے انگریزی میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے نتیجہ یہ ہے کہ طلباء کی غلطیاں درست نہیں ہوتے پاتیں۔ وہ انگریزی گرامر سے واقف ہو جاتے ہیں مگر ٹھیک کام میں نہیں لا سکتے۔

(۳) مدرسہ کی لائبریری (کتب خانہ) کو کام میں نہیں لاتے وہ صرف

اُن کتابوں کو پڑھتے ہیں جن کی درجہ میں تعلیم ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ
اگر طبیعت چاہی تو دو ایک ناول یا اخبار پڑھ لئے اور بس۔

(۴) اگر درجہ کے لڑکوں کے پاس تعلیمی کتابیں نہوں (خاصکر اختیاری مضمون کی) تو پرواہ نہیں کرتے۔

(۵) اگر دو تعطیلوں کے درمیان ایک روز مدرسہ ہو تو فراخ دلی سے بہت لڑکوں کی رخصت منظور کرا دیتے ہیں جس سے درجہ کی تعلیم کا ہرج ہو جاتا ہی۔

(۶) درجہ میں چاک (کھریا مٹی) سے بلاٹنگ پیپر کا کام لیتے ہیں اور لڑکوں کو بھی اس کا موقع دیتے ہیں۔ بلاٹنگ پیپر بیکار رجسٹر میں پڑا رہتا ہی۔

(۷) کاپیوں کی درستی کے وقت لڑکوں کو میز کے چارطرف جمع ہو جانے پر پرواہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہے کہ جو لڑکے پیچھے بیٹھے ہیں وہ آپس میں باتیں کرنے اور شور مچانے لگتے ہیں۔

(۸) امتحان سالانہ کے وقت شکایت کرتے ہیں کہ "میرے درجہ کے واسطے امتحان کا پرچہ نہایت مشکل دیا گیا ہے یہ میرے لڑکوں کی قابلیت سے باہر ہی حالانکہ لڑکے نہایت قابل ہیں"۔ اس کے بعد جب نئے لڑکے ترقی پا کر درجہ میں آتے ہیں تو ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ لڑکے نہایت کمزور ہیں درجہ میں چل نہیں سکتے"۔

(۹) ہیڈ ماسٹر صاحب کے احکام کو سمجھنے کی پرواہ نہیں کرتے حکم کے نیچے دستخط کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

(۱۰) بعض وقات آخر سال تک مقررہ کورس ختم نہیں کرتے اور جب امتحان کا وقت آتا ہے تو کوشش کرتے ہیں کہ تھوڑے کورس ہی میں سالانہ امتحان لیا جاوے۔

(۱۱) طلباء کی تربیت پر کافی توجہ نہیں کرتے چنانچہ بعض مدارس میں طلباء (۱) ننگے پانوں پھرتے ہیں (۲) جوتے اتار کر کھیلتے ہیں (۳) دیوار وں کو فضول تحریرات سے گندہ کر دیتے ہیں (۴) جب ٹیچر درجہ میں آتا ہے تو اُس کے استقبال کے واسطے بعض کھڑے ہوتے ہیں اور بعض نہیں (۵) اگر ٹیچر درجہ میں موجود بھی ہو تو تعلیمی گھنٹہ ختم ہوتے ہی شور مچانے لگتے ہیں (۶) مونگ پھلی یا نارنگی وغیرہ کھا کر مدرسہ کے برآمدہ میں چھلکے پھینک دیتے ہیں اور درجہ میں صفائی کا لحاظ نہیں رکھتے۔ یہ حالت صوبہ ممالک متحدہ کے مشرقی اضلاع میں زیادہ تر ملی ہے امید ہے آپ اپنے مدرسہ میں ان نقائص کو رفع کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۲)

ذہانت کی دلچسپی

جب پچھلی جنگ یورپ میں لاکھوں دیہاتی بھرتی ہونے لگے تو یہ مشکل پیدا ہوئی کہ کس کو بیڑول کا افسر منتخب کیا جائے۔ کیونکہ افسر کو کچھ زیادہ تنخواہ ملتی تھی اس لئے ہر امیدوار سے چند سوالات ذہانت کے متعلق کئے جاتے تھے اور جس کے جواب زیادہ صحیح ہوتے اُسی کو افسری دی جاتی تھی چونکہ

ان سوالات سے چھوٹے بچوں کی ذہانت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے
بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اُن کو بہت دلچسپ او
مفید پائیں گے۔

پہلا سوال۔ تپائی کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟
(ذہین لڑکا تپائی کا نام ہی سمجھ کر جواب بتا سکتا ہے۔ مگر معمولی لڑکو
میں کوئی چار ٹانگ بتائے گا کوئی پانچ۔ کم عقل لڑکے اپنی ٹانگوں کا خیال
کرکے تپائی کی بھی دو ہی ٹانگیں بتائیں گے)

دوسرا سوال۔ کالی بھیڑ کے کالا اون ہوتا ہے بتاؤ کالی گائے ک
کس رنگ کا دودھ ہوگا؟

تیسرا سوال۔ گیند۔ گڑیا۔ دستانہ۔ ٹوپی بتاؤ ان چار چیزوں میں
اپنی والدہ کو کیا نذر کروگے؟
(ظاہر ہے کہ زیادہ عمر کی عورت کے واسطے دستانہ ہی کارآمد ہو سکتا ہے)

چوتھا سوال۔ اگر سخت کا مقابل نرم ہے تو تر کا مقابل کیا ہوگا؟

پانچواں سوال۔ بلی۔ کتا۔ کتاب۔ گھوڑا۔ بھیڑ۔ ان میں کون چار چیز
یکساں ہیں اور پانچویں نہیں؟ چوتھائی منٹ کے اندر جواب دو۔
(ایسے ہی کئی سوالات بنا لیجیے)

چھٹا سوال۔ ایک دعوت میں سوہن نے موہن سے اور روہن نے
روہن سے زیادہ کھایا تو بتاؤ سب سے کم کس نے کھایا؟

ساتواں سوال۔ سنیچر سے پہلے کون دن ہوتا ہے؟ (... کا پہلا حرف بتا

آٹھواں سوال۔ مُنا چنا سے بڑا ہے اور گھنّا چتّلے سے چھوٹا تو بتاؤ سب سے بڑا کون ہے؟

نواں سوال۔ ایک لڑکے نے میدان میں چھ بکریوں کو چرتے دیکھا اور اُس کی بہن نے بھی چھ بکریوں کو چرتے پایا تو بتاؤ کہ کُل کتنی بکریاں تھیں؟
(کم عقل لڑکے بارہ بکریاں بتاویں گے)

دسواں سوال۔ ایک قبر پر لکھا تھا کہ یہاں فلاں شخص کی لاش دفن ہے جو سمندر میں ڈوب گیا اور پھر اُس کا پتہ نہ لگا بتاؤ یہ عبارت سچ ہے یا جھوٹ؟
(ظاہر ہے کہ یہ عبارت سچ نہیں ہو سکتی جب لاش کا پتہ نہ لگا تو قبر میں کیسے دفن ہوئی)

گیارھواں سوال۔ اگر روپیہ بھُنانے پر صرّاف زیادہ دام دیدے تو تم کیا کروگے؟ کیا صرّاف ہی سے اُن داموں کا کچھ خرید لوگے یا اُس کی غلطی بتا کے دو یا پیسے لا کر اپنی ماں کو دکھاؤ گے؟
(ایماندار لڑکا صرّاف کی غلطی بتا دے گا)

بارھواں سوال۔ بتاؤ اتوار کے قریب بدھ ہے یا جمعہ؟

تیرھواں سوال۔ شہد مکھیوں سے آتا ہے یا شکر سے یا چھتے سے یا پھولوں سے؟

چودھواں سوال۔ ۳-۶-۷-۹-۱۲-۱۵- بتاؤ ان میں کون ہندسہ یہاں نہ ہونا چاہیے۔
(جواب ۷- کیونکہ اس کے نکال دینے پر باقی ہندسوں کا فرق برابر ہو جاتا ہے، ایسے کئی سوال کیجئے۔

پندرھواں سوال۔ عبارت ذیل کا بامعنی فقرہ بتاؤ "تھے ایک تین درخ
کوّے بیٹھے پر کالے"۔
(جواب تین کالے کوّے ایک درخت پر بیٹھے تھے) ایسے کئی سوال بنا
دریافت کیجئے۔
سولھواں سوال۔ بتاؤ ان ہندسوں کے بعد کون ہندسہ ہے۔ ۸۔
۱۵--۲۰-
(کم عقل لڑکے اکیس بتا دیں گے)
سترھواں سوال۔ اگر ایک بتّی دو گھنٹے جلتی ہے تو دو بتیاں ایک سا
کتنی دیر جلیں گی۔
(کم عقل لڑکے چار گھنٹے بتا دیں گے)
اٹھارھواں سوال۔ ایک لڑکے نے پٹاخہ چھٹانے کی تین بار کوشش
کی بتاؤ وہ پہلی دفعہ چھوٹا یا دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ؟
اُنیسواں سوال۔ ایک سڑک پر مکانوں کی دو رویہ قطار ہے اُن
جانب طاق نمبر ہیں یعنی ایک۔ تین۔ پانچ سات۔ نو وغیرہ اور دوسری جا
جفت یعنی دو۔ چار۔ چھ۔ آٹھ وغیرہ یہ سڑک کی ایک حد سے شروع ہوتے
ہیں بتاؤ نمبر چھ کے مقابل کون ہے؟
(جواب۔ نمبر ۵۔ یعنی دونوں جانب تیسرا مکان نمبر ۵ اور ۶ ہیں)
بیسواں سوال۔ "لڑکے شرارت کرتے ہیں سزا ہیں" بتاؤ اس فقر
میں کونسا لفظ رہ گیا۔

(جواب "پاتے") ایسے کئی سوالات کیجئے۔

اکیسواں سوال۔ کل مینہ برسنا شروع ہوا تو تین دن تک برستا رہا بتیہ یہ ممکن ہے یا ناممکن؟۔

(ظاہر ہے کہ آج دوسرا دن ہے اس لئے تین تک برسنا کس طرح ممکن ہے)۔

بائیسواں سوال۔ پھاگن۔ بیساکھ۔ اساڑھ۔ کاتک بتاؤ کس مہینے میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے؟

(ایسے ہی سردی کے متعلق سوالات کیجئے)

تئیسواں سوال۔ بتاؤ اس فقرے میں ایک چھوڑ کر آخر لفظ کا ایک ایک چھوڑ کر آخر حرف کونسا ہے؟ "میرے پاس چھوٹا بچہ ہے"۔

(جواب چ)

چوبیسواں سوال۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ آلو ہمیشہ ٹھنڈے پانی میں اُبلنے چاہئیں۔؟

(جب پانی اُبالا گیا تو ٹھنڈا کہاں رہا)

پچیسواں سوال۔ ایک خاندان میں تین بھائی ہیں اور ہر ایک کے صرف ایک ایک بہن ہے بتاؤ وہ سب کتنے بھائی بہن ہیں؟

(کم عقل لڑکے تین بھائی اور تین بہن بتاویں گے)۔

چھبیسواں سوال۔ بتاؤ سیر بھر ہلکے پر بھاری ہونگے یا آدھ سیر بھاری لوہا

ستائیسواں سوال۔ ستارے دن میں کیوں نہیں دکھائی دیتے؟ کیا وہ آسمان کے پیچھے چلے جاتے ہیں یا بادلوں میں چھپ جاتے ہیں یا سورج کی وجہ

سے دھندلے پڑجاتے ہیں یا زمین کی دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔
(ظاہر ہے کہ ستارے سورج کی وجہ سے دھندلے پڑجاتے ہیں)

اٹھائیسواں سوال۔ سوہن کا بھائی اُس سے پندرہ برس چھوٹا ہے اور سوہن بھی پندرہ برس کا ہے تو بتاؤ بھائی کب پیدا ہوا تھا؟

اُنتیسواں سوال۔ موہن ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں اینٹ نہ تھی۔ کالو نے دور سے ایک اینٹ پھینک کر ماری اس پر موہن نے بھی ایک اینٹ اُٹھا کر ماردی۔ بتاؤ موہن کو اینٹ کہاں سے ملی۔

تیسواں سوال۔ تمہاری بڑھیا دادی کی سسرال کہاں ہے؟
(کم عقل لڑکے کہیں گے کہ "ہم دادی سے پوچھ آویں" یا "ہماری دادی تو مرگئی")

تمت

لکھنؤ - ۲۰ر دسمبر سنہ ۱۹۳۷ء

منشی رام پرشاد ماتھر کی ہندوستانی کتاب نئی تعلیم کا آئینہ معلمین و اساتذہ تعلیم کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ تعلیم کے حق میں یہ امر نہایت نفع بخش ہے کہ ایک بیدار مغز سرگرم اور کامیاب انسپکٹر اور ہیڈ ماسٹر اپنے تمام زندگی کے مشاہدات اور خیالات کو جانشیں اصحاب کے فائدہ کی غرض سے حیطۂ تحریر میں لایا ہے۔ اس تصنیف میں خیالات نہایت قیمتی ہیں اور طرز تحریر بھی ویسا ہی نفیس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا بہ کثرت مطالعہ کیا جاوے کیونکہ یہ اسی مقبولیت کے قابل ہے۔

سر جادو ناتھ سرکار

نائٹ - سی آئی ای - ڈاکٹر آف لٹریچر - وائس چانسلر سابق کلکتہ یونیورسٹی و شہرۂ آفاق مصنف تاریخ اورنگ زیب وغیرہ وغیرہ

کیلاش کٹیر - کانپور - ۷ر جنوری سنہ ۱۹۳۹ء

منشی رام پرشاد ماتھر نے اپنی کتاب نئی تعلیم کا آئینہ شائع فرما کر ہندوستان کے تمام مقامات کی جہاں اردو رائج ہے زبردست تعلیمی خدمت کی ہے۔ اس کتاب میں موجودہ طرز خیال کے مطابق تعلیم کو ترقی دینے کے واسطے بکثرت ہدایات موجود ہیں اور یہ اس شخص کے تجربہ کا نتیجہ ہیں جس نے تمام عمر تعلیمی خدمات میں صرف کی ہے۔ یہ نسخہ محکمہ تعلیم کے واسطے بیحد مفید ثابت ہوگا اور مجھکو یقین ہے کہ تمام اصحاب جن کو ہماری ترقی تعلیم میں دلچسپی ہے اس کا خیر مقدم کریں گے۔

آنریبل ڈاکٹر سر جے پی سریواستو (نائٹ)

وزیر تعلیم سابق ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

انڈسٹریل و ایگریکلچرل ایگزیبیشن ممالک متحدہ لکھنؤ
سنہ ۳۷-۱۹۳۶ء

ایجوکیشن کورٹ

سند قابلیت درجۂ اوّل

تصدیق کی جاتی ہی کہ رام پرشاد صاحب ۱۶ سروجنی دیبی لین لکھنؤ نے اپنے مصنفہ نقشہ جات و کتب بغرض نمائش ایجوکیشن کورٹ میں پیش کئے۔ اس کے صلہ میں یہ سند قابلیت عطا کی جاتی ہی۔ جج صاحبان نے فیصلہ کیا ہی کہ یہ نقشہ جات و کتب عمدگی میں اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

ایس این چترویدی ایم اے (لندن) پی سی ایس
سکریٹری و آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی

آر پی پرانجپے ایم اے۔ ڈی ایس سی
پریزیڈنٹ

ایجوکیشن کورٹ کمیٹی

لکھنؤ ۲۴ فروری سنہ ۱۹۳۷ء

لیجسلیٹو اسمبلی (سنٹرل) ۱۷ ونڈسر پلیس نیو دہلی۔ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۳۹ء

منشی رام پرشاد ماتھر کی مفید تصنیف نئی تعلیم کا آئینہ اُن کے تیس سال سے زیادہ عرصہ تک محکمہ تعلیم کی گرانمایہ خدمات کے مکمل تجربہ کا نتیجہ ہے۔ ان کی کتاب کو کئی نامور رہنمایان تعلیم نے داد قبولیت بخشا ہے اور میں مسٹر رام پرشاد کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

آنریبل ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (نائٹ)
سی آئی ای۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ ڈی ایس سی
ایم ایل اے (سنٹرل)